فتاویٰ مسعودی

فقیہ ہند حضرت شاہ محمد مسعود محدث دہلوی

مرتبہ

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد



ناشر

سرہند پبلی کیشنز، کراچی

پاکستان

مَن يُرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ

فتاوٰی مسعودی

از

فقیہ الہند حضرت محمد مسعود شاہ محدث دہلوی

مرتب

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

محشی

حضرت مولانا حافظ محمد اشرف مجددی

ناشر

سرہند پبلی کیشنز کراچی

مصنف ـــــــــ شاہ محمد مسعود محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب و تدوین ـــــــــ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

نظرِ ثانی ـــــــــ مولانا عبد الحکیم شرف قادری و مولانا محمد منشا تابش قصوری

ترجمہ و حواشی ـــــــــ مولانا محمد اشرف مجددی سیالکوٹی

کتابت ـــــــــ مولانا شاہ محمد چشتی، محلہ محمود پورہ قصور

پروف ریڈنگ ـــــــــ حافظ محمد اکرم مجددی سیالکوٹی

ناشر ـــــــــ سرہند پبلی کیشنز۔ کراچی

مطبع ـــــــــ مطبوعہ فضل سنز لمیٹڈ۔ اردو بازار کراچی

اشاعت ـــــــــ اول

سالِ طباعت ـــــــــ ۱۴۰۷ھ / ۱۹۸۷ء

تعداد ـــــــــ گیارہ سو (۱۱۰۰)

قیمت ـــــــــ ۱۰۰ روپے

ملنے کے پتے

۱۔ سرہند پبلی کیشنز، نمبر ۸۸، بلاک نمبر ۸-۷، دہلی مرکنٹائل ہاؤسنگ سوسائٹی کراچی نمبر ۸۰۶

فون نمبر ۴۳۶۷۸۶ اور ۲۳۸۶۱۱

۲۔ ضیاء القرآن پبلی کیشنز گنج بخش روڈ، لاہور

۳۔ انٹرنیشنل پبلی کیشنز ۲۲۶۲ ۱۹/بی، جھورا لال لین، حیدرآباد سندھ، فون نمبر ۲۶۰۶۱

۴۔ مکتبہ نعمانیہ، اقبال روڈ، سیالکوٹ

۵۔ ضیاء الدین پبلی کیشنز، جی۔ کے ۴/۲۹ نزد خالق دینا اسکول کھارادر کراچی نمبر ۲

انتساب

شیخ الاسلام، مفتی اعظم حضرت علامہ
الحاج شاہ محمد مظہر اللہ قدس اللہ سرہٗ العزیز (خطیب
شاہی مسجد جامع فتحپوری، دہلی) کے نام
نامی جن کے فیضانِ نظر نے آدابِ زندگی
سکھائے ؂

یک نظر کردی و آدابِ فنا آموختی
اے خنک روزے کہ خاشاکِ مرا واسوختی

احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ

اظہارِ تشکر

حضرت والدی المعظم مفتی اعظم ہند شاہ محمد مظہر اللہ قدس سرہ العزیز کے حضور سراپا سپاس ہوں کہ ممدوح نے از راہ شفقت و عنایت فتاویٰ مسعودی کا قلمی نسخہ عنایت فرمایا ——— حضرت مولانا محمد حبیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ (حیدرآباد سندھ)، مولانا ابوالخیر محمد زبیر (حیدرآباد سندھ)، مولانا محمد عصمت جاہ (دہلی)، حکیم محمد موسیٰ امرتسری (لاہور)، پروفیسر محمد ایوب قادری (کراچی)، پروفیسر سید محمد عارف (بہاولپور)، اور جناب سید محمد طاہر (البقیع سعودی عربیہ) کا ممنون ہوں کہ انہوں نے فتاویٰ مسعودی سے متعلق ضروری مواد کی فراہمی میں تعاون فرمایا ——— حضرت مولانا عبدالقدوس ہاشمی (ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد) کا شکر گزار ہوں کہ موصوف نے فہرست مآخذ و مراجع کی تدوین میں مدد فرمائی ——— حضرت مولانا الحکیم اختر شاہجہانپوری مظہری (لاہور) کا ممنون ہوں کہ انہوں نے بعض فتاویٰ نقل فرمائے ——— حضرت مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری (مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور) اور حضرت مولانا محمد منشا تابش قصوری کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے مبیضہ پر نظر ثانی فرمائی اور قلمی نسخہ سے نہایت جانکاہی اور عرق ریزی سے تقابل فرمایا ——— مولانا محمد اشرف مجددی (سیالکوٹ) کا ممنون ہوں کہ انہوں نے حواشی تحریر فرمائے ——— مفتی محمد مکرم احمد (دہلی)، مولانا محمد احمد قریشی (لاہور)، مولانا سید مظہر الدین (لاہور)، جناب محمد نسیم خاں (دہلی) کا ممنون ہوں کہ انہوں نے بعض ضروری عکس فراہم کئے ——— شیخ صبور احمد صاحب (ڈائریکٹر، سرہند پبلی کیشنز) کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے طباعت و اشاعت کا اہتمام کیا، مولانا شمس الضحیٰ کا تہ دل سے ممنون ہوں کہ انہوں نے تصحیح اور تحشیہ میں بھرپور تعاون فرمایا۔ فجزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ

عکس

(ص ۶۱۳ - ۶۳۹)

۱. مقبرہ شریف حضرت سید امام علی شاہ علیہ الرحمہ شیخ طریقت حضرت فقیہ الہند علیہ الرحمہ و حضرت سید صادق علی شاہ علیہ الرحمہ شیخ طریقت حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ

۲. مسجد جامع فتحپوری ——— دہلی

۳. مرقد انور حضرت فقیہ الہند علیہ الرحمہ

۴. عکس تحریر حضرت شاہ رحیم اللہ دہلوی علیہ الرحمہ خلیفہ حضرت فقیہ الہند علیہ الرحمہ

۵. سند خلافت و اجازت حضرت شاہ رکن الدین الوری علیہ الرحمہ خلیفہ حضرت فقیہ الہند علیہ الرحمہ

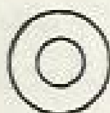
۶. عکس فتویٰ حضرت فقیہ الہند علیہ الرحمہ

۷. عکس فتویٰ مفتی اعظم ہند حضرت شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ نبیرہ حضرت فقیہ الہند علیہ الرحمہ

۸. عکس فتویٰ حضرت مفتی محمد مظفر احمد علیہ الرحمہ خلف اکبر حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ

۹. عکس فتویٰ حضرت مفتی محمد مشرف احمد علیہ الرحمہ خلف اصغر حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ

۱۰. عکس فتویٰ حضرت مفتی محمد مکرم احمد سلمہ اللہ تعالیٰ نبیرہ حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ



ترتیب

۱-	حرفِ آغاز	ڈاکٹر محمد مسعود احمد	۹
۲-	قطعۂ تاریخِ تدوین	سید شرافت احمد شرافت نوشاہی	۱۲
۳-	حیاتِ مسعودی	ڈاکٹر محمد مسعود احمد	۱۵
۴-	منقبت	مولانا عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری	۳
۵-	فہرس فتاویٰ مسعودی	ڈاکٹر محمد مسعود احمد	۴۸
۶-	فتاویٰ مسعودی	فقیہ الہند شاہ محمد مسعود محدث دہلوی	۶۷
۷-	مآخذ و مراجع	ڈاکٹر محمد مسعود احمد	۶۰۳

حرفِ آغاز

فتاویٰ مسعودی کا واحد قلمی نسخہ حضرت فقیہ الہند علیہ الرحمہ کے پوتے مفتی اعظم ہند حضرت شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ (شاہی امام مسجد جامع فتحپوری، دہلی) کے ذاتی کتب خانے میں محفوظ تھا، ۱۳۸۵ھ / ۱۹۶۵ء میں راقم دہلی حاضر ہوا تو حضرت مفتی اعظم نے از راہِ شفقت وعنایت یہ نادر نسخہ مرحمت فرمایا چنانچہ راقم اپنے ساتھ پاکستان لے آیا، تدوین وتبویب کا مصمم ارادہ تھا لیکن دوسرے ہی سال ۱۳۸۶ھ / ۱۹۶۶ء میں حضرت مفتی اعظم کا وصال ہوگیا اور راقم آپ کے حالات اور تصانیف کی تدوین وترتیب میں مصروف ہوگیا۔ ۱۳۹۰ھ / ۱۹۷۰ء میں اس کام سے فارغ ہوا تو دیگر علمی کام سامنے آگئے چنانچہ ۱۳۹۲ھ / ۱۹۷۲ء تک فتاویٰ مسعودی پر کام شروع نہ کرسکا۔

فتاویٰ مسعودی کا نسخہ نہایت خستہ و بوسیدہ اور کرم خوردہ تھا، بعض اوراق چھلنی ہوگئے تھے اس لئے نقل کرنے سے پہلے محدب شیشے سے مطالعہ کرنا پڑتا۔ بہرکیف ۱۳۹۳ھ / ۱۹۷۳ء میں جب راقم گورنمنٹ کالج، ٹنڈو محمد خاں (ضلع حیدرآباد، سندھ) میں تھا، نقل کا آغاز کیا اور دو سال بعد ۱۳۹۵ھ / ۱۹۷۵ء میں یہ کام مکمل ہوا۔ اس وقت راقم گورنمنٹ کالج مٹھی (ضلع تھرپارکر، سندھ) میں بحیثیت پرنسپل اپنے فرائض انجام دے رہا تھا۔ نقل کے بعد تدوین و تبویب کے مراحل سامنے آئے اور پھر تصحیح واصلاح کے مرحلے۔ اول الذکر مراحل راقم نے طے کئے اور ثانی الذکر مرحلے مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری، مولانا محمد منشا تابش قصوری اور مولانا محمد اشرف مجددی زیدت عنایتہم نے، فجزاہم اللہ احسن الجزاء۔ بفضلہ تعالےٰ یہ کام ۱۳۹۶ھ / ۱۹۷۶ء میں مکمل ہوا اور ۱۳۹۸ھ / ۱۹۷۸ء میں کتابت کا آغاز ہوا۔

فتاویٰ مسعودی کے علاوہ حضرت فقیہ الہند علیہ الرحمہ کے بعض قلمی اور مطبوعہ رسائل بھی دستیاب ہوئے، ان کو بھی اس مجموعے میں شامل کردیا گیا ہے، ان رسائل کی تفصیل یہ ہے:۔

۱- دررِ ثمانیہ (مؤلفہ ۱۲۸۵ھ/۱۸۶۸ء) مطبوعہ دھلی۔

۲- الدلائل تقسیم فی القرآن العظیم (مؤلفہ ۱۲۸۵ھ/۱۸۶۸ء) مطبوعہ دہلی ۱۲۹۹ھ/۱۸۸۱ء

۳- رسالہ سماع و غنا (مکتوبہ ۱۳۱۱ھ/۱۸۹۳ء) (قلمی)

۴- رسالہ سماع موتیٰ (مکتوبہ ۱۳۱۱ھ/۱۸۹۳ء) (قلمی)

فتاویٰ مسعودی کا قلمی نسخہ حجازی سائز کے ۱۹۷ صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں ۱۲۹۶ھ/۱۸۷۹ء تا ۱۳۰۴ھ/۱۸۸۶ء کے درمیان لئے گئے ۲۱۰ منتخبہ فتوے شامل ہیں جو متنوع موضوعات پر ہیں، مختلف اوقات میں مختلف حضرات نے اس کی کتابت کی ہے، خود حضرتِ فقیہ الہند علیہ الرحمہ نے بھی بعض فتوے نقل فرمائے ہیں جس سے اس نسخے کی اہمیت ظاہر ہے۔ آپ کی تحریر کا عکس شامل کر دیا گیا ہے۔ آپ کے علاوہ مندرجہ ذیل حضرات نے فتوے نقل کئے ہیں :-

۱- صاحبزادہ مولانا محمد سعید علیہ الرحمہ

۲- مولانا نور محمد علیہ الرحمہ

۳- مولانا ابو المنصور فضل الدین علیہ الرحمہ

۴- ایک نامعلوم مرید و معتقد

جیسا کہ عرض کیا گیا یہ نسخہ نہایت ہی خستہ و بوسیدہ اور کرم خوردہ ہے اس لئے جن مقامات کو غور و فکر کے باوجود نہ پڑھا جاسکا وہاں خطِ فاصل لگا دیا گیا ہے۔ اس نسخے کی کتابت چونکہ مختلف حضرات نے کی تھی اس لئے بعض نے قدیم طرزِ املاء کے مطابق کتابت کی مثلاً گانوں (گاؤں)، اوس (اس)، جاوے (جائے)، لائیا (لایا)، ہوناں (ہونا)، دیناں (دینا)، دئی (دی)، وغیرہ وغیرہ ——— اگرچہ اصولِ تدوین کے لحاظ سے املاء کو بدلنا نہ چاہئے تھا لیکن اس خیال سے بدل دیا گیا کہ ایک تو زبان پرانی، اوپر سے املاء بھی پرانا ہوا تو پڑھنے میں دقت ہوگی اور اس سے فتاویٰ کی افادیت مجروح ہوگی۔

فتاویٰ مسعودی میں سوالات اور ان کے جوابات اردو، فارسی اور عربی تینوں زبانوں میں ہیں۔ جوابات کی خصوصیت یہ ہے کہ سب سے پہلے آیاتِ قرآنی سے استدلال

کیا ہے، پھر احادیث نبویہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) سے اور اس کے بعد ضرورت محسوس ہوئی تو ائمہ کرام و فقہائے عظام سے، معاصرین علماء کے برخلاف اردو نہایت سادہ استعمال کی ہے لیکن بعض مقامات پر بامحاورہ نہیں ہے، یہ اس دور کا چلن تھا لیکن عربی اور فارسی الفاظ سے خواہ مخواہ استعمال سے حتی الوسع گریز کیا ہے تاکہ فتاویٰ زیادہ سے زیادہ عام فہم ہوں۔ مخالفین کے بارے میں اگر کچھ لکھا ہے تو نہایت نرم لہجے میں، متانت و سنجیدگی کا دامن ہاتھ سے جانے نہیں دیا اور فقیہانہ وقار کو ہر قیمت پر برقرار رکھا ہے، تحریر سے عجز و انکسار نمایاں ہے جو دلیل عظمت و بزرگی ہے، دستخط میں اسمِ گرامی سے پہلے ہمیشہ 'خاکِ رہ' تحریر فرمایا ہے۔

فتاوٰئے مسعودی کی فقہی افادیت کے علاوہ دوسری افادیتیں بھی ہیں مثلاً اس کے مطالعے سے سوانحی اور تاریخی اہمیت کی بعض باتیں سامنے آگئی ہیں جن سے بعض شخصیات اور بعض خاندانوں کے متعلق معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں۔ اسی طرح بعض باتیں معاشرتی اور اقتصادی اہمیت کی بھی سامنے آگئی ہیں جن سے اس زمانے کے معاشرتی اور معاشی حالات پر روشنی پڑتی ہے بعض باتیں اخلاقی اور مذہبی نوعیت کی ہیں جن سے اس زمانے کے اخلاقی حالات اور مذہبی کیفیات کا اندازہ ہوتا ہے۔ بعض فتووں سے اس زمانے کی مختلف تحریکوں کے بارے بھی معلومات حاصل ہوتی ہیں۔

الغرض فتاوٰئے مسعودی گوناگوں خصوصیات و امتیازات کا حامل ہے اور اس میں شک نہیں کہ چودھویں صدی ہجری کے آغاز میں جو فتاوے مرتب کئے گئے ان میں یہ خاص امتیاز کو حاصل ہے۔ انشاء اللہ تعالٰے فتاوٰئے مسعودی علماء بالخصوص مفتیوں کے لئے بہت ہی مفید ثابت ہوگا۔ اللہ تعالٰے اس کو شرفِ قبولیت سے مشرف فرمائے اور مجھ سیہ کار کے لئے وسیلۂ نجات بنائے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔

احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ

گورنمنٹ سائنس کالج
مٹھی (تھرپارکر، سندھ)
۱۳۹۶ھ / ۱۹۷۷ء

قطعۂ تاریخ

از نتیجۂ فکر

حضرت مولانا سید شریف احمد شرافت نوشاہی مدظلہ العالی
(سجادہ نشین ساہنپال شریف، ضلع گجرات، پاکستان)

بحمد اللہ نسخہ فتاوائے دیں — کہ در فقہ حنفی ست متن متین
ز تصنیف عالی شہِ ذی وقار — فقیہِ زماں قدوۂ روزگار
کہ اسم گرامیش مسعود بود — ز اقرانِ خود گوئے سبقت ربود
محدث، مدرس، فقیہِ المثال — نجیبے زبدۂ اولیائے کمال
زہے مفتیٔ اعظمِ دیں پناہ — بدہلی شدہ صاحبِ خانقاہ
بفقہ و فتاوے مقامش بلند — بعلم و عمل فاضلِ ارجمند
شریف النسب واعظِ خوش نوا — بُدہ حافظ و قاریِ دل رُبا
خطیبے بجامع فتحپور شدہ — بتذکیر، سالار و افسر شدہ
بہ تبلیغ و تدریس شیخِ عظیم — بجود و سخاوت رؤف و کریم
ز اولاد وے ہست مرد فرید — کہ علامہ مسعود احمد وحید
مدون نمود ایں کتاب عجیب — شود رحمت خاص او را نصیب
بعالم فیوضات او عام کرد — کتاب مبارک خوش انجام کرد

بگفتا شرافت ز تدوین سال
فتاوائے مسعود نازک خیال

۹۰ — ۳ — ۱۳

قطعہ تاریخ ترتیب و تبییضِ فتاویٰ مسعودی

از نتیجۂ فکر

حضرت مولانا محمد عبدالحکیم اختر شاہجہان پوری مظہری

فیض ہے سب پر عیاں حضرت فقیہِ ہند کا
ہاتھ ہے بحرِ رواں حضرت فقیہِ ہند کا

وہ مفسر، وہ محدث، وہ فقیہ بے مثال
علم و حکمت ہے نشاں حضرت فقیہِ ہند کا

ان کا اندازِ تکلم، شربتِ شہد و لبن
شکریں طرزِ بیاں حضرت فقیہِ ہند کا

اہلسنّت پر کچھ ان کے اتنے احسانات ہیں
ہر دہن ہے مدح خواں حضرت فقیہِ ہند کا

تاقیامت اپنی تابانی دکھاتا ہی رہے
یاالٰہی خانداں حضرت فقیہِ ہند کا

اپنی قسمت پر نہ کیوں نازاں ہو وہ اس فخر میں
جس نے پایا آستاں حضرت فقیہِ ہند کا

ان کے عرفاں سے نہ کیوں سیراب ہوں اہلِ جہاں
فیضِ بحرِ بیکراں حضرت فقیہِ ہند کا

ہے یہ مسعودی فتاویٰ علم کا بحرِ رواں
یا مقدس گلستاں حضرت فقیہِ ہند کا

حضرتِ مسعود کا اب بھی نشاں مسعود ہے
بن گیا جو ترجماں حضرت فقیہِ ہند کا

کہہ دیا شورش فروشد یہ مرتب جب ہوا
رنگ لایا بوستاں حضرت فقیہِ ہند کا

۱۳ ھ ۹۶

چونکہ اختر ساتھ اسمِ ذات کا سر مل گیا
جا رہا ہے کارواں حضرت فقیہِ ہند کا

۱۹ ء ۷۷

حیاتِ مسعودی

از

ڈاکٹر محمد مسعود احمد

مسعود شہ، فردِ جہاں، ہم شمعِ بزمِ عارفاں
محبوبِ رب لم یزل صلوا علیہ و آلہٖ

شانِ نبی، جاہِ علی، ہم نورِ حق سر تا بہ پا
برہانِ ایمان و طل حسنت جمیع خصالہٖ

صیتِ نوالش چار سو، مِنْ فَیْضِہٖ لَاتَقْنَطُوْا
بدر الدجے صدر الاجل کشف الدجے بجمالہٖ

برداشت از عالم قدم، پے سال وصلش از عدم
سعدی بگفتا از ازل بلغ العلےٰ بکمالہٖ
١٣٠٩ھ

(مولانا شاہ رکن الدین الوری رحمۃ اللہ علیہ)

قوم روشن از سوادِ سرگذشت خودشناس آمد زیادِ سرگذشت
سرگذشت او چوں از یادش رود باز اندر نیستی گم می شود

ضبط کن تاریخ را پاینده شو
از نفس ہائے رمیدہ زندہ شو

(اقبال)

"زبدۃ فقہائے جہاں، اصلح صلحائے زماں، اعرف العرفاء، فاضل الفضلاء، فقیہ بے بدل، مفتی بے مثل، محقق مسائل دیں، حضرت مولانا مولوی مفتی رحیم بخش المشہور مولانا محمد مسعود صاحب مفتی دہلی دام فیوضہٗ جو جو خوبیاں اللہ تعالیٰ نے ذاتِ بابرکات میں عطا فرمائی ہیں، بیان ان کا بہت دشوار ہے، آپ دہلی میں اعلیٰ درجہ کے فقیہ اور مفتی ہیں۔ آپ کی ذات سے بہت فیض جاری ہے آپ صاحبِ نسبت، صاحبِ دل، عابد، عارف باللہ، مرتاض، دیندار، متقی، پرہیزگار، صاحبِ مروت، پیرِ کامل، ہادیٔ طریقت، آپ پیش امام مسجد فتحپوری ہیں۔ آپ کی ذات سے فیض باطنی بہت جاری ہے۔ بڑے بڑے رؤسا آپ کے مرید ہیں، دامن اخلاق کا بڑا وسیع اور کشادہ ہے۔ بہرحال فی زمانا آپ کا دم لبا غنیمت ہے، فقیر بھی آپ کا دل سے شکریہ ادا کرتا ہے" [۱]

حضرتِ فقیہ الہند علیہ الرحمہ کے متعلق یہ ایک ۹۶ سالہ مبلغ اسلام اور عالم دین مولانا محمد امیر الدین احمد علیہ الرحمہ کے تأثرات ہیں جن کے دستِ حق پرست پر تین ہزار سے زیادہ کفار و مشرکین مشرف باسلام ہوئے اور جو خود حضرتِ فقیہ الہند کی زیارت سے مشرف ہوئے تھے۔ اس

---

[۱] محمد امیر الدین احمد: تفسیر ابر کرم المعروف بہ مناقب والا تے امرائے باخبر، ۱۳۰۶ھ/۱۸۸۸ء، ص ۱۰۴

اندازہ ہوگا کہ اس وقت جس عارفِ کامل اور فقیہِ عصر کا تعارف کرایا جا رہا ہے وہ علم و عرفان کی کن بلندیوں پر فائز تھا! قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز۔

حسب و نسب

حضرت فقیہ الہند کا اسمِ گرامی رحیم بخش اور لقب محمد مسعود تھا۔ یہ لقب اتنا مشہور ہوا کہ آج آپ کو اسی لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپ کے والدِ گرامی کا اسم شریف الٰہی بخش تھا[1] اور جدِ امجد کا احمد[2]۔ آپ نسباً فاروقی[3]، موطناً دہلوی، مسلکاً حنفی اور مشرباً نقشبندی مجددی تھے۔ آپ کا سلسلۂ نسب متعدد واسطوں سے حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۸۹ھ/۱۵۸۱ء) سے ملتا ہے جو علوم ظاہری و باطنی کے جامع، باکمال مدرس و مفتی اور محقق تھے، سلسلۂ چشتیہ صابریہ کے متاخرین مشائخ میں بے نظیر اور حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۴۵ھ/۱۵۳۸ء) کے اعاظم خلفاء میں تھے۔ عہدِ اکبری کے مشہور مؤرخ ملا عبد القادر بدایونی نے دو بار آپ کی زیارت کی، ۹۶۹ھ میں اور پھر ۹۸۱ھ میں۔ بدایونی نے آپ کے چشم دید حالات بھی لکھے ہیں[4]۔ بقول مفتی غلام سرور لاہوری حضرت جلال الدین تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ کے اجداد بلخ

---

[1] فتاویٰ مظہریہ، جلد اول و دوم (مطبوعہ دہلی ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۳ء) میں الٰہی بخش نام کے ایک بزرگ کے دستخط ملتے ہیں (جلد اول ص ۱۸۰، ۲۲۹، ۲۸۰، ۳۲۴، ۵۲۵، ۱۰۰۷، ۵۱۵، ۵۷۱ — جلد دوم ص ۲۱۶) ممکن ہے کہ یہ بزرگ حضرت فقیہ الہند کے والد ماجد ہوں۔

[2] حضرت فقیہ الہند کے پڑپوتے حضرت مولانا مفتی محمد مظفر احمد علیہ الرحمہ (م ۱۳۸۰ھ/۱۹۶۱ء) فرماتے تھے کہ حضرت فقیہ الہند کے اجداد میں سالار بخش نامی ایک بزرگ تھے جو مغلیہ دورِ حکومت میں عہدۂ وزارت پر فائز تھے، واللہ اعلم (مسعود)

[3] حضرت فقیہ الہند نے اپنی تصنیف نور العرفان (مؤلفہ ۱۲۸۲ھ/۱۸۶۵ء) میں فاروقی لکھا ہے نیز شیخ حمید الدین گنوری علیہ الرحمہ کے نام سندِ خلافت (مکتوبہ ۱۰ رجادی الاولیٰ ۱۲۸۲ھ/۱۸۶۵ء) میں فاروقی لکھا ہے لیکن بعض مطبوعہ رسائل میں صدیقی لکھا ہے مثلاً الدرۃ الیتیم فی القرآن العظیم (مطبوعہ دہلی ۱۲۹۹ھ/۱۸۸۱ء، ص ۲) اور دررِ ثمانیہ (مطبوعہ دہلی ص ۲) میں، غالباً یہ سہوِ کتابت ہے کیونکہ رسالہ نور العرفان میں صراحت کے ساتھ یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ آپ حضرت جلال الدین تھانیسری علیہ الرحمہ کی اولاد امجاد سے ہیں۔

[4] عبد القادر بدایونی: منتخب التواریخ، مطبوعہ کلکتہ ۱۲۸۶ھ/۱۸۶۹ء، ص ۲۰۳

کے رہنے والے تھے [١] اور آپ کے اجداد میں غالباً محمود شاہ، سلطان شمس الدین التمش (٦٠٧ھ/١٢١٠ء تا ٦٣٣ھ/١٢٣٥ء) کے عہدِ حکومت میں ہندوستان وارد ہوئے اور تھانیسر میں قیام فرمایا [٢]

ولادت و معرفت

حضرت فقیہ الہند ١٢٥٠ھ/١٨٣٤ء میں اپنی آبائی حویلی واقع بازار سرکی والاں، دہلی میں پیدا ہوئے۔ ١٢٧٢ھ/١٨٥٦ء میں علوم عربیہ اور ریاضیہ کی تحصیل سے فارغ ہوئے اور پھر والدین کے وصال کے بعد تلاشِ معاش کے سلسلے میں پنجاب تشریف لے گئے۔ یہاں کچھ عرصہ بعد سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے عارفِ کامل حضرت سید امام علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ (م ١٢٨٢ھ/١٨٦٥ء) کا شہرہ جو سنا تو حاضری کا اشتیاق پیدا ہوا چنانچہ حاضر ہوئے اور شرف بیعت حاصل کیا۔ ایک سال بعد ہی خلافت و اجازت سے نوازے گئے، پھر شیخ طریقت نے دہلی جانے کی ہدایت فرمائی چنانچہ آپ دہلی تشریف لے گئے اور یہاں ظاہری و باطنی فیض جاری فرمایا۔

یہ سوانحی تفصیلات حضرت فقیہ الہند کی ابتدائی تصنیف نور العرفان [٣] (قبل ١٢٨٢ھ/١٨٦٥ء) سے حاصل کی گئی ہیں، چونکہ یہ رسالہ شائع نہیں ہوا اس لئے ہم چند اہم اقتباسات یہاں پیش کرتے ہیں جن سے مندرجہ بالا حقائق کے علاوہ حضرت فقیہ الہند کی طرز نگارش، شیخ طریقت کی عظمت و بزرگی اور دہلی کے مذہبی ماحول کے بارے میں بھی بہت کچھ معلوم ہو سکے گا:

الحمد للہ الذی ھدٰنا لھٰذا وما کنا لنھتدی لولآ ان ھدٰنا اللہ لقد جآءت رسل ربنا بالحق وجآء

---

[١] مفتی غلام سرور لاہوری: خزینۃ الاصفیاء، مطبوعہ لاہور ١٢٨٣ھ/١٨٦٦ء، ص ٣٣٦

[٢] حبیب اللہ فاروقی: سوانح شیخ جلال الدین تھانیسری، مطبوعہ دہلی، ص ٢ و ٣

[٣] یہ رسالہ ١٢٨٢ھ/١٨٦٥ء سے قبل کی تصنیف ہے کیونکہ اس وقت حضرت امام علی شاہ حیات تھے جن کا وصال سنہ مذکور میں ہوا۔

(مسعود)

خاتم النبوة والرسالة بالصدق وارشدنا علم التوحید والعرفان وشرف الصدیقین بالصدق و الایقان و الصلوٰة و السلام علی بدر الدجی نور الهدیٰ صاحب اسرار قاب قوسین او ادنیٰ و علی آله واصحابه المجتبیٰ المقتدیٰ اما بعد

می گوید مسکین شیخ رحیم بخش فاروقی دهلوی ملقب به محمد مسعود نقشبندی مجددی امامی بن شیخ الٰهی بخش بن شیخ احمد دهلوی از اولادِ صاحب اسرار الٰهی ذو مقاماتِ عالیه، صاحب کشف و کرامات مخدوم جلال الدین تهانیسری کابلی فاروقی قدس سره العزیز که روضهٔ آن در شهر تهانیسر زیارت گاهِ مخلوقات است، صانها الله عن الآفات والبلیات، هرگاه بے که بفضل ایزد متعال لسبحی والدین غفر الله لهما ولجمیع المومنین بعمر بست و دو سال از تحصیل علوم عربیه فراغت حاصل کرده بعد از وفات والدین بباعثِ احتیاج و تعلقات دنیوی بملکِ پنجاب آمده سیاحی کرد حتی که بداعیهٔ فیضِ الٰهی و بجذبهٔ رحیمی باستماع اوصاف در صفت مکان شریف موضع لته چهتر معروف به مکان شریف، جنت نظیر جبهه سائے بدرِ منیر، منور بانوارِ احدیت، مزین به کمالاتِ صمدیت، مصئون از آفات و بلیات، افضل البلاد والامصار، معدنِ شرف، مشحون بکشف و کرامات، موطن الاشراف والاحرار — مخزنِ افضالِ سرمدیت، مشرف بتشریفِ قادرِ کریم، یادو هندهٔ فردوسِ نعیم، مملو باولیاءِ کرام، مبعث اہلِ عرفان، زیارت گاهِ هر خاص وعام، مجمع اہلِ فضل و کرم، مخزنِ انوارِ قدم، دافع رنج والم، سرفرازندهٔ اہلِ کرم، اگر چشمِ ظاهر بین دیدهٔ بصیرت انصاف آگین وا کرده بنظرِ تامل وتفکر یک لحظه درو و رانیده ملاحظه کنند که چه قدرت الٰهی و اسرارِ ربی درو جلوه گر است — آفتاب بمقابلهٔ پرتوِ انوارِ آن خونِ جگر خورده و بتشریف مقبولیت بارگاهِ الٰهی فرقِ امتیاز از چرخِ اطلس بالاتر کشیده

و باریافتگان بارگاہ مقدس اعلیٰ دست بدعا استادہ و ساجدان حضرتِ آدم علیہ السلام چوں بملاحظہ ـــــــ ذاتِ الٰہی دراں مکان عصمت بنیاد نزول کنندہ آیۂ انی اعلم مالا تعلمون را یاد کنندہ۔

سبحان اللہ عجب باشندگان ہستند کہ او راز دو عالم تافتہ و دست مقصود دارین شستہ بہ ہمہ تن مشغول بدیدار خدائے لم یزل کہ کاتبِ اعمال حسنہ بر ملاء آں طاؤس نگارین تمثال کہ زبانِ قلم بہ تحریر درجاتِ ایشاں دو پارہ گشتہ و مضمونِ آیۂ کریمہ لعلکم تتفکرون روشن شدہ بعض از استغراق ایں چنیں دامن گیر از طعام و شراب فارغ بالی حاصل کردہ و کسے جذباتِ الٰہی ایں قدر کہ آثار افعال و صفات و اسما عبور نمودہ، فانی مطلق گشتہ، چہ یارا قلم بہ توصیف ایں مکاں زباں را بکشاید و چہ قدرت کہ شمار اصحابِ صُفّہ صفت بتحریر در آرد، بنظر چشمِ ظاہر بیں، فقیر و محتاج ہستند ولیکن بہ بصیرت دوربیناں و باطن منوراں غنی، ـــــ

از استماعِ اوصافِ مکان شریف اشتیاق بجوش آمد در اوصافِ حمیدہ حضرتِ ارشاد پناہی از روئے پابوسی حضرت معلی الالقاب، کیوان جناب، معارف و حقائق آگاہ، حقیقت و شریعت دستگاہ، صاحبِ اسرارِ الٰہی، کاشف رازہائے نامتناہی، مصدرِ حقیقت و طریقت، منبعِ اسرارِ معرفت، مدبر کمال حدیث سحابِ فلکِ صمدیت، سیدِ عالی نسب، والا حسب، ـــــ آفتاب دین و ملت، ہادیٔ راہِ نجات، مجمعِ اخلاقِ حمیدہ، مخزنِ صفاتِ جمیلہ و مقاماتِ عالیہ، درۃ التاج احمدی، محبوبِ سبحانی، غواصِ بحرِ احدیت، محو بذاتِ ہویت، سیدِ اولیاءِ کاملین، امام علماءِ متقین، قطب الاقطاب، غوث الشیخ والشاب، شہسوارِ عرصۂ احدیت، در یکتائے بحرِ انوارِ صمدیت، عالم اسرارِ خفی و جلی، کاشفِ دقائق سرمدی، محبوبِ رب العالمین، پیشوائے عارفین قدوۃ السالکین، زبدۃ المحققین، امام الائمۃ القانتین، مقتدائے کاملین، جامع کمالاتِ معنوی و

صوری، معدنِ اسرارِ لاہوتی، منورالقلوب، مشرف الغیوب، بدرالدجیٰ، شمس الضحیٰ، نورالہدیٰ، ضوءالظلم، قیوم العالم، کاشفِ اشیاء اللوح والقلم، کوکبِ دریِ سماءِ الفردیت، شہاب درخشان ملک القیومیۃ، معلم طریق اندراج النہایۃ فی البدایۃ، جلوہ گرِ مسندِ اہل الرشاد والولایۃ، مرشد الطریق فی البدایۃ والنہایۃ، الفرد الکامل الاکمل الاجمل —— عامل علی قول النبی، فتاح اسرار الخفی، عالم امورِ حروف المقطعات، واقفِ اسرارِ آیات المتشابہات، مسلب الاحوال، منبع الانوار، مشکوٰۃ الظلام، سید الکرام، امام الہمام فخرِ زمین وزمان متخلق باخلاقِ خیر الرسل، ہادی الی اقوے السبل، امامٌ علیٌ، جمیلٌ کریمٌ، رحیمٌ مطیعٌ علیمٌ حلیمٌ، شریفٌ صبیحٌ، سیدنا ومولانا ومرشدنا وہادینا، خواجہ سید امام علی صاحب حسنی السامرّی[1] النقشبندی المجددی افاض اللہ فیضہ علی الطالبین وادام اللہ ضوءحیاتہ علی العالمین —— کہ دریں ایام مثلِ خود نظیرے نہ دارند وقائم مقام خواجہا اند وبواسطہ حصولِ درجاتِ ولایتِ نبویہ ہر کسے را کہ خواہند بدرجۂ اکمال وتکمیل می رسانند۔

دریں زماں براستانۂ فلک کاشانۂ حضرت ایشاں کوسِ رشد وہدایت می نوازد وجوق در جوق مرداں از راہِ دور ودراز مثلِ بدخشاں وہند وروم وغیرہ بخدمتِ عالیہ حاضر شدہ مستفیض می شوند، علمِ یکتائی را برسرِ فلک الافلاک قائم کردہ رشد وہدایت براہالیانِ غرب وشرق رسانندہ مضمونِ یاتوا الیہ من کل فج عمیق برہر طفلیاں است، ہر کسے را کہ خواہش دامنگیر باشد بحضورِ فیض گنجور حاضر شدہ از فیضِ عمیم بہرہ مند گردد وقدرتِ کردگار را معائنہ کنند کہ ہر کس را سفرۂ عام چہا نصیبے می گردد ومطلبِ دین ودنیا حاصل کردہ شکر گذاری می گردد —— وقارالفنار در قبضۂ ایشاں ست وکشف وکرامات در تحت

---

[1] بغداد کے نواح میں ایک بستی کا نام سامرہ ہے۔ آپ کے مورثِ اعلیٰ وہاں سے ہجرت کر کے ہندوستان آئے تھے۔ اس مقام کی نسبت سے آپ کے نام کے ساتھ "السامری" لکھا جاتا ہے (اشرف)

وتصرف ایشاں، جذب وکشش دریک نظر، اجرائے ذکر بیک بصر، ——
طالب نہ از ولایتِ صغریٰ خالی ونہ از ولایتِ کبرےٰ عاری، نسبتِ ایشاں نسبتِ
احمدی، مشربِ ایشاں مشربِ محمدی، نہ قربِ باطنی را نہایتے ونہ تصرفِ ظاہری
را غایتے، از خُلقِ عظیم آراستہ واز حلمِ عمیم پیراستہ، شفقت فرمائے خاکساراں،
چشم پوشِ خطا کاراں، حبیبِ حبیبِ رب العالمین، نبیِ سیدنا خاتم النبیین،
صلی اللہ علیہ وسلم، دامن گیر شدہ وبجذبۂ جاذبہ منجذب گردیدہ، مقبول بندگان
گشت توجہِ مربیانہ وپرورشِ فرزندانہ وعنایاتِ بے پایاں بریں فقیر گماشتہ
شد کہ حمد وسپاسِ آں از احاطۂ تحریر وتقریر بیرون است وظلال فیوض حضرت
ارشاد پناہی دام اقبالہ روز بروز می افزود حتیٰ کہ بغیر مجاہدہ وریاضات بصرف
ہمتِ خود وبتوجہِ نظر کیمیا اثر از فیضِ عمیمہ بعد از یک سال درجۂ تکمیل دادہ
بہ سمتِ دہلی برائے ارشادِ طالبین فرستاد۔

پس ہرگاہ کہ درآنجا رفتہ بعض اشخاص را بہ نسبتِ طریق صوفیہ کرام
بارك الله فيهما بالازدياد والاكرام معترض یافت وطالبِ سند از
قرآن مجید وحدیث حمید گشت، ناچار عنانِ توجہ را باثبات طریقۂ عالیہ صافیہ صوفیہ
باصفا از آیات واحادیث مائل کرد —— تاکہ بموجب حدیث نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم ایاکم و الظن وزرِ عظیم لائق حال آں نابینایاں قلوب نہ شود
واز تحصیلِ عرفان محروم نہ گردند کہ مامور بہ اند وایں رسالہ موسوم بہ نور العرفان
نمودہ شد اللّٰهم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه والباطل
باطلا"[1]

---

[1] محمد مسعود : نور العرفان (قلمی)، ص ۱ تا ۹

نوٹ : حضرتِ فقیہ اعظم نے اس آخری پیراگراف میں یہ بیان فرمایا ہے کہ جب وہ مکان شریف
سے دہلی پہنچے تو وہاں بعض لوگوں کو بیعت وطریقت کے خلاف پایا حالانکہ انقلاب ۱۸۵۷ء سے قبل جب
حضرت فقیہ اعظم پنجاب تشریف لے گئے تو ایسے حالات نہ تھے، شاہ وقت بہادر شاہ ظفر ایک سچا مسلمان تھا
(باقی بر صفحہ آئندہ)

اساتذہ

حضرت فقیہ الہند کے اساتذہ میں دو اساتذہ کے نام معلوم ہو سکے یعنی صاحب مظاہر حق نواب قطب الدین خاں صاحب (م ۱۲۷۹ھ / ۱۸۶۲ء) اور صاحب فتاوٰئے نذیریہ مولوی سید نذیر حسین صاحب (م ۱۳۲۰ھ / ۱۹۰۲ء)۔ یہ دونوں علما حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۳۹ھ / ۱۸۲۳ء) کے نواسے شاہ محمد اسحاق مہاجر مکی (م ۱۲۶۲ھ / ۱۸۴۵ء) سے شرف تلمذ رکھتے تھے۔ اس طرح حضرت فقیہ الہند کا سلسلۂ حدیث صرف تین واسطوں سے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۷۶ھ / ۱۷۶۲ء) سے ملتا ہے۔

محمد امان دہلوی نے حضرت فقیہ الہند کے سلسلۂ تلمذ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

> "یہ بزرگ مولانا حاجی نواب قطب الدین خاں صاحب محدث دہلوی کے شاگرد اور حضرت امام علی شاہ رتڑ چھتری سے مرید و مجاز تھے، مسجد فتحپوری کے غربی و شمالی حجرہ میں یا تو فتویٰ نویسی میں یا ذکر و شغل میں مصروف رہتے تھے اور نماز پنجگانہ کی امامت کے لئے حجرہ سے مسجد میں آیا کرتے تھے، نہایت کم گو، عابد زاہد امام تھے۔" [1]

چنانچہ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلے میں راقم کی نظر سے اس کا ایک استفسار گزرا ہے۔ ان حالات میں مؤرخ یہ شک کر سکتا ہے ——— کہ کہیں طریقۂ صوفیہ کے مخالفین اس کوشش میں تو نہ تھے کہ شاہ وقت کو تخت سے محروم کر کے دشمنوں کے ہاتھ مضبوط کئے جائیں تاکہ ان کے مسلک کی اشاعت ہو ورنہ اچانک حالات کا اس طرح بدل جانا تعجب خیز امر ہے۔

محمد یعقوب بدایونی نے اکمل التاریخ (حصہ دوم مؤلفہ ۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۴ء مطبوعہ بدایوں، ص ۱۵۳ تا ۱۶۹) میں ابو ظفر بہادر شاہ بادشاہ غازی علیہ الرحمہ کا ایک استفسار نقل کیا ہے جو ۱۲۶۷ھ / ۱۸۵۱ء میں دہلی سے شائع ہوا، اس میں مولود شریف، تعیین یوم، فاتحہ، استعانت باولیاء اللہ، معجزہ قدم شریف جیسے مسائل پر استفسار کیا گیا ہے، مولانا فضل رسول بدایونی نے اس کا جواب متقدمین علماء اہل سنت وجماعت کے مسلک کے مطابق دیا ہے اور پھر معاصر علماء نے اس کی تصدیق فرمائی ہے۔

(مسعود)

[1] محمد امان دہلوی: وصال الجبیل، مطبوعہ دہلی ۱۳۴۵ھ / ۱۹۲۶ء، ص ۹

فتاوٰے نذیریہ کی تمہید میں مولوی سید نذیر حسین صاحب کے پوتوں سید محمد عبدالسلام و سید محمد ابوالحسن نے لکھا ہے کہ فتاوٰے نذیریہ میں ان فتووں کو جمع کیا گیا ہے جو یا تو خود سید صاحب نے لکھے یا ان کے بیٹوں اور شاگردوں نے[1] ———— چنانچہ فتاویٰ نذیریہ میں حضرت فقیہ السند کے فتوے موجود ہیں[2] اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ سید صاحب کے تلامذہ میں تھے۔

نواب قطب الدین خاں صاحب کے حالات پر مولانا رحمٰن علی،[3] سرسید احمد خاں،[4] فقیر محمد جہلمی،[5] ابو محمد سید عبدالعزیز[6] وغیرہ نے تفصیلی روشنی ڈالی ہے اور مولوی سید نذیر حسین صاحب کے حالات مولوی محمد ابراہیم[7] نے تفصیل سے لکھے ہیں، عبداللطیف نے تاریخی روزنامچہ (۱۸۵۷ء) میں بھی کچھ حالات لکھے ہیں[8]

شیخ طریقت

جیسا کہ رسالہ نور العرفان کے محوّلہ بالا فارسی اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فقیہ السند کے شیخ طریقت حضرت سید امام علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کاملین علماء و عرفاء میں سے تھے، طالبین روم و خراسان تک سے جوق در جوق چلے آرہے تھے، دوسرے تذکرہ نگاروں نے بھی آپ کے حالات

---

[1] فتاوٰے نذیریہ، جلد اول، مطبوعہ ۱۳۳۳ھ/۱۹۱۳ء، ص ۲

[2] ایضاً، ص ۲۶۲ و ۲۶۳

[3] رحمان علی: تذکرہ علمائے ہند، مطبوعہ لکھنؤ ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۴ء، ص ۱۶۹

[4] سرسید احمد خاں: تذکرۂ اہل دہلی، مطبوعہ کراچی ۱۳۷۵ھ/۱۹۵۵ء، ص ۸۳

[5] فقیر محمد جہلمی: حدائق الحنفیہ، مطبوعہ لکھنؤ ۱۳۰۸ھ/۱۸۹۱ء، ص ۴۸۸

[6] ابو محمد سید عبدالعزیز: آثار دہلی، مطبوعہ دہلی ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۱ء، ص ۴۷

[7] محمد ابراہیم میر: تاریخ اہل حدیث، مطبوعہ لاہور ۱۳۷۳ھ/۱۹۵۳ء، ص ۴۲۵، ۴۳۲

[8] عبداللطیف: ۱۸۵۷ء کا تاریخی روزنامچہ (مرتبہ پروفیسر خلیق احمد نظامی)، مطبوعہ دہلی ۱۳۷۵ھ/۱۹۵۶ء، ص ۱۰۳ و ۱۰۴

مبارکہ پر مختصراً روشنی ڈالی ہے چنانچہ صاحب حدیقۃ الاسرار لکھتے ہیں :-

"آں کامل و اکمل ولی حضرت سیدنا امام علی شاہ کہ از سادات کرام حسنی و حسینی قدس سرہ العزیز و نور مرقدہ ——— ولادتِ باسعادت حضرت بابرکت فیضدرجت دوازدہ صد و دوازدہ" [1]

حضرت مولانا محمد ہدایت علی نقشبندی علیہ الرحمہ نے آپ کے حالات پہ ذرا تفصیل سے روشنی ڈالی ہے، مولانا ئے موصوف کا سلسلۂ بیعت صرف دو واسطوں سے حضرت امام علی شاہ سے ملتا ہے، آپ لکھتے ہیں :-

حضرت سید صاحب ملکِ پنجاب (بھارت) مقام رتڑ چھتڑ (کہ جس کو مکان شریف بھی کہتے ہیں اور شہر امرتسر سے قریب اور دریائے راوی کے کنارے پر ہے) پیدا ہوئے۔

آپ کی ذات والاصفات خدا کی رحمتوں میں سے بڑی رحمت اور آیاتِ الٰہی میں سے ایک آیت تھی جس نے دیکھا ہے وہ خوب جانتا ہے۔ آپ کے کئی لاکھ مرید اور قریب سو آدمیوں کے خلیفہ تھے۔ آپ کے یہاں ہر وقت دو سو، تین سو طلبہ حق رہا کرتے تھے اور ان کا کھانا اور کپڑا وغیرہ حضرت سید صاحب کے ذمہ تھا۔ آپ کے ہاں لنگر خانہ تھا، علاوہ طلبہ کے اور صدہا آدمی روزمرہ دونوں وقت کھانا کھایا کرتے تھے لیکن مہمان امیر ہو یا غریب، گھر کا ہو یا باہر کا، سب کو برابر ایک سا کھانا ملتا، ذرا فرق نہ ہوتا۔

آپ کی عادت مبارک تھی کہ آپ کسی کا نام لے کر نہیں بلایا کرتے تھے بلکہ یوں فرماتے تھے "شیخ صاحب!" "سید صاحب!" "خان صاحب!" "میاں صاحب!" "مولوی صاحب!" وغیرہ وغیرہ۔

آپ کے اوقاتِ مقررہ یہ تھے، نمازِ تہجد سے اشراق تک اور عصر سے

---

[1] امام بخش : حدیقۃ الاسرار فی اخبار الابرار ، مطبوعہ ڈیرہ غازی خان ۱۳۲۵ھ / ۱۹۰۷ء ، ص ۱۸۳

عشا تک حلقہ اور مراقبہ میں مشغول رہتے اور طلبہ کی صفیں آپ کے پیچھے برابر بیٹھی رہتیں اور نمبروار طلبہ میں سے ایک ایک آتا جاتا، اس کو آپ دونوں ہاتھ پکڑ کر توجہ فرماتے اور اثنائے توجہ میں آپ بار بار بلند آواز سے فرمایا کرتے "اِھدِنَا الصِّرَاطَ المُستَقِیمَ"[1]

"حضرت سید صاحب اپنے وقت کے مجددِ صدی تھے اسی واسطے آپ کی نسبت اور احیائے طریقہ اور قبولیت دعا اور ہمتِ باطنی نہایت درجہ قوی تھی، بڑے حضرت صاحب (حضرت شیر محمد خاں صاحب) فرماتے ہیں آپ کا ہر ارشاد، ہر فعل برکت و نور سے خالی نہ تھا اور آپ کی بات بات میں خرقِ عادت تھی، آپ کی خدمت شریف میں طلبہ ترکستان، چین، کابل اور بہت سے ملک اور جگہ کے جمع ہوتے تھے اور فیضیاب ہو کر جاتے تھے اور نورِ باطن پھیلاتے تھے اور بڑے بڑے عالم و فاضل آپ کے حلقے میں حاضر ہو کر نورِ باطن اخذ کرتے تھے چنانچہ حضرت مولانا مفتی مسعود صاحب پیش امام مسجد فتحپوری واقع دہلی آپ ہی کے اعظم خلفا میں سے ہیں۔"[2]

---

[1] محمد ہدایت علی جے پوری: معیار السلوک و دافع الاوہام والشکوک، مطبوعہ اعظم گڑھ ۱۳۵۵ھ / ۱۹۳۶ء، ص ۲۲۷

[2] ایضاً: ص ۲۳۹ و ۲۴۰

حضرت امام علی شاہ صاحب کے حالات کے لئے مندرجہ ذیل مآخذ سے اور رجوع کیا جائے:-

۱: صوفی ابراہیم، مخزنِ معرفت (مؤلفہ ۱۳۵۰ھ / ۱۹۳۱ء)

۲: محمد امین شرقپوری: تذکرۂ اولیائے نقشبند، مطبوعہ لاہور ۱۳۷۲ھ / ۱۹۵۳ء

۳: محمد اختر دہلوی: تذکرۂ اولیائے ہند و پاکستان، مطبوعہ لاہور، ص ۳۶۸

۴: مفتی غلام سرور لاہوری، حدیقۃ الاولیاء، مطبوعہ لاہور ۱۳۹۶ھ / ۱۹۷۶ء، ص ۱۴۳، ۱۴۴

حضرت امام علی شاہ صاحب کے محب خاص قاضی غلام علی صاحب کے صاحبزادے قاضی قائم الدین صاحب نے ذکرِ مبارک کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی (مطبوعہ امرتسر ۱۳۵۹ھ / ۱۹۴۰ء) اس کا پہلا حصہ مشائخ سلف پر ہے اور دوسرا حصہ حضرت امام علی شاہ صاحب کے حالات پر۔ یہ حصہ ۱۹۴۷ء کے فسادات میں غالباً تلف ہو گیا ——— اس کے

(بقیہ برصفحہ آئندہ)

حضرت سید امام علی شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے ۱۳ شوال المکرم ۱۲۸۲ھ/ ۱۸۶۵ء کو مکان شریف میں وصال فرمایا، انا للّٰہ وانا الیہ راجعون ——— کسی نے مادہ سنِ وصال کیا خوب نکالا ہے :

الآان اولیاء اللّٰہ لاخوف علیہم ولاھم یحزنون (۱۲۸۲ھ)

حضرت سید صاحب علیہ الرحمہ کی اولادِ امجاد میں دو صاحبزادے ہوئے یعنی حضرت سید صادق علی شاہ صاحب[۱]

علاوہ مولوی علی احمد دھرم کوٹی نے فارسی میں آیات القیومیہ کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی جس میں حضرت امام علی شاہ علیہ الرحمہ اور آپ کے خلفاء کا تفصیلی ذکر ہے۔ اس کتاب کا مخطوطہ بصیر شریف (پنجاب، پاکستان) میں حضرت صاحبزادہ محفوظ حسین صاحب مدظلہ العالی کے کتب خانے میں موجود ہے جو بڑی تقطیع کے ۱۹۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ مقدمہ کی تدوین کے وقت راقم اس سے استفادہ نہ کر سکا جس کا قلق ہے۔

مسعود

[۱] حضرت فقیہ الہند کے پوتے حضرت مفتی اعظم ہند شاہ محمد مظہر اللہ قدس سرہ العزیز (م ۱۳۸۶ھ/ ۱۹۶۶ء) آپ ہی سے بیعت تھے۔ آپ نے اپنے وصال سے ایک سال قبل حضرت مولانا رکن الدین الوری قدس سرہ کو ہدایت فرمائی کہ صاحبزادہ صاحب کو دہلی سے ساتھ لے کر مکان شریف حاضر ہوں چنانچہ آپ دہلی گئے اور حضرت صاحبزادہ صاحب کو (جو اس وقت ۱۴ سال کے تھے) اپنے ساتھ لے کر مکان شریف حاضر ہوئے حضرت سید صادق علی شاہ صاحب نے بیعت فرمایا اور نسبت قویہ سے سرفراز فرمایا اور ساتھ ہی حضرت مولانا رکن الدین شاہ صاحب کو ہدایت فرمائی کہ حضرت صاحبزادہ صاحب کی تربیت فرمائیں چنانچہ آپ نے تربیت فرما کر سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ میں اجازت و خلافت سے نوازا اور پھر ۱۳۵۵ھ/ ۱۹۳۶ء میں سلسلۂ قادریہ، چشتیہ میں اجازت مرحمت فرمائی لیکن بایں ہمہ حضرت شاہ صاحب الوری حضرت صاحبزادہ صاحب کا کمال احترام کرتے تھے کیونکہ آپ ایک طرف حضرت شاہ صاحب الوری کے شیخ طریقت حضرت فقیہ الہند کے پوتے تھے تو دوسری طرف حضرت فقیہ الہند کے شیخ طریقت حضرت امام علی شاہ علیہ الرحمہ کے صاحبزادے اور خلیفۂ اکبر حضرت سید صادق علی شاہ صاحب سے بیعت تھے، نسبی اور روحانی امتیازات کچھ کم نہ تھے۔

مسعود

اور حضرت سید لطف اللہ شاہ صاحب رحمہا اللہ تعالیٰ ——— اول الذکر کے چار صاحبزادے ہوئے، سید میر بارک اللہ شاہ، سید غلام رسول شاہ، سید عبداللہ شاہ، سید میر آل رسول شاہ ——— میر بارک اللہ شاہ صاحب کے صاحبزادے حضرت سید مظہر قیوم شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے فرزند ارجمند صاحب زادہ سید محفوظ حسین صاحب دامت برکاتہم العالیہ اس وقت بجلیر شریف میں رونق بخش مسندِ ارشاد ہیں ——— اور سید غلام رسول شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے فرزندِ گرامی حضرت مولانا سید محمد منظور احمد صاحب علیہ الرحمہ ساہیوال میں مسند نشینِ ارشاد تھے، افسوس چند سال ہوئے کہ حضرت وصال فرما گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

سلسلۂ طریقت

حضرت فقیہ الہند کا سلسلۂ طریقت ۳۱ واسطوں سے حضرتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے، جس کی تفصیل (اوپر سے نیچے) اس طرح ہے:-

" حضرتِ صدیقِ اکبر - حضرتِ سلمان فارسی، حضرتِ امام قاسم، حضرت امام جعفر صادق - حضرتِ بایزید بسطامی - حضرتِ ابوالحسن خرقانی - حضرت بوعلی فارمدی - حضرتِ یوسف ہمدانی - حضرتِ عبدالخالق غجدوانی - حضرت خواجہ عارف ریوگری - حضرتِ ابوالخیر محمود فغنوی - حضرت شاہ علی رامیتنی - حضرتِ باباسماسی - حضرت میر کلال - حضرتِ بہاؤالدین نقشبند - حضرت یعقوب چرخی - حضرتِ شاہ عبیداللہ - حضرتِ خواجہ محمد زاہد - حضرتِ خواجہ محمد درویش - حضرتِ خواجہ امکنگی - حضرت خواجہ باقی باللہ - حضرتِ مجددِ الفِ ثانی - حضرتِ خواجہ محمد معصوم - حضرتِ خواجہ عبدالاحد - حضرت شاہ محمد حنیف - حضرت خواجہ محمد زکی دانزداں - حضرتِ خواجہ محمد مظہری - حضرتِ خواجہ محمد زماں - حضرتِ خواجہ احمد متقی - حضرتِ شاہ حسین - حضرت شاہ امام علی شاہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین [۱]

---

[۱] ماخوذ از شجرہ پیران طریقہ نقشبندی مجددی خاندان مولانا محمد مسعود شاہ، مطبوعہ مطبع حسنی، ص ۲ تا ۵

مقامِ طریقت

حضرت فقیہ الہند نے جس سرعت سے روحانی ترقی فرمائی وہ آپ کی فطری لیاقت وصلاحیت پر دلالت کرتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ آپ مادر زاد ولی تھے، عالمِ جوانی میں یہ ترقی بہت کم دیکھنے میں آئی ہے، اس ترقی کا حال اس سندِ اجازت سے ملتا ہے جو شیخِ طریقت حضرت سید امام علی شاہ صاحب نے آپ کو مرحمت فرمائی۔ ہم یہاں اس کی نقل پیش کرتے ہیں :-

"الحمد للہ علیٰ نوالہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ وآلہ اما بعد بر ضمائر صفوت نظائر اربابِ علم وعرفان مکشوف ومبرہن باد کہ جامع فضائلِ عقلی و نقلی مولوی محمد مسعود دہلوی زاد اللہ انوار قبولہ ہرگاہ کہ بداعیہ سلوک طریق اہل اللہ داخل طریقہ نقشبندیہ مجددیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہا گردیدہ بور زش مامورہ مشغولی ورزیدہ در مبادی احوال عنایت ازلی متکفل حالِ او گشت و نسبت جذبہ ویاد دریافت و انوار واسرار ہر لطیفہ از لطائفِ پنجگانہ بردلش تافت واز سیر در اصولِ آنہا در تجلیات آثاری وافعالی وصفاتی مستلک گردیدہ تا آنکہ بقوت امداد جذبات بساط نفی ودائرۂ امکانی را کہ عبارت از سیرالی اللہ است طے کردہ از معارج قلبی ومدارج روحانی بعالم کشف وعیاں رسیدہ ومشاہدۂ انوارِ حق فنا، ومعائنہ اسرار ودقائق بقا، در مقام سیر فی اللہ پیوست چنانکہ از اتصاف بصفات ربوبیت بسبب سریت ومظہریت وکلیت از عود بصفات بشریت ایمن شد۔ سریان ایں نسبت در روحانیہ وجسمانیہ از اوصافِ طبیعت برآوردہ وفانی مطلق ساختہ وایں فنا محض موہبت است ورجوع از موہبت لایلیق بجنابہ تقدس وتعالیٰ۔ پس بدریافت تمکین او در مقامِ تکمیل اور ا اجازت کردہ تا طالباں رابہ حق سبحانہ دعوت نماید وبہ تربیت مستعداں بپردازد، چوں طریق ارشاد ومقامات بنظر عیاں دیدہ بجذبۂ عنایت تصرف او بمرتبہ رسید کہ مداوائے علیلاں بستر غفلت تواند کردن، طریق طالباں آں کہ اورا در کمالاتِ مرقومہ واثق دانستہ صحبت کثیر البرکت اورا مغتنم انگارند کہ بواسطہ صحبت آثار تصرفات

الٰہی واسرار جذبات نامتناہی در بواطن خود ہا یافتہ در بحر احدیت مستہلک و متلاشی خواہند بود۔ وصیت کردہ شد بتمسک کتاب و سنت و عمل بعزیمت واجتناب از بدعت والتزام ورع و تقویٰ واحتراز صحبت اغنیاء۔ امیدواری از کرم او سبحانہٗ آنکہ او را بواسطۂ احیاء سنن رسول انس وجان و بذریعہ القائے نسبت حضرات خواجگان عالی شان گرداند بمرتبہ کمال اولیاء من الابدال والاوتاد، ربنا اٰتنا من لدنک رحمۃ وھیئ لنا من امرنا رشدا[1]

حضرت سید امام علی شاہ صاحب کی نظر میں حضرت فقیہ الہند کا جو مقام و مرتبہ تھا اس کا اندازہ سند اجازت کے مطالعہ سے ہو گیا ہوگا ——— حضرت سید صاحب نے حضرت فقیہ الہند کے نام جو مکاتیب ارسال فرمائے ان سے بھی اس تعلق پر روشنی پڑتی ہے۔ ایک مکتوب گرامی میں آپ کے لئے یہ القاب وآداب استعمال کئے ہیں :۔

"مظہر صفات ربانی، مورد اخلاق سبحانی، صدر مسند ارشاد و ہدایت، جامع نعوت ولایت، فضائل و کمالات مرتبت۔"[2]

شیخ طریقت کا ان القاب وآداب سے نوازنا کچھ معنی رکھتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شریعت و طریقت میں حضرت فقیہ الہند علیہ الرحمہ کا بہت ہی اعلیٰ وارفع مقام تھا۔

تبلیغ وارشاد

جیسا کہ عرض کیا گیا حضرت امام علی شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی ہدایت کے بموجب حضرت فقیہ الہند دہلی تشریف لائے اور یہاں فیض علمی وعرفانی جاری[3] فرمایا۔ دور و نزدیک سے لوگ چلے آتے تھے جن میں عالم و عامی، حاکم و محکوم اور فقیر و غنی سب ہی تھے۔ نہ صرف حیات مبارک میں بلکہ وصال کے بعد تصرفات روحانیہ کا یہ عالم تھا کہ اپنے خلفاء و مریدین کے احوال باطنیہ کی اصلاح فرماتے چنانچہ صاحب رسالہ رکن دین حضرت شاہ رکن الدین الوری علیہ الرحمہ پر جو

---

[1] امام علی شاہ : مکتوبات شریف ، مطبوعہ لاہور ۱۳۵۹ھ / ۱۹۳۰ء ، ص ۱۲۵ - ۱۲۷

[2] ایضاً : ص ۱۹

[3] حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمہ نے سلوک نقشبندیہ مجددیہ آپ کی صحبت کیمیا اثر میں طے کیا (بروایت مولانا حبیب النبی، بیکی شریف، سرحد) مسعود

آپ کے اجلہ طلاء میں تھے ایک ایسا وقت آیا کہ مقامِ حیرت میں کھو گئے، درگاہوں پر لے جایا گیا، حکماء کو دکھایا گیا لیکن وہی کیفیت کہ ہر وقت ٹکٹی باندھے آسمان کو تکتے تھے ماسوائے نماز پنجگانہ کے کہ اس وقت ہوش میں آجاتے، بالآخر حضرت فقیہ الہند کے مزار پر انوار پہ لایا گیا، یہاں حاضر ہوتے ہی مقامِ حیرت سے یکلخت نکل گئے، بیخودی کی وہ کیفیت نہ رہی جس نے رات دن ایک کر دیے تھے۔ پھر تبلیغ وارشاد کا سلسلہ جاری ہوا اور ہزاروں کو مشرف باسلام فرمایا ———— یہ پورا واقعہ آپ کے صاحبزادے حضرت علامہ مفتی محمد محمود شاہ الوری علیہ الرحمہ نے راقم کو سنایا۔ اللہ اکبر! حضرات اہل اللہ کے تصرفات باطنیہ کا یہ حال ہے۔ اس واقعہ میں ان لوگوں کے لئے عبرت ہے جو انبیاء علیہم السلام کے لئے یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ معاذ اللہ مر کر مٹی میں مل گئے ———— حضرت فقیہ الہند کو سلب امراض میں بھی کمال حاصل تھا یعنی محض توجہ باطنی سے مریض شفایاب ہو جایا کرتے تھے۔

امامت وخطابت

حضرت فقیہ الہند کے خسر حضرت مولانا مفتی حیدر شاہ علیہ الرحمہ بہادر شاہ ظفر کے عہد حکومت (۱۲۵۲ھ/۱۸۳۷ء تا ۱۲۷۳ھ/۱۸۵۷ء) میں مسجد جامع فتحپوری، دہلی میں شاہی امام تھے، آپ کے بعد اسی عہدے پر آپ کے صاحبزادے حضرت مولانا مفتی محمد مصطفےٰ علیہ الرحمہ فائز ہوئے [۱] ایام انقلاب ۱۸۵۷ء میں موصوف ہی امامت کے فرائض انجام دے رہے تھے، جب دہلی میں فتویٰ جہاد مرتب ہوا تو آپ نے بھی اس پر دستخط فرمائے۔ مصدقین میں پہلی صف میں دوسرے نمبر پر آپ کے دستخط بایں الفاظ موجود ہیں:

"محمد مصطفےٰ خاں ولد حیدر شاہ نقشبندی" [۲]

---

[۱] مختلف مجموعہ فتاویٰ میں آپ کی تصدیقات ملتی ہیں مثلاً فتاوئے نذیریہ جلد اول، ص ۵۲ پر تصدیقی دستخط کے ساتھ "محمد مصطفےٰ خاں ولد حیدر شاہ نقشبندی" لکھا ہے۔

[۲] تفصیلات کے لئے مندرجہ ذیل مآخذ سے رجوع کیا جائے:-

۱- نوائے آزادی، مطبوعہ بمبئی ۱۳۷۷ھ/۱۹۵۷ء، ص ۸ و ۹ (عکس فتوےٰ)

۲- صادق الاخبار، ۲۶ جولائی ۱۲۷۳ھ/۱۸۵۷ء، دہلی

۳- محمد انوار الحسن، انوار قاسمی، جلد اول، مطبوعہ لاہور ۱۳۸۹ھ/۱۹۶۹ء، ص ۲۶۰

۴- ظفر عباس، سو تنتر، دہلی (عکس فتویٰ)

حضرت مولانا مفتی محمد مصطفےٰ علیہ الرحمہ کے متعلق تفصیلات معلوم نہ ہو سکیں، ممکن ہے کہ وہ فتویٰ جہاد پر دستخط کی پاداش میں شہید کر دیے گئے ہوں، واللہ اعلم۔ بہر کیف جب ۱۸۵۷ء کے بعد حضرت فقیہ الہند مکان شریف سے دہلی تشریف لائے تو نسبی تعلق اور کامل اہلیت کی بنا پر منصب امامت خطابت آپ کو تفویض کیا گیا۔ آپ آخر تک اس عہدہ جلیلہ پر فائز رہے۔ آپ کی ذات علمائے دہلی میں خاص امتیاز رکھتی تھی جس کی تفصیل مولانا محمد امیر الدین علیہ الرحمہ اور مولانا محمد ہدایت علی علیہ الرحمہ کے بیانات میں پیچھے گزر چکی ہے۔ ایک واقعہ اور یاد آیا، اس سے بھی شہر دہلی میں آپ کی عزت و وقعت کا اندازہ ہوتا ہے۔

عیدگاہ دہلی کے شاہی امام حضرت مولانا سید محمد رحمۃ اللہ علیہ کی امامت اور خاندان سے متعلق اہم دستاویزات انقلاب ۱۸۵۷ء میں تلف ہو گئی تھیں چنانچہ انہوں نے ایک محضر نامہ تیار کیا جس پر شہزادگان کے دستخط لیے۔ اس محضر نامہ پر حضرت فقیہ الہند کے بھی دستخط بایں الفاظ موجود ہیں " ہر چہ تحریر شدہ است راست است۔ ۲۳ صفر ۱۳۰۱ھ، محمد مسعود " [1]

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں مسجد فتحپوری دہلی کی تاریخی اہمیت پر روشنی ڈال دی جائے کیونکہ خانوادۂ مسعودیہ میں اس مسجد کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔

مسلمانوں کی عزت کی نشانی فتحپوری ہے (ظفر علی خاں ظفر)

مسجد جامع فتحپوری دہلی

یہ مسجد پاک و ہند کی بڑی مساجد میں، دہلی کی جامع مسجد شاہجہانی اور لاہور کی جامع مسجد عالمگیری کے بعد تیسرے نمبر پر شمار ہوتی ہے اور اپنی علمی اور روحانی افادیت کے لحاظ سے غالباً پاک و ہند میں اول ہو گی۔ کوئی مسجد ایسی نظر نہیں آتی جہاں بیک وقت اتنے علمی ادارے ہوں، علماء و صلحاء کے مقابر ہوں، درس قرآن و حدیث ہو، علوم جدیدہ و قدیمہ کے مدارس اور فتویٰ نویسی

---

[1] محضر نامہ، مطبوعہ دہلی ۱۳۵۸ھ / ۱۹۳۹ء، ص ۵

کے مراکز ہوں۔

سر سید احمد خاں نے لکھا ہے کہ یہ مسجد نواب فتحپوری بیگم (زوجۂ شاہجہان بادشاہ) نے سنہ ۱۰۶۰ھ/سنہ ۱۶۵۰ء میں بنوائی تھی یعنی جس سال جامع مسجد شاہجہانی مکمل ہوئی اسی سال یہ بھی مکمل ہوئی۔ معاصر تاریخوں سے اس بیان کی تصدیق نہ ہو سکی، ممکن ہے کہ سر سید کی نظر میں کوئی اہم تاریخی سند ہو[1]۔ بظاہر یہ مسجد، جامع مسجد شاہجہانی سے قبل کی معلوم ہوتی ہے کیونکہ اس سے زیادہ حسین نہیں اور نہ اس جیسی ہے حالانکہ نقش ثانی زیادہ حسین ہونا چاہئے۔ کابل کے ایک بزرگ حضرت صدر المشائخ مولانا فضل عثمان مجددی علیہ الرحمہ فرماتے تھے کہ یہ مسجد زیادہ قدیم ہے[2] اور اس کے لئے ان کے پاس تاریخی سند بھی تھی جو کابل میں ہونے کی وجہ سے مطالعہ نہ کی جا سکی۔ واللہ اعلم۔

مختلف مؤرخوں اور تذکرہ نگاروں نے اس مسجد کا ذکر کیا ہے مثلاً سر سید احمد خاں[3]، عبدالحق[4]، محمد عبدالغفور[5]، منشی بلاقی داس[6]، میرزا حیرت دہلوی[7]، مولوی سید احمد دہلوی[8]، مولوی محمد عالم شاہ[9]،

---

[1] ڈاکٹر عبداللہ چغتائی (لاہور) نے تحریر فرمایا تھا کہ سر سید نے جو کچھ لکھا ہے اس کی بنیاد محمد صالح کنبوہ کی تالیف شاہجہان نامہ ہے لیکن احقر نے اس کتاب میں تلاش کیا تو فتحپوری کا ذکر نہ ملا، ممکن ہے کسی دوسری کتاب میں ہو۔ مسعود

[2] مسجد فتحپوری کی قدامت کے بارے میں جناب پیر حسام الدین راشدی صاحب سے بات ہوئی تو وہ بھی فرماتے تھے کہ یہ مسجد اپنے طرز تعمیر کے لحاظ سے مغلیہ دور کی نہیں معلوم ہوتی۔ مسعود

[3] سر سید احمد خاں: آثار الصنادید، مطبوعہ دہلی سنہ ۱۲۶۳ھ/سنہ ۱۸۴۷ء، ص ۵۶

[4] عبدالحق: غرابت نگار، مطبوعہ دہلی سنہ ۱۲۹۳ھ/سنہ ۱۸۷۶ء، ص ۱۳۳

[5] محمد عبدالغفور: آثار المتأخرین، مؤلفہ سنہ ۱۲۹۱ھ/سنہ ۱۸۷۴ء

[6] منشی بلاقی داس: غنچۂ عشرت المعروف بہ تحفۂ مرغوب، (قلمی)، ص ۳۷

[7] میرزا حیرت دہلوی: چراغ دہلی، مطبوعہ دہلی سنہ ۱۳۲۱ھ/سنہ ۱۹۰۳ء، ص ۳۵۱، ۳۵۲

[8] سید احمد دہلوی: یادگار دہلی، مطبوعہ دہلی سنہ ۱۳۲۳ھ/سنہ ۱۹۰۵ء، ص ۱۵۴

[9] محمد عالم شاہ: مزارات اولیاء دہلی، مطبوعہ دہلی سنہ ۱۳۴۶ھ/سنہ ۱۹۲۷ء، ص ۱۳۸

مولوی رکن الدین نظامی[1]، مولوی محمد عبدالعزیز[2]، مولوی بشیر الدین احمد دہلوی[3]، مولوی غلام رسول مہر[4]، مولوی ظفر علی خاں[5] وغیرہ اور مغربی مؤرخوں میں فانس شا[6]، گارڈن رزلے ہرن[7]، سر ہنری شارپ[8]، رنٹن[9] کار سٹیفنز[10] وغیرہ وغیرہ۔

انقلاب ۱۸۵۷ء کے بعد مسجد جامع فتحپوری میں وقتاً فوقتاً ترمیم واضافہ ہوتا گیا، اس انقلاب کے بعد لکھنے والوں کے بیانات میں قدرے اختلاف ہے، جس نے جس حالت میں دیکھی لکھ دیا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایسے مؤرخ کا بیان نقل کیا جائے جو ان ترمیمات و اضافات کے بعد قلم بند کیا گیا ہو اور حواشی میں بیانات کے فرق کو واضح کر دیا جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ بعد میں ہونے والے ترمیم واضافے کو خود راقم بیان کر دے کیونکہ راقم کی زندگی کے ۱۶ سال اسی ماحول میں گزرے ہیں اور ۱۹۴۸ء میں پاکستان آنے کے بعد ۱۹۶۸ء تک برابر دہلی حاضر ہوتا رہا ہے۔

اب ہم ڈپٹی نذیر احمد دہلوی کے صاحبزادے مولوی بشیر الدین احمد مرحوم کا بیان نقل کرتے ہیں۔ یہ بیان ۱۳۳۷ھ/۱۹۱۹ء کے لگ بھگ قلم بند کیا گیا ہے۔ ڈپٹی صاحب کی حویلی مسجد فتحپوری کے ساتھ ہی جنوب مغربی سمت واقع تھی اس لئے انہوں نے جو کچھ لکھا ہے چشم دید ہے ——— وہ لکھتے ہیں:

---

۱ رکن الدین نظامی: حیات دہلی، مطبوعہ دہلی ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۳ء، ص ۲۷

۲ محمد عبدالعزیز: آثار دہلی (مؤلفہ ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۱ء) مطبوعہ دہلی، ص ۶۴

۳ بشیر الدین احمد: واقعاتِ دار الحکومت دہلی، مطبوعہ آگرہ ۱۳۳۷ھ/۱۹۱۹ء، ص ۳۴۲

۴ غلام رسول مہر: ۱۸۵۷ء، مطبوعہ لاہور، ص ۱۹۶

۵ ظفر علی خاں: چمنستان، ص ۱۲۹

۶ Fanshawe: Delhi – Past And Present, 1902, p.53

۷ Garden R.H: The Seven Cities of Delhi, London, 1906

۸ Sharp H: Delhi Its Story And Building, Oxford, 1928

۹ Renton Denning: Delhi, The Imperial City.

۱۰ Carr Stephons: Archaelogy of Delhi.

"چاندنی چوک[1] کے مغربی سرے پر نواب فتحپوری محل صاحب بیگم شاہجہان بادشاہ کی بنوائی ہوئی ہے، نہایت عمدہ، شاندار، خوبصورت، سر سے پا تک سنگ سرخ کی بنی ہوئی مسجد ہے۔ سارے شہر میں بس یہی مسجد ایک گنبد کی ہے جس کے دونوں جانب اونچے اونچے مینار ہیں۔ یہ عمارت نہایت مضبوط ہے جس کا بڑا بھاری گنبد دور سے بہت بھلا دکھائی دیتا ہے۔ یہ مسجد پہلے زمانے میں بڑی پر رونق تھی اور جس مقام پر بنی ہے وہ بھی شہر کا مرکز تھا، اب بھی اس مسجد کی حالت اچھی ہے اور اس کے گرد و پیش بازار ہے جہاں ہر وقت بھیڑ بھاڑ لگی رہتی ہے۔ مسجد کے تین بڑے بڑے دروازے ہیں جن پر سنگ سرخ کا کنگرہ اور اِدھر اُدھر بُرجیاں ہیں۔ ان میں (سے) ہم مسجد کے وسیع صحن میں داخل ہوتے ہیں جو اتنی" مربع گز ہے اور جس پر تمام سنگ سرخ کے چوکے بچھے ہوئے ہیں[2] شمال اور مشرق کی طرف دروازے تینتیس ۳۳ فٹ اونچے اور ستائیس ۲۷ فٹ چوڑے ہیں۔ جنوب کی

---

[1] سنہ ۱۱۵۱ھ / ۱۷۳۸ء میں نواب درگاہ قلی خاں (حیدرآباد دکن) نے چاندنی چوک کے پر رونق بازار کو دیکھا تھا اور مرقع دہلی (مطبوعہ حیدرآباد دکن) میں اپنے تاثرات قلمبند کیے تھے (ص ۱۷ تا ۱۹)

اس کے بعد سنہ ۱۲۶۳ھ / سنہ ۱۸۴۷ء میں سر سید احمد خاں نے اس کا آنکھوں دیکھا حال لکھا ہے (آثار الصنادید، مطبوعہ دہلی، ص ۵۵)

انقلاب کے بعد یہ پر رونق بازار اجڑ گیا تھا۔ اب کچھ رونق ہوئی ہے مگر پہلی سی نہیں۔

[2] سر سید احمد خاں نے لکھا ہے "اور فرش بھی سنگ مرمر کا ہے" (آثار الصنادید، ص ۷۵) لیکن مولوی احمد سعید دہلوی نے لکھا ہے "اور فرش پہلے سنگ مرمر کا تھا اب وہ بدل کر سنگ سرخ کا کر دیا گیا ہے" (تاریخ اولیاء دہلی سنہ ۱۳۵۴ھ / ۱۹۳۵ء، ص ۱۶۳) مولوی بشیر الدین احمد نے جس زمانے میں دیکھا اس وقت فرش سنگ سرخ کا تھا لیکن سنہ ۱۹۷۲ء میں دہلی کے مخیر مسلمانوں کی کوشش سے اندرونی حصہ پھر سنگ مرمر کا ہو گیا ہے۔

مسعود

طرف کا دروازہ ۲ × ۲ فٹ مربع اور صرف دس فٹ گہرا ہے[1] ۔ اس دروازے کی ڈیوڑھی آٹھ فٹ چوڑی اور گیارہ فٹ اونچی ہے۔ مغرب کی طرف اصل مسجد کے دوہرے دالان ہیں جن کے دائیں بائیں بڑے بڑے کمرے ہیں[2]۔ مسجد کی ہر سہ جانب مسلسل دوکانیں ہیں جس میں مشرق و شمال کی طرف علاوہ دوکانوں کے دو منزلہ بڑے بڑے شاندار کمرے بعد میں بنائے گئے ہیں[3]۔ صحن مسجد میں ایک بہت بڑا حوض ہے ۱۶ × ۱۴ گز ہے[4]، حوض اور مسجد کے درمیان چبوترہ ۳۰ × ۹۰ گز ہے۔ اب تو سارے

---

[1] لیکن اب اتنا گہرا نہیں صرف ایک دو فٹ ہوگا۔ مسعود

[2] شمالی جانب جو کمرہ ہے اس میں مدرسہ عالیہ عربیہ کے صدر المدرسین بیٹھتے ہیں اور جنوبی سمت جو کمرہ ہے اس میں حضرت محمد الله کے پوتے حضرت مفتی اعظم محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ تشریف رکھتے تھے، یہاں ان کا عظیم کتب خانہ بھی ہے۔ اب ان کے پوتے مفتی محمد مکرم احمد سلمہ اللہ تعالیٰ بیٹھتے ہیں۔ مسعود

[3] موجودہ شمال اور مشرق کے علاوہ جنوبی سمت کے بڑے دالانوں پر دو منزلہ عمارت بنادی گئی ہے جس میں فتحپوری مسلم ہائی اسکول ہے۔ جنوبی دروازہ پر ایک عظیم الشان عمارت ہے جس میں فتحپوری مسلم لائبریری ہے اور چھوٹے دالانوں پر بھی ایک وسیع و عریض ہال بنادیا گیا ہے جس کا نام جیون بخش ہال ہے۔ مسعود

[4] سرسید احمد خاں نے لکھا ہے :۔

"چبوترے کے پاس حوض ہے تو تین سو گز سے چودہ گز کا کہ چاندنی چوک کی نہر میں اس میں سے ہوکر پانی آتا ہے۔" (آثار الصنادید، ص ۷۵)

لیکن مولوی احمد سعید دہلوی نے لکھا ہے "اس مسجد کے حوض میں پہلے پانی سعادت خاں کی نہر سے آتا تھا اب حوض اور نل لگا دیا گیا ہے اور پانی نل سے آتا ہے یہ حوض موجودہ دہلی کے ایک خاندانی رئیس کے باغ کی بارہ دری کے آگے لگا ہوا تھا، باغ استداد زمانہ سے ویران ہوگیا یہ حوض انہوں نے مسجد فتحپوری کو دے دیا وہاں سے علٰحدہ کرا کے مسجد میں لگایا ہے" تمام سنگِ مرمر کا ہے۔" (تاریخ اولیاء دہلی، ص ۱۹۴) ———— اب اس حوض کے بیچ میں فوارہ لگا دیا گیا ہے اور پانی میں رنگ برنگ کی مچھلیاں چھوڑ دی گئی ہیں جو بڑی بہار دیتی ہیں۔ یہ حوض مربع نہیں بلکہ بیچ میں سے پھولا اور دونوں جانب مستطیل گھڑی کی طرح ہے۔ مسعود

صحن میں فرش ہوگیا ہے اور حقیقی دوکانیں مسجد کے احاطے کے اندر تھیں سب نکال کر کل حصہ مسجد میں شامل کر لیا گیا ہے۔ اصل مسجد ۲½ فٹ اونچے چبوترے پر بنی ہوئی ہے جس کے دالان ۱۳۰×۴۰ فٹ ہیں، پیش طاق یا صدر محراب بہت اونچی ہے ــــــ اس پر کنگرہ اور دونوں طرف بڑی بڑی برجیاں ہیں ــــــ مسجد کا ایک ہی بڑا گنبد ہے ــــــ پیش طاق کے ہر دو جانب بارہ فٹ کے فصل سے دو دالان تین تین در ول کے پنکھڑی دار محرابوں کے ہیں جو تیس فٹ اونچے اور دس فٹ چوڑے ہیں، ان کی چھتوں پر بھی کنگرہ ہے ــــــ مسجد کے دونوں مینار اسّی اسّی فٹ بلند ہیں جن کی برجیاں پہلے پتھر کی کھلی ہوئی تھیں بعد میں چونے گچی کی بنا دی گئیں[1] ــــــ مسجد کی چھت کے تینوں طرف کنگورا ہے، مسجد کے عقب میں چار مینار سنگ سرخ کے صرف دس دس فٹ اونچے ہیں جن پر کنول بنے ہوئے ہیں[2] مسجد کے پیش طاق نیز دوسرے در ول کے سامنے تین تین سیڑھیاں ہیں۔ مسجد کا گنبد پھیلا ہوا کوٹھی دار وضع کا ہے جو پتھر اور گچ کے چار فٹ اسطوانے پر قائم ہے، منبر سنگ مرمر کا ہے جس کی چار سیڑھیاں ہیں[3] مسجد کے صدر دالانوں میں کچھ تبدیلیاں کی گئی

---

[1] سر سید احمد خاں نے لکھا ہے: "اور دونوں کونوں پر مینارے ہیں ۵۱ گز کے اونچے، نہایت خوشنما گر اس کی برجیاں ٹوٹ گئیں، صرف مینار باقی ہیں" (آثار الصنادید، ص ۵۷) یہ مینارے انقلاب ۱۸۵۷ء میں بمباری کے دوران ٹوٹ گئے تھے، بعد میں مرمت کر دی گئی، اب یہ سلامت ہیں۔ مسعود

[2] مسجد کے عقب میں پشتۂ مسجد کو ۱۹۳۶ء سے کچھ قبل ایک ہندو سیٹھ گڈو ڈیا نے غصب کر لیا تھا اور بعد میں ایک زبردست عمارت کھڑی کر دی چنانچہ مسجد کے عقبی کنگورے اور یہ مینارے نصف کے قریب عمارت میں دھنس گئے ہیں۔ (تفصیلات کے لئے دیکھئے حیات مظہری، مطبوعہ کراچی ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء، ص ۲۴ تا ۲۷۔) مسعود

[3] منبر کے سامنے پیش طاق کے آگے سنگ سرخ کا ایک کٹہرا بنایا گیا ہے جو تقریباً ۸ فٹ اونچا ہوگا، یہ بعد کی تعمیر معلوم ہوتا ہے اور غالباً مولوی بشیر الدین نے جس وقت مسجد کے حالات قلمبند کئے ہیں، یہ نہیں ہوگا۔ مسعود

ہیں، مسجد کے دونوں جانب سنگِ سرخ کے ستونوں کی قطاریں تھیں جس سے
مسجد کے دو طرفہ حصے الگ الگ ہو گئے ہیں، کچھ عرصہ ہوا مسجد کی چھت کی حالت
مخدوش ہو گئی تھی اس لئے پتھر کے ستونوں کی اور دو قطاریں بیچ میں بطور
اڑواڑ دے کر مضبوط کر دی گئی ہے"[1]

مسجد فتحپوری کے شمال مشرقی سمت حوض اور مشرقی دروازے کے درمیان شمال کی
طرف ہٹتے ہوئے ایک درگاہ ہے جس کے اردگرد سرخ سنگی جالیاں ہیں، اس میں حضرت میراں شاہ نانو
علیہ الرحمۃ[2] اور ان کے خلیفہ حضرت شاہ جلال علیہ الرحمہ کے مزارات ہیں، ان کے پائنتیں حضرت
مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ اور ان کے صاحبزادے حضرت مولانا محمد احمد علیہما الرحمہ کے مزارات ہیں؛
جن کے پائنتیں دوسرے شہداء اور صلحاء کے مزارات کی ایک قطار ہے۔

مسجد فتحپوری کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ۱۸۵۷ء کے بعد حکومت نے اس
کو ضبط کر لیا تھا اور اسی کے ساتھ ساتھ اس کے متعلقہ اوقاف کو، چنانچہ فانس شا
(H. C. Fanshawe) جو انیسویں صدی کے آخر میں دہلی کا کمشنر رہا تھا، لکھتا ہے:

---

[1] مسجد فتحپوری میں پہلی ترمیم و اضافہ ۱۲۸۹ھ/ ۱۸۷۲ء میں کیا گیا، پھر ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء میں، اس کے بعد ۱۳۵۴ھ/ ۱۹۳۵ء میں۔ اور چند سال ہوئے ۱۳۹۳ھ/ ۱۹۷۳ء میں پھر ترمیم کی گئی۔ بڑی ترامیم کے علاوہ چھوٹی موٹی ترمیمیں بھی ہوتی رہیں مثلاً پہلے مسجد میں بجلی نہ تھی بعد میں پنکھے اور بجلی لگائی گئی، صحن میں بہت سے درخت تھے وہ کاٹ دیے گئے، شمال مشرق اور جنوب مشرق میں دو کیاریاں تھیں وہ پاٹ دی گئیں وغیرہ وغیرہ۔ مسعود

[2] حضرت میراں شاہ نانو رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی (م ۱۱۴۱ھ/ ۱۷۲۸ء) کے معاصرین میں تھے اور حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری علیہ الرحمہ (م ۹۷۹ھ/ ۱۵۷۱ء) کی اولاد امجاد میں تھے۔ آپ کے تفصیلی حالات کے لئے مندرجہ ذیل ماخذ سے رجوع کیا جائے:۔

۱۔ سر سید احمد خاں : آثار الصنادید، ۱۲۶۳ھ/ ۱۸۴۶ء، ص ۴۰

۲۔ سید احمد دہلوی : تاریخ دہلی، ص ۱۵۷

۳۔ سید احمد ولی اللّٰہی : یادگار دہلی، مطبوعہ دہلی ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء، ص ۱۵۶، ۱۵۷

۴۔ محمد عالم شاہ : مزارات اولیائے دہلی، مطبوعہ دہلی ۱۳۴۶ھ/ ۱۹۲۷ء، ص ۱۳۸، ۱۳۹

THIS WAS BUILT BY ONE OF THE WIVES OF THE EMPEROR SHAHJAHAN IN 1650 A.D; FROM 1857 TILL THE VISIT OF HIS MAJESTY TO DELHI IN 1876, IT WAS DEVOTED TO SECULAR PURPOSES, BUT WAS THEN RESTORED TO MUHAMMADAN COMMUNITY AS PLACE OF WORSHIP.[1]

غالباً میرزا حیرت دہلوی نے اسی کا بیان نقل کر دیا ہے، انہوں نے لکھا ہے :-

"۱۸۵۷ء کے غدر کے بعد یہ مسجد ضبط ہو گئی تھی جب ۱۸۷۶ء میں حضور قیصر ہند دھلی میں بحالت ولیعہد تشریف لائے تو یہ مسجد از سر نو مسلمانوں کی عبادت کے لئے واگزاشت کر دی گئی۔"[2]

لیکن یہ بیان صحیح نہیں معلوم ہوتا کیونکہ مسجد کے پیش طاق میں جو کتبہ لگا ہوا ہے اس میں انقلاب ۱۸۵۷ء کے بعد مسجد کی ضروری مرمت وغیرہ کی تکمیل کا سن ۱۲۸۹ھ / ۱۸۷۲ء لکھا ہے۔ اگر یہ مسجد حکومت کے قبضے میں ہوتی تو یہ مرمت کس طرح ممکن تھی خصوصاً جب کہ یہ کام خود مسلمانوں نے کیا ہے حقیقت یہ ہے کہ مسجد کی وقف جائداد ضبط ہو گئی تھی جس کا ذکر اکثر مؤرخین نے کیا ہے چنانچہ مولوی بشیر الدین احمد اور مولوی غلام رسول مہر نے اس طرف اشارہ کیا ہے[3] حکومت نے جائداد ضبط کر کے ہندو سیٹھ کے ہاتھ نیلام کر دی تھی مسلمانوں کی سعی بلیغ کے بعد ۱۳۱۳ھ / ۱۸۹۵ء میں جائداد واگزاشت ہوئی اور ایک کمیٹی بنا دی گئی۔ یہ کمیٹی بعد کو طلی سنی مجلس اوقاف کے تحت آ گئی اور اب دہلی وقف بورڈ کے تحت ہے۔

۱۹۴۷ء کے انقلاب میں یہ مسجد کفار و مشرکین کے نرغے میں آ گئی تھی، چاروں طرف قتل و غارت گری کا بازار گرم تھا، اس وقت حضرت فقیہ الہند کے پوتے حضرت مفتی اعظم ہند شاہ

---

[1] Fanshawe H.C. : Delhi - Past and present, London, 1902, Chap. II, P. 53

[2] میرزا حیرت دہلوی : چراغ دہلی ، مطبوعہ دہلی ، ص ۳۵۳

[3] (الف) بشیر الدین احمد : واقعات دار الحکومت دہلی، جلد دوم، مطبوعہ آگرہ ۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۹ء، ص ۳۴۴

(ب) غلام رسول مہر : ۱۸۵۷ء ، مطبوعہ لاہور، ص ۱۹۶

محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ امامت وخطابت کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ آپ کی بے مثال استقامت اور عزیمت پسندی سے یہ مسجد محفوظ رہی، گو مسجد کے اندر وقتاً فوقتاً چھ سات بم گرائے گئے اور حملے بھی کئے گئے لیکن سب ناکام و نامراد رہے۔

یہ مسجد ابتداء ہی سے علماء و صلحاء کا مرکز رہی ہے چنانچہ حضرت جلال الدین تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کا بھی ذکر کیا گیا۔ یہاں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی بھی تشریف لائے ہیں[1] نہ معلوم کون کون آتے رہے ہوں گے۔ آزادیٔ ہند کے زمانے میں اس مسجد کو مرکزی حیثیت حاصل ہوگئی تھی اور یہاں بہت سے سیاسی علماء اور سیاست داں بھی آتے۔ یہ ایک طویل فہرست ہے جس کے لئے ایک علیحدہ مقالے کی ضرورت ہے[2]

---

[1] (ا) رحیم بخش دہلوی: حیاتِ ولی، مطبوعہ لاہور ۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء، ص ۳۰۷

(ب) بشیر بیگ بریلوی: شاہ ولی اللہ کی زندگی، مطبوعہ کراچی، ص ۴۸

[2] راقم کے علم میں جو حضرات آئے یا جن کو راقم نے خود دیکھا ہے ان کی تفصیل یہ ہے:-

صوفیاء: حضرت سید صادق علی شاہ، حضرت مولانا رکن الدین الوری، حضرت پیر جماعت علی شاہ محدث علی پوری، حضرت نور المشائخ ملا شور بازار کابلی، حضرت صدر المشائخ فضل عثمان مجددی، حضرت ضیاء المشائخ مولانا محمد ابراہیم مجددی، حضرت مولانا محمد ہاشم جان مجددی، حضرت مولانا عبد اللہ جان مجددی، خواجہ حسن نظامی، مولانا عبد السلام نیازی، حضرت زید ابو الحسن فاروقی، حضرت علامہ مفتی محمد محمود الوری وغیرہ وغیرہ

علماء: حضرت مولانا حامد رضا خاں بریلوی، حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خاں بریلوی، حضرت مولانا سید محمد محدث کچھوچھوی، حضرت مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی، حضرت مولانا عبد العلیم میرٹھی، حضرت مولانا عبد المجید آروی، حضرت مولانا عبد الحفیظ آروی، حضرت مولانا محمد عمر نعیمی، حضرت مولانا قاری احمد حسین فیروز پوری، حضرت مولانا محمد برہان الحق جبل پوری، حضرت مولانا عماد الدین سنبھلی، حضرت مولانا محمد اجمل سنبھلی، حضرت مولانا محمد عارف اللہ شاہ میرٹھی وغیرہ وغیرہ

سیاسی علماء: مولانا حسین احمد مدنی، مولانا محمد کفایت اللہ، مولانا ابو الکلام آزاد، مولانا شوکت علی، مولانا محمد علی، مولانا حسرت موہانی، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی، مولوی ظفر علی خاں، مولوی مظہر الدین شہید، مولوی محمد میاں، مولوی حبیب الرحمٰن وغیرہ وغیرہ

سیاستدان: قائداعظم محمد علی جناح، قائد ملت لیاقت علی خاں، ڈاکٹر ذاکر حسین وغیرہ وغیرہ

دارالافتاء

حضرت فقیہ الہند نے خطابت و امامت اور خانقاہِ مسعودیہ کے قیام کے علاوہ مسجد فتحپوری میں دارالافتاء بھی قائم کیا جہاں پاک و ہند کے طول و عرض سے استفتاء آتے تھے۔ فتوے نویسی کا یہ سلسلہ ۱۲۷۹ھ/ ۱۸۶۲ء میں تو لازماً شروع ہو چکا تھا یعنی انقلاب ۱۸۵۷ء کے تقریباً پانچ برس بعد کیونکہ فتاویٰ مسعودی (۱۳۰۳ھ) کے صفحہ ۱۰۸ پر ایک فتوے پر حضرت فقیہ الہند کی مہر ثبت ہے جس پر ۱۲۷۹ھ کندہ ہے۔ ۱۸۵۷ء سے قبل حضرت فقیہ الہند کے خسر حضرت مفتی حیدر شاہ اور برادر نسبتی حضرت مفتی محمد مصطفےٰ علیہما الرحمہ یہاں فتویٰ نویسی کے فرائض انجام دیتے رہے

۱۱۳ سال گزر جانے کے بعد بحمد اللہ تعالیٰ آج بھی یہ دارالافتاء قائم ہے۔ ۱۳۰۹ھ/ ۱۸۹۱ء تک حضرت فقیہ الہند نے فتویٰ نویسی کے فرائض انجام دیے، آپ کے بعد آپ کے صاحبزادگان حضرت مولانا احمد سعید، حضرت مولانا عبد المجید اور حضرت مولانا عبد الرشید (علیہم الرحمہ) نے انجام دیے اور آپ کی حیات میں آپ کے خلف اکبر حضرت مولانا محمد سعید علیہ الرحمہ نے بھی یہ خدمات انجام دیں پھر آپ کے صاحبزادے اور حضرت فقیہ الہند کے پوتے مفتی اعظم ہند شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ تو پاک و ہند کے جلیل القدر مفتی ہوئے آپ نے تقریباً ساٹھ سال فتویٰ نویسی کے فرائض انجام دیے ۱۳۸۶ھ/ ۱۹۶۶ء میں آپکا وصال ہوا۔

آپ کے صاحبزادے حضرت مولانا مفتی محمد مظفر احمد علیہ الرحمہ (م ۱۳۹۱ھ/ ۱۹۷۱ء) بھی متبحر عالم اور مفتی تھے، چالیس سال فتوے نویسی کے فرائض انجام دیے اور کراچی (پاکستان) میں انتقال فرمایا۔ آپ کے برادرِ خورد حضرت مولانا مفتی محمد مشرف احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی سالہا سال فتویٰ نویسی کے فرائض انجام دیئے۔ آج کل مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے پوتے حضرت مولانا مفتی محمد مکرم احمد سلمہ اللہ تعالیٰ حضرت مفتی اعظم کے جانشین ہیں۔ امامت و خطابت اور فتویٰ نویسی کے فرائض انجام دے رہے ہیں حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے حضرت ڈاکٹر محمد سعید احمد سلمہ اللہ تعالیٰ اس وقت دہلی میں سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے عظیم پیشوا حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمہ کی درگاہ کے سجادہ نشین اور امام و خطیب ہیں۔ الحمد للہ یہ خاندان علمی و روحانی بلندیوں پر اب تک فائز ہے۔ معاصر مجموعہ ہائے فتاویٰ میں حضرت فقیہ الہند کے فتاویٰ اور تصدیقات نظر آتی ہیں۔ سرسری تلاش و جستجو کے بعد مندرجہ ذیل رسائل ہمارے علم میں آئے۔ ۱۔ تحفۃ العرب والعجم، مطبوعہ دہلی ۱۲۸۵ھ/ ۱۸۶۸ء، ص ۲، ۷ ۱۲۷۲ھ/ ۱۸۵۶ء میں تقلیدِ امامِ معین کے سلسلے میں نواب قطب الدین خاں نے علماءِ عرب

۱؎ مجموعۂ فتاوےٰ، مطبوعہ لاہور ۱۳۱۰ھ/ ۱۸۹۳ء، ص ۱۱ و ۱۲

کے سامنے ایک استفتاء پیش کیا پھر اس پر علمائے ہند کی تصدیقات حاصل کیں، اس میں حضرت فقیہ الہند کے تصدیقی دستخط ثبت ہیں۔

۲۔ محمد قطب الدین خاں : توفیر الحق ، مطبوعہ لاہور ۱۳۲۵ھ/ ۱۹۰۷ء

یہ رسالہ ۴۴ صفحات پر مشتمل ہے، اس میں دو مقاصد ہیں، پہلا وجوب التقلید مذہب واحد (ص ۴) اور دوسرا ترجیح مذہب امام اعظم (ص ۱۱) اس کے آخر میں حضرت فقیہ الہند کے توثیقی دستخط موجود ہیں اس کے ساتھ کچھ توثیقی کلمات بھی ہیں۔ یہ رسالہ ۱۲۷۹ھ/ ۱۸۶۲ء سے قبل کا ہونا چاہیے کیونکہ سن مذکور میں نواب قطب الدین (مصنف توفیر الحق) کا انتقال ہو گیا تھا۔

۳۔ امداد علی : امداد الآفاق برجم اہل النفاق ، مطبوعہ ۱۲۹۰ھ/ ۱۸۷۳ء، ص ۴۴

اس رسالے میں سر سید احمد خاں کے بارے میں استفتاء اور فتویٰ دونوں شامل ہیں، حضرت فقیہ الہند کے اس پر توثیقی دستخط ثبت ہیں۔

۴۔ الصواعق من ملک الدیان علی الکتابۃ لنساء الزمان ، مطبوعہ مراد آباد ۱۳۰۵ھ/ ۱۸۸۷ء

اس رسالے میں مولوی شاہ محمد پنجابی ثم الدہلوی کے جواب پر حضرت فقیہ الہند کے تصدیقی دستخط ہیں (ص ۲۰۱) پھر مولوی ارشاد حسین رام پوری کے جواب پر توثیقی دستخط ہیں (ص ۲۰۹) اسی مسئلے پر ایک اور فتوے پر دستخط ہیں (۲۱۰) پھر اسی مسئلے پر شیخ محمد فاروق تھانوی کے فتویٰ پر تصدیقی دستخط ہیں (ص ۲۱۱)

۵۔ مجموعۂ فتاویٰ ، مطبوعہ لاہور ۱۳۱۰ھ/ ۱۸۹۲ء

اس رسالے میں قربانی اور عقیقے کے بکرے کی کھال کے استعمال و تصرف کے بارے میں فتوے ہے، استفتاء کا جواب حضرت فقیہ الہند کے صاحبزادے مفتی محمد سعید علیہ الرحمہ نے دیا ہے و راس پر حضرت فقیہ الہند کے دستخط ہیں (ص ۱۱ و ۱۲) پھر ایک استفتاء مسجد میں جگہ روکنے سے متعلق ہے، اس کا جواب مولوی محمد حسین صاحب نے دیا ہے جس پر حضرت فقیہ الہند کے توثیقی دستخط موجود ہیں۔

۶۔ فتاویٰ نذیریہ ، جلد اول ، مطبوعہ دہلی ۱۳۳۳ھ/ ۱۹۱۴ء

صفحہ ۸۶ تا ۸۷ ایک استفتاء و فتویٰ ہے اس پر حضرت فقیہ الہند کے دستخط ہیں، دوسرا فتوے مسجد میں جگہ روکنے سے متعلق ہے، اس پر بھی آپ کے تصدیقی دستخط ہیں (ص ۲۳۴) پھر جماعت ثانی سے متعلق ایک فتوے ہے، اس کا جواب خود حضرت فقیہ الہند نے لکھا ہے جو

صفحہ ۲۶۲ سے ۲۶۳ تک پھیلا ہوا ہے، صفحہ ۷۴۰ پر ضاد کے تلفظ کے بارے میں ایک فتویٰ ہے اس پر حضرت فقیہ الہند کے دستخط موجود ہیں۔ اس جواب پر حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ رشید مولانا سراج احمد کے بھی دستخط ہیں۔

۷۔ فتاویٰ نذیریہ، جلد دوم، مطبوعہ لاہور ۱۳۹۰ھ / ۱۹۷۱ء

مندرجہ ذیل صفحات پر حضرت فقیہ الہند کے تصدیقی دستخط موجود ہیں :۔

(ا) صفحہ ۱۹۷ سود سے متعلق ایک فتویٰ

(ب) " ۲۲۸ تعلیمِ قرآن کی اجرت سے متعلق ایک فتوے

(ج) " ۳۱۳ قطعۂ زمین کو ہبہ کرنے سے متعلق ایک فتویٰ

(د) " ۵۲۸ نکاح سے متعلق ایک فتوے

۸۔ رشید احمد گنگوہی : فتاوے رشیدیہ، مطبوعہ کراچی

مندرجہ ذیل صفحات پر حضرت فقیہ الہند کے توثیقی دستخط ثبت ہیں :۔

۷۴، ۷۵، ۱۳۰، ۱۳۴، ۲۷۸

۹۔ مولوی عبدالرحمٰن غازی پوری : مرغوب الهاد مطبوعہ مطبع الٰہی ۱۲۸۶ھ / ۱۸۶۹ء

تراویح کے متعلق مولوی عبدالرحمٰن غازی پوری (صدرامین آگرہ) کے اس فتوے کے صفحہ ۸۳ اور ۸۴ پر حضرت فقیہ الہند کی تصدیق ہے اور صفحہ ۸۴ پر دستخط اور مہر ہے، مہر میں ۱۲۵۹ھ (۱۸۴۳ء) کندہ ہے، مگر یہ سنہ صحیح نہیں معلوم ہوتا کیوں کہ ۱۲۷۲ھ / ۱۸۵۶ء میں حضرت فقیہ الہند فارغ التحصیل ہوئے تھے۔ کاتب نے غلطی سے ۱۲۷۹ھ کے بجائے ۱۲۵۹ھ کتابت کر دیا ہے۔

۱۰۔ نصرۃ الابرار، مطبوعہ مطبع صحافی، لاہور، ۱۲۹۰ھ / ۱۸۷۳ء

اس رسالے میں سر سید احمد خاں کے بارے میں مولانا محمد عبدالحی لکھنوی کا ایک فتوے ہے جس پر حضرت فقیہ الہند کے تصدیقی دستخط ثبت ہیں (ص ۳۲)۔ تصدیق کی تاریخ ۱۳ ربیع الثانی ۱۲۹۰ھ (۱۸۷۳ء) تحریر فرمائی ہے۔

۱۱۔ مولانا احمد رضا خاں بریلوی: ازکی الاہلال بابطال ما احدث الناس فی امر الہلال مطبوعہ بریلی ۱۳۰۵ھ / ۱۸۸۷ء

مولانا احمد رضا خاں بریلوی (۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء) حضرت الفقیہ الہند کے معاصرین میں تھے لیکن حضرت فقیہ الہند سے تقریباً ۲۲ سال چھوٹے تھے آپ کے فتووں پر فقیہ الہند

کی تصدیقات نظر آتی ہیں ـــــــ رویت ہلال کے بارے میں اس فتوے کے صفحہ ۱۱ پر مہر علمائے دہلی کے زیر عنوان حضرت فقیہ الہند کی مُہر بھی نظر آرہی ہے جس پر ۱۲۷۹ھ (۱۸۶۲ء) کندہ ہے۔

دارالعلوم

حضرت فقیہ الہند نے مسجد جامع فتحپوری میں دارالافتاء کے علاوہ درس حدیث کا سلسلہ بھی شروع کیا، مدرسہ جامع الاسلامیہ قائم کیا جو اب مدرسہ عالیہ کے نام سے مشہور ہے، پنجاب کے مشہور بزرگ حضرت امام علی شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے صاحبزادے حضرت سید صادق علی شاہ صاحب علیہ الرحمہ اور راجستھان کے ولی کامل حضرت مولانا رکن الدین شاہ صاحب حنفی علیہ الرحمہ آپ کے تلامذہ میں تھے۔

صاحب تفسیر حقانی مولانا عبدالحق حقانی دہلوی ۱۲۹۰ھ/۱۸۷۳ء میں یہاں مدرس ہوئے اور یہیں ۱۲۹۱ھ/۱۸۷۴ء میں انھوں نے حسامی کی عربی شرح نامی تصنیف فرمائی جو بہت مقبول ہوئی حتیٰ کہ جامعہ ازہر (مصر) کے نصاب میں شامل ہوئی [۱]

مولوی احمد سعید نے مسجد فتحپوری کے اس علمی پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے:

> " یہ مسجد بازار چاندنی چوک کے انتہا پر واقع ہے، بہت تحفہ اور نہایت نفیس اور ایسی نیک نیتی سے بنائی گئی ہے کہ اب تک اس کی آمدنی سے بہت سے کار خیر ہوتے ہیں اور تا قیامت انشاء اللہ ہوتے رہیں گے۔ اس میں ہزاروں حافظ قرآن مجید ہوئے اور ہر سال دس بیس ہوتے رہتے ہیں [۲]۔ اس کے علاوہ ہر سال سو سو کے قریب طلباء فارغ التحصیل ہو کر اس کے دینی درس سے کامل تعلیم

---

[۱] عبدالحق حقانی : عقائد الاسلام مع حیات حقانی مرتبہ مولانا محمد اسحاق حقانی دہلوی، مطبوعہ کراچی ۱۳۸۳ھ/۱۹۶۳ء، ص ۹

[۲] حضرت فقیہ الہند کی سسرال ریاست جھجر کے مشہور خاندان حافظاں سے تعلق رکھتی ہے، اس خاندان نے مسجد فتحپوری میں تعلیم قرآن کی بنیاد ڈالی اور اہم کردار ادا کیا۔ مسعود

حاصل کرکے اپنے اپنے وطن کو جاتے ہیں[1] اور سند مولویت کی حاصل کرتے ہیں اور یہ سند تمام ہندوستان میں مستند سمجھی جاتی ہے[2] ــــــ دہلی کے مدرسوں میں یہ مدرسہ سب پر فوقیت رکھتا ہے ــــــ اب انگریزی تعلیم بھی داخل کرلی گئی ہے[3]۔

مدرسہ عربیہ میں پاک وہند کے علاوہ روس، چین، افغانستان، سیام، افریقہ، انڈونیشیا اور لنکا وغیرہ سے بیسیوں طلبا آتے تھے، تقسیم ہند کے بعد ہندوستانی طلبا کی اکثریت ہوگئی ہے، غیر ملکی طلبا نسبتاً کم ہیں۔

حضرت فقیہ الہند کے پوتے حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے صاحبزادگان میں حضرت مولانا مفتی مظفر احمد، مولانا محمد منظور احمد رحمہما اللہ تعالیٰ، حضرت مولانا مفتی محمد مشرف احمد مدظلہ العالی اور پوتوں میں مولانا محمد آصف جاہ (ابن مفتی محمد مشرف احمد)، مولانا محمد مکرم احمد و مولانا محمد معظم (صاحبزادگان مولانا محمد احمد علیہ الرحمہ) اسی مدرسے سے فارغ التحصیل ہوئے اور شاندار امتیاز کے ساتھ سندیں لیں۔ راقم الحروف محمد مسعود احمد بھی چند سال یہاں پڑھتا رہا ہے، راقم کے اساتذہ میں آج کل یہاں مولانا سجاد حسین صاحب صدر مدرس اور مولانا عبدالسمیع صاحب مدرس ہیں۔

وصال

حضرت فقیہ الہند کا وصال ۱۰ رجب المرجب ۱۳۰۹ھ/۱۸۹۲ء میں دہلی میں ہوا چنانچہ آپ کے مرید باصفا مولانا محمد عظیم گوپاموی نے لکھا ہے:۔

"تاریخ وصال حضرت مرشدی قدس سرہ دہم رجب ۱۳۰۹ھ یوم چہارشنبہ بوقت نواخت ۸ گھنٹہ صبح، تدفین بوقت نواخت ۳ گھنٹہ بعد دوپہر فقد قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون۔"[4]

---

[1] محمد امیر شاہ قادری: تذکرہ علماء و مشائخ سرحد، جلد دوم، مطبوعہ پشاور ۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء ص ۲۷۵-۲۷۱

[2] سرسید احمد خاں نے ۱۲۶۳ھ/۱۸۴۶ء میں مسجد فتحپوری میں صرف مدرسہ تعلیم القرآن کا ذکر کیا ہے (آثار الصنادید ص ۵۱) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک مدرسہ عربیہ قائم نہیں ہوا تھا، مدرسہ بعد میں حضرت فقیہ الہند نے قائم کیا۔ مسعود

[3] احمد سعید: تاریخ اولیاء دہلی المعروف تحفۂ سعید، مطبوعہ دہلی ۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء

نوٹ: مدرسہ عربیہ میں تو انگریزی داخل نہیں کی البتہ مسجد کی عمارات میں ہائی اسکول، مڈل اسکول اور پرائمری اسکول قائم ہیں اور ہندوؤں کے لئے ہندی اسکول بھی ہے، وہ بھی خانۂ خدا سے محروم نہیں۔ مسعود

[4] محمد عظیم گوپاموی: تحفۃ السالکین (قلمی) مکتوبہ ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۳ء، ص ۹۳

آپ کا مزار مبارک حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی درگاہ شریف میں مسجد کے شمال جانب ایک احاطے میں واقع ہے، سرہانے سنگ مرمر کا ایک بڑا کتبہ لگا ہوا ہے جس کی کتابت حضرت شاہ رحیم اللہ علیہ الرحمہ نے فرمائی تھی جو آپ کے خلیفہ اور خطاط عصر تھے۔
کتبے پر یہ دو شعر کندہ ہیں ؎

حضرتِ مسعود، غوثِ وقت، قطب الاولیاء
کاشفِ سرِ حقیقت ، در شریعت مقتدا
کرد رحلت، جست تاریخش جبیلی، دل بگفت
یا بگو شیخ المشائخ ، یا چراغ دین ما
۱۳ ۵ ۰۹ ۱۸ ۶ ۹۲

بہت سے حضرات نے مادۂ تاریخ وفات نکالا ہے اور قطعات کہے ہیں لیکن یہ قطعہ بہت ہی خوب ہے جو غالباً آپ کے خلیفہ حضرت مولانا رکن الدین شاہ الوری علیہ الرحمہ نے کہا ہے ؎

مسعود شہ فرد جہاں ہم شمع بزم عارفاں
محبوب رب لم یزل صلوا علیہ وآلہٖ
شاہ نبی، جاہ علی، ہم نورِ حق سر تا بہ پا
برہان ایمان و ملل حسنت جمیع خصالہٖ
حیثِ نوالیش جیار سو، من فیضہ لا تقنطوا
بدر الدجیٰ صدر الاجل کشف الدجیٰ بجمالہٖ
بر داشت از عالم قدم پے سال وصلش از عدم
سعدی بگفتا از ازل بلغ العلےٰ بکمالہٖ [1]
۱۳۰۹ھ

اور کسی نے یہ مادۂ تاریخ بھی خوب نکالا ہے ؎

ہے ہے بجھا ہے چراغ دھلی (۱۳۰۹ھ)

حضرت فقیہ الہند کا سالانہ عرس ۹ اور ۱۰ رجب المرجب کو ہر سال مسجد جامع فتحپوری دھلی میں ہوتا ہے۔ تقسیم ہند کے بعد حضرت فقیہ الہند کے پڑپوتے حضرت مفتی محمد مظفر احمد صاحب

---

[1] محمد حلیم گوپاموی: تحفۃ السالکین (قلمی) مکتوبہ ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۳ء، ص ۸۰۔

علیہ الرحمہ کراچی میں آپ کا عرس کرتے رہے، اب ان کے صاحبزادگان عرس کرتے ہیں اس کے علاوہ لاہور اور حیدرآباد وغیرہ میں بھی فاتحہ خوانی ہوتی ہے۔

اولادِ امجاد

حضرت فقیہ الہند کی اولادِ امجاد میں پانچ صاحبزادے ہوئے، سب کے سب عالم و فاضل اور متبعِ شریعت، تفصیل یہ ہے:۔

حضرت مولانا محمد سعید احمد رحمۃ اللہ علیہ آپ نے علوم عقلیہ ونقلیہ کی تحصیل حضرت فقیہ الہند سے فرمائی، آپ ہی سے بیعت ہوئے اور خلافت واجازت حاصل کی، صاحبِ نسبت بزرگ تھے، عالمِ جذب میں رہا کرتے تھے مفتی اعظم ہند حضرت شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ[1] شاہی امام مسجد جامع فتحپوری، دہلی آپ ہی کے

---

[1] آپ نے بڑی شہرت حاصل کی، عالم جوانی میں جو قدر و منزلت تھی وہ مولانا محمد حمایت علی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کے ان الفاظ سے ظاہر ہے:۔

" ہو من العلماء العظام الشہیر یکثرۃ زھدہ وعزیز فضلہ بین الخواص والعوام۔" (۱۳۴۶ھ/۱۹۲۷ء)

حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے تفصیلی حالات وخدمات کے لئے مندرجہ ذیل مآخذ سے رجوع کیا جائے:۔

کتب: ۱- احمد عبدالرحمٰن : دہلی کی سنی مجلس اوقاف، مطبوعہ دہلی ۱۳۶۶ھ/۱۹۴۷ء

۲- محمد مسعود احمد : تذکرۂ مظہرِ مسعود، مطبوعہ کراچی ۱۳۸۸ھ/۱۹۶۸ء

۳- محمود احمد قادری : تذکرہ علمائے اہلِ سنت، مطبوعہ کانپور ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء

۴- زید ابوالحسن : مقاماتِ خیر، مطبوعہ دہلی ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء

۵- محمد مسعود احمد : حیاتِ مظہری، مطبوعہ کراچی ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء

۶- محمد صادق قصوری : تکملہ تذکرۂ مشائخ نقشبندیہ، لاہور ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء

۷- فیاض احمد خاں کاوش : نور و نکہت، سیال کوٹ (زیرِ طبع)

۸- محمد صادق قصوری : اکابرِ تحریکِ پاکستان، لاہور ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء

۹- ظفر علی بخاری : تحریکِ پاکستان میں علماء کا کردار، لاہور

۱۰- سلیمان شاہد : تذکرۂ مشائخ (قلمی)

(بقیہ صفحہ آئندہ)

فرزند ارجمند تھے۔ آپ نے حضرت فقیہ الہند کی حیات میں عالم جوانی میں ۲۱ر شعبان المعظم ۱۳۰۷ھ/ ۱۸۹۰ء کو وصال فرمایا، مزار مبارک درگاہ خواجہ باقی باللہ، دہلی میں حضرت فقیہ الہند کے احاطے میں واقع ہے، مادۂ تاریخ وفات خود حضرت فقیہ الہند نے یہ نکالا ہے:

قد فاز فوزا عظیما (۱۳۰۷ھ)

رسائل: ۱۔ عقیدت، نئی دہلی، جولائی و اگست ۱۹۶۳ء

۲۔ منادی، "، دسمبر ۱۹۶۶ء

۳۔ پیام مشرق " ، ۱۴ر دسمبر ۱۹۶۶ء

۴۔ آستانہ " ، جنوری ۱۹۶۷ء

۵۔ ترجمان اہلسنت، کراچی، نومبر ۱۹۷۴ء

۶۔ ضیائے حرم، لاہور، اگست ۱۹۷۵ء

۷۔ " " ، اپریل ۱۹۷۶ء

اخبارات: ۱۔ وحدت، دہلی، ۱۲ر اگست ۱۹۳۹ء

۲۔ آزاد، "، ۲۹ نومبر ۱۹۳۹ء

۳۔ پاکستان ٹائمز، لاہور، یکم دسمبر ۱۹۶۶ء

۴۔ نئی روشنی، کراچی، ۱۴ر دسمبر ۱۹۶۶ء

۵۔ استقامت، کانپور، ۱۶ر دسمبر ۱۹۶۶ء

۶۔ غریب نواز، دہلی، (مفتی اعظم نمبر) یکم نومبر ۱۹۶۸ء

۷۔ سعادت، لائل پور (فیصل آباد) (علماء اہلسنت نمبر) ۱۹۶۸ء

۸۔ الہام، بہاولپور، ۴ر جولائی ۱۹۷۳ء

۹۔ جنگ، کراچی، ۴ر اگست ۱۹۷۳ء

۱۰۔ نوائے وقت، لاہور، ۸ و ۹ر جون ۱۹۷۵ء

۱۱۔ الہام، بہاولپور (آزادی نمبر) ۱۴ر اگست ۱۹۷۵ء

حضرت مولانا احمد سعید رحمۃ اللہ علیہ آپ حضرت فقیہ الہند کے دوسرے صاحبزادے ہیں، علوم عقلیہ و نقلیہ کی تحصیل حضرت فقیہ الہند سے فرمائی، آپ ہی سے بیعت ہوئے اور آپ ہی سے خلافت حاصل کی، حضرت فقیہ الہند کے وصال کے بعد آپ ہی ان کے پہلے جانشین ہوئے، آپ کی روحانی عظمت کا اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جب آپ کے دادا پیر حضرت امام علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حضرت سید صادق علی شاہ صاحب دہلی تشریف لائے تو آپ نے ان کے بارے میں یہ پیش گوئی فرمائی :-

"اگر مولانا احمد سعید کی حیات نے وفا کی تو دہلی کو دوسرا مکان شریف دیکھ لینا" [1]

یعنی آپ کے روحانی فیوض و برکات سے دہلی آپ کے دادا پیر کا پیر خانہ بن جائیگی (مکان شریف میں آپ کے دادا پیر رونق افروز رہے، قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز) لیکن افسوس حضرت فقیہ الہند کے وصال کے دوسرے ہی سال ۱۳۱۱ھ / ۱۸۹۲ء میں آپ مدینہ منورہ میں وصال فرما گئے اور وہیں مدفون ہوئے۔

حضرت مولانا عبد المجید رحمۃ اللہ علیہ آپ حضرت فقیہ الہند کے تیسرے صاحبزادے ہیں، علوم عقلیہ و نقلیہ کی تحصیل حضرت فقیہ الہند سے فرمائی اور فنِ طب میں بانی جامعہ طبیہ دہلی حکیم عبد المجید خاں صاحب (والد ماجد حکیم اجمل خاں صاحب) سے شرف تلمذ حاصل کیا اور اپنے وقت کے جید عالم اور ماہر طبیب ہوئے۔ ایک عرصہ اجمیر شریف میں قیام فرمایا، وہاں درگاہ حضرت خواجہ معین الدین اجمیری کی درس گاہ میں مدرس رہے [2] اور اس کے علاوہ مطب بھی فرماتے رہے۔

صاحب رسالہ رکن دین حضرت شاہ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ آپ کے بارے میں فرماتے ہیں:-

"صاحبزادہ صاحب مریض کو نسخے میں وہ دوا لکھتے ہیں جو ان کو خدا کی طرف سے الہام ہوتی ہے" [3]

حضرت مولانا عبد المجید صاحب، حضرت فقیہ الہند سے بیعت تھے لیکن اجازت و خلافت

---

[1] محمد مسعود احمد : تذکرہ مظہر مسعود ، مطبوعہ کراچی ۱۳۸۸ھ / ۱۹۶۹ء ، ص ۷۷

[2] سندھ کے مذہبی اور سیاسی راہنما علامہ عبد المصطفےٰ الازہری آپ کے تلمیذ رشید ہیں۔ مسعود

[3] محمد مسعود احمد : تذکرۂ مظہر مسعود ، ص ۷۹

اپنے بھتیجے حضرت مفتی اعظم ہند شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ سے حاصل فرمائی۔

مختلف تذکرہ نگاروں نے آپ کا ذکر کیا ہے چنانچہ مولوی سعید احمد (نبیرہ حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ) لکھتے ہیں :-

"اس میں (گلی مردھانی، دہلی) مولوی عبدالرشید امام فتحپوری و مولوی عبدالمجید صاحب کا مکان ہے، دونوں نہایت نیک بخت و خوش اخلاق، ذہین، ذکی، تیز طبع، مولوی رحیم بخش صاحب مرحوم امام مسجد فتحپوری دہلی کے صاحبزادے ہیں جو بہت بڑے عالم اور درویش تھے، نقشبندیہ خاندان میں بیعت کرتے تھے، فتویٰ نویسی میں مشہور تھے۔" [1]

حضرت مولانا عبدالمجید صاحب دہلی سے اجمیر شریف چلے گئے تھے، عرصۂ دراز تک وہاں رہے اور بالآخر ۱۱ر شوال المکرم ۱۳۶۳ھ/۱۹۴۴ء کو انتقال فرمایا، مزار مبارک اجمیر شریف کے مشہور پہاڑ تارا گڑھ کے دامن میں واقع ہے۔

مولانا عبدالرشید صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت فقیہ العصر کے چوتھے صاحبزادے ہیں۔ آپ بھی عالم و فاضل اور متقی و پرہیزگار تھے چنانچہ ابو محمد عبدالعزیز سلہٹی لکھتے ہیں :-

"اس سے (کمرہ زینت محل، دہلی) آگے بڑھ کر گلی مردھانی میں جناب مولانا صوفی عبدالرشید صاحب امام مسجد فتحپوری کا مکان ہے، آپ بڑے عالم، نہایت متقی، پرہیزگار، اپنے والد ماجد مولانا مفتی رحیم بخش مرحوم نقشبندی کے جانشین و خلیفہ ہیں۔" [2]

آپ نے ۱۳۶۶ھ/۱۹۴۶ء میں دہلی میں وصال فرمایا، مزار مبارک دہلی کے مشہور قبرستان "قدم شریف" میں واقع ہے۔

---

[1] سید احمد : یادگار دہلی، مطبوعہ دہلی ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء، ص ۷۹

[2] ابو محمد عبدالعزیز : آثار دہلی (مؤلفہ ۱۳۲۹ھ/۱۹۱۱ء)، مطبوعہ دہلی، ص ۴۷

حضرت مولانا حبیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت فقیہ الہند کے پانچویں صاحبزادے ہیں، حافظ وقاری تھے اور عالمِ باعمل، ایک عرصہ دہلی میں رہے پھر تقسیم ہند کے بعد پاکستان تشریف لائے، حیدرآباد سندھ میں رہے اور یہیں ۲ شعبان المعظم ۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۱ء کو وصال فرمایا۔ مزار مبارک حیدرآباد سندھ ریلوے اسٹیشن کے مشرقی جانب ایک قبرستان میں واقع ہے۔

خلفاء کبار

حضرت فقیہ الہند کے بہت سے خلفاء ہوئے۔ تلاش و جستجو کے بعد جن حضرات کے اسماء گرامی معلوم ہو سکے، ان میں صاحبزادگان حضرت مولانا محمد سعید اور حضرت مولانا احمد سعید رحمہا اللہ تعالیٰ کے علاوہ باقی خلفاء کی تفصیل یہ ہے :۔

حضرت مولانا حمید الدین حیدر شاہ گنوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت فقیہ الہند کے اجل خلفاء میں تھے، آپ کو حضرت فقیہ الہند نے "محبوبِ یزداں" کے لقب سے نوازا تھا۔ ۱ رجمادی الاولیٰ ۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۵ء کو اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے، آپ بلند پایہ عالم، ادیب، شاعر اور صوفی تھے اور صاحبِ تصنیف بزرگ۔ حضرت فقیہ الہند نے آپ کو جو سندِ اجازت مرحمت فرمائی ہے، اس سے آپ کی روحانی عظمت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ایک مکتوبِ گرامی میں حضرت فقیہ الہند نے ان القاب سے یاد فرمایا ہے :۔

"حقیقت مآب طریقت انتساب مصدرِ فیوضِ الٰہی، موردِ انوارِ صمدانی، شاکرِ فخارِ روحانی، صابرِ صوارِدِ رحیمی، قانعِ اعطائے معطی، مشرف بخطابِ محبوبِ یزدانی، مجاہد فی سبیل اللہ، ہادی الطریق الی اللہ، ماحی نقشِ ماسوی اللہ، میاں حمید الدین بارک اللہ فیضہٗ" [1]

حضرت محمد حمید الدین حیدر شاہ کے وصال کی تاریخ معلوم نہ ہو سکی، مولانا غلام ابراہیم نقشبندی کے نام آپ کا ایک اجازت نامہ ملتا ہے جس پر ۱۳۱۵ھ / ۱۸۹۷ء تحریر ہے [2]۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نے سن مذکور کے بعد کسی وقت وفات فرمائی۔

---

[1] محمد حمید الدین حیدر شاہ : اشاراتِ عرفان (۱۳۰۴ھ / ۱۸۸۶ء) مطبوعہ دہلی ۱۳۱۶ھ / ۱۸۹۹ء، ص ۸

[2] محمد حمید الدین حیدر شاہ : اشاراتِ عرفان (۱۳۰۴ھ / ۱۸۸۶ء) مطبوعہ دہلی ۱۳۱۶ھ / ۱۸۹۹ء، ص ۸

حضرت شاہ رحیم اللہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت فقیہ الہند کے دوسرے خلیفہ بلند پایہ بزرگ اور فارسی کے ادا شناس تھے، اپنے وقت کے بے مثال خطاط اور مرصع کار تھے۔ شاہانِ دہلی کی طرف سے آپ کے اجداد کو خلعتیں عطا کی تھیں، دہلی سے ریاست الور تشریف لے گئے جہاں مہاراجا الور (راجستھان) نے آپ کی اور آپ کے خاندان کی بڑی قدر و منزلت کی اور آپ نے مستقل طور پر وہیں سکونت اختیار کی۔

حضرت شاہ رحیم اللہ رحمۃ اللہ علیہ خطاطِ وقت آغا میرزا[1] (م ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۵ء) کے شاگرد تھے جو سید امیر رضوی (م ۱۲۷۴ھ/۱۸۵۷ء) کے شاگرد تھے، احترام الدین شاغل نے حضرت شاہ رحیم اللہ کے حالات لکھے ہیں، وہ لکھتے ہیں:-

"منشی رحیم اللہ نام، دہلی کے رہنے والے اور فن خوشنویسی میں آغا مرزا کے شاگرد تھے، خطِ نسخ بھی اچھا لکھتے تھے مگر نستعلیق میں بڑا کمال حاصل تھا۔ آغا عبدالرشید کے طرز کے متبع تھے اور ان کے خط کی خوب نقل کرتے تھے، وہی

---

[1] غلام محمد ہفت قلمی دہلوی نے آغا میرزا کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:-

"جوان صالح، سعادت اکتساب، از تلمیذ با تمیز و شاگرد رشید سید امیر رضوی است (م ۱۲۷۴ھ) انسان سلیم الطبع، خلیق، حلیم، متواضع، با ہر کس با خلاق و با خلاص پیش می آید، در خط نستعلیق کمال حاصل نمودہ و کش بدرش استاد رسیدہ دمشق را بطرز آغا عبدالرشید بدرجۂ اعلیٰ رسانیدہ با راقم از قدیم اتحاد و دلی فیما بین رابطۂ بے تکلفی زیادہ از یگانگت و یکجہتی است۔"

(تذکرۂ خوشنویسان، مطبوعہ کلکتہ ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء، ص ۲، ۷۳)

[2] احترام الدین شاغل لکھتے ہیں:-

"آغا میرزا ارتجی النسل تھے اور میر پنجہ کش کے شاگرد، آغا عبدالرشید دیلمی کے طرز پر نستعلیق بہت اچھا لکھتے تھے، خط شفیعہ میں بھی بڑا کمال تھا، مچھن سنگھ بقال خوشنویس شفیعہ انہیں کا شاگرد تھا مگر نستعلیق کی شان بہت بلند تھی۔ دہلی سے ۱۸۵۷ء سے قبل الور گئے اور وہیں مستقل سکونت اختیار کی، مہاراجہ بنے سنگھ ریاست الور نے ان سے گلستاں لکھوائی جو پندرہ سال کی مدت میں تیار ہوئی، یہ نسخہ نستعلیق مشہور ہے الخ"

(صحیفۂ خوشنویساں، مطبوعہ علی گڑھ ۱۳۸۳ھ/۱۹۶۳ء، ص ۷۵)

روشن، وہی آب وتاب، وہی حسن آفرینی، وہی صفا وجلاء، ان کے قلمی قطعات توسعیدیہ لائبریری ٹونک میں موجود ہیں جو دہلی کی یاد تازہ کرتے ہیں[1] ——
۱۳۳۳ھ/۱۹۱۵ء تک تو ان کی اولاد دہلی میں آباد تھی، اب کچھ پتہ نہیں[2]
ان کا شاہکار ایک گلستاں تھی جو صرف ایک دن اور ایک رات میں تحریر کی تھی جس سے ان کی زود نویسی کا اندازہ ہوتا ہے —— انہوں نے اپنی عمر کا بیشتر حصہ الور (راجستھان) ہی میں ختم کیا جہاں کچھ عرصہ ریاست مذکورہ میں ملازم بھی رہے مگر طلباء کو برابر اصلاح دیتے رہے اور اغلباً الور ہی میں ان کا انتقال ہوا۔ ان کے شاگردوں میں متعدد باکمال استادان خوشنویسی وہاں ہوئے تھے مگر تقسیم ملک کے بعد چونکہ کوئی قدیم یا تعلیم یافتہ خاندان الور میں نہ رہا اس لئے ان کے حالات دریافت نہ ہو سکے۔
منشی رحیم اللہ کی مطلاّ وصلیوں کی ایک کثیر تعداد بطور البیم ابرار علی ابن صوفی گلزار علی جمالی کے پاس راقم الحروف نے الور میں دیکھی تھی جو سب نستعلیق کی تھیں اور ان کو صوفی مرحوم جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے، چونکہ ۱۹۴۷ء کے ہنگامہ میں ان کا پورا گھرانہ شہید ہو گیا اور سامانِ خانہ داری لٹ گیا لہٰذا یقیناً وہ البیم بھی تلف ہو گیا۔ آخر عمر میں منشی رحیم اللہ کو بوجہ خوشنویسی ریاست سے کچھ وظیفہ بھی ملا کرتا تھا۔"[3]

---

[1] راقم الحروف محمد مسعود احمد عفی عنہ کے پاس بھی منشی رحیم اللہ علیہ الرحمۃ کی متعدد وصلیاں ہیں جو حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ نے عنایت فرمائی تھیں۔ پاکستان اور ہندوستان کے عجائب گھروں اور کتب خانوں میں ان کی وصلیاں موجود ہیں۔ مسعود

[2] منشی رحیم اللہ کے اخلاف دہلی، بہاولپور اور کراچی میں آباد ہیں۔ مسعود

[3] حضرت مولانا رکن الدین شاہ صاحب الوری رحمۃ اللہ علیہ آپ کے تلامذہ میں تھے اور غالباً حضرت فقیہ اعظم جب شاہ رحیم اللہ صاحب کے ہاں تشریف لائے تو اسی زمانے میں حضرت شاہ صاحب الوری سے شرف بیعت حاصل کیا۔

[4] احترام الدین شاغل: صحیفۂ خوشنویساں، مطبوعہ علی گڑھ ۱۳۸۳ھ/۱۹۶۳ء، ص ۲۰۸

حضرت مولانا رکن الدین شاہ الوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت فقیہ السند کے جلیل القدر خلیفہ تھے، علوم معقول و منقول کے ماہر اور فنِ خطاطی میں حضرت شاہ رحیم اللہ علیہ الرحمہ کے شاگرد، آپ کی تصنیف رسالہ رکن دین شہرت دوام حاصل کر چکی ہے۔

جب حضرت فقیہ الہند الور (راجستھان) تشریف لے گئے تو آپ نے حاضر ہو کر شرفِ بیعت حاصل کیا۔ بیعت سے قبل ایک مجذوب سے استفسار کیا تو اس نے حضرت فقیہ الہند کے بارے میں کہا :-

" یہ وہ ہیں کہ اگر نقاب رخ سے اٹھا دیں تو بارہ کوس تک دنیا سجدہ کرے " تک (یعنی انوارِ الٰہیہ کو)

حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ ۱۳۰۹ھ / ۱۸۹۱ء میں اجازت وخلافت سے مشرف ہوئے۔ آپ کے متعلق حضرت فقیہ الہند سند اجازت میں تحریر فرماتے ہیں :-

" و تصرف قویہ ایں قدر حاصل گشتہ کہ در صحبت او ہر کہ آمد بہ ہدایت ابدی تمدہ و بسا ہدایت یافتند " (۱۰ رجمادی الاولیٰ ۱۳۰۹ھ)

حضرت مولانا محمد ہدایت علی جے پوری علیہ الرحمہ آپ کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

" حضرت مفتی صاحب (یعنی حضرت فقیہ الہند) کے خلفاء میں خاص خلیفہ حضرت مولانا رکن الدین صاحب الوری مدفیوضہ ہیں جن کا فیض اہلِ بصیرت سے پوشیدہ نہیں۔ علاوہ القائے انوارِ باطن کے اللہ تعالیٰ نے آپ کی صحبت و کلام میں یہ تاثیر عنایت فرمائی ہے کہ اکثر بیسیوں غیر مذاہب کے لوگوں نے اسلام قبول کر کے اپنے دلوں کو نورِ باطن سے منور کر لیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر

---

[۱] حضرت مولانا رکن الدین شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے فرزند ارجمند حضرت علامہ مفتی محمد محمود صاحب الوری دامت برکاتہم رکن دین کے مزید تین حصے کتاب الصیام، کتاب الحج، کتاب الزکات تحریر فرماتے۔ یہ تینوں حصے اور رکن دین مکتبہ رضویہ سے شائع ہو چکے ہیں۔ (اشرف)

[۲] ملاحظہ : مصباح السالکین، مطبوعہ دہلی ۱۳۵۵ھ / ۱۹۳۶ء، ص ۶

اور ارشاد میں اور ترقی فرمائے۔" ۱؎

آگے چل کر لکھتے ہیں :-

"حضرت مولوی مسعود صاحب کی کیا تعریف کی جائے کہ جن کے مرشد سید صاحب (حضرت امام علی شاہ) جیسے ہوں اور ان کے خلیفہ اور طالب مولوی رکن الدین صاحب جیسے ہوں" ۲؎

حضرت شاہ صاحب الوری علیہ الرحمہ کے صاحبزادے حضرت العلامہ مفتی محمد محمود صاحب الوری علیہ الرحمہ حیدر آباد سندھ میں رونق بخش مسند ارشاد تھے، عالم و فاضل اور متقی و پرہیزگار ہیں، طبقۂ علماء و صوفیہ میں فی زمانا ایسی ہستیاں کمیاب ہیں، پاک و ہند میں آپ کے بکثرت مریدین ہیں۔ سرصرہ ہوا رکن الاسلام جامعہ مجددیہ کے نام سے آپ نے جامع مسجد آزاد میدان (حیدرآباد سندھ) میں ایک دینی درس گاہ قائم کی ہے جس کے فارغ التحصیل طلباء پاکستان کے مختلف گوشوں میں پھیل چکے ہیں اور جس جامع مسجد میں یہ مدرسہ قائم ہے وہ بھی آپ ہی کے فیضِ نظر کا ایک کرشمہ ہے، حیف ۱۳ شعبان المعظم ۱۴۰۱ھ (۱۲ اپریل ۱۹۸۱ء) کو آپکا وصال ہوگیا۔

آپ کے صاحبزادے مولانا ابوالخیر محمد زبیر سلمہ اللہ تعالیٰ علوم جدیدہ و قدیمہ کے فاضل ہیں اور آج کل رکن الاسلام جامعہ مجددیہ کے آپ ہی مہتمم اور صدر مدرس ہیں۔

۱؎ و ۲؎ محمد ہدایت علی: معیار السلوک و دافع الاوہام و الشکوک، مطبوعہ اعظم گڑھ ۱۳۵۵ھ/۱۹۳۶ء، ص ۲۳۹ و ۲۴۰

نوٹ: حضرت شاہ صاحب الوری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و علمی اور دینی خدمات کے لئے مندرجہ ذیل ماخذ سے رجوع کیا جائے :-

۱- محمد محمود، مفتی : مصباح السالکین، مطبوعہ دہلی ۱۳۵۵ھ/۱۹۳۶ء

۲- محمد مسعود احمد : تذکرہ مظہر مسعود، مطبوعہ کراچی ۱۳۸۹ھ/۱۹۶۹ء

۳- " : حیات مشمولہ رسالہ رکن دین، مطبوعہ سیالکوٹ ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء

۴- ابوالخیر محمد زبیر : رکن الاسلام جامعہ مجددیہ کی پندرہ سالہ روئداد، مطبوعہ کراچی ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء

۵- " : حضرت شاہ رکن الدین الوری، ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور، دسمبر ۱۳۹۴ھ/۱۹۷۵ء

۶- " : ولی کامل شاہ رکن الدین الوری، ہفت روزہ الہام (بہاولپور)

۷- " : بزمِ جاناں، مطبوعہ لاہور ۲۱ نومبر و یکم دسمبر ۱۹۷۵ء

مولیٰ تعالیٰ آپ کی عمر میں برکت عطا فرمائے اور خوب خوب نوازے۔ آمین۔

حضرت فقیہ الہند کے دوسرے خلفاء میں مولانا عبدالغفور صاحب، مولانا حافظ قمرالدین صاحب، مولانا حبیب اللہ صاحب (مکہ معظمہ) رحمہم اللہ تعالیٰ کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ علی الذکر دو خلفاء کو ۱۳۰۹ھ / ۱۸۹۱ء میں حضرت مولانا رکن الدین الوری علیہ الرحمہ کے ساتھ خلافت ملی ــــــــ ایک اور بزرگ مولانا ارشاد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے، یہ بھی حضرت فقیہ الہند سے بیعت تھے لیکن اجازت و خلافت حضرت شاہ رکن الدین علیہ الرحمہ سے حاصل تھی، آپ کے صاحبزادے مولانا محمود حسن زیدی علیہ الرحمہ نے حیاتِ ارشاد کے نام سے آپ کے حالات قلمبند کئے تھے۔ آپ کے مریدین و متوسلین سندھ میں موجود ہیں، میرپور خاص (سندھ) میں آپ کا سالانہ عرس ہوتا ہے۔

تصانیف

حضرت فقیہ الہند تقریباً ۳۵ سال مسندِ تبلیغ و ارشاد اور درس و تدریس پہ فائز رہے اور حیاتِ مبارکہ کا بیشتر حصہ تصنیف و تالیف میں گزرا، بہت سی غیر مطبوعہ تصانیف دہلی اور حیدرآباد سندھ میں محفوظ ہیں، تلاش و جستجو کے بعد جن تصانیف کے نام معلوم ہو سکے، ان کی تفصیل یہ ہے :-

نور العرفان

اس رسالہ کا موضوع تصوف ہے، اس کے دو قلمی نسخے راقم کے پاس محفوظ ہیں، ایک فارسی میں ہے اور دوسرا اردو میں، سببِ تالیف سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رسالہ مکان شریف سے دہلی آنے کے فوراً بعد لکھا گیا ہے یعنی تقریباً سنہ / سنہ میں۔

فیض محمدی و سلوک مسعودی

اس رسالہ کا موضوع بھی تصوف ہے، یہ رسالہ ۱۲۷۷ھ / ۱۸۶۰ء کی تصنیف ہے، اس کا تاریخی نام تحفۃ السالکین مسعودی (۱۲۸۰ھ) ہے۔ اس کا ایک قلمی نسخہ مکتوبہ ۱۳۱۰ھ / ۱۸۹۲ء حیدرآباد سندھ میں حضرت مولانا مفتی محمد محمود صاحب مدظلہ العالی کے کتب خانے میں ہے۔

الدرۃ الیتیم فی القرآن العظیم

اس رسالہ کا موضوع فقہ ہے، ۱۲۸۵ھ / ۱۸۶۸ء کی تالیف ہے، اس کا مطبوعہ

نسخہ (دہلی ۱۲۹۹ھ/۱۸۸۱ء) راقم کے پاس محفوظ ہے۔

درر ثمانیہ

اس کا موضوع بھی فقہ ہے اور اس میں آٹھ فقہی سوالات کے جوابات ہیں، اس کا سن تصنیف معلوم نہ ہو سکا، اس کا مطبوعہ نسخہ (دہلی) راقم کے پاس محفوظ ہے۔

مکتوبات مسعودی

ان مکتوبات کا موضوع تصوف ہے، یہ مکاتیب ۱۲۹۰ھ/۱۸۷۳ء اور ۱۳۰۷ھ/۱۸۸۹ء کے درمیان لکھے گئے، قلمی نسخہ مکتوبہ ۱۳۱۱ھ/۱۸۹۳ء حضرت مفتی صاحب کے کتب خانے میں حیدرآباد سندھ میں محفوظ ہے۔

رسالہ وجدیہ

اس رسالہ کا موضوع تصوف ہے، اس کا قلمی نسخہ مکتوبہ ۱۳۱۱ھ/۱۸۹۳ء، حضرت مفتی صاحب کے کتب خانے میں محفوظ ہے۔

رسالہ سماع موتٰے

اس کا موضوع عقائد ہے، ۱۲۹۲ھ/۱۸۷۵ء کی تصنیف ہے، اس کا قلمی نسخہ مکتوبہ ۱۳۱۱ھ/۱۸۹۲ء حضرت مفتی صاحب کے کتب خانے میں موجود ہے۔

رسالہ سماع وغنا[1]

(تصنیف قبل ۱۳۰۳ھ/۱۸۸۵ء)

اس کا موضوع تصوف و فقہ ہے، سن تصنیف معلوم نہ ہو سکا، اس کا قلمی نسخہ مکتوبہ ۱۳۱۱ھ/۱۸۹۲ء حیدرآباد سندھ میں حضرت مفتی صاحب کے کتب خانے میں محفوظ ہے۔

رسالہ آداب سالک

اس رسالہ کا موضوع تصوف ہے، اس کا سن تصنیف بھی معلوم نہ ہو سکا، اس کا قلمی نسخہ مکتوبہ ۱۳۱۱ھ/۱۸۹۲ء حضرت مفتی صاحب کے کتب خانے میں موجود ہے۔

---

[1] فتاوٰے مسعودی (قلمی) میں اس کا ذکر ملتا ہے، دیکھئے ص ۳۴۲، جہاں فتوے محررہ ۱۳۰۳ھ میں اس کا حوالہ دیا گیا ہے۔ مسعود

رسالہ زین (قبل ۱۳۰۱ھ/۱۸۸۳ء)

اس کا موضوع فقہ ہے، فتاوی مسعودی قلمی (ص ۷۲) میں اس کا ذکر کیا ہے، یہ رسالہ قبل ۱۳۰۱ھ/۱۸۸۳ء کی تالیف ہے کیونکہ سنِ مذکور میں اس کا حوالہ دیا ہے۔ یہ رسالہ تلاش کے باوجود نہ مل سکا، اس کا مطبوعہ یا قلمی نسخہ ہمارے علم میں نہیں۔

فتاوی مسعودی (۱۲۹۷ھ/۱۸۷۹ء تا ۱۳۰۴ھ/۱۸۸۶ء)

یہ حضرت فقیہ الہند کے فاضلانہ اور محققانہ فتووں کا مجموعہ ہے جو اس وقت آپ کے سامنے ہے، اس کے متعلق پیشِ لفظ میں تفصیلات دے دی گئی ہیں۔

نور العادین فی تحقیق آمین

یہ رسالہ قبل ۱۲۸۵ھ/۱۸۶۸ء کی تصنیف ہے کیونکہ حضرت فقیہ الہند کے مطبوعہ رسالہ الدرۃ الیتیم فی القرآن العظیم (مصنفہ ۱۲۸۵ھ) کے صفحہ ۳۰ پر اس کا ذکر کیا گیا ہے جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہے یہ آمین بالجہر کے موضوع پر ہے، اس کے قلمی یا مطبوعہ نسخہ کا علم نہ ہو سکا۔

رسالۂ جمعہ (قبل ۱۲۸۵ھ/۱۸۶۸ء)

حضرت فقیہ الہند نے اپنی تصنیف الدرۃ الیتیم فی القرآن العظیم (مصنفہ ۱۲۸۵ھ) کے صفحہ ۱۲ پر اس کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس رسالے میں آیت کریمہ اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ الآیۃ کی تحقیق کی گئی ہے، یہ رسالہ دستیاب نہ ہو سکا۔

کتابیات

وہ کتابیں جن سے حیاتِ مسعودی کی تالیف میں مرتب نے
استفادہ کیا

کتابیات

نمبر شمار	مصنف	تصنیف	مقام و سن طباعت
۱ -	احترام الدین شاغل	صحیفۂ خوشنویساں	علی گڑھ ۱۳۸۳ھ/۱۹۶۳ء
۲ -	احمد بن عبد الرحمٰن	دہلی کی سنی مجلس اوقات	دہلی، ۱۳۶۴ھ/۱۹۴۴ء
۳ -	احمد سعید دہلوی	تاریخ اولیاء دہلی	"، ۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء
۴ -	احمد علی، سید	آثار قدیمہ (قلمی)	
۵ -	اظہر عباس	سو تختہ	دہلی،
۶ -	امام بخش	حدیقۃ الاسرار فی اخبار الابرار	ڈیرہ غازیخان، مابعد ۱۳۲۵ھ ۱۹۰۷ء
۷ -	امام علی	مکتوبات شریف	لاہور، ۱۳۵۹ھ/۱۹۴۰ء
۸ -	امداد علی	امداد الآفاق برجم اہل النفاق	۱۲۹۰ھ/۱۸۷۳ء
۹ -	بشیر بیگ بریلوی	شاہ ولی اللہ کی زندگی	کراچی،
۱۰ -	بشیر الدین دہلوی	واقعات دار الحکومت دہلی جلد سوم	آگرہ، ۱۳۲۷ھ/۱۹۱۹ء
۱۱ -	بلاقی داس	غنچۂ عشرت	دہلی، ۱۳۰۴ھ/۱۸۸۶ء
۱۲ -	حمید الدین حیدر شاہ	اشارات عرفان	"، ۱۳۱۶ھ/۱۸۹۹ء
۱۳ -	حیرت، میرزا	چراغ دہلی	"، ۱۳۲۱ھ/۱۹۰۳ء
۱۴ -	رحمٰن علی، مولوی	تذکرہ علمائے ہند	لکھنؤ ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۴ء
۱۵ -	رحیم بخش دہلوی	حیات ولی	لاہور، ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء
۱۶ -	رشید احمد گنگوہی، مولوی	فتاویٰ رشیدیہ	کراچی،
۱۷ -	رکن الدین نظامی	حیات دہلی	دہلی، ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۳ء
۱۸ -	زید ابو الحسن فاروقی، مولوی	مقامات خیر	"، ۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء
۱۹ -	سلیمان شاہد	تذکرہ مشائخ	لاہور،
۲۰ -	سید احمد خاں، سر	آثار الصنادید	دہلی، ۱۲۶۲ھ/۱۸۴۷ء
۲۱ -	سید احمد، مولوی	یادگار دہلی	"، ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء

مصنف	کتاب	مقام و سنہ
۲۲ - سید احمد دہلوی	تاریخ دہلی	
-	صواعق من ملک الدیان علی الکتابۃ الفساء الزمان -	مراد آباد ۱۳۰۵ھ/۱۸۸۷ء
۲۳ - ظفر علی بخاری	تحریک پاکستان میں علماء کا کردار	لاہور،
۲۴ - ظفر علی خاں، مولوی	چمنستان	
۲۵ - عبدالحق	غرابت نگار	دہلی، ۱۲۹۳ھ/۱۸۷۶ء
۲۶ - عبدالحق حقانی، مولوی	عقائد الاسلام	کراچی، ۱۳۸۴ھ/۱۹۶۴ء
۲۷ - عبداللطیف	۱۸۵۷ء کا تاریخی روزنامچہ	دہلی، ۱۳۷۸ھ/۱۹۵۸ء
۲۸ - عبدالعزیز	آثار دہلی	" ، ۱۳۲۹ھ/۱۹۱۱ء
۲۹ - عبدالغفور	آثار المتاخرین	" ، ۱۲۹۲ھ/۱۸۷۵ء
۳۰ - عبدالقادر، ملا	منتخب التواریخ، جلد سوم	کلکتہ، ۱۲۸۶ھ/۱۸۶۹ء
۳۱ - عبداللہ فاروقی	سوانح شیخ جلال الدین تھانیسری	دہلی،
۳۲ - غلام رسول مہر	۱۸۵۷ء	لاہور،
۳۳ - غلام سرور، مفتی	خزینۃ الاصفیاء	لاہور، ۱۲۸۳ھ/۱۸۶۶ء
۳۴ - غلام محمد ہفت قلمی	تذکرۂ خوشنویساں	کلکتہ، ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء
۳۵ - فقیر محمد جہلمی، مولانا	حدائق الحنفیہ	لکھنؤ،
۳۶ - فیاض احمد خاں کاوش	دیوان نور و نکہت	سیالکوٹ،
۳۷ - قائم الدین	ذکر مبارک	امرتسر، ۱۳۵۹ھ/۱۹۴۰ء
۳۸ - قطب الدین خاں، نواب	تحفۃ العرب والعجم	دہلی، ۱۲۸۵ھ/۱۸۶۸ء
۳۹ - "	توفیر الحق	لاہور، ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء
۴۰ - قلی خاں، نواب درگاہ	مرقع دہلی	تالیف، ۱۱۵۱ھ/۳۸-۱۷ء
۴۱ -	مجموعہ فتاویٰ	لاہور، ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء
۴۲ - محمد اختر دہلوی	تذکرہ اولیاء ہند و پاکستان	لاہور،
۴۳ - محمد ابراہیم قصوری	خزینۂ معرفت	لاہور، ۱۳۵۰ھ/۱۹۳۱ء
۴۴ - محمد ابراہیم سیالکوٹی	تاریخ اہل حدیث	" ، ۱۳۷۳ھ/۱۹۵۳ء

۴۵ - محمد امان دہلوی	وصال الجمیل	دہلی، ۱۳۴۵ھ/۱۹۲۶ء
۴۶ - محمد امیر الدین، مولوی	تفسیر ابرِ کرم	" ، ۱۳۰۶ھ/۱۸۸۸ء
۴۷ - محمد امیر شاہ قادری	تذکرہ علماء و مشائخ سرحد، جلد دوم	لاہور، ۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء
۴۸ - محمد امین شرقپوری	تذکرہ اولیاءِ نقشبند	" ، ۱۳۷۲ھ/۱۹۵۲ء
۴۹ - محمد انوار الحسن	انوار قاسمی، جلد اول	" ، ۱۳۸۹ھ/۱۹۶۹ء
۵۰ - محمد حمید الدین حیدر شاہ	شجرۂ پیران طریقہ نقشبندی مجددی خاندان مولانا محمد مسعود شاہ	مطبع حسنی،
۵۱ - محمد صادق قصوری	تکملہ تذکرۂ مشائخ نقشبندیہ	لاہور، ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء
۵۲ - "	اکابرِ تحریکِ پاکستان	" ، ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء
۵۳ - محمد صالح کنبوہ	شاہجہاں نامہ، جلد سوم	" ، ۱۳۸۰ھ/۱۹۶۰ء
۵۴ - محمد عالم شاہ	مزاراتِ اولیاء، دہلی	دہلی، ۱۳۴۶ھ/۱۹۲۷ء
۵۵ - محمد عظیم گوپاموی	تحفۃ السالکین (قلمی)	۱۳۱۰ھ/۱۸۹۳ء
۵۶ - محمد محبوب شاہ، مفتی	مصباح السالکین فی احوال رکن الملۃ والدین	دہلی، ۱۳۵۵ھ/۱۹۳۶ء
۵۷ - محمد مسعود شاہ، مفتی	دررِ ثمانیہ	" ،
۵۸ - "	الدر المستقیم فی القرآن العظیم	" ، ۱۲۹۹ھ/۱۸۸۱ء
۵۹ - "	رسالہ سماع و غنا (قلمی)	مکتوبہ، ۱۳۱۱ھ/۱۸۹۲ء
۶۰ - "	رسالہ سماع موتیٰ (قلمی)	مکتوبہ، ۱۳۱۱ھ/۱۸۹۲ء
۶۱ - "	رسالہ نور العرفان (")	مؤلفہ، ۱۲۸۲ھ/۱۸۶۵ء
۶۲ - "	فیضِ محمدی و سلوکِ مسعودی (قلمی)	مکتوبہ، ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء
۶۳ - "	مکتوباتِ مسعودی (")	" ، ۱۳۱۱ھ/۱۸۹۳ء
۶۴ - "	رسالہ وجدیہ (")	" ، ۱۳۱۱ھ/۱۸۹۳ء
۶۵ - "	رسالہ آدابِ سالک (")	" ، ۱۳۱۱ھ/۱۸۹۳ء
۶۶ - محمد مسعود احمد، پروفیسر	تذکرہ مظہر مسعود	کراچی، ۱۳۸۸ھ/۱۹۶۸ء
۶۷ - "	حیاتِ مظہری	" ، ۱۳۹۴ھ/۱۹۷۴ء

۶۸	محمد مسعود احمد، پروفیسر	حیاتِ شاہ رکن الدین الوری (مشمولہ رسالہ رکن دین)	سیالکوٹ	۱۳۹۴ھ/۱۹۷۴ء
۶۹	محمد مظہر اللہ شاہ مفتی	فتاویٰ مظہری	کراچی	۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء
۷۰	"	مکاتیبِ مظہری	"	۱۳۸۹ھ/۱۹۶۹ء
۷۱	محمد ہدایت علی، مولوی	معیار السلوک دافع الاوہام والشکوک	"	
۷۲	"	احسن التقویم	"	۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء
۷۳		محضر نامہ	دہلی	۱۳۵۸ھ/۱۹۳۹ء
۷۴	محمود احمد قادری، مولوی	تذکرہ علمائے اہلِ سنت	کانپور	۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء
۷۵	ناصر نذیر فراق دہلوی	یادگارِ دہلی	دہلی	
۷۶	نائن بھاگو	صحیفۂ زریں	لکھنؤ	۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء
۷۷	نذیر حسین دہلوی، سید	فتاویٰ نذیریہ، جلد اول و دوم	دہلی	۱۳۳۳ھ/۱۹۱۴ء
۷۸	عبد الرزاق قریشی	نوائے آزادی	بمبئی	۱۳۷۷ھ/۱۹۵۷ء

79- CARR STEPHONS: ARCHAELOGY OF DELHI.

80- FANSHAW, H.S. : DELHI - PAST AND PRESENT, 1902.

81- GARDEN, R.H: THE SEVEN CITIES OF DELHI, LONDON, 1906.

82- HENRY SHARP : DELHI - ITS STORY AND BUILDING, OXFORD.

83- RENTEN : DELHI — THE IMPERIAL CITY.

رسائل

نمبر شمار	رسالہ	مقام اشاعت	شمارہ
۱	آستانہ	دہلی	جنوری ۱۹۶۷ء
۲	ترجمانِ اہلِ سنت	کراچی	نومبر ۱۹۷۳ء
۳	پیامِ مشرق	دہلی	۱۴ر دسمبر ۱۹۶۶ء
۴	ضیائے حرم	لاہور	اگست ۱۹۷۵ء

۵	عقیدت	نئی دہلی	جولائی و اگست ۱۹۶۴ء
۶	منادی	دہلی	۱۲ر دسمبر ۱۹۶۴ء
۷	نوری کرن	بریلی	فروری ۱۹۶۷ء

اخبارات

نمبر شمار	اخبار	مقام اشاعت	شمارہ
۱	آزاد	دہلی	۲۹ر نومبر ۱۹۳۸ء
۲	آغاز	کراچی	۳۰ر نومبر ۱۹۶۶ء
۳	استقامت	کانپور	۱۶ر دسمبر ۱۹۶۶ء
۴	الجمعیۃ	دہلی	۳۰ر نومبر ۱۹۶۶ء
۵	الہام	بہاولپور	۴ر جولائی ۱۹۷۴ء
۶	امروز	لاہور	یکم دسمبر ۱۹۶۶ء
۷	انجام	کراچی	״ ۱۹۶۶ء
۸	پاکستان ٹائمز	لاہور	״ ۱۹۶۶ء
۹	جنگ	کراچی	۴ر اگست ۱۹۷۴ء
۱۰	״	״	یکم دسمبر ۱۹۶۶ء
۱۱	دعوت	دہلی	۲ر دسمبر ۱۹۶۶ء
۱۲	سعادت	(علمائے اہلسنت نمبر) لائل پور	۱۹۶۸ء
۱۳	صادق الاخبار	دہلی	۲۶ر جولائی ۱۸۵۷ء
۱۴	غریب نواز	״	۱۵ر دسمبر ۱۹۶۶ء
۱۵	نوائے وقت	لاہور	۸ و ۹ر جون ۱۹۷۵ء
۱۶	نئی روشنی	کراچی	یکم دسمبر ۱۹۶۶ء
۱۷	وحدت	دہلی	۱۲ر اگست ۱۹۳۸ء

فہرس

فتاویٰ مسعودی

مشمولات

باب ۱	عقائد	۸۰
باب ۲	عبادات	۱۳۳
باب ۳	معاملات (بین الزوجین)	۳۱۵
باب ۴	معاملات (بین المسلمین)	۳۹۳
باب ۵	اوقاف	۴۹۳
باب ۶	آداب و رسوم	۵۲۵
باب ۷	سیاسیات	۵۷۷
باب ۸	متفرقات	۵۸۵

بابا ـــــــــــ عقائد

نمبر استفتاء	موضوعات استفتاء	نمبر صفحہ
١	قرآن کریم مخلوق ہے یا غیر مخلوق ؟	٨١
٢	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منصب شفاعت	٨٣
٣	اہل بیت کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم	٨٥
٤	مقام ولایت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو شیخین کریمین پر فضیلت دینا	٨٩
٤	شیخین کریمین کی تفضیل ظنی کا قائل ہونا	٨٩
٥	تقلید امام معین	٩٥
٦	تقلید امام معین	١٠٥
٧	سماع موتی	١٠٦
	باب۲ ـــــــــــ عبادات	١٣٣
[illegible]	بول شیر خوار پاک ہے یا ناپاک ؟	١٣٤
[illegible]	غسل کی تعریف	١٤١
[illegible]	وقوع نجاست اور قلیل پانی	١٤٧
[illegible]	انسان کی منی پاک ہے یا ناپاک ؟	١٥٤
[illegible]	غلیظ پانی کی مٹی سے مسجد کی لپائی کرنا	١٥٨
[illegible]	غلاظت کے مکس میں مکان کی دیواروں سے گرا ہوا پانی پاک ہے یا ناپاک ؟	١٥٨
[illegible]	حرام خور رچماروں سے خریدی ہوئی پائے لوشین میں وضو کر کے پیر ڈالنا جائز ہے یا ناجائز ؟	١٥٩

۱۴	کنوئیں میں اُپلا گر جائے تو پانی پاک ہے یا ناپاک ؟	۱۶۰
۱۵	نمازِ ظہر کا اولیٰ وقت۔	۱۶۳
۱۶	مقطوع الید کی امامت جائز ہے یا ناجائز ؟	۱۶۶
۱۷	زانی کا امامت کرنا اور نکاح پڑھانا جائز ہے یا ناجائز ؟	۱۶۶
۱۸	فاسق وخاجمہ کی امامت۔	۱۶۷
۱۹	امامِ سابق کے ہوتے ہوئے دوسرے شخص کا امامت پر اصرار کرنا۔	۱۶۹
۲۰	قاری امام اور توتلے امام میں امامت کا زیادہ مستحق کون ہے ؟	۱۷۱
۲۱	فسادِ نماز کی ایک صورت۔	۱۷۳
۲۲	نماز میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۃ ملانا۔	۱۷۴
۲۳	امام کا آیت کو ملا کر پڑھنا۔	۱۷۴
۲۳	فرض نمازوں میں تین آیتوں سے زیادہ پر امام کا لقمہ لینا۔	۱۷۴
۲۴	ضاد کو مخرجِ ظا سے پڑھنا۔	۱۷۶
۲۵	فاتحہ خلف الامام۔	۱۸۲
۲۶	فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا۔	۲۳۱
۳	قبر کے سامنے نماز پڑھنا۔	۸۵
۲۷،۳	چلتی ریل میں نماز پڑھنا۔	۱۸۵
۳،۴	مسجد کے اندر پردے میں عورتوں کا نماز باجماعت ادا کرنا۔	۱۸۶
۲۸	نمازِ جمعہ کے بعد صلوٰۃ التسبیح پڑھنا۔	۲۳۹
۱۳	تاریکی میں نفل پڑھنا۔	۱۵۹
۲۹	نماز باجماعت میں خنثیٰ مشکل اور خسرے کی شرکت۔	۲۴۰
۳۰	جامع مسجد کے علاوہ شہر کی دوسری مساجد میں نمازِ جمعہ پڑھنا اور پڑھانا۔	۲۴۰
۳۱	عیدین سے قبل نمازِ جنازہ پڑھنا۔	۲۴۳
۲۳	گرمی کی وجہ سے سادہ کپڑوں میں نماز پڑھنا۔	۱۷۴
۲۳	جماعتِ ثانیہ۔	۱۷۴
۳۲	جماعتِ ثانیہ۔	۲۴۶

فساد اور تفرقہ کی وجہ سے بغیر اذان واقامت کے ایک ہی مسجد میں دوسری جماعت کرنا۔

سود خور کی تعمیر شدہ مسجد میں نماز پڑھنا۔ ۲۴۹

سود خور اور غیر سود خور کی مشترکہ تعمیر شدہ مسجد میں نماز پڑھنا۔ ۲۴۹

تراویح۔ ۲۵۲

وتر۔ ۲۶۵

نماز میں سہو اور تردد کی حالت میں تیسری رکعت پر قعدہ کرنا۔ ۲۷۰

سجدہ سہو اور تشہد۔ ۲۷۵

خطوط کے ذریعہ رویتِ ہلال کی خبر معتبر ہے یا نہیں؟ ۲۸۶

وجع المفاصل کے مایوس مریض کا روزے کے بدلے فدیہ دینا۔ ۲۹۰

غلط فہمی کی بنا پر غروبِ آفتاب سے کچھ قبل روزہ افطار کرنے پر کفارہ ہے یا نہیں؟ ۲۹۲

دس بارہ کوس کے فاصلے پر سفر کرنے کے بعد رمضان المبارک کا روزہ توڑنا۔ ۱۷۴

روزہ نہ رکھنا اور صرف تراویح ادا کرنا۔ ۲۹۴

افطار کی تعریف۔ ۱۳۱

حج بدل کی باقیماندہ رقم کو کس طرح خرچ کیا جائے؟ ۲۹۶

صدقہ اور فطرہ دینے کا کیا طریقہ ہے؟ ۱۷۴

دیہاتیوں کا نمازِ عید سے قبل قربانی کرنا۔ ۲۹۷

بھیڑ اور بکرے کو ذبح کرنے کی صحیح جگہ کونسی ہے؟ ۲۹۹

بیمار جانور کو ذبح کرنا۔ ۳۰۳

شمشیر، نیزے اور بندوق سے جانور شکار کرنا۔ ۳۰۳

باب ۳ —— معاملات (بین الزوجین) ۳۱۵

بیوہ عورت کا نکاح۔ ۳۱۶

توبہ کے بعد مشرک خاوند اور مشرکہ بیوی کے نکاح کی حیثیت۔ ۳۱۸

زید کا دعویٰ نکاح اور شہادت، ولی کا انکار اور شہادت۔ ۳۱۹

زید کی بیوی سے زید کے باپ کے زنا کے بعد نکاح کی حیثیت۔ ۳۲۱

نمبر	عنوان	صفحہ
۵۱	برادرِ حقیقی کی اجازت کے بغیر نابالغہ کا ایک فاسق کے ساتھ اس کی والدہ کا نکاح کرنا	۲۲۳
۵۲	ہندہ کا بغیر اپنے خاوند کی مرضی کے نابالغہ کا نکاح کرنا۔	۲۲۵
۵۳	زنا کے بعد اپنے خاوند سے نکاح باقی رہتا ہے یا نہیں؟	۲۲۶
۵۴	زانیہ سے نکاح۔	۲۲۷
۵۵	زید و ہندہ کا گواہوں کے سامنے ایجاب و قبول۔	۲۲۹
۵۶	بالغہ کی مرضی کے بغیر اس کا نکاح کرنا۔	۲۰۹
۵۷	ولی کی عدم موجودگی میں نابالغہ کا بغیر اس کی اجازت کے نکاح کرنا۔	۲۳۲
۵۸	غیر ولی کا غیر کفو میں نابالغہ کا نکاح کرنا۔	۲۳۳
۵۹	سُنّی لڑکی کا شیعہ لڑکے کے ساتھ نکاح کرنا۔	۲۳۴
۶۰	لاعلمی میں رافضی کے ساتھ نکاح کرنا۔	۲۳۵
۶۱	باپ کا اپنی نابالغہ لڑکی کا نکاح کرنا اور بلوغ کے بعد اس کا انکار کرنا۔	۲۳۷
۶۲	دھوکہ دہی سے ایک کسبی کے ساتھ لڑکی کا نکاح اور لڑکی کا اس کو قبول کرنے سے انکار۔	۲۳۸
۶۳	بیوی کی موجودگی میں اپنی سالی سے نکاح کرنا۔	۲۳۹
۱۷	حقیقی بھانجہ کی بیوی سے زنا کرنا اور بھانجہ کے انتقال کے بعد اس سے نکاح کرنا۔	۲۴۶
۶۴	زنا کے بعد نکاح کی حیثیت۔	۲۴۰
۶۵	مفقود الخبر شوہر سے اس کی بیوی کی علیحدگی۔	۲۴۷
۶۶	تین طلاقوں کی ایک صورت۔	۲۵۲
۶۷	ایضاً	۲۵۳
۶۸	ایضاً	۲۵۵
۶۹	طلاقِ شرعی۔	۲۵۶
۷۰	غائبانہ تحریری طلاق۔	۲۵۸
۱۳	طلاق کی ایک صورت۔	۲۵۹
۷۱	طلاق کی ایک صورت۔	۲۵۹
۷۲	〃 〃 〃 〃	۲۶۰

نمبر	عنوان	صفحہ
۷۳	نامرد خاوند کا فسخ نکاح۔	۳۶۸
۷۴	مشروط طلاقوں کی ایک صورت۔	۳۷۰
۷۵	منکوحہ عورت کے نان ونفقہ کا حق۔	۳۷۱
۷۶	نان ونفقہ کے عوض ہبہ کرنا۔	۳۷۲
۷۷	خاوند کا اپنی بیوی کو کسی کے ساتھ رہنے پر مجبور کرنا اور بیوی کا علیحدہ رہ کر خاوند سے نان ونفقہ طلب کرنا۔	۳۷۶
۷۸	متوفی کے ترکہ سے زر مہر، حق پرورش اور نان ونفقہ طلب کرنا۔	۳۷۷
۷۹	رخصتی سے قبل نصف مہر کی ادائیگی۔	۳۷۷
۸۰	مہر معجل کا مطالبہ اور ادائیگی۔	۳۷۹
۸۱	نامرد خاوند اور ادائیگی مہر۔	۳۸۱
۸۲	ادائیگی مہر کی ایک صورت۔	۳۸۲
۸۳	متوفی کے مال متروک میں سے مطلقہ حاملہ کا حصہ حمل۔	۳۸۳
۸۴	والدین کا اپنی منکوحہ لڑکی کو اپنے گھر روکنا۔	۳۸۴
۸۴	خاوند کی بلا اجازت بیوی کا اپنے والدین کے گھر جانا۔	۳۸۴
۸۴	خلاف شرع چلنے والی عورت کے حقوق زوجیت۔	۳۸۴
۸۵	غلط فہمی سے بیوی سمجھ کر بیٹی کے سر کو ہاتھ لگانا۔	۳۸۶
۸۵	بیوی کا پستان چوسنا۔	۳۸۶
۸۶	جس آٹے میں بیوی کا دودھ ملا ہوا ہو اُسے کھانا۔	۳۸۷
۸۷	بد چلن اور ظالم عورت سے پرورش کے لئے شوہر کا اپنے بچہ کو حاصل کرنا۔	۳۸۸
۸۸	لڑکی والوں کی طرف سے رشتہ توڑنے کی صورت میں لڑکے کی طرف سے لین دین کی واپسی کا مطالبہ۔	۳۹۰
۴۳	خاوند کا اپنی بیوی سے گھر کا کام کاج کرانا۔	۱۷۴
	باب ۴ ——— معاملات (بین المسلمین)	۳۹۳
۸۹	تعین ولایت اور تقسیم ترکہ وغیرہ۔	۳۹۱

۹۰ تقسیمِ ترکہ۔

۹۱ "

۹۲ "

۹۳ "

۹۴ "

۹۵ "

۹۶ "

۹۷ "

۹۸ "

۹۹ "

۱۰۰ موہوبہ حویلی کی تقسیم۔

۸۸ والدین اور رشتہ داروں کی طرف سے ہندہ کو دئے ہوئے مال میں ہندہ کے ترکہ کا حقِ وراثت۔

۱۰۱ دھوکہ دہی سے منکوحہ کا نکاحِ ثانی کرنا اور دوسرے خاوند سے بچہ کا حقِ وراثت۔

۱۰۲ مرض الموت میں بہن کی اولاد کے نام جائداد منتقل کرنا۔

۱۰۳ مشترکہ زمین پر کسی ایک حصہ دار کا مکان بنانا۔

۱۰۴ مشترکہ مالِ تجارت یا زراعت میں سے ایک شخص کا ایصالِ ثواب کرنا۔

۳۳ گائے، بکری اور زمین کا مشروط لین دین۔

۱۰۵ لگان کی ادائیگی کے عوض نمبردار کا زمین پر مالکانہ قبضہ۔

۱۰۶ خریدار کے علم میں ہوتے ہوئے ریت ملی مہندی فروخت کرنا۔

۱۰۷ نقد اور ادھار مال کے الگ الگ نرخ مقرر کرنا۔

۱۰۸ ہندو کا اپنی لڑکی کو بیع کرنا یا ہبہ کرنا۔

۱۰۹ بیع اور فسخِ بیع۔

۱۱۰ حق معافی کی آمدنی کی بیع بالوفاء۔

۱۱۱ مفقود الخبر کی بیع کو اس کے بیٹوں کا فسوخ کرنا۔

عراقی کا بنایا ہوا پانی پینا۔ ۴۲۹

مسلمانوں کے ذبیحہ کا گوشت غیر مسلم قصابوں سے لینا۔ ۴۲۹

شیعوں کے ساتھ اہلِ سنت کی مجالست و مناکحت اور مواکلت و مشاربت اور اہلِ سنت کی مساجد میں ان کا آنا جانا اور جمع ہونا۔ ۴۳۰

روافض سے میل جول اور مواکلت و مشاربت۔ ۴۳۲

برص کے مریض کے ساتھ میل جول۔ ۴۳۶

رقاصہ کا طعام کھانا۔ ۴۳۸

حرام خور شخص کی دعوت کھانا۔ ۳۸۷

مسلمانوں کا ذبیحہ (جب کہ بت پرست قصاب بنائے اور بت پرست ملازم لائے) کھانا جائز ہے یا نہیں؟

گواہی کی اجرت لینا۔ ۴۴۷

قرآن سنانے کی اجرت لینا۔ ۴۵۰

اہلِ عالم یا حکیم کا تعلیم و تدریس یا طبابت کی تنخواہ لینا۔ ۴۵۴

علوم دینیہ کی تدریس کا معاوضہ لینا۔ ۴۵۷

وکلاء کی اجرت کا حکم۔ ۴۵۹

خرید و فروخت کی ایک شکل۔ ۴۶۰

مرہونہ جائداد سے نفع حاصل کرنا۔ ۴۷۲

ہبہ کی ایک صورت۔ ۴۱۰

مفقود الخبر کی مرہونہ جائداد کی اس کے بیٹوں کی طرف سے واگذاری۔ ۴۶۱

شادی بیاہ میں سود پر قرض لینا یا نیوتہ ڈالنا۔ ۴۶۲

قرض لئے ہوئے روپے سے نفع حاصل کرنا۔ ۴۶۵

سیدہ کو اغوا کرنے کے جرم میں ایک جن کو قتل کرنے کے سلسلے میں شاہِ اجنہ کا استغاثہ ۴۶۶

قوم کے اتفاق سے ثالث کا مجرم کو جرمانہ کی سزا دینا۔ ۴۷۲

محرمات ابدیہ سے زنا کرنا۔ ۴۷۳

بیٹے کے انتقال کے بعد بہو سے نکاح کرنا۔ ۴۹۰

باب ۵ ——— اوقاف

		۴۹۳
۱۳۰	تولیتِ مسجد اور اختیاراتِ متولی۔	۴۹۴
۱۳۱	مسجد کی تولیت۔	۴۹۶
۱۳۲	متولی مرحوم کی اولاد کی موجودگی میں دوسرے کی تولیت۔	۴۹۷
۱۳۴	وقف زمین پر کرایہ لے کر امام کو آباد کرنا اور کرایہ نہ دینے کی صورت میں امام کا انخلا کرنا۔	۴۹۸
۱۳۵	ایک حصہ دار کی مرضی کے بغیر مشترکہ زمین سے مسجد کے لئے قطعۂ زمین حاصل کرنا۔	۴۹۹
۱۳۶	نامعلوم جامع مسجد کے عطیہ کی رقم دوسری جامع مسجد میں لگانا۔	۵۰۰
۱۳۷	مسجد کی وقف جائداد کی آمدنی سے مدرسہ یا شفاخانہ بنانا۔	
۱۱۸	مسجد کی آمدنی سے ایسی حالت میں مسافر کے خورد و نوش کا انتظام کرنا جبکہ آس پاس کوئی خدمت کرنے والا نہ ہو۔	۴۴۷
۱۳۸	تعمیر مسجد کے لئے جمع کی جانے والی رقم کو اضافے کے لئے تجارت میں لگانا یا دینی تعلیم پر صرف کرنا۔	۵۱۲
۱۳۹	بے حرمتی کے خیال سے پرانی مسجد کا مال نئی مسجد میں لگانا۔	۵۱۳
۱۴۰	پرانی مسجد کی اینٹیں عیدگاہ یا مسجد میں لگانا۔	۵۱۴
۱۴۱	پرانی مسجد کے ملبے کو بیچ کر اس کا روپیہ دوسری مسجد میں لگانا یا اس مسجد کی جگہ مکان بنانا۔	۵۱۵
۱۴۰	قبرستان کی اینٹیں عیدگاہ میں لگانا۔	۵۱۴
۴۹	کسی سے زمین خرید کر مسجد بنانا۔	
۱۴۲	متروکہ اور قدیم قبرستان میں کاشت کرنا۔	۵۱۷
۱۴۳	وقف کو رہن رکھنا۔	۵۱۹
۱۴۴	واقف کے ورثاء کا قبرستان کا احاطہ توڑ کر فروخت کرنا۔	۵۲۰
۴۴	مسجد ضرار۔	۲۹۹
۸۵	شرائطِ مسجد ضرار۔	۳۸۶
۸۵	جامع مسجد اور عام مساجد کے درمیان فاصلے کا تعین۔	۳۸۶
۱۴۵	ایک مسجد کے قریب دوسری مسجد بنانا۔	۵۲۰

...س مسجد کی مدد کرنا جس میں وعظ و نصیحت اور میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محفلیں منعقد ہوتی ہوں۔	۵۴۳
باب ۶ ــــــ آداب و رسوم	۵۲۵
...ذان سنتے وقت سلام کا جواب دینا۔	۵۲۶
...نعت و مدائح سننا۔	۵۲۶
تعزیہ بنانا اور بنانے میں اعانت کرنا۔	۸۳
...ٹھتے بیٹھتے یا وظیفہ کے ساتھ "یا رسول اللہ" کہنا۔	۵۲۸
...بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر روٹی پر ختم پڑھنا۔	۵۳۱
حسنِ عاقبت کی کوشش کرنا۔	۵۳۲
گناہوں سے بچنے کا اہتمام کرنا۔	۵۳۲
ذکر جہر۔	۵۳۳
شادیوں میں بعض رسومات کا رواج پانا۔	۵۳۴
سرود و مزامیر۔	۵۴۱
سماع و غناء۔	۵۴۱
شیخ عبد الحق اور محی الدین ابن عربی علیہما الرحمہ کی شان میں گستاخی کرنا۔	
نبی یا ولی کی قبر کے پاس بغرض استفاضہ عام مسلمانوں کی قبریں بنانا۔	۸۵
میت کے لئے نوحہ و بکار کرنا۔	۸۵
قبر میں تبرکات رکھنا۔	۸۵
میت کے ایصالِ ثواب کے لئے کئے جانے والے ذبیحہ کا گوشت کھانا۔	۴۱۵
متوفی کی نجات کے لئے اعمالِ صالحہ کے ذریعہ ورثا کا ایصالِ ثواب کرنا۔	۵۳۱
میت کو دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان دینا۔	۴۳۶
میت کے ہاتھ باندھنا یا کھلا رکھنا۔	۵۷۵
باب ۷ ــــــ سیاسیات	۵۷۷
ہندوستان دار الحرب ہے یا دار الاسلام؟	۴۲۳

۱۵۶	میلے کے موقع پر مسجد و خانقاہ کے قریب ہندؤں کے بت رکھنے پر مسلمانوں کا مزاحمت کرنا	۵۵۸
۱۵۶	ہندوؤں سے مقابلے کے لیے شیعوں سے استمداد، ان کی محفلوں اور تعزیوں میں شرکت	۵۵۸
۱۲۰	قاضی اور مفتی کا تقرر۔	۲۵۴
۱۲۰	غیر مسلم حاکم کی طرف سے مقرر کئے ہوئے قاضی و مفتی کے احکام کی تعمیل۔	۲۵۴
۱۲۰	قاضی کے فرائض۔	۲۵۴
		۵۸۵

باب — متفرقات

۱۵۷	خاکِ شفا یا عام مٹی کھانا۔	۵۸۶
۸۵	لڑکوں کا رضاعت کی مدت سے زیادہ دودھ پینا۔	۳۸۶
۱۴۰	ولایتی بکی ہوئی چیز کھانا۔	۵۱۴
۱۵۸	حقہ پینا۔	۵۸۸
۹	گانجہ، افیون اور نشہ آور چیزیں استعمال کرنا۔	۱۴۱
۱۵۹	اسپ مادہ اور خرِ نر کے اختلاط سے خچر حاصل کرنا۔	۶۰۱
۱۶۰	انگریزی پڑھنا۔	۶۰۱
۴۱	عورتوں کا شیشے کے زیور پہننا۔	۲۹۴

فتاویٰ مسعودی

باب ۱

عقائد

بسم الله الرحمن الرحیم

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم

سوال

ما قولکم ایها العلماء؟

القرآن المؤلف من الحروف والاصوات اهو مخلوق ام غیر مخلوق؟

بینوا توجروا جزاکم الله فی الدارین۔

الجواب

الحمد لله والصلوٰة والسلام علیٰ خیر خلقه واٰله واصحابه

اما بعد فیقول العبد الضعیف الراجی الی رحمة ربه الودود الشیخ محمد مسعود النقشبندی الدهلوی ان القرآن قد یطلق علی الکلام الازلی الذی هو صفة الله تعالیٰ کما جاء فی الحدیث الذی رواه ابو سعید قال:۔

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول الرب تبارک وتعالیٰ من شغله القرآن عن ذکری ومسئلتی اعطیته افضل ما اعطی السائلین وفضل کلام الله علی سائر الکلام کفضل الله علیٰ خلقه، (رواه الترمذی) [له]

فالقرآن بهذا الاطلاق کلام الله تعالیٰ غیر مخلوق فهو صفة قدیمة منافیة للآفة والنقص لاهو من جنس الحروف والاصوات کالعلم والقدرة کما فی شرح العقائد:۔

[له] رواه الترمذی والدارمی والبیهقی فی شعب الایمان۔ مشکوٰة، کتاب فضائل القرآن فصل ثانی، ص ۱۸۶۔

والقرآن كلام الله تعالیٰ غیر مخلوق

وعقب القرآن بکلام الله تعالیٰ لما ذکر المشائخ من ان یقال القرآن
کلام الله تعالیٰ غیر مخلوق ولا یقال القرآن غیر مخلوق لئلا یسبق
الی الفہم ان المؤلف من الاصوات و الحروف قدیم کما ذہبت الیہ
الحنابلۃ جہلا وعنادا انتہیٰ ما فیہ [۱]

وقد یطلق علی المکتوب فی المصاحف ای ما بین الدفتین
وہو اسم للالفاظ و المعنی جمیعا التی دالۃ علی الکلام القدسی القدیم
الذی لیس بمخلوق۔

والالفاظ والمعنی مخلوقۃ لانہا معتبرۃ من قصۃ فرعون و
غرقہ و من قصۃ موسیٰ و یوسف علیہما السلام وغیرہا مثلاً و کل
ذلک حادث لان الکلام اللفظی مؤلف من الاصوات والحروف و کل
مؤلف منہا فہو حادث ولان الالفاظ و الاصوات من لسان العرب
کما جاء فی القرآن العظیم و قرآنا عربیا [۲] وکل لسان العرب حادث مخلوق
ولان الحروف و الالفاظ متوالیۃ و کل متوالیۃ فہو حادث لانہ
اذا کانت الحروف متوالیۃ فاذا جاء الثانی انتفی الاول فتحقق
عدمہ وکل ما تحقق عدمہ امتنع قدمہ فثبت ان الاول حادث
والثانی من الحروف ایضاً حادث لان وجودہ متأخر من وجود الاول
وکل شیئ وجودہ متأخر عن وجود غیرہ فہو حادث وقس علیٰ ہذا ما
بقی من الحروف ہکذا فی شرح العقائد۔

متکلم لا ککلامنا ونحن نتکلم بالآلات ای من الحلق و
اللسان والشفۃ والاسنان والحروف ای الاصوات المعتمدۃ علی المخارج
المعہودۃ بالہیئات المعروفات والله تعالیٰ یتکلم بلا آلۃ وحروف ای

---

[۱] شرح العقائد النسفیۃ، مطبوعہ لکھنؤ، ص ۳۶۔

[۲] سورۃ یوسف، آیت ۲۔

كمالات الذات والصفات والحروف مخلوقة اى كالالات و كلام
الله تعالى غير مخلوق بل قديم بالذات انتهى۔

فان القران كلام الله تعالى الذى بلاصوت والفاظ قديم بالذات
غير مخلوق والالفاظ والاصوات التى نقرء بها فهى مخلوقة لله تعالى
لاغير فهو معجز بتمامه۔ والله اعلم بالصواب واليه المرجع والمآب۔ فقط

۲۷ صفر ۱۳۰۳ھ ہجری نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

سوال ۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ تعزیہ بنانا اور اس کے
بنانے میں اعانت کرنی اور اس کی پرستش کرنی اور یہ اعتقاد رکھنا کہ اگر ہم تعزیہ نہ بنا دیں گے تو
حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہم سے ناراض ہوں گے اور ایذا رسانی کریں گے، کیسا ہے؟
اور اس اعتقاد رکھنے والوں کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟

دوسرے یہ کہ ایک شخص یہ کہتا ہے کہ میدانِ قیامت میں شفاعت کرنے میں حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ فوقیت اور خصوصیت اوروں پر نہیں ہے بلکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اور
لوگ اس باب میں برابر ہیں ——— قول اس شخص کا صحیح ہے یا غلط؟ ——— جواب
ان دو مسئلوں کا بآیات و احادیث و روایات فقہیہ معتبرہ تحریر فرما دیں، جزاکم اللہ فی الدارین خیراً۔

الجواب

بصورتِ مندرجہ تعزیہ[1] بنانا اور اعانت کرنا اور اس کو پوجنا، یہ سب امور شرک ہیں اور
یہ فکر کہ بحالت نہ بنانے تعزیہ کے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ناراض ہوں گے، عین شرک
و کفر ہے۔ ایسے لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنی ناجائز ہے۔

اور یہ کہنا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو در بابِ شفاعت کچھ فوقیت نہیں ہے، غلط ہے
برخلاف ہے احادیث صحیحہ کے اور یہ شخص فاسق ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

---

[1] اس مسئلہ پر مولانا احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ کا رسالہ "رسالہ تعزیہ داری" ملاحظہ ہو۔

عسٰی ان یبعثک ربک مقاما محمودا[1]

مقامِ محمود مقامِ شفاعت ہے ——— اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ پانچ فضیلتیں میرے میں ہیں کہ پہلے انبیاء میں نہیں ہیں ایک ان میں شفاعت ہے :

عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعطیت خمسا لم یعطہن احد قبلی . نصرت بالرعب مسیرۃ شہر وجعلت لی الارض مسجدا وطہورا فایما رجل من امتی ادرکتہ الصلوٰۃ فلیصل و احلت لی المغانم ولم تحل لاحد قبلی واعطیت الشفاعۃ الحدیث متفق علیہ[2]

اور دوسری حدیث میں آیا ہے :۔

وانا اول شافع و اول مشفع یوم القیمۃ الحدیث[3]

اور بہت سی احادیث ہیں کہ اول باب شفاعت کا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کھلے گا ——— ایک طویل حدیث میں ہے کہ سب امتوں کی مخلوق اول آدم علیہ السلام کے پاس واسطے شفاعت کے جاوے گی، وہ ان کو جواب دیں گے، پھر دوسرے نبی اور رسولوں کے پاس جائے گی یہاں تک کہ سب یہی کہیں گے کہ آج کا روز شفاعت کا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ہے۔ ان کے پاس جاؤ ——— چنانچہ سب مخلوق حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے گی۔ اس وقت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں جائیں گے اور اللہ تعالیٰ حکم شفاعت کا دیوے گا، بعد شفاعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاء شفاعت کریں گے، پس اول شفاعت کرنے میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فوقیت خصوصیت اور فضیلت ہے سب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر، کذا فی کتب الاحادیث وعلیہا اھل السنۃ والجماعۃ۔ فقط

حررہ واجابہ خاک رہ : محمد مسعود نقشبندی دہلوی

۱۴ شعبان ۱۳۰۱ھ ہجری

---

[1] سورۃ بنی اسرائیل۔ آیت ۷۹۔

[2] مشکوٰۃ، باب فضائل سید المرسلین، فصل اول، ص ۵۱۲۔

[3] رواہ الترمذی والدارمی، مشکوٰۃ، باب فضائل سید المرسلین، فصل ثانی، ص ۵۱۳۔

سوال ۳

۱۔ نبی و ولی کی قبر کے قریب ادنیٰ شخص مسلمان کی قبر بنانا درست ہے یا نہیں اور بوجہ عدم واقفیت بزرگ مردماں کے کوئی شخص گرد میں کسی نبی یا ولی کے مدفون ہوا تو اس میت کو اکھیڑ کر نکال دینا چاہئے یا نہیں ؟

۲۔ اگر بسبب تنگی جگہ کے، نہ بنا بر تعظیم کوئی مصلی کے مقابل قبر پر جائے یا بعد اس نیت کے مصلی پر ہونا قبر کا سامنے معلوم ہو جاوے، ایسی صورت میں نماز اس کی درست ہوگی یا نہیں ؟

۳۔ حالت رفتار ریل میں نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں ؟ اگر جائز ہے تو کیا صورت ہے ؟
ریل میں قصر کا حکم باعتبار مسافت انسان کے دیا جائے گا یا بلحاظ قطع منازل ریل کے۔

۴۔ میت کے حسنات کو بیان کر کے گریہ و نوحہ کرنا درست ہے یا نہیں ؟

۵۔ تبرکات خانہ کعبہ مثلاً غلاف وغیرہ قبر میں رکھنا کیسا ہے ؟

۶۔ اہل بیت سے کون کون لوگ مراد ہیں ؟

الجواب

۱۔ نبی یا ولی یا صلحاء کی قبر کے نزدیک قبر کسی مسلمان شخص کی بنانی افضل ہے کہ موجب برکت ہے :

والافضل الدفن فی المقبرۃ التی فیہا قبور الصلحین [۱]

بعد قبر بنانے کے اس میت کو وہاں سے نکالنا نہ چاہئے :۔

ولا ینبغی اخراج المیت من المقبرۃ بعد ما دفن [۲]

۲۔ اگر بسبب تنگی جگہ کے بلا تعظیم قبر بجہت عدم قصد مصلی کے قبر روبرو نمازی کے ہو جائے گی تو نماز فاسد نہیں ہوگی بلکہ صحیح ہوگی :۔

وقال التوربشتی فاما اذا وجد بقبر بہا موضع بنی للصلوٰۃ اومکان یسلم المصلی فیہ عن التوجہ الی القبور فانہ فی

---

[۱] عالمگیری، کتاب الصلاۃ، باب ۲۱، فصل ۶، ج ۱، ص ۱۶۶

[۲] ایضاً ، ، ، ، ، ص ۱۶۷

فسخه من الاجر وكذلك اذا صلى في موضع قد اشتهر بان فيه مدفن نبي ولم ير للقبر فيه علما ولم يكن قصده ما ذكرناه من العمل الملتبس بالشرك الخفي انتهى[1]

پس بلاقصدِ تعظیم نماز ہو جائے گی۔

۳۔ حالتِ رفتارِ ریل کے نماز ریل میں پڑھنی بلاعذر جائز نہیں اور بصورت عذر جائز ہے کیونکہ ریل حکم میں گاڑی گھوڑے وغیرہ کے ہے:

واما الصلوٰة على العجلة فان كان طرفها على الدابة وهي تسير او لا تسير فهي صلوٰة على الدابة وقد مرّ حكمها يعني لا يجوز المكتوبة على الدابة الا من عذر هكذا في فتاوى قاضيخان[2]

اور عذر یہ ہیں اترنے میں ریل سے خوف جانے کا ہو یا چوری یا ——— وغیرہ کا ہو اگر اترے گا تو ریل چلی جائے گی یا بہت ضعیف بوڑھا ہو یا کوئی جگہ نماز کی نہ پاوے وغیرہا، پس ان صورتوں میں نماز ریل میں درست ہے اگرچہ چلتی ہو اور اگر کھڑی ہو تو ہر حالت میں نماز اندر ریل کے درست ہے۔

اور سفر کا حکم باعتبار انسان کی مسافت کے ہے نہ کہ باعتبار رفتار ریل کے:۔

وهو سير الابل ومشي الاقدام في اقصر ايام السنة (كذا في التبيين)[3] ولو كانت المسافة ثلثا بالسير المعتاد فسار اليها على الفرس جريا حثيثا فوصل في يومين او اقل قصر (كذا في الجوهرة النيرة هذا كله في العالمكيرية[4]

اور اسی طرح درمختار میں ہے۔

۴۔ گریہ کرنا درست ہے اور نوحہ کرنا منع ہے:

---

[1] لمعات، کتاب الصلاۃ، باب المساجد الخ، ج ۲، ص ۵۲۔

[2] عالمگیری، کتاب الصلاۃ، باب ۱۵، ج ۱، ص ۱۴۳ (یعنی کے بعد والی عبارت سات سطر نیچے)

[3] ایضاً، 〃 〃 〃 〃 ص ۱۳۸

[4] ایضاً، 〃 〃 〃 〃 ص ۱۳۹

واما النوح العالی فلا یجوز و البکاء مع رقۃ القلب لا باس بہ (عالمگیری[1])

اور اسی طرح سے احادیث میں ہے۔

۵۔ تبرکات کا رکھنا قبر میں مثل غلافِ کعبہ یا پارچہ صلحاء وغیرہم کے جائز ہے جیسا کہ حدیث شریف سے ثابت ہوتا ہے:

عن ام عطیۃ قالت دخل علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و نحن نغسل ابنتہ فقال اغسلنہا ثلاثا او خمسا او اکثر من ذلک ان رأیتن ذلک بماء و سدر واجعلن فی الآخرۃ کافورا او شیئا من کافور فاذا فرغتن فاذننی فلما فرغنا اذناہ فالقی الینا حقوہ فقال اشعرنہا ایاہ۔ (متفق علیہ[2])

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ازار مبارک دی تاکہ وقت کفن کے دختر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن میں نیچے کفن کے پہنا دیں کہ برکت حاصل ہو۔

ای اجعلن ھذا الحقو تحت الاکفان بحیث یلاصق بشرتہا لیصل الیہا البرکۃ (مجمع[3])

اور اسی طرح سے لمعات میں (ہے)

اجعلن الحقو تحت الکفن لیمس ببدنہا و تحصل البرکۃ..... و ھذا الحدیث اصل فی التبرک بآثار الصلحین و لباسہم کما یفعلہ بعض مریدی المشائخ من لبس اقمصتہم فی القبر واللہ اعلم (لمعات[4])

اور یہی لکھا ہے امامِ نووی نے شرح مسلم میں:۔

---

[1] عالمگیری، کتاب الصلاۃ، باب ۲۱، فصل ۶، ج ۱، ص ۱۶۷۔

[2] مشکاۃ، کتاب الجنائز، باب غسل المیت، حدیث نمبر ۱، فصل ۱۔

[3] مجمع البحار، حرف الحاء، بابہ مع القاف، ج ۱، ص ۲۸۵۔

[4] لمعات، کتاب الجنائز، باب غسل المیت، ج ۴، ص ۳۱۷، ۳۱۸۔

والحكمة فى اشعارها به تبريكها به ففيه التبرك بأثار الصّٰلحين ولباسهم انتهٰى ما فيه [۱]

۶- اور اہلِ بیت سے اولادِ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور بیویاں اور حسن اور حسین اور علی مراد ہیں جیساکہ سورۂ احزاب میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کی شان میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :-

انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل البيت ويطهركم تطهيرا ۰ [۲]

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ذکرِ مستورات میں لیذهب عنكم الرجس خطاب بسوئے مذکر کیا تاکہ ازواجِ مطہرات اور اولادِ مذکر داخل اہلِ بیت میں ہو جائیں :-

ثم ان الله تعالىٰ ترك خطاب المؤنثات وخاطب بخطاب المذكرين بقوله ليذهب عنكم الرجس ليدخل فيه نساء اهل بيته ورجالهم واختلفت الاقوال فى اهل البيت والاولىٰ ان يقال هم اولاده وازواجه والحسن والحسين منهم وعلى منهم لانه كان من اهل بيته لسبب معاشرته ببنت النبى صلى الله عليه وسلم وملازمته للنبى صلى الله عليه وسلم (انتهٰى ما فى التفسير الكبير [۳]

اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواجِ مطہرات کو ساتھ خطاب اہلِ بیت کے سلام علیک کہا :-

فخرج النبى صلى الله عليه وسلم فانطلق الى حجرة عائشة فقال السلام عليكم اهل البيت ورحمة الله فقالت وعليك السلام ورحمة الله الحديث (رواه البخارى [۴]

---

[۱] شرح مسلم ، کتاب الجنائز ، ج ۱ ، ص ۴۰۳ ، ۳۰۵ - [۲] سورۃ الاحزاب ، آیت ۳۳ -
[۳] تفسیر کبیر ، سورۃ الاحزاب ، تحت آیت ۳۳ ، ج ۶ ، ص ۶۱۵ -
[۴] بخاری ، کتاب التفسیر ، باب قولہ لاتدخلوا بیوت النبی صلی اللہ علیہ وسلم -

س آیہ سورۂ احزاب سے باطل ہو گئی تخصیص اہلِ بیت کی اوپر فاطمہ اور علی اور حسن اور حسین
کے، تخصیص ماقبل آیت کے نظیر مناسب ہے کما لا یخفی علی الماھر، اور حدیث میں
جو حق اہلِ بیت کا بہ نسبت حضرت فاطمہ اور علی اور حسین اور حسن سمجھا جاتا ہے اس حدیث سے نفی
غیروں کی نہیں ثابت ہوتی فتدبر واللہ اعلم بالصواب، یہ مختصر مافی الضمیر ہے۔

۲ ر رجب المرجب ۱۲۹۷ھ

سوال ٤

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس باب میں کہ :۔

جو شخص تفضیلِ شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما ظنی کہے جیسے کہ صاحب مواقف و شرح مواقف و مولانا
سعد الدین تفتازانی و شیخ عبد الحق دہلوی (رحمہم اللہ تعالیٰ) قائل ظنیت کے ہیں، کیا یہ شخص اور
یہ اکابر اس قول کی رُو سے شیعہ اور تفضیلیہ شمار کئے جاویں گے یا اہلِ سنت سے؟ اور
جو شخص ان کو شیعہ اور تفضیلیہ کہے اس کا کیا حکم ہے؟

دوسرا اس باب میں کہ جو شخص باوجود فضیلت دینے شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہ باعتبار کثرت
ثواب اور ظہور کمالاتِ نبوت کے مقامِ ولایت میں حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو ترجیح دے
اور غالب مانے جیسے کہ شیخ مجدد الفِ ثانی صاحب مکتوب دو لیست و پنجاہ و یکم میں
فرماتے ہیں :۔

> حضرت صدیق و حضرت فاروق رضی اللہ عنہما باوجود حصول کمالاتِ محمدی
> (صلی اللہ علیہ وسلم) و وصول بدرجاتِ ولایتِ مصطفوی علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ و
> السلام درمیان انبیاء ما تقدم درطرف ولایت مناسبت بحضرتِ ابراہیم صلوات
> اللہ و تسلیماتہ علی نبینا وعلیہ دارند و درطرف دعوت کہ مناسب مقامِ نبوت
> است مناسبت بحضرتِ موسےٰ (علیہ السلام) دارند و حضرتِ ذوالنورین در ہر دو
> طرف مناسبت بحضرتِ نوح دارند صلوات اللہ علیہ وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام
> و حضرتِ امیر در ہر دو طرف مناسبت بحضرتِ عیسےٰ دارند علیہ الصلوٰۃ والسلام
> و چوں حضرتِ عیسےٰ روح اللہ است و کلمۂ او لاجرم جانب ولایت در ایشاں
> غالب است از جانب نبوت و در حضرتِ امیر نیز بواسطۂ آں مناسبت طرف

ولایت غالب است [1]

اور نیز ایسے ہی مکتوب میں فرماتے ہیں :-

اے برادر! حضرت امیر چوں کہ حامل بار ولایت محمدی اند علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام تربیت مقام اقطاب و ابدال و اوتاد کہ از اولیاء عزلت اند و جانب کمالات ولایت در ایشاں غالب است مفوض بامداد و اعانت آں حضرت است سر قطب الاقطاب کہ قطب مدار است زیر قدم او ست۔ قطب مدار بحمایت و رعایت او مہم خود را سر انجام می نماید و از عہدۂ مداریت برمی آید حضرت فاطمہ و امامین نیز دریں مقام با حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم شریک اند [2]

اور جیسے قاضی ثناء اللہ پانی پتی تفسیر مظہری میں بزیر تفسیر آیت و انتم تتلٰی علیکم آیات اللہ وفیکم رسولہ [3] فرماتے ہیں :-

اشار النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی اهل البیت لانهم اقطاب الارشاد فی الولایات اولهم علی علیہ السلام ثم ابنائہ الی الحسن العسکری واخرهم غوث الثقلین محی الدین عبد القادر الجیلی رضی اللہ تعالیٰ عنهم اجمعین لا یصل احد من الاولین والآخرین — الی درجة الولایة الا بتوسطهم [4]

اور جیسے خاتمہ سیف المسلول میں لکھا ہے :-

بعضے از اکابر اولیاء اللہ را بکشف صحیح کہ یکے از اسباب علم است و سابق در اسباب علم مذکور شدہ امام را در معنیٰ دیگر ظاہر گشتہ و آں آنست کہ فیوض و برکات کارخانۂ ولایت کہ از جناب الٰہی بر اولیاء اللہ نازل می شود اول بر یک شخص نازل می شود و ازاں شخص منحط شدہ بہ ہر یکے از اولیاء عصر موافق مرتبہ

---

[1] مکتوبات امام ربانی، مطبوعہ لاہور، دفتر اول، مکتوب نمبر ۲۵۱، ص ۶۲۔

[2] ایضاً ، ص ۶۶۔

[3] سورہ آل عمران، آیت ۱۰۱۔

[4] تفسیر مظہری، سورۃ آل عمران، تحت آیت ۱۰۱، ج ۲، ص ۱۰۳

بحسب استعداد او می رسد و ہیچ کس را از اولیاء اللہ بے توسط او فیض نمی رسد وکسے از مردانِ خدا بے وسیلہ او درجۂ ولایت نمی یابد اقطاب و نجباء و اوتاد و ابدال و نجبار و نقبار و جمیع اقسام اولیاء خدا بوے محتاج می باشند صاحب ایں منصبِ عالی را امام گویند و قطب الارشاد بالاصالۃ نیز خوانند، وایں منصب عالی از وقت ظہورِ آدم علیہ السلام بروح پاک علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ مقرر بودہ کہ پیش از نشائے عنصری آں حضرت ہم در امم سابقہ ہر کرا درجۂ ولایت می رسد بتوسط روحِ پاک آنحضرت اکرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم (می رسید و بعد وجود عنصری وقت رحلت او از صحابہ و تابعین ہمہ را ایں دولت بہ توسط او رسیدہ و بعد رحلتِ او ایں منصب بہ حسن مجتبےٰ و بعد از وے بہ حسین شہیدِ کربلا و پس تر بہ امامِ زین العابدین، پس تر بہ محمد باقر بعد ازاں بہ جعفر صادق، پس تر بہ امام موسیٰ کاظم پس تر بہ علی رضا و پس تر بہ محمد تقی بعد ازاں علی نقی رضی اللہ عنہم۔ پس تر بہ حسن عسکری آں منصب معلّی مفوض گشتہ و بعد وفاتِ عسکری تا وقتِ ظہور سید الشرفار غوث الثقلین محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ایں منصبِ عالی چوں حضرتِ غوث الثقلین پیدا شد ایں منصب مبارک بروے متعلق شدہ تا ظہور محمد مہدی ایں منصب بروح مبارک غوث الثقلین متعلق باشد و لہٰذا آنحضرت قدمی ھٰذہٖ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ فرمودہ و بایں بیت ترنم نمودہ ؎

افلت شموس الاولین وشمسنا ابداً علیٰ افق العلیٰ لا تغرب

وچوں امامِ مہدی ظاہر شود ایں منصبِ عالی بوے مفوض گردد۔[1]

اور جیسے مولانا شاہ عبد العزیز صاحب تحفۂ اثنا عشریہ یوں فرماتے ہیں:۔

ولہٰذا محققین صوفیہ نوشتہ اند کہ شیخین حامل کمالاتِ نبوت بودہ اند و حضرت امیر حامل کمالات ولایت ولہٰذا کار انبیار کہ جہاد کفار و ترویج احکام شریعت و اصلاح امورِ ملت است از شیخین رضی اللہ عنہما خوب ترسرانجام یافت و کار اولیاء را از تعلیمِ طریقت و ارشاد باحوال و مقامات سالکین و تنبیہ بر غوائلِ

---

[1] سیف المسلول، خاتمہ، ص

نفس و ترغیب بزہد در دنیا از حضرت امیر بیشتر مروی گشت و عقلی است کہ استقلال بر ملکاتِ نفسانیہ لعبد و از افعالِ مختصہ بآں ملکات می تواں کرد مثلاً اگر شخصے در ہر معرکہ ثبات می کند و در مقابلہ اقران و صنعت سیف و سنان کار از پیش می برد دلیلِ صریح بر شجاعتِ نفسانیہ اوست بلکہ حب و بغض و خوف و رجا و دیگر امورِ باطنیہ از ہمیں راہ افعال و معاملات معلوم تواں کرد بر ہمیں قیاس امتیاز در کمالاتِ باطنیہ شخص کہ آیا از قسمِ کمالِ انبیاء است یا از جنسِ کمالِ اولیاء بجارحیہ او در یکے ازیں دو کارخانہ سکندہ حاصل می شود انتہیٰ [1]

اس وجہ سے ان کا اور اس شخص کا جو قائل اس امر کا ہو شیعہ اور تفضیلیہ کہنا اور ان کو مرتکبِ کبیرہ جاننا اور ان کی تفسیق کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور جو شخص کہے یا کرے اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب

معلوم کرنا چاہئے کہ اکابرِ دین مثل مولانا سعد الدین، شیخ عبد الحق دہلوی رحمہما اللہ تعالیٰ وغیرہما اہلِ سنت و جماعت سے ہیں، ان کو شیعہ یا تفضیلیہ کہنا موجب فسق کا ہے کیونکہ تفضیلی اسے اصطلاح میں کہتے ہیں جو کہ حضرتِ علی رضی اللہ عنہ کو شیخین پر تفضیل دے اور یہ اکابرِ دین شیخین کو تفضیل دیتے ہیں اور یہی علامت اہلِ سنت و جماعت کی ہے جیسا کہ شرح فقہ اکبر میں ہے

حیث جعلوا من علامات السنۃ والجماعۃ تفضیل الشیخین و محبۃ الختنین انتہیٰ [2]

اور قائلِ ظنیت کا یہ مطلب ہے کہ ثبوتِ تفضیلِ شیخین دلیل ظنی سے ہے، یہ مطلب نہیں ہے کہ ان اکابر کو تفضیلِ شیخین میں ظن ہے بلکہ یقیناً ان کے نزدیک تفضیل شیخین کی ہے اور یہ قول بزرگانِ دین کا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو مقامِ ولایت میں ترجیح ہے، اہلِ سنت و جماعت سے خارج نہیں کرتا کیونکہ فضل جزئی مانع فضل کلی کو نہیں ہے جیسے کہ فضیلتِ موسےٰ علیہ السلام کی بہ نسبت افاق

---

[1] تحفہ اثنا عشریہ، باب ۷، ص ۲۱۳۔

[2] شرح فقہ اکبر، ص ۷۶۔

کے بعد غشی کے یعنی جبکہ بعد بعث کے غشی فزع کی ہوگی تو اول موسیٰ علیہ السلام ہوش میں آئیں گے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کما فی الحدیث :-

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاتخیرونی علی موسٰی فان الناس یصعقون یوم القیٰمۃ فاصعق معھم فاکون اول من یفیق فاذا موسٰی باطش بجانب العرش فلا ادری کان فی من صعق فافاق قبلی او کان فی من استثنی اللہ متفق علیہ [1]

اور چناں چہ عدم کونچے دینے کے شیطان کے عیسیٰ علیہ السلام کو فضیلت ہے :-

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل بنی ادم یطعن الشیطان فی جنبہ باصبعیہ حین یولد غیر عیسی ابن مریم ذھب یطعن فطعن فی الحجاب متفق علیہ [2]

اسی طرح سے ہر ایک رسول میں اور نبی میں ایک خاص فضیلت ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے :-

ولقد فضلنا بعض النبیین علی بعض [3] کموسٰی بالکلام وابراھیم بالخلۃ ومحمد صلی اللہ علیہ وسلم بالاسراء (تفسیر جلالین) [4]

پس یہ خاص فضیلت ہر نبی کی مانع فضیلت کلی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں ہے، باوجود فضیلت جزوی ہر ایک نبی خاتم النبیین کو تمام پر فضیلت ہے باعتبار فضیلت کلی کے اسی طرح سے فضیلت جزوی ولایت کی مانع فضیلت کلی صدیق اور عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کو نہیں ہے باوجود فضیلت پس حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولایت میں شیخین، حضرت علی سے فضیلت کلی رکھتے ہیں، کجا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت احادیث سے ثابت ہو :-

---

[1] مشکوٰۃ، کتاب احوال القیامہ، باب بدء الخلق، حدیث نمبر ۱۱، فصل ۱ -

[2] ایضاً، ، ، ، حدیث نمبر ۲۶، ، -

[3] سورۃ الاسراء، آیت ۵۵ -

[4] جلالین، سورۃ الاسراء، تحت آیت ۵۵ -

عن عمران بن حصین ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان علیاً منی وانا منہ وھو ولی کل مؤمن رواہ الترمذی [1]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نفسِ ولایت میں حضرت علی شیخین سے فضیلت رکھتے ہیں اس معنی میں کہ حضرت علی سے سلسلے ولایت کے بکثرت ہوں گے اور فیضِ ولایت کا ان سے بہت ہوگا، اور دوسری حدیث میں آیا ہے:-

عن علی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا دار الحکمۃ وعلی بابھا رواہ الترمذی [2]

پس یہ فضیلت حضرت علی کی فضیلت کمالات نبوت کو جو کہ شیخین کو حاصل تھی، مانع نہیں ہے بلکہ کمالاتِ نبوت فوقیت رکھتے ہیں کمالاتِ ولایت پر اور ان کمالات نبوت پر جو کہ شیخین کو حاصل ہیں، احادیث میں وارد ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے:-

عن ابی بکرۃ ان رجلا قال لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رأیت کان میزانا نزل من السماء فوزنت انت وابوبکر فرجحت انت ووزن ابوبکر وعمر فرجح ابوبکر ووزن عمر وعثمان فرجح عمر ثم رفع المیزان فاستاء لھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی فساءہ ذٰلک فقال خلافۃ نبوۃ ثم یؤتی اللہ من یشاء رواہ الترمذی وابوداؤد [3]

پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پلڑا نبوت کا شیخین میں تھا اور صحابہ کے وقت اظہر تھا کہ اول فضیلت حضرت ابوبکر کو ہے اور بعدہٗ عمر کو بعدہٗ عثمان کو:-

عن ابن عمر قال کنا فی زمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا نعدل بابی بکر احدا ثم عمر ثم عثمان ثم نترک اصحاب

---

[1] (الف) مشکاۃ، کتاب المناقب، باب مناقب علی بن ابی طالب، حدیث ۴، فصل ۲۔
(ب) ترمذی، ابواب المناقب، باب مناقب علی بن ابی طالب۔

[2] مشکاۃ، کتاب المناقب، باب مناقب علی بن ابی طالب، حدیث ۱۰، فصل ۲۔

[3] ایضاً، " ، باب مناقب ابی بکر وعمر، حدیث ۱۱، فصل ۲۔

النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا نفاضل بینہم رواہ البخاری [1]

گرچہ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وغیرہ نے اپنے کشف صریح سے ولایت حضرت علی [illegible] دی لیکن چونکہ یہ کشف مطابق احادیث کے ہے اس لئے یہ کشف حجت ہے پس جن [illegible] کا کشف مطابق احادیث کے ہو اس کو اہل شیعہ میں منسوب کرنا موجب وزر عظیم کا ہے [illegible] معلوم کہ جانب نبوت کو جو کہ شیخین کی نسبت کی ہے کس قدر فوقیت ہے جانب ولایت پر، حضرت علی کی نسبت ثابت کی ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ ولایت نبوت فوق ہے ولایت ولی پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنی ولایت ولی سے شان عظیم رکھتے ہیں مگر بہ نسبت ولایت نبوت [illegible] کو حاصل تھی شیخین کو فضیلت ہے، پس ثابت ہوا کہ نزدیک اکابر دین مندرجہ سوال کے [illegible] فضیلت ہے ختنین پر ——— یہ ہے مذہب اہل سنت وجماعت کا۔

جو شخص کہ ان اکابر دین کو نسبت فسق کی کرے یا مرتکب کبیرہ کا جانے وہ خود فاسق ہے مرتکب کبیرہ کا کما فی الحدیث :-

عن ابی ذر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یرمی رجل رجلا بالفسوق ولا یرمیہ بالکفر الا ارتدت علیہ ان لم یکن صاحبہ کذلک رواہ البخاری [2]

اگر کمالات ودرجات حاملان نبوت کے بیان کئے جاویں تو ایک دفتر عظیم چاہیے [illegible] یکفیہ الاشارۃ واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ واجابہ خاکپارہ محمد مسعود نقشبندی مجددی دہلوی

۱۶ صفر ۱۳۰۱ ہجری

بقلم نور محمد

سوال ۵

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ تقلید خصوصاً تقلید امام معین جائز ہے یا [illegible] دلائل وبراہین سے واضح کریں، بینوا توجروا۔

---

[1] مشکوٰۃ، کتاب المناقب، باب مناقب ابی بکر، حدیث ۷، فصل ۱۔

[2] ایضاً، کتاب الآداب، باب حفظ اللسان الخ، حدیث ۵، فصل ۱۔

الجواب

بماہران کلامِ الٰہی واحادیثِ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام مخفی نہ رہے کہ واسطے اثباتِ تقلید شخصی کے ماسوائے دیگر دلائل کے ایک ہی آیت :۔

ثم اوحینآ الیک ان اتبع ملۃ ابراھیم حنیفا ، وما کان من المشرکین ۰ [۱]

کافی ووافی ہے ، معنی آیت کا یہ ہے :۔

پھر حکم کیا ہم نے تجھ پر کہ تابعداری کر دین ابراہیم کی کہ دین راست پر تھا اور نہ تھا شرک کرنے والوں سے ۔

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ماسوائے دیگر انبیاء علیہم السلام کے خاص اتباع ملتِ ابراہیم کا حکم فرمایا ، پس ثابت ہوا کہ ہم پر مسائل مجتہد فیہا میں تقلید شخصی واجب ہے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تقلید شخصی ابراہیمی فرض تھی اور جیسے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تقلید ابراہیم علیہ السلام رئیس الموحدین اور قدوۃ الاصولیین فی الشرائع کی فرض تھی ایسے ہی ہم پر تقلید امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ رئیس المجتہدین اور قدوۃ الاصولیین فی المذاہب کی واجب ہوئی ۔

وکان ابراھیم علیہ السلام رئیس الموحدین وقدوۃ الاصولیین وھو الذی دعا الناس الی التوحید وابطال الشرک والی الشرائع الخ (تفسیر کبیر [۲])

وروی حرملۃ بن یحییٰ عن الشافعی انہ قال من اراد ان یتبحر فی الفقہ فھو عیال علی ابی حنیفۃ [۳]

وروی الربیع عن الشافعی الناس عیال فی الفقہ علی ابی حنیفۃ [۴] (طبقات)

---

[۱] سورۃ النحل ، آیت ۱۲۳ -

[۲] تفسیر کبیر ، سورۃ النحل ، زیر آیت ۱۲۰ ، ج ۵ ، ص ۳۷۲ -

[۳] الخیرات الحسان ، الفصل الثالث عشر فی ثناء الائمۃ علیہ ، ص ۲۹ -

[۴] ایضاً

واجب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اتباع اصول اور عقائد اور اکثر فروعات دین ابراہیمی حنیفی کی واجب ہوئی اسی طرح سے ہم پر اتباع اصول اور عقائد اور فروعات مسائل مجتہد فیہا مذہب امام حنیفی کے واجب ہوئی :-

والمراد بالاتباع الاتباع فی الاصول والعقائد واکثر

الفروعات دون الشرائع المتبدلۃ بتبدیل الاعصار

انتہیٰ مافی الجمل[1]

اور ثبوت اس امر کا اس طرح سے ہے کہ عبارت النص سے ثبوت وجوب تقلید ابراہیم علیہ السلام کا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اولاً اور ثانیاً امت پر ——— اور اشارۃ النص سے ثبوت تقلید شخصی کا اور حرام کہنا تقلید شخصی کو مخالف اس آیت کے ہے ——— اور دلالۃ النص سے یہ ثابت ہوا کہ تقلید کسی امر غیر منصوص میں ایسے شخص کی لازم ہے کہ جو مقتدا اور پیشوا اور مروج اور بانی اس امر کا ہو کیونکہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام رئیس الموحدین اور قدوۃ الاصولیین اور مروج مسائل عشرہ مثل قص شارب وغیرہ کہ حدیث میں وارد ہیں اور بانی احکام حج تھے ، پس ہم بریں قیاس یہ لازم ہوا کہ مسائل فروعات مجتہد فیہا میں ایسے شخص کی اتباع کی جاوے کہ جو بانی اصول فروعات اور رئیس مسائل قیاسات اور مروج اور مظہر آیۃ ففہمنٰہا سلیمٰن[2] اور آیۃ فان تنازعتم فی شیئ فردوہ الی اللہ والرسول[3] کا ہو اور مجتمع اوصاف درباب قیاس نہیں ہے مگر مجتہدین اربعہ خصوصاً ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کہ رئیس مجتہدین اور قدوۃ الاصولیین ہیں اور وجہ اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم[3]

اس آیت سے ثابت ہوا کہ اول اتباع کلام الٰہی واجب ہے اور بعدہ احادیث کی ، اور بعدہ اقوال اولی الامر یعنی علمائے دین کی ——— اور اولی الامر اپنے عموم پر نہیں ہے تاکہ جمیع علمائے دین مراد لئے جائیں بلکہ اولی الامر مخصوص ہیں ساتھ مستنبطین کے یعنی ان علماء کا اتباع کرنا

---

[1] تفسیر الجمل ،

[2] سورۃ الانبیاء، آیت ۷۹ ۔

[3] سورۃ النساء ، آیت ۵۹ ۔

واجب ہے جو لائق استنباط مسائلِ شرعیہ کے کتاب اللہ اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

واذا جاءهم امر من الامن او الخوف اذاعوا به ولو ردوه الى الرسول والى اولى الامر منهم لعلمه الذين يستنبطونه منهم [1]

اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ :-

جب کوئی امر پیش آوے تو اول رسول اور بعدہ علماء مستنبطین کی طرف امر کو رجوع کرو یعنی جن کو لیاقت استنباط کی حاصل ہو جیسا کہ تفسیر کبیر میں ہے :-

قوله الذين يستنبطونه منهم انهم طائفة من اولى الامر والتقدير ولو ان المنافقين ردوه الى الرسول والى اولى الامر لكان علمه حاصلا عند من يستنبط هذه الوقائع من اولى الامر وذلك لان اولى الامر فريقان بعضهم من يكون مستنبطا وبعضهم من لا يكون كذلك فقوله منهم يعنى لعلمه الذين يستنبطون المخفيات من طوائف اولى الامر [2] انتهى -

پس یہ آیت مخصص ہے آیت ماقبل کو اور اس آیت یعنی اولی الامر منہم لعلمہ الذین یستنبطونہ منہم سے رفع ہو گئی تاویل حکام کی آیت ماقبل میں اولی الامر سے جیسا کہ بعض لیتے ہیں ــــــــ پس ہر دو آیت کے ملانے سے ثابت ہوا کہ اولی الامر سے مراد علماء مجتہدین ہیں نہ غیر ، اور در اصل حکام تابع ہوتے ہیں علماء دین کے اور مستنبطین جن کا کہ مذہب مدوّن ہوا ہے نہیں ہیں مگر چہار مجتہدین لان حکم الشاذ کالمعدوم ، پس ان ہر دو آیت سے ثابت ہوا کہ مسائل مجتہد فیہا میں بعد صحابہ کرام کے بغیر استفسار علماء مجتہدین عمل کرنا درست نہیں اور یہ بھی ثابت ہوا کہ سوا مجتہدین کے دوسرے علماء کی تقلید ناجائز ہے۔

---

[1] پ۵ سورۃ النساء ، آیت ۸۳

[2] تفسیر کبیر ، سورۃ النساء ، تحت آیت ۸۳ ، ج ۳ ، ص ۲۷۹ -

اب رہا یہ امر کہ گا ہے ایک مجتہد کی تقلید کی گا ہے دوسرے مجتہد کی، سو یہ بھی باطل ہے کہ ثابت ہے آیت مندرجہ بالا ثم اوحینا الیک الآیۃ سے کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ اے محمد! گا ہے موسیٰ کی گا ہے ابراہیم کی تقلید کر بلکہ خاص ابراہیم علیہ السلام کی تقلید کا حکم فرمایا پس اسی پر قیاس کرنا چاہئے کہ چہار مجتہدین میں سے ایک کی تقلید اختیار کرے کیونکہ مامور بہ تقلید کو ردیں میں تقلید شخصی ہے کہ مشروع ہے اور خلاف اس کا یعنی تقلید بلا تعین غیر مشروع جیسا کہ حکم فرمایا اللہ تعالیٰ نے :۔

فاقم وجھك للدین حنیفا [۲]

اور نظیر اس کی بہت سے مسئلے ایسے ہیں چنانچہ ان میں قاعدہ کلیہ فقہاء کا یہ ہے کہ تبدل ملک کا موجب ہوتا ہے تبدل عین کو، اور دلیل اس کی حدیث بریرہ کی ہے کہ آپ نے فرمایا :۔

لك صدقۃ ولنا ھدیۃ [۳]

پس جیسا کہ اس حدیث سے ثابت ہوا مسئلہ کہ تبدل ملک کا موجب تبدل عین کو ہوتا ہے اسی طرح سے آیت نے ثابت کیا تقلید شخصی کو ——— اور تیسری آیت بھی اسی مضمون کے مطابق ہے :۔

وقالوا کونوا ھودا او نصاریٰ تھتدوا قل بل ملۃ ابراھیم [۴]

ای بل نتبع ملۃ ابراھیم

اس آیت سے تلفیق بالکل باطل ہوگئی اور خود حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

واتبعت ملۃ ابراھیم

اور اسی طرح سے روایات علماء دین محققین کی چنانچہ فرمایا شیخ عبد الوہاب شعرانی نے میزان میں :۔

امامن لم یصل الی شھود عین الشریعۃ الاولیٰ وجب علیہ

---

[۱] سورۃ النحل، آیت ۱۲۳۔ [۲] سورۃ الروم، آیت ۳۰۔
[۳] مسلم، کتاب الزکاۃ، باب اباحۃ الہدیۃ للنبی، ج ۱، ص ۳۴۵۔
[۴] سورۃ البقرہ، آیت ۱۳۵۔

التقلید بمذھب معین کما مر تقریرہ خوفا من الوقوع فی الضلال و علیہ عمل الناس[1] انتہی۔

اسی طرح سے دیگر متقدمین نے کہا ہے۔ پس متحقق ہوا یہ امر کہ تقلید معین مجتہد کی مجتہدین سے واجب ہے خصوصاً تقلید امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی کہ افضل المجتہدین ہیں۔ بس ہے ان کی فضیلت میں قربیت زمانہ حضرت رسالت پناہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور تابعیت کی کما فی الحدیث:

خیر امتی قرنی ثم الذین یلونھم الخ[2]

اور کافی ہے ان کے علو شان میں یہ حدیث بخاری:۔

عن ابی ھریرۃ قال کنا جلوسا عند النبی صلی اللہ علیہ و سلم فانزلت علیہ سورۃ الجمعۃ و اٰخرین منھم لما یلحقوا بھم قال قلت من ھم یا رسول اللہ فلم یراجعہ حتی سأل ثلاثا و فینا سلمان الفارسی وضع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یدہ علی سلمان ثم قال لو کان الایمان عند الثریا لنالہ رجال او رجل من ھؤلاء رواہ البخاری[3]

اور اظہر من الشمس ہے کہ نہیں ہوا تابعین یا تبع تابعین میں اہل فارس میں سے موافق صفت مندرجہ حدیث کے سوائے امام اعظم رحمہ اللہ تعالےٰ کے۔ چنانچہ ایسا ہی کہا ہے حافظ سیوطی نے:۔

قال الحافظ السیوطی ھذا الحدیث الذی رواہ الشیخان اصل صحیح یعتمد علیہ فی الاشارۃ الی ابی حنیفۃ و قال العلامۃ الشامی صاحب السیرۃ تلمیذ الحافظ السیوطی ما جزم بہ شیخنا من ان ابا حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ ھو المراد من ھذا الحدیث ظاھر لا شک فیہ لانہ لم یبلغ من ابناء فارس فی العلم مبلغہ احد[3]

---

[1] میزان الکبریٰ۔

[2] مشکاۃ، کتاب المناقب، باب مناقب الصحابہ، حدیث نمبر ۲۔

[3] مشکاۃ، کتاب المناقب، باب جامع المناقب، حدیث نمبر ۱۰۔

اور وہ حدیث جو کہ علامہ ابن حجر مکی نے اخراج کی ہے بہت ہی صریح الدلالۃ ہے بہ نسبت [امام اعظم] رحمہ اللہ تعالیٰ کے :-

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ترفع زینۃ الدنیا سنۃ خمسین و مائۃ [۱]

یعنی زینت دنیا کی سن ایک سو پچاس میں اٹھائی جائے گی۔

[اور ظاہر] ہی ہوا کہ انتقال امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کا سنہ ۱۵۰ھ میں ہوا :-

النعمان بن ثابت الکوفی ابو حنیفۃ الامام یقال اصلہ من فارس و یقال مولی بنی تیم فقیہ مشھور من السادسۃ مات سنۃ خمسین علی الصحیح و لہ سبعون سنۃ [۲]

اور بعض جہال کہ عیب موالی ہونے کا لگاتے ہیں وہ بے خبر ہیں احادیث سے اور حالات [صحابہ] کرام سے کہ سلمان فارسی کون تھے اور کیا رتبہ تھا اور دیگر صحابہ اور رواۃ احادیث کے موالے [تھے جن] پر مدار ہے صحیح ہونے بخاری کا اور وہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم [۳]

[اور] دوسری آیت سے بھی اشارۃً فضیلت امام صاحب کی ثابت ہوتی ہے کما قال [ال]لہ تعالیٰ :-

ان یشأ یذھبکم ایھا الناس و یأت باخرین [۴]

[ج]ب کہ یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پشت سلمان پر ہاتھ مارا اور فرمایا :-

وہ اس کی قوم میں سے نہیں یعنی ابنائے فارس سے

[او]ر ظاہر ہے کہ اولاد فارس میں سے مثل امام صاحب کے کوئی نہیں ہوا۔

---

[۱] الخیرات الحسان ، مقدمہ ثالثہ ، ص ۱۵۔

[۲] امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے اسماعیل بن حماد فرماتے ہیں واللہ ما وقع علینا رق قط ، ہمارے اجداد پر کبھی [غ]لامی طاری نہیں ہوئی (رد المحتار ، ج ۱ ، ص ۴۳)

[۳] سورۃ الحجرات ، آیت ۱۳۔ [۴] سورۃ النساء ، آیت ۱۳۳

ویروی انها لما نزلت ضرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدہ علی ظہر سلمان وقال انہم قوم ھٰذا یرید ابناء فارس۔ (ابی السعود جمل ،ص ۵۱۹ ،ج ۱)

دوسری جگہ فرماتا ہے :-

وان تتولوا یستبدل قوما غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم [1]

پس آیا امام اعظم رحمہ اللہ کا اتباع کہ خیر قرن میں تھے لازم ہے یا ان علماء کا کہ زمانۂ کذب اور فساد میں ظاہر ہوئے :

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر امتی قرنی ثم الذین یلونہم ثم ان بعدھم قوما یشہدون ولا یستشہدون ویخونون ولا یؤتمنون وینذرون لا یفون ویظہر فیہم السمن متفق علیہ [2]

اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ اتباع مجتہدین کا خیر القرون میں چاہئے اور اتباع ان علماء کا کہ بعد تبع تابعین کے ہوئے ان کا نہ چاہئے اور اسی پر جمہور علماء متقدمین و متاخرین ہیں کہ تقلید شخصی واجب ہے جیسا کہ فرمایا علامہ شمس الدین قہستانی نے جامع الرموز میں :-

واعلم ان من جعل الحق متعددا اثبت للعامی الخیار من کل مذہب ما یہواہ ومن جعل واحدا کعلمائنا الزم للعامی اماما واحدا کما فی الکشف فلو اخذ من کل مذہب ما ہو صار فاسقا تاما کما فی شرح الطحاوی وللفقیہ سعید بن مسعود فیجب فی المذہب الصلابۃ ای اعتقاد کونہ حقا وصوابا کما فی الجواہر ومشائخنا قالوا مذہبنا صواب یحتمل الخطأ ومذہب غیرنا خطأ یحتمل الصواب کما فی المصفی انتہی۔ [3]

---

[1] سورۃ محمد ، آیت ۳۸ ۔

[2] مشکاۃ ، کتاب المناقب ، باب مناقب الصحابہ ، حدیث نمبر ۱ ، فصل ۱۔

[3] جامع الرموز ،

ایسا کہا ہے امام غزالی نے اور صاحب فتاوی حمادیہ اور صاحب کشف اور ملا علی قاری اور علامہ شامی اور صاحب بحر الرائق اور شیخ عبد الوہاب شعرانی اور شیخ عبد الحق دہلوی اور شاہ ولی اللہ دہلوی اور علامہ طحطاوی اور شاہ عبد العزیز دہلوی اور شیخ احمد اور بحر العلوم اور عبد الکریم اور صاحب شرح وقایہ وغیرہم نے اور کہا طحطاوی نے :-

ان هذه الفرقة الناجية المسماة باهل السنة والجماعة اجتمعت اليوم في المذاهب الاربعة وهم الحنفيون والمالكيون والشافعيون والحنبليون ومن كان خارجا عن هذه المذاهب الاربعة في هذا الزمان فهو من اهل البدعة والنار انتهى۔

ماسوائے اس کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

ما آتكم الرسول فخذوه وما نهكم عنه فانتهوا [2]

اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :- اتبعوا السواد الاعظم

اور سواد اعظم اسی پر ہے کہ تقلید شخصی واجب ہے اور ایضاً فعل حضرت کا مثل امر کے ہے اور فعل حضرت کا اتباع شخص واحد تھا پس تقلید شخصی واجب ہوئی پس مخالف جماعت کا مصداق اس حدیث شریف کا ہے :-

عن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اكرموا اصحابي فانهم خياركم ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم ثم يظهر الكذب حتى ان الرجل ليحلف ولا يستحلف و يشهد ولا يستشهد الا من سره بحبوبة الجنة فيلزم الجماعة فان الشيطان مع الفذ وهو من الاثنين ابعد - رواه النسائي واسناده صحيح [3]

---

[1] طحطاوی

[2] سورۃ الحشر، آیت ۷

[3] مشکاۃ، کتاب المناقب، باب مناقب الصحابہ، حدیث ۷، فصل ۲۔

الحمدللہ کہ مقلدین وسطِ جنت میں ہوں گے و اطلبوا الھدایۃ من اللہ تعالیٰ لغیر المقلدین اور جو کہ جماعت سے جدا ہوا اس کی موت جاہلیت کی ہوگی۔

عن ابی ھریرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من خرج من الطاعۃ وفارق الجماعۃ فمات مات میتۃ جاھلیۃ رواہ مسلم [۱]

پس جو شخص کہ رخصتِ مذاہب کا قائل ہے اور تقلید امام معین کو حرام جانتا ہے وہ مخالفت کرتا ہے آیت ثم اوحینا الیک ان اتبع الآیۃ کی اور مورد اس حدیث کا ہے :۔

عن معاذ بن جبل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الشیطان ذئب الانسان کذئب الغنم یأخذ الشاذۃ والقاصیۃ والناحیۃ وایاکم والشعاب وعلیکم بالجماعۃ والعامۃ رواہ احمد [۲]

اور مصداق آیہ کریمہ افرأیت من اتخذ الٰھہ ھواہ [۳] متبع خواہش نفسانی کا اور مرید نفس شیطانی کا ہے اور مورد وعید نار کا بخالفت جمہور ہے :۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار [۴]

اور رسی اسلام کی اپنی گردن سے نکال دی ہے اور بجہت اعتقاد حرمت تقلید شخصی اور اصرار برآں خوف کفر ہے :۔

کما قال اللہ تعالیٰ بما عصوا وکانوا یعتدون ۵ ای

---

[۱] (ا) مشکوٰۃ، کتاب الامارت والقضاء، حدیث نمبر ۹۔

(ب) مسلم، باب وجوب ملازمۃ جماعۃ المسلمین، ج ۲، ص ۱۲۷۔

[۲] مشکوٰۃ، کتاب الایمان، باب الاعتصام الخ، حدیث نمبر ۵۴، فصل ۲۔

[۳] سورۃ الجاثیہ، آیت ۲۳۔

[۴] مشکوٰۃ، کتاب الایمان، باب الاعتصام الخ، حدیث ۳۵، فصل ۲۔

[۵] سورۃ البقرۃ، آیت ۶۱۔

بما عصوا امر اللہ تعالیٰ وکانوا یعتدون یتجاوزون الحلال
الی الحرام ای بسبب عصیانهم واعتدائهم حدود
اللہ علی الاستمرار فان الاصرار علی الصغائر یفضی
الی الکبائر وهی تفضی الی الکفر انتهی ما فی ابی السعود[1]

واللہ اعلم بالصواب

حررہ واجابہ خاکِ رہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی

۶

[2]مسکین رسالہ ہذا من اولہ الی آخرہ بنظرِ تعمق مطالعہ نمود موافق مذہب اہلِ سنت وجماعت
ت والحق سالک مذہب واحد بصراطِ مستقیم است خصوصاً بر مذہب حنفی کہ معتمد علیہ سوادِ اعظم
ست کہ اکثر از اہلِ اسلام متبع ابی حنیفہ گذشتہ اند علیہم الرضوان، و در اصول و فروع بر سائر مذاہب
یت دارند آیا نمی بینی کہ امامِ اعظم (رحمہ اللہ تعالیٰ) در اتباعِ سنتِ سنیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام از ہمہ
مقدم است کہ احادیث مرسل وقول صحابی را بواسطہ بزرگی صحبت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام
ئے خود مقدم دارد برخلاف دیگر ائمہ (رحمہم اللہ تعالیٰ) کہ بر قیاسِ خود قولِ صحابی را تقدیم نمی
نند عجب می آید بر آں کسے کہ باوجود ایں احتیاط آں را از اصحاب رائے می دانند و کلامِ بے دیانہ
شائستہ بہ نسبت آں بر زبان می رانند حالانکہ جمِ غفیر از پیشینیان بکمال فضل و علم و ورع
تقوی او مقر اند، اللہ تعالیٰ ایشاں را بر راہِ راست آورد کہ ایں چنیں رئیس دین را آزار
رسانند و تبعان او را کہ سوادِ اعظم اند نسبت بضلالت نمایند، آں جماعہ باشد کہ در شانِ آں
آیہ کریمہ :- یریدون ان یطفؤا نور اللہ بافواههم[3]

---

[1] تفسیر ابو السعود، سورۃ البقرہ زیر آیت ۶۱ (بالفاظ مختلف) ج ۱، ص ۳۳۲۔

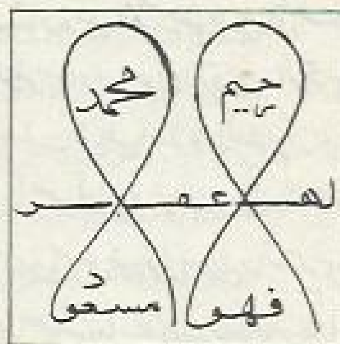
[2] مسئلہ تقلید سے متعلق ایک فتویٰ نواب قطب الدین خاں صاحب نے بعنوان تنویر الحق (مطبوعہ لاہور ۱۳۲۵ھ) شائع کیا تھا اس فتوے پر حضرت فقیہ السند کے تصدیقی دستخط مع توضیحی ریمارکس ثبت ہیں یہاں یہ ریمارکس پیش کئے جاتے ہیں۔ مسعود

[3] سورۃ التوبہ، آیت ۳۲۔

واقع است چرا کہ بزعمِ فاسدِ خود ایشاں را اصحاب رائے می پندارد و تابعِ کتاب و سنت نمی شمارد و
تارکِ کتاب و سنت ضال و مبتدع است بلکہ از احاطۂ اسلام خارج است ایں اعتقادِ فاسد
گرجائے کہ مقصودش ابطال نصف دین باشد ناقضے اعتدا و احادیث یاد کردہ بزعمِ ناقص
احکامِ شرعیہ را در آں منحصر دانستہ و ماسوائے معلوم خود را معدوم انگاشتہ و بر تقصیرِ فہمِ خود
نہ گشتہ و آنچہ نزد او ثابت نہ شدہ است آں را منتفی ساختہ و زبانِ طعن کشادہ مثل فرقہ خوارج
در وافض گشتہ **قطعہ**

حاش للہ برآرم بزباں ایں گلہ را	قاصرے گر کند ایں طائفہ را طعن قصور
روبہ از حیلہ چساں بگسلد ایں سلسلہ را؟	ہمہ شیرانِ جہاں بستۂ ایں سلسلہ اند

ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هديتنا وهب لنا من لدنك
رحمة انك انت الوهاب ه (سورۃ آل عمران، آیت ۸)



حررہ شیخ رحیم بخش دہلوی الملقب بمحمد مسعود نقشبندی

سوال ۷

چہ فرمایند ائمۂ دین کہ موتیٰ مسلم در قبرِ خود سماعت دارد یا نہ؟ و بر قبرش
السلام علیکم گفتن باید یا نہ؟ و خواص و عوام از ارواحِ اولیاء کرام مستفیض می شوند
یا نہ؟ و بر قبورِ ایشاں چہ باید کرد؟ و بر قبورِ عامۂ مومنین چہ باید کرد؟
بینوا بالدلیل توجروا من الرب الجلیل۔

الجواب

بعونہ تعالیٰ بعد از حمد و صلوٰۃ می گوید فقیر محمد مسعود نقشبندی دہلوی کہ سماعِ موتیٰ او تعالیٰ
ہرگاہ کہ خواہد قدرتِ سماع دہد حق است لا مریۃ فیہ کما یدل علیہ الحدیث۔

۱۔ عن ابی طلحۃ ان نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امر براحلتہ فشد علیہا رحلہا ثم مشی واتبعہ اصحابہ حتی قام علی شفۃ الرکی فجعل ینادیہم باسمائہم واسماء ابائہم یا فلان بن فلان یا فلان بن فلان ایسرکم انکم اطعتم اللہ ورسولہ فانا قد وجدنا ما وعدنا ربنا حقا فہل وجدتم ما وعد ربکم حقا قال فقال عمر یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما تکلم من اجساد لا ارواح لہا فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفس محمد بیدہ ما انتم باسمع لما اقول منہم وفی روایۃ ما انتم باسمع منہم ولکن لا یجیبون متفق علیہ [1]

پس ازیں حدیث متفق علیہ ثابت گردید کہ اموات می شنوند ہمچنانکہ قاضی عیاض گفتہ [...]ختیار نمودہ او را امام نووی شارح مسلم:

قال القاضی یحمل سماعہم علی ما یحمل علیہ سماع الموتی فی احادیث عذاب القبر وفتنتہ التی لا مدفع لہا وذلک باحیائہم او احیاء جزء منہم یعقلون بہ ویسمعون فی الوقت الذی یرید اللہ ھذا کلام القاضی وھو الظاہر المختار الذی تقتضیہ احادیث السلام علی القبور واللہ اعلم انتہی ما فی شرح المسلم للنووی۔ [2]

[...]ست در طیبی و کدام کس خیالی بکند کہ بعد از تبدل و تغیر و خاکستر شدن اجساد اموات حیوۃ را [...] گوئم کہ ایں تبدل و تغیر و لحوق حیوۃ نیست زیرا کہ ایں قالب جسمانی برائے حیوۃ شرط نیست [...] دراست کہ در ہر ذرہ از ذرات و در ہر جزء از اجزاء صغیرہ سوا احتیاج ترکیب و تالیف

---

[1] [...] بخاری، کتاب المغازی باب قتل ابی جہل، ج ۲، ص ۵۶۶۔

[...] مشکوٰۃ، کتاب الجہاد باب حکم الاسراء، فصل اول، حدیث نمبر ۸

[2] [...] مسلم، باب عرض مقعد المیت من الجنۃ والنار علیہ، جلد ۲۔ ص ۳۸۷۔

اعادۂ حیوۃ کند چنانکہ دلالت کند کلامِ قاضی یعنی و احیاء جزء منھم کما فی تفسیر الرازی :-

و اما عندنا فالبدن لیس شرطاً فی الحیٰوۃ و لا امتناع فی ان یعید اللہ الحیٰوۃ الی کل واحد من تلک الذرات والاجزاء الصغیرۃ من غیر حاجۃ الی الترکیب و التالیف[1]

و دلالت میکنند بر سماعِ موتیٰ احادیثے کہ در زیارت قبور آمدہ اند ۔

۲ ۔ عن بریدۃ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعلمھم اذا خرجوا الی المقابر السلام علیکم اھل الدیار من المؤمنین والمسلمین و انا ان شاء اللہ بکم للاحقون نسأل اللہ لنا و لکم العافیۃ ۔

۳ ۔ وعن عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلما کان لیلتھا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخرج من اخر اللیل الی البقیع فیقول السلام علیکم دار قوم مؤمنین و اتاکم ما توعدون غدا مؤجلون وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون اللھم اغفر لاھل البقیع الغرقد ۔

۴ ۔ وعنھا قالت کیف اقول یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) تعنی فی زیارۃ القبور قال قولی السلام علی اھل الدیار من المؤمنین والمسلمین و یرحم اللہ المستقدمین منا و المستاخرین وانا ان شاء اللہ بکم للاحقون ۔ روی ھذہ الثلاثۃ (مسلم[2])

۵ ۔ وعن ابن عباس قال مر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بقبور بالمدینۃ

---

[1] تفسیر کبیر، سورۃ البقرۃ، زیر آیت، ج ۲، ص ۳۷ ۔

[2] (ا) مشکاۃ، کتاب الجنائز، باب زیارۃ القبور، حدیث نمبر ۳، ۵، ۶ ۔

(ب) مسلم، کتاب الجنائز، باب ما یقول عند دخول القبور الخ، ج ۱، ص ۳۱۳، ۳۱۴ ۔

فاقبل علیهم بوجهه فقال السلام یا اهل القبور یغفر الله

لنا ولکم انتم سلفنا ونحن بالاثر رواه الترمذی [1]

پس خطاب نمودن آنحضرت صلی الله علیه وسلم با موتیٰ دلالت میکند بر سماع موتی زیرا که خطاب

سماع و علم او را نباشد غیر معقول است و حالانکه خطاب بسلام برائے زنده و مرده سنت

واما المخاطبة به لحی او میت فسنة فقال السلام علیکم

او علیك او سلام علیك او علیکم ، شرح مسلم [4]

است در ترجمه شیخ زیر حدیث متفق علیه ۔

بدانکه این حدیث متفق علیه صریح است در ثبوت سماع مر اموات را و حصول علم مر ایشان

خطاب کرده می شوند و همچنین در حدیث مسلم آمده است که میت می شنود کوفتن نعال مردم

بگردند از دفن [2] و همچنین آنکه در زیارت آنحضرت صلی الله علیه وسلم اهل بقیع را آمده که سلام

ایشان و خطاب کرد مر ایشان را و گفت سلام بر شما ای اهل دار مسلمانان آمد شما را

کرده شده بود و ما نیز ان شاء الله تعالی می پیوسته گانیم بشما [3] زیرا که خطاب با کسی که نشنود

معقول نیست و نزدیک ست که شمار کرده شود از جمله عبث و در حدیث ترمذی آمده که

زیارت کرد عائشه برادر خود عبد الرحمٰن ابن ابی بکر به مکه خطاب کرد او را و گفت اگر حاضر میشدم

موت تو دفن نمیکردم ترا مگر آنجا که مرده بودی و اگر حاضر میشدم دران وقت زیارت

کردم . انتهی [5]

و در خبر آمده که بروز پنجشنبه و جمعه و شنبه موتیٰ را علم زائرین میباشد ۔

وکان محمد بن واسع یزور یوم الجمعة فقیل له لو اخرت

الی یوم الاثنین قال بلغنی ان الموتیٰ یعلمون من یزورهم

یوم الجمعة و یوما قبله و یوما بعده انتهی ما

---

[1] مشکاة ، کتاب الجنائز ، باب زیارة القبور ، حدیث نمبر ۴ ، فصل ۱

[2] مشکاة ، کتاب الایمان ، اثبات عذاب القبر ، حدیث نمبر ۲ ، فصل ۱ ۔

[3] مشکاة ، کتاب الجنائز ، باب زیارة القبور ، حدیث نمبر ۳ ، فصل ۱ ۔

[4] شرح مسلم ، جلد ۱ ، کتاب الجنائز ، فصل فی التسلیم علی اہل القبور ، ص ۳۱۳ ۔ ملخصاً

[5] اشعة اللمعات ،

فی الاحیا[1] وعن عائشۃ قالت کنت ادخل بیتی الذی
فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانی واضع ثوبی واقول
انما زوجی وابی فلما دفن عمر معہم فواللہ ما دخلتہ
الا وانا مشدودۃ علی ثیابی حیاء من عمر رواہ احمد[2]

ایں حدیث صاف دلالت کردہ کہ اولیاء حیات اند و علم دارند :-

قولہ حیاء من عمر فیہ وضح دلیل علی حیاۃ المیت وعلی
انہ ینبغی احترام المیت عند زیارتہ مہما امکن لاسیما
الصالحین بان یکون فی غایۃ الحیاء والتادب بظاہرہ
وباطنہ فان للصالحین مددا بالغا لزوارہم بحسب
ادبہم ونسبتہم وقبولہم کذا فی شرح الشیخ اللمعات[3]

دریں حدیث دلیلے واضح است بر حیاتِ میت و علمِ وے وآنکہ واجب است احترامِ
میت نزد زیارتِ وے خصوصاً صالحان ومراعاتِ ادب بر قدرِ مراتبِ ایشاں چنانچہ در حالتِ حیاتِ
ایشاں بود[4] زیرا کہ صالحاں را مددِ بلیغ است مر زیارت کنندگانِ خود را باندازہِ ادبِ ایشاں و
از عمیر در سننِ ابی داؤد حدیثے آمدہ است کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ کہ بیت الحرام قبلہ
شما است در حیات و بعد از ممات :-

عن عمیر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واستقبلوا
البیت الحرام قبلتکم احیاء وامواتا رواہ ابوداود[5]

پس معلوم شد کہ بعد از ممات نیز اولیاء کاملین متوجہ بہ قبلہ مے مانند و نماز میگذارند چنانچہ
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم در لیلِ معراج بعض انبیاء را در نماز دید :-

واخرج ابن ابی الدنیا فی کتاب القبور عن عائشۃ قالت
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من رجل یزور

---

[1] احیاء علوم الدین ، الجزء الرابع ، باب زیارۃ القبور والدعاء للمیت الخ ، ص ۴۷۵۔
[2] مشکوٰۃ ، کتاب الجنائز ، باب زیارۃ القبور ، حدیث نمبر ۱ ، فصل ۳۔
[3] لمعات ، کتاب الجنائز ، باب زیارۃ القبور ، ج ۳ ، ص ۴۹۴ ۔
[4] اشعۃ اللمعات ، باب زیارۃ القبور ، ج ۱ ، ص ۲۰۰۔
[5] ابوداؤد ،

قبراخیہ و یجلس عندہ الا استأنس و رد علیہ حتی یقوم
وایضا منہ والبیہقی عن ابی ھریرۃ قال اذا مر الرجل بقبر
یعرفہ فسلم علیہ رد علیہ السلام وعرفہ و اذا مر بقبر
لا یعرفہ فسلم علیہ رد علیہ السلام[1] قال السبکی عود الروح
الی الجسد فی القبر ثابت فی الصحیح لسائر الموتی فضلاً
عن الشہداء فانما النظر فی استمرارھا فی البدن و فی
ان البدن یصیر حیا بہا کحالتہ فی الدنیا او حیا بدونہا
وھی حیث شاء اللہ فان ملازمۃ الحیاۃ للروح امر عادی
لا عقلی فہذا ای ان البدن یصیر بہا حیا کحالتہ فی
الدنیا مما یجوزہ العقل فان صح بہ سمع اتبع وقد
ذکرہ جماعۃ من العلماء یشہد لہ صلوٰۃ موسیٰ علیہ السلام
فی قبرہ فان الصلوٰۃ تستدعی جسدا حیا وکذلک الصفات
المذکورۃ فی الانبیاء لیلۃ الاسراء کلہا صفات الاجسام
ولا یلزم من کونہا حیوٰۃ حقیقیۃ ان تکون الابدان معہا
کما کانت فی الدنیا من الاحتیاج الی الطعام و الشراب
وغیر ذلک من صفات الاجسام التی نشاھدھا بل یکون
لہا حکم آخر و بالادراکات کالعلم والسماع فلا شک ان
ذلک ثابت لہم ولسائر الموتی انتہی ما فی شرح الصدور[2]
وھکذا فی ابناء الاذکیاء۔

و اگر کدام اعتراض بمیان آرد کہ درینجا حیات انبیاء ثابت شدند کہ حیات اولیاء،
در جواب گوئیم کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حیات اند و روح علیہ الصلوٰۃ والسلام در رفیق اعلیٰ
است و ہمچنان شہداء و او تعالیٰ میفرماید :۔

---

[1] شرح الصدور ، باب زیارۃ القبور ، ص ۸۴۔
[2] ایضا : ص ۸۵۔

ومن يطع الله والرسول فاولئك مع الذين انعم الله عليهم من النبيين والصديقين والشهداء والصلحين وحسن اولئك رفيقا[1]

وایں معیت با انبیاء وصدیقین وشہداء باطلاقِ خود ثابت است چہ در دنیا وچہ در برزخ وچہ بدار جزاء، پس اولیاء کاملین کہ متبعین خدا ورسول اند زندہ ہستند نہ کہ مردہ محض بہ مصداق ہذا حدیث نبوی است علیہ الصلوٰۃ والسلام کہ در صحیحین آمدہ است :-

عن ابن مسعود قال جاء رجل الى النبي صلى الله عليه وسلم فقال يارسول الله كيف تقول في رجل احب قوما ولم يلحق بهم فقال المرء مع من احب متفق عليه[2]

ازیں حدیث ثابت شد کہ اگرچہ اولیاء کاملین بعد از حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر اند ولیکن بجہت محبت وعشق بہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روحِ ایشاں در دنیا باحضرت صلی اللہ علیہ وسلم است وبعد از انتقال اوشاں معیت بتمامہ حاصل است وحیاتِ او صلی اللہ علیہ وسلم بعد انتقال از احادیث ثابت ومتحقق است چنانچہ در حدیثِ ابوداؤد آمدہ :-

عن اوس بن اوس قال قال ان من افضل ايامكم يوم الجمعة فيه خلق ادم وفيه قبض وفيه النفخة وفيه الصعقة فاكثروا على من الصلوٰة فيه فان صلوٰتكم معروضة على قالوا يارسول الله كيف تعرض صلوٰتنا عليك وقد ارمت قال يقولون بليت قال ان الله حرم على الارض اجساد الانبياء رواه ابوداؤد والنسائي وابن ماجة والدارمي والبيهقي في الدعوات الكبير[3]

ودر دیگر حدیث آمدہ کہ انبیاء حیات اند بعد از مرگ رزق دادہ می شوند :-

---

[1] سورۃ النساء، آیت ۶۹۔

[2] مشکاۃ، کتاب الآداب، باب الحب فی اللہ ومن اللہ، حدیث نمبر ۶، فصل ۱۔

[3] مشکاۃ، کتاب الصلاۃ، باب الجمعہ، حدیث نمبر ۸، فصل ۲۔

عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اکثروا الصلوٰۃ علیّ یوم الجمعۃ فانہ مشہود تشہدہ
الملائکۃ وان احدا لم یصل علیّ الا عرضت علیّ صلوٰتہ
حتی یفرغ منہا قال قلت وبعد الموت؟ قال ان اللہ حرم
علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق
رواہ ابن ماجۃ [1]

پس متحقق شد کہ سماعِ موتیٰ حق است خواہ بعودِ روح در جسم باشد خواہ بغیرِ آن خواہ گاہ باشد
یا باشد البتہ وقتِ زیارتِ قبور سماع ضروری است کما تشہد بہ الاحادیث التی
وردت فی زیارۃ القبور فانظرھا۔

وصاحب مجالس الابرار می نویسد وقتیکہ عورت بر قبر برسد روح میت برو لعنت می کند:

واذا اتت القبر یلعنہا روح المیت

پس معلوم شد کہ میت را بوقت زیارۃ علم میباشد و بعد چند سطور می نویسد کہ زیارت کنندہ بر قبر
رفتہ سلام بگوید و با میت خطاب کند مثل خطاب حاضرین:

فعلی ھذا کل من یرید ان یزور القبور من الرجال ینبغی
ان لا یکون حظہ من زیارتہ لہا الطواف علیہا کالبہائم
بل ینبغی لہ اذا جاءھا ان یسلم علی اہلہا ویخاطبہم
خطاب الحاضرین ویسأل لہم الرحمۃ والمغفرۃ
والعافیۃ کما تقدم فی الاحادیث انتہی ما فی مجالس
الابرار [2]

اگر کدام کس اعتراض آرد کہ او تعالیٰ میفرماید انک لا تسمع الموتیٰ [3] و دیگر جا
میفرماید ما انت بمسمع من فی القبور [4] پس سماعِ موتیٰ چہ معنی دارد؟

---

[1] مشکوٰۃ، کتاب الصلوٰۃ، باب الجمعہ، حدیث نمبر ۱۳، فصل ۳۔

[2] مجالس الابرار، المجلس السابع والخمسون، ص ۳۳۶، ۳۳۷۔

[3] سورۃ النمل، آیت ۸۰۔ [4] سورۃ فاطر، آیت ۲۲۔

اوّلاً میگوئم کہ او تعالےٰ کفار را بموتیٰ تشبیہ دادہ و نیز ظاہر است کہ وجہ تشبیہ عدم
سماعِ محض درینجا متحقق نمیشود زیرا کہ کفار را سماع حاصل بود پس لامحالہ وجہ تشبیہ دریں آیت
عدم انتفاع بمسموعات وعدم تاثیر است ہمچنانکہ موتیٰ بعد از ممات منتفع و متوثر بکلام نمی شوند
ہمچنیں کفار از کلامِ الٰہی منتفع و متوثر نمی شوند کما قیدہ اہل التفاسیر و ایں چنیں مجاز در کلامِ الٰہی
بسیار جا آمدہ است چنانچہ بروزِ قیامت بوقت افتادن بدوزخ دوزخیاں خواہند
گفت کہ اگر تبلیغ رسول می شنیدیم نمی بودیم در دوزخ وحالانکہ در دنیا سماع می داشتند
اصم نبودند و احکامِ رسول بخوبی می شنیدند البتہ سماعِ قبول کہ بدلِ ایشاں اگر میکرد نبود چنانچہ
او تعالیٰ خبر میدہد وقالوا لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحاب السعیر[1]
بقولہ ای سماع قبول۔ ہمچنیں گفتہ شارح علامہ القسطلانی در شرح بخاری زیر قولہ
تعالیٰ انک لا تسمع الموتیٰ وما انت بمسمع من فی القبور :-

والذی علیہ جماعۃ من المفسرین وغیرھم انہ مجاز
وان المراد بالموتی وبمن فی القبور الکفار شبھوا بالموتی
وھم احیاء حیث لا ینتفعون بمسموعھم کما لا تنتفع
الاموات بعد موتھم وصیرورتھم الی قبورھم وھم
کفار بالھدایۃ والدعوۃ فلا دلیل فی ھذا علی
ما تنفیہ عائشۃ رضی اللہ عنہا انتھیٰ[2]

وجواب دوم اینکہ در آیتِ کریمہ نفی اسماع است نہ کہ نفی سماع یعنی آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم موتیٰ را نمی شنوانند ولیکن او تعالیٰ می شنواند چنانچہ در قولِ او تعالیٰ :-

انک لا تھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء[3]

وحالانکہ از شانِ وے صلی اللہ علیہ وسلم ہدایتِ مخلوقات بود کما نص فی القرآن پس مراد
از نفی ہدایت و نفی سماع مطلقاً نیست بلکہ نفی ایجاد ہدایت و سماع است :-

واجیب بانہ لا یسمعھم وھم موتی ولکن اللہ عز
وجل احیاھم حتی سمعوا کما قال قتادۃ، انتھیٰ

---

۱ سورۃ الملک ، آیت ۱۰

۲ ارشاد الساری ، کتاب المغازی ، باب قتل ابی جہل ، ج ۶ ، ص ۲۵۵ -

۳ سورۃ القصص ، آیت ۵۶ -

ما فی القسطلانی [۱]

سیوم اینکہ مراد عائشہ از نفی سماعِ موتی عدم سماعِ موتی کفار است نہ کہ امواتِ مومنین
زیرا کہ خود حضرتِ عائشہ تفسیر عدم سماع کردہ وگفتہ حین تبوؤا مقاعدھم من النار
یعنی عدم سماعِ موتی مقید حالت جائے گرفتن ایشاں بدوزخ است :-

تقول ای عائشۃ من قولہ انک لا تسمع الموتی حین
تبوؤا ای اتخذوا مقاعدھم من النار فاشار الی ان
اطلاق النفی فی الآیۃ مقید بحال استقرارھم فی النار
انتہی ما فی القسطلانی [۲]

وانکہ حضرتِ عائشہ نفی قولِ ابن عمر کردہ کہ در حدیث است انہم لیسمعون
ما اقول سماع نکردہ بلکہ نفی الفاظِ حدیث کردہ وگفتہ این کلمات حدیث کہ ابنِ عمر بیان میکند
در حدیث نیامدہ بلکہ این چنیں آمدہ :

انھم الآن لیعلمون ان ما کنت اقول لھم حق

بجائے لیسمعون لیعلمون آمدہ وابنِ عمر را وہم واقع شدہ و بر ظاہر است کہ علم موتی منافی
سماعِ او نیست کما فی الحدیث الذی رواہ البخاری [۳]

قالت وذاک مثل قولہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
قام علی القلیب وفیہ قتلی بدر من المشرکین فقال
لھم ما قال ای قولہ ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہم فی تعذیب
المیت انہم لیسمعون ما اقول بیان بقولہ مثل ما قال
انما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہم الآن لیعلمون
ان ما کنت اقول لہم حق ای وھم ابن عمر فقال لیسمعون
بدل لیعلمون والعلم کما قال البیہقی وغیرہ لا یمنع
السماع فلا تنافی بین ما انکرتہ واثبتہ ابن عمر
وغیرہ انتہی ما فی القسطلانی [۱]

---

[۱] ارشاد الساری، کتاب المغازی، باب قتل ابی جہل، ج ۶، ص ۲۵۵۔
[۲] ایضاً ، ، ، ، ، ، ، ، ، ، -

پس از تقریراتِ بالا تخالف مابین قولہ وما انت بمسمع و قولہ صلی اللہ علیہ وسلم
ما انتم باسمع لما اقول منھم منتفی شدہ و تطابق پیدا آمدہ کہ شان علماءِ محققین است
و باید دانست کہ مفارقۃ روح از جسم در برزخ بالکلیہ نمی شود بلکہ تعلق روح والتفات او با جسم
بعد از مرگ بعالم برزخ میماند چنانچہ سلامِ سلام کنندہ و آوازِ نعلین می شنود کما فی الحدیث

والمراد بتعلقھا بہ فی البرزخ فانھا وان فارقتہ وتجردت
عنہ فانھا لم تفارقہ فراقاً کلیاً بحیث لا یبقی لھا
الیہ التفات البتۃ فانہ ورد ردھا الیہ وقت سلام
المسلم علیہ وورد انہ یسمع خفق نعالھم حین یولون
عنہ انتھی ما فی شرح الفقہ الاکبر[1]

پس تحقیق شدہ کہ اموات می شنوند اگرچہ اجسادِ ایشاں متغیر شوند کجا کہ اولیاءِ کاملین
کہ زندہ باشند و اجسادِ ایشاں متغیر نگردند چنانکہ دلالت کنند بریں ادلہ و اقوالِ علماءِ محققین

بل احیاء یعنی ان اللہ یعطی لارواحھم قوۃ الاجساد فیذھبون
من الارض والسماء والجنۃ حیث یشاؤن وینصرون
اولیائھم ویدمرون اعدائھم ان شاء اللہ تعالیٰ ومن
اجل ذٰلک الحیٰوۃ لاتاکل الارض اجسادھم ولا اکفانھم۔

و باز زیرایں آیت نویسد:۔

ولذٰلک قالت الصوفیۃ العلیۃ ارواحنا اجسادنا واجسادنا
ارواحنا وقد تواتر عن کثیر من الاولیاء انھم ینصرون
اولیائھم ویدمرون اعدائھم ویھدون الی اللہ من یشاء
اللہ تعالیٰ وقد ذکر المجدد رضی اللہ عنہ ان ارباب کمالات
النبوۃ بالوراثۃ (قلت وھم الصدیقون والمقربون فی
لسان الشرع) یعطی لھم من اللہ تعالیٰ وجوداً موھوباً ویدل
علی ان اجساد الانبیاء والشھداء وبعض الصلحاء لا یاکلھا

---

[1] ملا علی قاری ، شرح فقہ اکبر ، مطبوعہ مصر ، ص ۱۲۶

الارض۔

واخرج الطبرانی عن ابن عمر قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم المؤذن المحتسب کالشہید المتشحط فی دمہ اذا مات لم یدود فی قبرہ۔

واخرج ابن مندۃ عن جابر بن عبداللّٰہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ اذا مات حامل القران اوحی اللّٰہ الی الارض ان لا تاکل لحمہ فیقول الارض ای رب کیف اکل لحمہ وکلامک فی جوفہ قال ابن مندۃ و فی الباب عن ابی ہریرۃ و ابن مسعود قلت لعل المراد بحامل القران الصدیق فان مساس برکات القران مختص بہ حیث قال اللّٰہ تعالیٰ لا یمسہ الا المطہرون۔

واخرج المروزی عن قتادۃ قال بلغنی ان الارض لا تسلط علی الجسد الذی لم یعمل خطیئۃ قلت لعل المراد بالذی لم یعمل خطیئۃ الصالحون من عباد اللّٰہ اعنی اولیاء اللّٰہ کانوا محفوظین من الخطایا و مغفورین حتی صلحت قلوبہم و اجسادہم واللّٰہ اعلم انتہی ما فی التفسیر المظہری للقاضی [1]

ایں تحقیق قاضی را کہ روایت کرد او را ترمذی :-

عن ابن عباس قال ضرب بعض اصحاب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم خباءہ علی قبر وھو لا یحسب انہ قبر فاذا قبر انسان یقرأ سورۃ الملک حتی ختمہا فاتی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللّٰہ ضربت

---

[1] تفسیر المظہری، جلد اول، زیر آیہ ولا تقولوا لمن یقتل الخ - سورۃ البقرۃ آیت ۱۵۴.

خباءَ على قبر وانا لا احسب انه قبر فاذا فيه انسان
يقرء سورة الملك حتى ختمها فقال النبي صلى الله
عليه وسلم هي المانعة هي المنجية تنجيه من عذاب
القبر رواه الترمذي [1]

پس ثابت شد که اولیاء الله زنده اند چنانکه استفاده کرده میشود ورنه تحریر مو
اسمٰعیل که در صراط مستقیم تحریر نموده :-

پس باید دانست که هر چند اولیاء مقبولان بارگاه حق را موت جسے
است که حبیب را بحبیب برساند و ایشان را آنجہاں انعامات الله و معارف
ربانیه عطا می شوند که دریں عالم احیاء و زندگان را کمتر نصیب می شوند
بناءً علیه آنها را احیاء میتواں گفت انتہی [2]

و دیگر حدیث نیز بایں معنی آمده است که او را در شرح السنه روایت کرده و بیہقی در شعب الا
عن عائشة قالت قال رسول الله صلى
الله عليه وسلم دخلت الجنة فسمعت فيها قراءة فقلت
من هذا قالوا حارثة بن النعمان كذلكم البر وكان ابر
الناس بامه رواه في شرح السنة والبيهقي في شعب الايمان [3]

پس ہر کہ نیکی کرد مقبول بارگاہِ الٰہی شد حیاتِ ابدی یافت کجا که اولیاء کاملین که
نکو یہا یُحیا شد و در نسائی نیز ایں حدیث آمده است و در ابوداؤد حدیث ازجا بر آمده که
بعد از شش ماه از قبر خارج شد و ہیچ تغیر در و واقع نشده :-

عن جابر قال دفن مع ابي رجل فكان في نفسي من ذلك
حاجة فاخرجته بعد ستة اشهر ما انكرت منه شيئا
الا شعيرات كن في لحيته مما يلي الارض رواه ابوداؤد [4]

---

[1] ترمذی ، ابواب فضائل القرآن ، ما جاء فی سورة الملک ، ص ٤١٠ -
[2] صراطِ مستقیم ،
[3] مشکاة ، کتاب الآداب ، باب البر والصلة ، حدیث نمبر ١٦ ، فصل ٢ -
[4] ابوداؤد ، کتاب الجنائز ، باب فی تحویل المیت ، ص ٢١٨

پس خواص کاملین کہ استعداد تحصیل فیوض از قبور اولیاءِ کاملین می دارند و شرح صدر بمصداق افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فہو علی نور من ربہ[1] نصیب وقت ایشاں گردیدہ و عوارضات و سرادقات ظلمات قلبی مرتفع شدہ و اتصال بحظیرۃ القدس نقد وقت آشنا گشتہ و انکشافِ روحانی و ملکوتی بدست آمدہ بر قوۃِ درّاکہ بآں اشیاءِ شہادیہ یا غیبیہ را دریافت می تواں کرد ملکۂ کاملہ گردیدہ ایں چنیں خواص را اخذِ فیوض از قبورِ اولیاء اللہ رواست کہ ایشاں را فیوض حاصل می شود و تصرفات روحِ اولیاءِ کاملین بعد از انتقال مثل حیات باقی میماند چنانچہ امامِ غزالی گفتہ :-

ہر کہ بوے در حالتِ حیاتش تبرک جویند بعد از ممات نیز بوے تبرک و انتفاع گیرند زیرا کہ موت انتقال روح است از جسد و بعد از انتقال روح باقی میماند کما نطق علیہ الاحادیث ان شئت فانظرہا ان الموت معناہ تغیر حال فقط وان الروح باقیۃ بعد مفارقۃ الجسد پس لامحالہ تصرفاتیکہ تعلق بوساطتِ جسم اند منتفی می شوند و تصرفاتیکہ تعلق خاص بروح اند بعد از انتقال از جسم باقی میماند فکل ما ہو وصف للروح بنفسہا فیبقی معہا بعد مفارقۃ الجسد و ما ہو لہا بواسطۃ الاعضاء فیتعطل بموت الجسد الی ان تعاد الروح الی الجسد بلکہ بعد از ممات روح را انکشاف زیادہ تر می شود والثانی انہ ینکشف لہ بالموت ما لم یکن مکشوفا فی الحیوۃ کما ینکشف للمتیقظ ما لم یکن مکشوفا فی النوم و الناس نیام فاذا ماتوا انتبہوا انتہی ما فی الاحیاء[2] من لم یذق لم یدر۔

شرح صدور جلال الدین السیوطی گفتہ کہ :-

موت عدمِ محض نیست بلکہ تبدل و تغیرِ حال و انتقال از خانہ بخانۂ دیگر است

---

[1] سورۃ الزمر، آیت ۲۲۔

[2] [illegible]، الجزء الرابع، الباب الرابع فی حقیقۃ الموت الخ (مطبوعہ مصر) ص ۴۲۸۔

قال العلماء ليس بعدم محض ولا فناء صرف وانما
هو انقطاع تعلق الروح بالبدن ومفارقته وحيلولة بينهما
وتبدل حال وانتقال من دار الى دار۔

اخرج ابونعيم عن بلال بن سعد انه قال فى وعظه يا اهل
الخلود ويا اهل البقاء انكم لم تخلقوا للفناء وانما خلقتم
للخلود والابد وانكم تنقلون من دار الى دار۔

وعن عمر بن عبد العزيز قال انما خلقتم للابد و
البقاء ولكنكم تنقلون من دار الى دار انتهى [1]

ودیگر روایات بسیار اند بخوف طوالت ترک نمودہ وصاحب مجالس الابرار گفتہ :۔
اذ قد قال العلماء الموت ليس بعدم محض وفناء صرف
وانما هو انقطاع تعلق الروح بالبدن ومفارقته عنه و
تبدل من حال الى حال وانتقال من دار الى دار انتهى [2]

وہمچنیں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی در حجۃ اللہ البالغہ میفرمایند کہ :۔
" روح انسانی بعد از مرگ مادہ ارضی عارضی را ترک می سازد و بذات خود
باقی میماند و قوتِ بہیمیہ کم می شود و قوتِ ملکیہ قوی تر گردد و تصرف بروح تعلق
دارد نہ بجسم فمن قال بان النفس النطقية المخصوصة بالانسان
عند الموت ترفض المادة مطلقا فقد خرص نعم لها مادة
بالذات وهى النسمة ومادة بالعرض وهو الجسم الارضى
فاذا مات الانسان لم يضر نفسه زوال المادة الارضية
وبقيت حالة بمادة النسمة انتهى وہمچنیں است در شرح مسلم
للنووی قال القاضى وفيه ان الموت ليس بافناء واعدام و
انما هو انتقال وتغير حال واعدام للجسد دون الروح
الا ستثنى من الذنب انتهى [3]

---

[1] شرح الصدور ، باب فضل الموت ، ص ۵
[2] مجالس الابرار ، المجلس الثامن والخمسون ، ص ۳۴۱ -
[3] حجۃ اللہ البالغہ ، باب ذکر حقیقۃ الموت ، ج ۱ ، ص ۳۳ -

ودلالت می کند بر حیاۃ اولیا صالحین آیۂ کریمہ یاأیتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ[1] زیرا کہ خطاب باری تعالیٰ بالنفس نیست الابصورت حیاۃ او چرا کہ خطاب بعدوم غیر معقول است :

والخطاب بقولہ ارجعی انما ھو متوجہ علیھا حال الموت فدل ھذا علی ان الشیٔ الذی یرجع الی اللہ بعد موت الجسد یکون حیا راضیا عن اللہ ویکون راضیا عند اللہ انتہی ما فی تفسیر الفخر الرازی[2]۔

وہمچنیں است قول میت قدمونی کہ صاف دلالت بر علم کند :۔

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول اذا وضعت الجنازۃ واحتملہا الرجال علی اعناقھم فان کانت صالحۃ قالت قدمونی الحدیث رواہ البخاری[3]

ولیکن عوام الناس را نباید کہ بتقلید خاصان بغیر استعداد تحصیل فیوض و انشراح صدور و تجلی قلب وتزکیۂ نفس و انکشاف مکنونات بر قبر بنشینند و منتظر ورود فیوض گردند حاشا کہ اللہ حلوہ خوردن را دہانے باید سوا خسران وخسارت چیزے نصیب او نیست کار پاکاں را بر خود قیاس نباید کرد و در حقیقت تقلید مذموم است محقق باید وایں جسارت عوام را در صراط مستقیم مولوی اسمٰعیل صاف بیان نمودہ :۔

اگرچہ ارباب بواطن صافیہ را قطع منازل سفر بسوئے قبور اہل اللہ منفعتے قلیلہ می بخشد لیکن عوام مومنین را آں قدر مضرتے عظیمہ میرساند کہ خارج از بیان است انتہیٰ[4]

و دلائل بر استفصال فیوض از قبور اولیاء کرام بسیار اند ولیکن مختصر در ینجا چندی ذکر کردہ می شوند کما قال فی القلائد لابن الحجر المکی :۔

علم انہ لم یزل العلماء ذوالحاجات یزورون قبر ابی حنیفۃ

---

[1] سورۂ فجر، آیت ۲۷، ۲۸۔
[2] ...
[3] بخاری، کتاب الجنائز، باب قول المیت وھو علی الجنازۃ، جلد اول، ص ۱۷۶۔
[4] صراط مستقیم،

ویتوسلون عندہ فی قضاء حوائجهم ومنهم الامام الشافعی قال انی اتبرک بابی حنیفة واتی الی قبرہ فاذا عرضت لی حاجة صلیت رکعتین وسألت اللہ تعالیٰ عندہ فتقضی سریعا انتہیٰ [1]

وہمچنیں است در لمعات الشیخ وہکذا فی مسند الامام الاعظم :-

قال علی بن میمون سمعت الامام الشافعی انی لاتبرک بابی حنیفة واجیٔ الی قبرہ فاسأل اللہ تعالیٰ الحاجة عندہ فما یبعد لی حتی تقضی انتہیٰ [2]

واما الاستمداد باهل القبور فی غیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقد انکرہ کثیر من الفقهاء واثبتہ المشائخ الصوفیة قدس اللہ اسرارهم وبعضهم الفقهاء رحمهم اللہ تعالیٰ وذلک امر مقرر عند اهل الکشف والکمال منهم ولاشک فی ذلک عندهم حتی ان کثیرا منهم حصل لهم الفیوض من الارواح وتسمی هذہ الطائفة اویسیة فی اصطلاحهم قال الامام الشافعی قبر موسی الکاظم تریاق مجرب لاجابة الدعاء قال حجة الاسلام محمد الغزالی من یستمد فی حیاتہ یستمد بعد مماتہ انتہیٰ [3]

واما استمداد باہل قبور در غیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا غیر انبیاء علیہم السلام منکر شدہ اند آنرا بسیارے از فقہاء میگویند نیست زیارت مگر برائے دعائے موتیٰ واستغفار وغیر واثبات کردہ اند مشائخ صوفیہ کرام قدس اللہ اسرارہم وبعض فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ وایں

---

[1] الخیرات الحسان، فصل ۳۵، ص ۹۳ (ملخصاً)

[2] جامع مسانید الامام الاعظم، جلد ۱، ص ۲۰ -

[3] لمعات، جلد ۲، باب زیارۃ القبور، ص ۳۷۷، ۳۷۸ (ملخصاً)

محقق و مقرر است نزد اہل کشف و کمال از ایشاں تا آنکہ بسیاری را فیوض و فتوح از ارواح
رسیده و این طائفه را در اصطلاح ایشاں اویسی خوانند امام شافعی گفته قبر موسیٰ کاظم تریاق
مجرب است مر اجابت دعا را و حجة الاسلام امام غزالی گفته هر که استمداد کرده شود بوے در حیات
استمداد کرده می شود بوے بعد از وفات و یکے از مشائخ عظام گفته است دیدم چهار کس را از
مشائخ که تصرف میکنند در قبور خود مانند تصرفہاے ایشاں در حیاتِ خود یا بیشتر شیخ معروف
کرخی و شیخ عبد القادر جیلانی و دو کس دیگر را از اولیاء شمرده و مقصود حصر نیست آنچه خود دیده
و یافته است و گفته سیدی احمد بن زروق که از اعاظم فقهاء و علماء و مشائخ دیارِ مغرب است
گفت که روزے شیخ ابو العباس حضرمی از من پرسید که امداد حی اقوی است یا امدادِ میت؟
گفتم قومی می گویند که امداد حی قوی تر است و من می گویم که امدادِ میت قوی تر است۔ پس
شیخ گفت نعم زیرا که وے در بساط حق است و در حضرت اوست و نقل درین معنی ازین طائفه
بیشتر ازاں است که حصر و احصار کرده شود و یافته نمی شود در کتاب و سنت و اقوال سلف
صالح که منافی و مخالف این باشد و رد کند این را و بتحقیق ثابت شده است بآیات و احادیث
که روح باقی است و او را علم و شعور بزائراں و احوال ایشاں ثابت است و ارواحِ کاملاں
را قربے و مکانتے در جناب حق ثابت است چنانکه در حیات بود یا بیشتر ازاں و اولیاء را
کرامات و تصرف در اکوان حاصل است و آں نیست مگر ارواح ایشاں را و ارواح باقی است
و متصرف حقیقی نیست مگر خدا عز شانه و همه بقدرتِ اوست و ایشاں فانی اند در جلال حق در حیات و
بعد ممات پس اگر داده شود مر احدے را چیزے بوساطت یکے از دوستان حق و مکانتے که نزد
خدا دارد دور نباشد چنانکه در حالتِ حیات بود و نیست فعل و تصرف در هر دو حالت مگر حق را
جل جلاله و عم نواله و نیست چیزے که فرق کند میان هر دو حالت و یافته نه شده است دلیلے
بر آں در شرع۔

شیخ ابن حجر هیتمی مکی در شرح حدیث:

لعن الله الیهود و النصاریٰ اتخذوا قبور انبیائهم مساجد۔

گفته است که این بر تقدیرے است که نماز گزارد بجانب قبر از جهت تعظیم وے که آں حرام است
بالاتفاق و اما اتخاذ مسجد در جوار پیغمبرے یا صالحے و نماز گزاردن نزد قبر وے نه بقصدِ تعظیم قبر و
توجه بجانب قبر بلکه بنیت حصول مدد از وے تا کامل شود ثواب عبادت به برکت قبر و مجاورت

مرآں روح پاک را حرجے نیست دراں انتہی ما فی الترجمۃ للشیخ عبد الحق المحدث الدہلوی [۱]

وہچنیں است در قسطلانی شرح بخاری :-

اما من اتخذ مسجداً فی جوار صالح وقصد التبرک بالقرب منہ لا للتعظیم لہ ولا للتوجہ الیہ فلا یدخل فی الوعید المذکور [۲] انتہی کما یدل علیہ صلوٰۃ انس بن مالک عند قبر ابی عمر بن الخطاب انس بن مالک یصلی عند قبر فقال القبر القبر ولم یأمرہ بالاعادۃ رواہ البخاری فی ترجمۃ الباب [۳]

وہچنیں است در شرح کہ بجوار اولیاء کاملین برائے تبرک وتکمیل نماز خواندن جائز است :-

وفی شرح الشیخ مثلہ حیث قال وخرج بذلک اتخاذ مسجد بجوار نبی او صالح والصلوٰۃ عند قبرہ لا لتعظیمہ والتوجہ نحوہ بل لحصول مدد منہ حتی یکمل عبادتہ ببرکۃ مجاورتہ لتلک الروح الطاہرۃ فلا حرج فی ذلک انتہی [۴]

وآیا ندانی کہ ابو ہریرہ صحابی جلیل القدر برائے تحصیل فیض وبرکت از قبور شہداء مسجد عشار کہ در قریہ ابلہ متصل بصرہ واقع است از مردمان بصرہ عہد وپیمان گرفت کہ بہ نیت تو... برائے دو رکعت نماز دراں مسجد بخوانند :-

عن صالح بن درہم یقول انطلقنا حاجّین فاذا رجل فقال لنا الی جنبکم قریۃ یقال لہا الابلۃ قلنا نعم قال من یضمن لی منکم ان یصلی فی المسجد العشار رکعتین او اربعا ویقول ہذہ لابی ہریرۃ سمعت خلیلی ابا القاسم صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان اللہ عزوجل یبعث من مسجد العشار یوم القیمۃ

---

[۱] اشعۃ اللمعات ، باب زیارۃ القبور ، جلد اول ، ص ۷۶۲ ، ۷۶۳ -

[۲] ارشاد الساری ، کتاب الجنائز ، باب بناء المساجد علی القبر ، ج ۲ ، ص ۴۳۸ -

[۳] بخاری ،

[۴] لمعات ، کتاب الصلاۃ ، باب المساجد ، تحت حدیث نمبر ۲۳ ، ج ۲ ، ص ۵۲ ، ۵۳ -

شهداء لا يقوم مع شهداء بدر و غيرهم رواه ابو داود[ب]

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی در حجۃ اللہ البالغہ می نویسند کہ :-

بعض نفوس کاملین بعد از مرگ بہ فرشتگان مدبران لاحق می شوند و مثل زندہ تصرف می کنند و بعض نفوس بعد از مرگ مشتری ایں عالم می باشند و بعض نفوس بعد از ممات مردماں را نصرت و مدد می نمایند مثل ارارۃ الطریق و غیر ذلک و بعض نفوس ہم قرین زندگان می باشند و بعض نفوس صافیہ بجسم نورانی متشکل گشتہ مرایا عالم شوند فکذلک الانسان قد یکون فی حیوۃ الدنیا مشغولا بشهوة الطعام و الشراب و الغلمة وغيرها من مقتضيات الطبيعة و الرسم لكنه قريب المأخذ من الملأ السافل قوى الانجذاب اليهم فاذا مات انقطعت العلاقات و رجع الى مزاجه فلحق بالملائكة وصار منهم و الهم كالهامهم و سعى فيما يسعون فيه و فى الحديث رأيت جعفر بن ابى طالب ملكا يطير فى الجنة مع الملائكة بجناحين و ربما اشتغل هؤلاء باعلاء كلمة الله ونصر حزب الله و ربما كان لهم لمة خير يابن آدم و ربما اشتاق بعضهم الى صورة جسدية اشتياقا شديدا ناشيا من اصل جبلته فقرع بذلك بابا من المثال واختلطت قوة بالنسمة الهوائية وصار كالجسد النورانى انتهى[ج]

در صراط مستقیم کہ تالیف مولوی محمد اسماعیل است حال مرشد خود سید احمد می نویسند :-

اما نسبت چشتیہ پس بیانش آنکہ روزے حضرت ایشاں بسوئے مرقد منور حضرت خواجہ خواجگان خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ العزیز

(الف) مشکاۃ ، کتاب الفتن ، باب الملاحم ، حدیث نمبر ۴۲ ، فصل ۲-

(ب) ابو داؤد ، کتاب الملاحم ، باب فی ذکر البصرۃ -

(ج) حجۃ اللہ البالغہ ، باب اختلاف احوال الناس فی البرزخ ، ج ۱ ، ص ۳۵ -

تشریف فرما شدند و بر مرقد مبارک ایشان مراقب نشستند دریں اثنا روح پُر فتوح ایشان ملاقات متحقق شد و آنجناب بر حضرت ایشان توجہے بس قوی فرمودند کہ بسبب آں توجہ ابتدائے حصول نسبت۔

وشاہ ولی اللہ محدث دہلوی درکتاب القول الجمیل می نویسند در حال کشف قبور و استعانت بدان

وقالوا اذا دخل المقبرة قرأ سورة انا فتحنا فی رکعتین ثم يجلس مستقبلاً الى الميت مستدبر الكعبة فيقرأ سورة الملك ويكبر ويهلل ويقرأ سورة الفاتحة احدى عشر مرة ثم يقرب من الميت فيقول يا رب يا رب احدى وعشرين مرة ثم يقول يا روح يضرب فی السماء ويا روح الروح يضرب فی القلب حتى يجد انشراحا و نورا ثم ينتظر لما يفيض من صاحب القبر على قلبه انتهى[۲]

و در مقدمہ قسطلانی شرح صحیح بخاری در فضل محمد بن اسمعیل آمدہ کہ:۔

ایام قحط بہ سمرقند ببرکت استمداد قبر او قحط دفع شد و باراں بکثرت بارید

وقال ابو علی الحافظ اخبرنا ابو الفتح نصر بن الحسن السمرقندی قدم علینا بلنسية عام اربعة وستين واربعمائة قال فقحط المطر عندنا بسمرقند فی بعض العوام فاستسقى الناس مرارا فلم يسقوا فاتى رجل صالح معروف بالصلاح الى قاضى سمرقند وقال انى قد رأيت رأيا اعرضه عليك قال وما هو قال ارى ان تخرج ويخرج الناس معك الى قبر الامام محمد بن اسمعيل البخارى وتستسقى عنده فعسى الله ان يسقينا فقال القاضى نعم ما رايت فخرج القاضى ومعه الناس واستسقى بهم وبكى

۱؎ صراط مستقیم

۲؎ القول الجمیل، فصل ۵، ص

الناس عند القبر وتشفعوا بصاحبه فارسل الله تعالٰی السماء بماء عظیم غزیر اقام الناس من اجله بخرتنگ سبعة ایام او نحوها لا یستطیع احد الوصول الی سمرقند من کثرة المطر وغزارته وبین سمرقند وخرتنگ ثلاثة ایام انتہٰی ما فی مقدمة القسطلانی [۱]

وعلماء ومحدثین بریں امر اتفاق دارند کہ زیارتِ قبور سنت است و زائرین مستفیض نیز می شوند مثل ترک دنیا وذکرِ آخرت ورقتِ قلب و یادِ موت وغیرہم کہ ایں ہم در فیض داخل اند:-

عن ابن مسعود ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال کنت نهیتکم عن زیارة القبور فزوروها فانها تزهد فی الدنیا وتذکرة الآخرة رواه ابن ماجة [۲]

وامام نووی گفتہ کہ:-

زیارۃ بچند قسم است یکی فقط برائے یادِ موت وآخرت پس برائے ایں دیدنِ قبر کافی است بغیر شناختِ مردگان و دوم برائے دعا وغیرہ وآں بر مسلمان مسنون است وسیوم برائے تحصیل برکت وآں زیارت قبورِ بزرگانِ دین است زیرا کہ اوشاں را در برزخ تصرفات وبرکات بکثرت اند انتہٰی ما فی ترجمة مشکوٰۃ الشیخ قطب الدین محدث دہلوی [۳]

و دریں امر اتفاق است کہ مردہ را ادراک بیش از حیات باشد چنانچہ صاحب تفسیر بیضاوی لفظ درّاکا بصیغہ مبالغہ آوردہ است و در تحصیل فیوض از ارواح اولیائے کرام بعد وقرب برابر است زیرا کہ از فاصلہ بعیدہ نیز فیض می آید چنانچہ در حال سید احمد مولوی اسمٰعیل در صراطِ مستقیم می گوید:-

ما نسبت قادریہ و نقشبندیہ پس بیانش آنکہ بسبب برکت بیعت و یمن توجہات آنجناب

۱۔ مقدمہ ارشاد الساری، جلد ۱، ص ۳۹۔

۲۔ مشکوٰۃ، کتاب الجنائز، باب زیارۃ القبور، حدیث نمبر ۸، فصل ۳۔

۳۔ مظاہر حق، کتاب الجنائز، باب زیارۃ القبور، فصل ۱، ج ۲، ص ۸۲۔

ہدایت مآب روح مقدس جناب حضرت غوث الثقلین وجناب حضرت خواجہ
بہاء الدین نقشبند متوجہ حالِ حضرت ایشاں گردیدند تا قریب یک ماہ فی الجملہ
تنازعے درمابین روحین مقدسین درحق حضرت ایشاں ماندہ زیراکہ ہر واحد
ازیں ہر دو امام تقاضائے جذب حضرتِ ایشاں بتمام سوئے خود می فرمود تا آنکہ
بعد انقراض زمانہ تنازع و وقوع مصالحت بر شرکت آمد روزے ہر دو روح
مقدس بر حضرتِ ایشاں جلوہ گر شدند تا قریب یک پاس ہر دو امام بر نفسِ
نفیس حضرتِ ایشاں توجہ قوی و تاثیر زور آور میفرمودند تا اینکہ در زمان
یکپاس حصول نسبت ہر دو طریقہ نصیب ایشاں گردیدہ انتہیٰ [۱]

در راہ عشق مرحلۂ قرب و بعد نیست
می بینمت عیاں و دعا می فرستمت

پس ازنقول ہذا متحقق گشتہ کہ از قبور اولیاء کرام فیوض حاصل می شوند و ایں ح...
استمداد کہ مؤثر حقیقی او تعالیٰ را می داند و مظہر عون الٰہی و واسطہ و وسیلہ آں بزرگ را...
جائز است چنانچہ شاہ عبد العزیزؒ در تفسیر عزیزی مینویسند:-

لیکن دریں جا باید فہمید کہ استعانت از غیر بوجہی کہ اعتماد بر آں غیر باشد و او را
مظہر عونِ الٰہی نداند حرام است واگر التفات محض بجانب حق است و او را
یکے از مظاہر عون دانستہ و نظر بہ کارخانہ اسباب و حکمت او تعالیٰ دراں
نمودہ بغیر استعانت ظاہری نماید دور از عرفاں نخواہد بود و در شرع نیز جائز و
رواست و انبیا و اولیاء ایں نوع استعانت بغیر کردہ اند و در حقیقت ایں
نوع استعانت بہ غیر نیست بلکہ استعانت بہ حضرتِ حق است لا غیر [۲] انتہیٰ
ہمچنانکہ حضرت سعد و خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہما بحرمتہ صلی اللہ علیہ وسلم مدد
خواستہ و از دریائے دجلہ بلا کشتی عبور نمودہ کہ شاہ ولی اللہؒ در ازالۃ الخفا مینویسند
روی ان عمر بعث جندا الی مدائن کسریٰ و امر علیہم

۱؎ صراط مستقیم،
۲؎ تفسیر عزیزی، سورۃ الفاتحہ، زیر ایاک نستعین، ص ۸

سعد بن وقاص وجعل قائد الجیش خالد بن الولید فلما بلغوا شطّ الدجلۃ ولم یجدوا سفینۃ تقدم سعد وخالد فقالا یا بحار انک تجری بامر اللہ فبحرمۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وبعدل عمر خلیفۃ اللہ الاخلیتنا و العبور فعبر الجیش بخیلہ وجمالہ وبجالہ الی المدائن ولم تبتل حوافرھا انتہی[1]

دیگر جامی نویسند کہ :-

بوقت نزول قحط شخصے بسوئے مزار حضرت صلی اللہ علیہ وسلم آمد وگفت کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) برائے امت خود طلب بارش کن پس در رویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یاد فرمود کہ نزد عمر رفتہ بگو کہ برائے مخلوقات طلب بارش بکن خواہد شد اصاب الناس قحطا فی زمن عمر فجاء رجل الی قبر النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) فقال یا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) استسق لامتک فانھم قد ھلکوا قال فاتاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام فقال ائت عمر فمرہ ان یستسق للناس فانھم یسقون انتہی[2]

پس وقتیکہ منکشف شد امورات مذکورہ بالا باید کہ داعی محتاج الی اللہ دعا کند خدا را و طلب کند حاجت خود را از جناب عزت دعنائے وے توسل کند بروحانیت ایں بندہ مقرب و مکرم در درگاہ عزت وے و میگوید خداوندا ! ببرکت ایں بندہ تو کہ رحمت کردہ بروے واکرام کردہ ورا بلطف وکرمیکہ بوے داری برآوردہ گرداں حاجت مرا کہ تو معطی کریمی ، نعم اگر زائراں اعتقاد کنند کہ اہل قبور متصرف مستبد وقادر اند بے توجہ بحضرۃ حق والتجا بجناب وے تعالی چنانکہ عوام وجاہلاں غافلاں اعتقاد دارند وچنانکہ میکنند آنچہ حرام ومنہی عنہ است دردین از تقبیل قبر و

---

[1] ازالۃ الخفاء ، فصل ۴ ، ج ۲ ، ص ۱۶۸ -

[2] ایضاً ، ” ، ” ، ” ، ص ۱۷۱ -

[3] اشعۃ اللمعات ، کتاب الجہاد ، باب حکم الاسراء ، ج ۳ ، ص ۴۰۲ -

سجدہ مر اَزا و نماز بسوئے وے وجز آں از انچہ نہی و تحذیر واقع شدہ است ایں اعتقاد و ا
افعال ممنوع وحرام خواہد بود و فعلِ عوام اعتبارے ندارد و خارج از بحث است[1] ؎

مقصود ذاتِ اوست دگر جملہ طفیل
منظور نورِ اوست دگر جملگی ظلام

فقیر میگوید کہ قلوبِ قدسیہ صافیہ حضرات اولیاء کرام مثل آئینہ مصفّٰی باشند و ہر گاہ
کہ بوقت مقابل آئینہ با دیگرے عکس یکے با دیگرے می افتد پس ہر گاہ کہ شخص صاحبِ نسبت
قلبِ او مثل آئینہ مجلّٰی شدہ است و از زنگِ خیالات و کدورتِ مصحفے و سرادقات ظلمانی
گشتہ اند متوجہ بقلب کسے ولی میشود عکس قلب صافی صاحب قبر او را فیضیاب میگرداند
فیوضات او بر قلب متوجہ منعکس میشود مثل انعکاسِ انوارِ شمس بوساطتِ آئینہ منعکس گشتہ بر دیگرے
می افتد ہمچناں تجلی او تعالیٰ در قلبِ صافی صاحبِ قبر منعکس گشتہ بر قلبِ مستفیض می افتد و ا
مبدءِ فیاض حقیقی او تعالےٰ است ولیکن عادۃ اللہ دریں عالم مقتضی وساطت است قطعہ

آئینہ را مقابل آئینہ چوں نہند | اینجا لطیفہ ایست اگر بشنوی بگو
از اول آنچہ در دوم فتد بود بعکس | گردد درست باز ایں چوں فتد در دو

فھذہ احوال السالکین الذین کانوا علی الدرجۃ المتوسطۃ لحـ
عند الشرع الذین یستفیضون من المبدء الفیاض بغیر واسـ
احد وصلوا اعلیٰ اعلیٰ مقام السلوک وحصل لھم مقام الرضاء انھمکوا فی
ذاتہ وطرحوا من النظر ما سوی اللہ ولم یخطر ببال غیر اللہ وترقـ
درجۃ الفناء و مکنوا علی البقاء فلیس نظرھم الا علی اللہ ولم یستمـ
بغیر اللہ فعندھم الاستمداد بغیر اللہ کفر وزندقۃ بیت

ولو خطرت لی فی سواک ارادۃ | علی خاطری سھواً حکمت بردتی

فھذا مذھبی واللہ حسبی

بیت ؎ بندہ جائے رسد کہ محو شود | بعد ازاں کار جز خدائی نیست

پس نزد فقیر سوائے ایں چہ گفتہ شود کہ زائرین چہ خواص باشند و چہ عوام بر قبو

---

[1] اشعۃ اللمعات، کتاب الجہاد، باب حکم الاسراء، ج ۳، ص ۴۰۲۔

بطور مسنون نزد قبر رسیده السلام علیکم یا اهل القبور من المسلمین والمؤمنین انتم لنا سلف ونحن لکم تبع وانا ان شاء الله بکم للاحقون یرحم الله المستقدمین منا والمستاخرین اسئل الله لنا ولکم العافیة یغفر الله لنا ولکم ویرحمنا الله وایاکم بگوید و پیش قبر ایستاده برائے اموات دعاء مغفرت از حق تعالیٰ طلب نماید و از حال بے اختیاری ایشاں و عدم قدرت بر عبادات عبرت گیرد و از دار فانی رجعی کند و آخرت را یاد کند و ترساں و ہراساں آنجا قیام کند و از خنده و قهقهه و کلام دنیاوی آنجا احتراز نماید و دست بر قبر نه نهد و مسح نکند آنرا و نه تابوت را و نه دیوار خطیره را بوسه ندهد و نه منحنی شود و نه روے خود بخاک مالد و نه چیزے خورد و نه آشامد و نه خسپد و نه بسوئے قبر نماز نگزارد و نه چراغاں روشن نماید و نه آتش بسوزد و نه غلاف بر قبر پوشاند و غنا هم در مقبره نکند چه بآلات باشد و چه بغیر آں و نه از صاحب قبر حاجات طلبد بغیر وسیله و صورت وسیله در ذیل بیان کرده شد و نه بسوئے قبر سجده کند که موجب شرک و کفر است[1] و طواف نیز نکند که مخصوص به بیت الله است و افضل ایام زیارت چهار یوم هستند دو شنبه و پنجشنبه و جمعه و شنبه و زیارت والدین در هفته بسیار منفعت دارد۔

هذا ما وفقنی الله من تحقیق هذا المقام الحمد لله اللهم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه والله اعلم وعلمه احکم۔

اجابه حرره خاک ره: محمد مسعود نقشبندی دهلوی

۲۳ ربیع الاول ۱۲۹۲ھ

---

[1] سجده بسوئے قبر اگر بقصد عبادت است شرک و کفر است و گرنه حرام باشد نه کفر و شاید مراد فقیه السند دریں جا سجده اولی است نه دوم کما یدل علیه ظاهر الحال ۱۲ شرف قادری

باب ۲

عبادات

سوال ۸

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلے میں کہ شیر خوار بچہ کا پیشاب پاک ہے یا ناپاک؟ بینوا بالدلیل توجروا۔

الجواب

واضح ہو کہ بولِ طفلِ شیر خوار بدلیل احادیثِ صحیحہ ناپاک ہے چنانچہ صحیح بخاری میں حدیث آئی ہے:

عن عائشة ام المؤمنین قالت اتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بصبی فبال علی ثوبہ فدعا بماء فاتبعہ ایاہ [1]

(ترجمہ) یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے پر طفلِ شیر خوار نے بول کر دیا آپ نے پانی منگوا کے اس کپڑے پر ڈالا۔

اگر بول طفلِ شیر خوار کا پاک ہوتا تو اس پر پانی ڈالنے کی کیا حاجت تھی کہ اسراف تھا اور اسراف منع ہے انہ لایحب المسرفین [2] پس یہ امر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بعید ہے خصوصاً اس حالت میں کہ خود سعد کو اسراف وضو سے منع فرمائیں، پھر باوجود منع کرنے کے آپ کپڑے پر پانی کو بے فائدہ ضائع کریں، حاشا اللہ!

عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم مر بسعد وھو یتوضأ فقال ما ھذا السرف یا سعد؟ قال افی الوضوء سرف؟ قال نعم وان کنت

---

[1] بخاری، کتاب الوضوء، باب بول الصبی، ج ۱، ص ۳۵

[2] سورة الاعراف، آیت ۳۱۔

علی نہر جار رواہ احمد و ابن ماجۃ [1]

اور دوسری روایت میں ہے :-

عن ام قیس بنت محصن انہا اتت بابن لہا صغیر لم یاکل الطعام الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاجلسہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حجرہ فبال علی ثوبہ فدعا بماء فنضحہ و لم یغسلہ رواہ البخاری [2]

(ترجمہ) یعنی طفل شیر خوار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے پر بول کر دیا آپ نے پانی منگوایا اور اس پر ڈالا اور نچوڑا نہیں۔

اور صحیح مسلم میں بھی اسی مضمون کی احادیث آئی ہیں۔ مطلب احادیث کا یہ ہے کہ ناپاکی بول طفل شیر خوار کی قلیل پانی سے بھی بغیر نچوڑنے کے دور ہو جاتی ہے برخلاف صبیہ شیر خوارہ کے کہ بول لڑکی شیر خوارہ کو ساتھ نچوڑنے کے دھونا واجب ہے اور یہ نا نچوڑنا بول طفل شیر خوار میں بجہت پاکی بول نہیں ہے بلکہ بجہت رقیق ہونے بول طفل کے برخلاف بول صبیہ کے کہ وہ غلیظ ہوتا ہے ورنہ بول طفل شیر خوار بالاجماع ناپاک ہے سوا داؤد ظاہری کے کہ وہ خارج از اہل سنت وجماعت ہے کہ قول اس کا خارج از اعتبار ہے جیسا کہ مجمع البحار میں لکھا ہے :-

والفارق بین الصبی والصبیۃ ان بولہا بسبب استیلاء الرطوبۃ والبرد علی مزاجہا یکون اغلظ و انتن ولیس ذلک لاجل ان بولہ لیس بنجس بل للتخفیف ولا یخالف فی نجاستہ الا داؤد انتہی۔ [3]

پس نفی غسل محمول بر مبالغہ ہے اور اگر علت نفی غسل کی پاکی بول ہوتی تو پھر فرق مابین طفل اور صبیہ کیا معنے؟ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بول صبیہ کا دھویا جاوے اور

---

[1] (الف) مشکاۃ، کتاب الطہارۃ، باب سنن الوضوء، حدیث نمبر ۳۴، فصل ۲۔
(ب) ابن ماجہ، ابواب الطہارۃ وسننہا، باب ما جاء فی القصد فی الوضوء، ص ۳۴

[2] (الف) مشکاۃ، کتاب الطہارۃ، باب تطہیر النجاسات، حدیث نمبر ۸، فصل ۱۔
(ب) بخاری، کتاب الوضوء، باب بول الصبی، ج ۱، ص ۳۵

[3] مجمع البحار، حرف النون، باب مع الضاد، ج ۳، ص ۳۶۵

طفل کے بول پر پانی ڈالا جائے :۔

عن لبابة بنت الحارث قالت كان الحسين بن علی فی حجر
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فبال علی ثوبہ فقلت
البس ثوبا واعطنی ازارك حتی اغسلہ قال انما یغسل
من بول الانثی وینضح من بول الذکر رواہ احمد
وابو داؤد وابن ماجة[1]

اور ایک روایت میں یغسل من بول الجاریة ویرش من بول الغلام
آیا ہے، پس ثابت ہوا کہ فرق مابین بول صبیہ اور طفل بجہت رقت اور عدم رقت کے ہے
پاکی اور ناپاکی کے اور اختلاف مابین اماموں درباب کیفیت غسل بول طفل شیر خوار ہے نہ کہ پاکی
ناپاکی میں کیونکہ ناپاکی بول طفل شیر خوار کی ہر چہار اماموں کے نزدیک متحقق ہے۔

پس نزدیک امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے بول طفل شیر خوار کو
نچوڑنے کے دھونا چاہئے اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالےٰ اور امام احمد رحمہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک
دھونا بلا نچوڑنے کے ہے :۔

فانہ یشترط فیہا ان یکون بحیث یجری بعض
الماء ویتقاطر من المحل وان لم یشترط عصرہ وھذا
ھو الصحیح المختار ویدل علیہ قولہا فنضحہ ولم
یغسلہ انتہی ما فی شرح المسلم۔[2]

واعلم ان ھذا الخلاف انما ھو فی کیفیة تطہیر
الشیئ الذی بال علیہ الصبی ولا خلاف فی نجاسة
وقد نقل بعض اصحابنا اجماع العلماء علی نجاسة
بول الصبی وانہ لم یخالف فیہ الا داؤد الظاہری
انتہی ما فیہ[3]

اور تمسک کلام نضح بدو وجہ ہے :۔

---

[1] مشکوٰۃ، کتاب الطہارۃ، باب تطہیر النجاسات، حدیث نمبر ۱۲، فصل ۲۔
[2] [3] شرح مسلم، باب حکم بول الطفل الرضیع، ص ۱۳۹ (پہلی عبارت بعد میں ہے)

اول یہ کہ نضح بمعنے غسل کے ہے :-

وعند مالک و الحنفیۃ النضح بمعنی الغسل کثیر معروف۔ (مجمع[1])

دوم مؤکد اس امر کو احادیث ہیں کہ ان میں نضح بمعنے غسل آیا ہے :-

فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اصاب ثوب احدٰکن الدم من الحیضۃ فلتقرصہ ثم لتنضحہ بماء ثم لتصل فیہ متفق علیہ[2]

اس حدیث میں نضح بمعنے غسل ہے :-

ثم لتنضحہ ای لتغسلہ بماء بان تصب علیہ شیئا فشیئا حتی یذھب اثرہ تحقیقا لازالۃ النجاسۃ انتہی ما فی المرقاۃ[3] ـــــ ثم لتنضحہ ای لتغسلہ (مجمع[1])

دوسری حدیث میں ہے :-

قال علی بن ابی طالب ارسلنا المقداد بن الاسود الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسألہ عن المذی یخرج من الانسان کیف یفعل بہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توضأ و انضح فرجک رواہ مسلم[4]

تیسری حدیث اسماء کی روایت سے بخاری میں ہے کہ نضح بمعنی غسل کے ہے :-

عن اسماء بنت ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہما انہا قالت سألت امرأۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت یا رسول اللہ ارأیت احدنا اذا اصاب ثوبہا الدم من الحیضۃ کیف تصنع فقال رسول اللہ

---

[1] مجمع بحار، حرف النون، باب مع الضاد، ج ۳، ص ۳۶۵-
[2] مشکاۃ، باب تطہیر النجاسات، حدیث نمبر ۴، فصل ۱-
[3] مرقاۃ،
[4] مسلم، کتاب الطہارۃ، باب المذی، جلد ۱، ص ۱۴۳-

صلی اللہ علیہ وسلم اذا اصاب ثوب احدکن من الدم فلتقرصہ ثم لتنضحہ بماء ثم لتصل فیہ رواہ البخاری۔ [1]

ان تینوں حدیثوں میں نضح بمعنے غسل کے ہے:۔

واما قولہ علیہ السلام والصلوٰۃ وانضح فرجک فمعناہ اغسل فان النضح یکون غسلا ویکون رشا انتہی مافی شرح المسلم۔ [2]

اور امام شافعی کے نزدیک بھی نضح بمعنی غسل آیا ہے چنانچہ حدیث مذی میں کہ ترمذی میں ہے نضح بمعنے غسل امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لئے ہیں اور قائل ہیں اس امر کے کہ اگر کپڑے کو مذی لگ جاوے تو دھونا آتا ہے:۔

عن سہل بن حنیف قال کنت القی من المذی شدۃ وعناء فکنت اکثر منہ الغسل فذکرت ذلک لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسألتہ عنہ فقال انما یجزئک من ذلک الوضوء قلت یارسول اللہ کیف بما یصیب ثوبی منہ قال یکفیک ان تأخذ کفا من ماء فتنضح بہ ثوبک حیث تری انہ اصاب منہ۔ رواہ الترمذی وقد اختلف اھل العلم فی المذی یصیب الثوب فقال بعضہم لایجزئ الا الغسل وھو قول الشافعی واسحٰق انتہی مافی الترمذی [3]

پس ثابت ہوا کہ امام شافعی کے نزدیک بھی نضح بمعنے غسل ہے، لاجرم متحقق ہوا کہ نزدیک امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بھی بول صبی کو دھونا چاہئے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ

---

[1] مشکوٰۃ، کتاب الطہارۃ، باب تطہیر النجاسات، حدیث ۴، فصل ۱۔
[2] شرح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب المذی، ج ۱، ص ۱۴۳۔
[3] ترمذی، ابواب الطہارۃ، باب فی المذی یصیب الثوب، ص ۱۷۔

حدیثِ مذکور میں نضح بمعنے غسل خفیف کے ہے اور ناپاکی بول شیرخوار کی بجہت رقت بول غسل خفیف سے جاتی رہتی ہے :۔

قال الخطابی وغیرہ ولیس تجویز من جوز النضح فی الصبی من اجل ان بولہ لیس بنجس ولکن من اجل التخفیف فی ازالتہ فھذا ھو الصواب انتھی ما فی شرح[1] المسلم۔

جواب کلمۂ لم یغسل سے بدو وجہ ہے :

اوّل یہ کہ لم یغسل میں نفی مبالغہ کی ہے بقرینہ لفظ نضح یعنی بعد بہانے پانی کے نچوڑا نہیں :۔

قلنا لم یغسل محمول علی نفی المبالغۃ فیہ و ما ورد فی الاحادیث من النضح المراد بہ الصب (عینی شرح ہدایہ[2])

دوسری وجہ عدم تمسک کلمۂ لم یغسل سے یہ ہے کہ حدیث مذکور میں کلمۂ لم یغسل کا کلام ابن شہاب کا ہے نفس حدیث کا نہیں ہے :۔

ادعی الاصیلی ان ھٰذہ الجملۃ مدرجۃ فی اٰخر الحدیث من کلام الزھری علی ما فی الحاشیۃ للمؤطا مالک[3]۔

اسی طرح سے کہا ہے علامہ قسطلانی نے ارشاد الساری میں :۔

وقد ادعی الاصیلی ان قولہ ولم یغسلہ من کلام ابن شھاب لیس من المرفوع انتھی ما فیہ[4]۔

پس بدلیل حدیث انس بن مالک رحمہ اللہ تعالیٰ مطلق بول خواہ بڑے کا ہو یا شیرخوار کا ناپاک ہے اگرچہ دھونے میں اختلاف ہے :۔

---

[1] شرح مسلم، کتاب الطہارت، باب حکم بول الطفل الرضیع، ج ۱، ص ۱۳۹۔

[2] شرح ہدایہ، للعینی

[3] تنویر الحوالک، ما جاء فی بول الصبی، ج ۱، ص ۶۴۔

[4] ارشاد الساری، کتاب الوضو، باب بول الصبیان، ج ۱، ص ۲۹۲۔

عن یحیی بن سعید انہ سمع انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ یذکر ان اعرابیا قام الی ناحیۃ فی المسجد فبال فیہا فصاح بہ الناس فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعوہ فلما فرغ امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بذنوب فصب علی بولہ رواہ مسلم[1]

اما احکام الباب ففیہ اثبات نجاسۃ بول الآدمی وھو مجمع علیہ ولا فرق بین الکبیر والصغیر باجماع من یعتد بہ لکن بول الصغیر یکفی فیہ النضح انتہی ما فی شرح المسلم[2]۔

پس ثابت ہوا کہ بول طفل شیر خوار کا باجماع اہل سنت وجماعت وہر چہار ائمہ مجتہدین ناپاک ہے برخلاف داؤد ظاہری کے کہ وہ اہل سنت وجماعت سے خارج ہے اور اہل سنت سے منکر قیاس ہے، اس کا خلاف قابل اعتبار کے نہیں ہے جیسا کہ کہا ہے عینی نے شرح ہدایہ میں :-

الاول بول الآدمی الکبیر فحکمہ انہ نجس مغلظ باجماع المسلمین من اھل الحل والعقد وابن المنذر نقل الاجماع عن اصحابنا واصحاب الشافعی الثانی بول الصبی الذی لم یطعم فکذلک عند جمیع اھل العلم قاطبۃ الاما نقل عن داؤد الظاہری بطہارتھا ولا یعتبر بخلافہ انتہی ما فیہ[3]۔

اور یہ قول ابوداؤد ظاہری کا خلاف میں داخل ہے کہ مخالف جمہور کا ہے اور قول مخالف معتبر نہیں ہوتا :- وفیما اجتمع علیہ الجمہور لا یعتبر بمخالفۃ البعض و ذلک خلاف ولیس باختلاف والمعتبر الاختلاف فی الصدر الاول انتہی ما فی الھدایۃ[4]۔

---

[1] مسلم، کتاب الطہارت، باب وجوب غسل البول وغیرہ الخ ، ج ۱ ، ص ۱۳۸۔

[2] شرح مسلم ، زیر حدیث مذکور ، ص ۱۳۸ ۔

[3] شرح ہدایہ ، عینی ،

[4] ہدایہ ،

پس جماعت جماعت کی دوزخ میں جاتا ہے کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یداللہ علی الجماعۃ ومن شذ شذ فی

النار رواہ الترمذی [1]

پس قائل پاکی بول طفل شیر خوار کا وعید حدیث مذکور میں داخل ہے واللہ

علم بالصواب۔

حررہ واجابہ خاکسار: محمد مسعود نقشبندی دہلوی

سوال ۹

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں عبارت کہ:۔

* کوا ہوں کا افطار سند ھی کے لوٹوں سے ہوجاتا ہے اور عورتیں بے غسل و

بے نماز مہینوں جھل ٹپی رہتی ہیں "

افطار کے کیا معنی ہیں اور ایک شخص افطار کے معنی ہر وقت کھانے پینے کے لیتا ہے۔

اور غسل کے کیا معنی ہیں اور جو شخص کو کسی کی نسبت یہ ہر دو فقرے کہے اس کی نسبت شرع

شریف کیا حکم دیتی ہے۔

اور آیا سندھی اور تاڑی، گانجہ، افیون وغیرہ نشہ کی اشیاء حرام ہیں یا نہیں؟

بینوا توجروا۔

الجواب

بر ماہران فقہ مخفی نہ ہو کہ افطار کے معنی لغت میں روزہ کشائی ہیں جیسا کہ منتخب اللغات

میں لکھا ہے اور اسی طرح صراح میں لکھا ہے:۔

افطار روزہ کشادن

غیاث اللغات میں لکھا ہے:۔

روزہ شکستن و روزہ کشادن

منتہی الارب میں لکھا ہے:۔

افطار، روزہ کشادن و روزہ کشایانیدن کسے را و رسیدن وقت

---

[1] مشکوۃ، کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، حدیث نمبر ۳، فصل ۲۔

روزہ کشادن"۔

اور کسی کتاب لغت میں افطار کے معنی ہمہ وقت کھانے کے نہیں لکھے ہیں اور نہ کوئی خاص باب افعال کی ایسی ہے جس کے معنی ہمہ وقت کھانے کے پائے جاویں۔

۲۔ اور غَسل بالفتح مصدر ہے اور بالکسر جس شئے کے ساتھ دھویا جاوے مثل خطمی وغیرہ کے اور غُسل بالضم دھونا خاص کہ بسبب حیض یا جنابت وغیرہا کے ہو:۔

الغسل بالفتح مصدر و بالكسر ما يغسل به و بالضم غسل مخصوص وهو المراد ههنا (مرقاة)[1]

سوال ہٰذا میں بقرینہ اس عبارت کے کہ "بے نماز مہینوں پڑی رہتی ہیں" یہ امر غسل بالضم ہے یعنی نہانا بے نمازی سے خواہ بسبب جنابت کے ہو خواہ بواسطہ حیض ہو کیونکہ جنابت میں یا حیض کے بعد نہانے میں تمام بدن دھونا ہوتا ہے اس کو غسل مخصوص یا غسل خاص کہتے ہیں جیسا کہ عنایہ شرح ہدایہ میں لکھا ہے:۔

ومحل الغسل كل البدن

اور جو شخص کہ کسی شخص نمازی کو خواہ عورت ہو خواہ مرد بے نمازی کہے اور اس قسم کی ہتک کرے کہ عیب لگانے والی ہو اس کو تعزیر دی آتی ہے:

ولو قال لآخر يا بے نماز يعزر، هكذا في السراجية۔ عالمگیری[2]

وعزر كل مرتكب منكر او موذى مسلم بغير حق بقول او فعل، تنوير الابصار والدر المختار[3]

(ترجمہ) یعنی جو ایذاء دینے والا مسلم کا ہے اس کو تعزیر دی جاوے اور یہ بھی ایذاء ہے کہ مسلمان نمازی کو بے نمازی اور بے غسل کی طرف نسبت کرے بلکہ اشد ایذاء ہے۔

اور جو شخص کہ مدام بے غسل رہے اور نماز نہ پڑھے وہ فاجر اور فاسق ہوتا ہے پس نسبت بے نمازی کی اور بے غسل کی گویا نسبت فسق اور فجور کی کرنی ہے اور جو شخص کسی

---

[1] مرقاۃ، کتاب الطہارۃ، باب الغسل، ج ۱/ ص ۲۹۔

[2] عالمگیری، کتاب الحدود، باب فی حد القذف والتعزیر، ج ۲، ص ۱۶۸

[3] در مختار، کتاب الحدود، باب التعزیر، ج ۱، ص ۳۲۷۔

[کو] نسبت فجور اور فسق کی کرے اس کو بھی تعزیر آتی ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے:-

من قذف مسلما بیا فاسق وهو لیس بفاسق وبیا فاجر
عزر مختصرًا[1] انتهى۔

ویقذف مسلم بیا فاسق الا ان یکون معلوم الفسق
عزر وعزر بیا کافر یا خبیث یا سارق یا فاجر یا مخنث
(در مختار)[2]

ماسوا اس کے نسبت بے غسل اور بے نمازی کی تہمت ہے اور جو شخص کہ کسی کو تہمت لگادے اس پر تعزیر آتی ہے اگرچہ جس شے کے ساتھ تہمت لگائی ہے وہ ثابت [نہ ہو]——— حاکم کو ثبوت تہمت کا کچھ ضرور نہیں ہے:-

للقاضی تعزیر المتهم وان لم یثبت علیه (در مختار)[4]
ای ما اتهم به (شامی)

۳- اور معلوم ہو کہ شراب لغت میں ہر پینے والی شے کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں ہر شے نشہ والی کو کہتے ہیں:-

الشراب لغة کل مائع یشرب واصطلاحا ما
یسکر (در مختار)[5]

اور جس شے میں نشہ ہوگا وہ حرام ہے اگرچہ قلیل ہو، اسی پر فتوے اور اجماع فقہاء اور علماء کا ہے: لان السکر حرام فی کل شراب[6] (در مختار)

---

[1] عالمگیری، کتاب الحدود، باب فی حد القذف والتعزیر، ج ۲، ص ۱۶۸۔
[2] در مختار، کتاب الحدود، باب التعزیر، ج ۱، ص ۳۲۷۔
[3] یعنی تہمت فی نفسہٖ جرم کا ثابت کرنا امکان بشری سے باہر ہو یا جو ناممکن الوقوع ہو جیسا کہ سوال میں مذکور ہے۔ مسعود
[4] دُرِّ مختار، کتاب الحدود، باب التعزیر، ج ۱، ص ۳۲۹۔
[5] در مختار، کتاب الاشربہ، ج ۲، ص ۲۵۹۔
[6] ایضاً، ، ، ص ۲۶۰۔

پس جس شے سے نشہ ہو گا وہ بالاجماع حرام ہے خواہ کسی شے میں علتی ہو
کی قسم سے یا دوسری شے سے ۔

وحرمها محمد ای الاشربة المتخذة من العسل والتین ونحوهما مطلقا قلیلها وکثیرها وبه یفتی ذکره الزیلعی وغیره واختاره شارح الوهبانیة وذکر انه مروی عن الکل (در مختار[1])

قوله وغیره کصاحب الملتقی والمواهب والکفایة والنهایة والمعراج وشرح المجمع وشرح درر البحار والقهستانی والعینی حیث قالوا الفتوی فی زماننا علی قول محمد (شامی[2]) والکل حرام عند محمد رحمه الله تعالیٰ وبه یفتی (در مختار[3])

پس ثابت ہوا کہ سیندھی اور تاڑی کہ نشہ لاتی ہیں سب حرام ہیں اور اسی طرح گانجہ اور بھنگ وغیرہ اور افیون کثیر لشرط ضرر عقل وبدن حرام ہیں ۔

ویحرم اکل البنج والحشیشة هی ورق القنب والافیون لانه مفسد العقل ویصد عن ذکر الله وعن الصلوٰة (در مختار[4])

افیون وغیرہ کہ جامدات ہوں وقت ضرر کے حکم مائعات کا رکھتے ہیں حرمت میں ۔

وهکذا یقال وغیره من الاشیاء الجامدة المضرة فی العقل او غیره یحرم تناول القدر المضر منها دون القلیل النافع (شامی[5])

---

[1] در مختار : کتاب الاشربہ ، جلد دوم - ص ۳۶۰ -

[2] شامی : کتاب الاشربہ ، جلد خامس ، ص ۳۱۹ -

[3] در مختار : کتاب الاشربہ ، جلد ثانی - ص ۳۶۰ -

[4] ایضاً : " - ص ۳۶۱ -

[5] شامی : کتاب الاشربہ ، جلد خامس ، ص ۳۲۱ -

بلکہ علماء نے لکھا ہے کہ جو شخص بھنگ اور گانجہ کو حلال کہے وہ زندیق اور بدعتی ہے اور قائل حلت کا کافر ہے :-

ونقل عن الجامع وغیرہ ان من قال بحل البنج والحشیشۃ فھو زندیق مبتدع بل قال نجم الدین الزاھدی انہ یکفر و یباح قتلہ (شامی)[1]

اور ہر گاہ کہ جوز الطیب بسبب نشہ کے بالاجماع حرام ہوئی، پس تاڑی اور سیندھی بدرجہ اولی حرام ہے :-

عن ابن الحجر المکی انہ صرح بتحریم جوزۃ الطیب باجماع الائمۃ الاربعۃ وانھا مسکرۃ (درمختار)[2] وھکذا فی العالمکیریۃ۔

اور احادیث میں بصراحت ثابت ہے کہ جو شے نشہ لائے وہ خمر ہے اور حرام ہے :-

۱- عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل مسکر خمر وکل مسکر حرام (رواہ مسلم)[3]

۲- وعن عائشۃ قالت سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن البتع فقال کل شراب اسکر فھو حرام رواہ البخاری[4]

حدیث ثانی سے ثابت ہوا کہ جو شے نشہ لائے وہ حرام ہے اور تاڑی اور سیندھی پینے والی ہیں اور نشہ لاتی ہیں، یہ بھی حرام ہوئیں، اور اول حدیث سے ثابت ہے کہ جو شے نشہ لائے خواہ مائعات سے ہو خواہ جامدات سے، تمام حرام ہیں، پس افیون وغیرہ جامد نشہ لانے والی حرام ہوئیں۔

---

[1] درمختار، کتاب الاشربہ، جلد ثانی۔

[2] ایضاً۔

[3] مشکوٰۃ، کتاب الحدود، باب بیان الخمر، حدیث نمبر ۵، فصل ۱۔

[4] بخاری، کتاب الاشربہ باب الخمر من العسل، جلد دوم، ص ۸۷۳۔

پس ثابت ہوا کہ سیندھی اور تاڑی کہ نشہ لاتی ہیں بحکم حرام ہی ہیں اور مرتکب حرام

کا فاسق اور فاجر ہوتا ہے :-

فان ارتکب من غیر استحلال فسق (شرح فقہ اکبر)

پس پینے والا سیندھی اور تاڑی کا فاسق اور فاجر ہوا اور جو شخص کسی کو فاسق یا

فاجر کہے یا شارب الخمر کہے اسے تعزیر آتی ہے :-

وعزر بیا فاسق و یا فاجر، یا شارب الخمر

(در مختار) [2]

اور کم سے کم حد تعزیر کے تین کوڑے ہیں اور زیادہ سے زیادہ ۳۹ اور قید کے ساتھ

تعزیر ہوتی ہے :-

اکثرہ تسعة وثلثون سوطا واقله ثلاثة و

یکون به وبالحبس مختصرا (در مختار) [3]

پس حاکم کو اختیار ہے کہ مابین ۳ اور ۳۹ کے کوڑے مارے یا کسی قدر

قید رکھے :-

والتعزیر لیس فیہ تقدیر بل ھو مفوض الی

رأی القاضی (در مختار) [4]

اور اگر حاکم قابل زیادہ سزا کے پائے تو سزاء قید اور سزاء جسد ہر دو دے

سکتا ہے :-

وصح حبسہ مع ضربہ اذا احتیج لزیادة تادیب

وضربہ اشد (در مختار) [5]

---

[1] شرح فقہ اکبر

[2] درمختار : کتاب الحدود ، باب التعزیر - ج ۱ ، ص ۳۲۷ (ملخص)

[3] ایضاً : " " - " ، ص ۳۲۶ -

[4] ایضاً : " " - " " " -

[5] ایضاً : " " - " " ، ص ۳۲۷ -

اور حاکم کو اختیار ہے کہ بہ سبب چند قذف کے دو چند یا سہ چند تعزیر دے۔

واللہ اعلم بالصواب

حررہ واجابہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی

۲ جمادی الاولی ۱۳۰۴ھ ہجری

سوال ۱۰

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین کہ تھوڑا پانی نجاست واقع ہونے سے ناپاک ہو جاتا ہے یا پاک رہتا ہے؟ دلائل و براہین سے واضح کریں اللہ تعالیٰ آپ کو اجر عطا فرمائے۔

الجواب

مخفی نہ رہے کہ پانی قلیل، بوقوعِ نجاست ناپاک ہو جاتا ہے چنانچہ احادیث بخاری اور مسلم وغیرہا کی صاف دال ہیں:-

۱- عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یبولن احدکم فی الماء الدائم الذی لا یجری ثم یغتسل فیہ متفق علیہ [1]

۲- وعن جابر قال نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یبال فی الماء الراکد رواہ مسلم [2]

۳- عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یغتسل احدکم فی الماء الدائم وھو جنب فقال کیف یفعل یا ابا ھریرۃ قال یتناولہ تناولاً رواہ مسلم [3]

خلاصہ ہر دو احادیث اولین کا یہ ہوا کہ اس پانی میں کہ جاری یا بحکم جاری میں نہ ہو

---

[1] مشکوٰۃ، کتاب الطہارۃ، باب المیاہ، حدیث نمبر ۱، فصل ۱۔

[2] ایضاً، 〃 ، 〃 ، حدیث نمبر ۲ ، 〃

[3] ایضاً، 〃 ، 〃 ، حدیث نمبر ۱ ، 〃

بول کرنا نہ چاہئے، اس فعل کو آپ نے منع فرمایا کیونکہ پانی ناپاک ہوجاتا ہے پس یہ نہی واجب العمل ہے جیسا کہ امرِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واجب العمل ہے:-

قال اللہ تعالیٰ ما آتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا واتقوا اللہ ان اللہ شدید العقاب ۔ [1]

پس منکر نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وعید شدید العقاب میں داخل ہے۔

اور تیسری حدیث میں آیا ہے کہ جب انسان خواب سے بیدار ہو تو بغیر دھوئے ہاتھ کو پانی میں نہ ڈالے کیونکہ احتمال ناپاکی ہاتھ کا ہے:-

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا استیقظ احدکم من نومہ فلا یغمسن یدہ فی الاناء حتی یغسلھا ثلاثا فانہ لا یدری این باتت یدہ ۔ متفق علیہ [2]

اس حدیث میں بسبب احتمال ناپاکی ہاتھ کے پانی میں ڈالنے کو منع فرمایا بجائے تیقن ناپاکی، پس صاف ثابت ہوا کہ پانی قلیل بوقوع نجاست ناپاک ہوجاتا ہے ورنہ نہی کی حاجت نہ تھی۔

اور چوتھی حدیث :-

عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا شرب الکلب فی اناء احدکم فلیغسلہ سبعا ۔ رواہ البخاری [3]

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اگر کتا کسی برتن میں پانی پی جاوے تو وہ برتن بوجہ ناپاک ہونے پانی کے ناپاک ہوجاتا ہے، اس کو سات بار دھونا چاہئے، پس اس حدیث سے

---

[1] سورۃ الحشر، آیت ۷۔

[2] مشکاۃ، کتاب الطہارۃ، باب سنن الوضوء، حدیث نمبر، فصل ۱۔

[3] مشکاۃ، کتاب الطہارت، باب تطہیر النجاسات، حدیث نمبر ا فصل ۱۔

ہوا کہ پانی قلیل بوقوع نجاست ناپاک ہو جاتا ہے :-

ومذهب الجمهور منها ان الماء القليل اذا ورد عليه نجاسة نجسته وان قلت ولم تغيره فانها تنجسه انتهى ما في شرح المسلم [۱]

اس کی یہ ہے کہ " ولوغ " کے معنی زبان سے پینے کے ہیں :-

يقال ولغ الكلب في الاناء يلغ بفتح اللام فيهما ولوغاً اذا شرب بطرف لسانه (شرح مسلم [۲])

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس برتن کے پانی کو کتا پی جاوے اس پانی کو گرادو نجاست وغیرہ وغیرہ :-

عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا ولغ الكلب في اناء احدكم فليرقه ثم ليغسله سبع مرات رواه مسلم [۳]

اس حدیث سے بدو وجہ ثابت ہوتا ہے کہ پانی قلیل بوقوع نجاست ناپاک ہو جاتا ہے۔

اول یہ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کے گرانے کا حکم دیا اور گرانے میں ضائع کرنا مال کا ہے اور تضییع مال حرام ہے انه لا يحب المسرفين [۴] پس اگر پانی پاک ہوتا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز گرانے کا حکم نہ فرماتے۔ پس ثابت ہوا کہ وہ پانی ناپاک ہو جاتا ہے کہ گرانے کا حکم فرمایا جیسا کہ لکھا ہے امام نووی نے شرح مسلم میں :-

وفيه ايضاً نجاسة ما ولغ فيه ان كان الطعام مائعاً حرام الكل لان الاراقة اضاعة له فلو كان طاهراً لم يامرنا باراقته بل قد نهينا عن اضاعة المال وهذا مذهبنا ومذهب الجماهير انه ينجس ما ولغ فيه انتهى [۵]

---

[۱] شرح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب کراہۃ غمس المتوضیٔ وغیرہ، ج ۱، ص ۱۳۶۔

[۲] ایضاً ، ، ، باب حکم ولوغ الکلب، ج ۱، ص ۱۳۷۔

[۳] مسلم، ج ۱، کتاب الطہارۃ ، ، ، ، ، ،

[۴] سورۃ الاعراف، آیت ۳۱۔

[۵] مسلم، کتاب الطہارۃ، باب حکم ولوغ الکلب، ج ۱، ص ۱۳۷

اور اظہر من الشمس ہے کہ پانی جاری میں نجاست کا اثر نہیں ہوتا پس اس تقریر سے
مخالفت مابین احادیث جاتی رہی اور توافق پیدا ہوا جیسا کہ قاعدہ اصول حدیث کا ہے کہ حتی ا
احادیث متناقضہ میں توافق کیا جاوے۔ اگر نہ ہو سکے۔ اقوی پر عمل کریں اور مرجوح
چھوڑ دیں :-

فان قلت العبرة لعموم اللفظ دون خصوص
السبب فكيف اختص ببير بضاعة مع وجود دليل
العموم وهو الالف واللام اجيب بانه ليس من
باب الخصوص في شيئ وانما هو من باب الحمل
للتوفيق فان الحديثين اذا تعارضا وجهل
تاريخهما بعد كانهما وردا معا ثم بعد ذلك
ان امكن التوفيق بالعمل بينهما يحمل كل منهما
على محل حسن وان لم يمكن يطلب الترجيح و
ان لم يكن التوفيق وهنا امكن العمل بان يحمل
هذا الحديث على بير بضاعة دفعا للتناقض
انتهى ما في الشرح للعيني [1]

پس حدیث ہذا میں لفظ "الماء" سے خاص بیر بضاعہ بلا عموم مراد لینا
وجہ سے ثابت ہوا۔

اول بلحاظ اصلیت الف لام اور
دوم بنظر توافق اور
سوم بقرینہ سوال سائل۔

اور حدیث میں آیا ہے کہ چوہا گھی سخت میں گر پڑے تو اس چوہے اور اس
جو گرداگرد چوہے کے ہے نکال کر پھینک دو :-

عن ميمونة ان النبي صلى الله عليه وسلم
سئل عن فارة سقطت في سمن فقال خذوها وما حولها فاطرحوها

---

[1] شرح ہدایہ العینی ،

رواہ البخاری [1]

اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ پانی قلیل بوقوع نجاست ناپاک ہو جاتا ہے کیونکہ جب سخت گھی کا یہ حکم ہو کہ گرد اگرد ناپاک ہو جاتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے گرانے کا حکم دیا کہ ضائع کرنا مال کا ہے کہ ممنوع ہے تو پانی بالاولیٰ چوہے کے مرنے سے ناپاک ہو جائیگا کہ مائعات سے ہے پس اگر پانی قلیل بوقوع نجاست ناپاک نہ ہوتا تو ابن شہاب زہری بحالت مرنے موش کے نکالنے پانی کا بیر سے حکم نہ دیتے :-

فی مصنف عبد الرزاق عن معمر قال سألت الزهری عن فارة وقعت فی البیر فقال ان اخرجت مکانها فلا باس وان ماتت فیها نزحت [2]

اور اسی طرح سے حسن بسبب مرنے جانور کے پلیدی چاہ کا حکم نہ دیتے :-

عبد الرزاق عن معمر قال اخبرنی من سمع الحسن یقول اذا ماتت الدابة فی البیر اخذ منها وان تفسخت فیها نزحت اربعون دلوا [3]

اور بھی شعبی بجہت مرنے مرغی کے چاہ کو حکم پلیدی کا نہ دیتے :-

ابن ابی شیبة قال حدثنا وکیع قال حدثنا عبد اللہ بن شبرمة عن الشعبی فی دجاجة ماتت فی بیر قال تعاد منها الصلوٰة و تغسل الثیاب [4]

اور ابن منذر بباعث مرنے انسان کے تمام پانی نکالنے کا حکم نہ دیتے :-

قال ابن المنذر فی الانسان یموت فی البیر تنزح کلها [5]

---

[1] بخاری، کتاب الوضوء، ما یقع من النجاسات الخ، ج ۱ ص ۳۷-

[2] المصنف، لعبد الرزاق، کتاب الطہارۃ، باب البئر تقع فیہ الدابہ، ج ۱، ص ۸۱-

[3] ایضاً ، ، ، ، ،

[4]

[5]

اور اسی پر ہیں امام اوزاعی اور لیث بن سعد اور امام مالک وغیرہم پس باجماع اہل ناپاک ہونا پانی قلیل کا بوقوع نجاست متحقق ہوا، جو شخص کہ پاکی کا قائل ہے وہ مخالفت کرتا احادیث کی اور جمہور علماء کی اور مصداق ہے اس حدیث کا :-

اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار[1]

یعنی مستوجب نار کا اللھم احفظنا منہ واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ واجابہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی دہلوی

سوال ۱۱

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے میں کہ انسان کی منی پاک ہے یا ناپاک؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ چونکہ منی سے انسان پیدا ہوتا ہے اور وہ اشرف اور خلیفۃ اللہ ہے اس لئے منی کو پاک ہونا چاہیے۔ دلائل اور براہین کے ساتھ جواب فرمائیں، اللہ تعالیٰ آپ کو اجر عطا فرمائے۔

الجواب

احادیث شریفہ سے ثابت ہے کہ منی انسان کی ناپاک ہے چنانچہ حدیث حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی صحیح بخاری میں آئی ہے کہ فرمایا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں پارچہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منی کو دھوتی تھی :-

عن سلیمان بن یسار قال سألت عائشۃ عن المنی یصیب الثوب فقالت کنت اغسل من ثوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث متفق علیہ[2]

اور اسی طرح حدیث عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ثابت ہوتا ہے :-

وذکر عمر بن الخطاب لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] مشکاۃ، کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، حدیث نمبر ۴۹، فصل ۲۔
[2] مشکاۃ، کتاب الطہارۃ، باب تطہیر النجاسات، حدیث نمبر ۵، فصل ۱۔

انه تصیب الجنابة من اللیل فقال لہ رسول اللّٰہ
صلی اللّٰہ علیہ وسلم توضأ و اغسل ذکرک ثم نم
رواہ البخاری [1]

ان ہر دو احادیث سے ثابت ہوا کہ منی انسان کی ناپاک ہے اور اگر ناپاک نہ ہوتی
تو کیوں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کپڑے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوتیں اور کیوں حضور
صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دھونے کا حکم فرماتے ؟

یہی مذہب ہے امام اعظم اور امام مالک اور ثوری اور اوزاعی اور حسن بن حیی اور امام
احمد اور محمد ابن الازہری اور ابی معاذ البلخی اور حسن بصری کا، رحمہم اللہ تعالیٰ۔

وبہ قال مالک و الثوری و الاوزاعی و الحسن بن حیی
و احمد فی روایة الا ان مالکا قال یغسل رطبة
و یابسة وھو قول الحسن البصری وھو قول بعض
مشائخ بلخ مثل محمد بن الازھری و ابی معاذ البلخی
انتھیٰ ما فی العینی شرح الھدایة۔ [2]

صحابہ اور تابعین مثل عمر و عائشہ و جابر و حسن بصری وغیرہم (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کا یہی مذہب
ہے کہ ناپاک ہے :-

وعن الحسن ان المنی بمنزلة البول فھٰؤلاء و
الصحابة و التابعون قد غسلوا المنی و امروا بغسل
الثیاب منہ وھذا ان التا النجاسة (عینی شرح ھدایہ) [3]

البتہ منی رقیق تر اور منی غلیظ خشک میں بہ نسبت کیفیت کے فرق ہے کہ ناپاکی منی رقیق تر
بغیر دھوئے پاک نہیں ہوتی اور ناپاکی منی غلیظ خشک کی رگڑنے یا چھیلنے سے دور ہو جاتی ہے
اور یہی مذہب ہے امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کا مطابق حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
کے جو مسلم اور دار قطنی میں آئی ہے :-

قالت عائشة وانی لاحکہ من ثوب رسول اللّٰہ صلی

---

[1] مشکوٰة کتاب الطھارت، باب مخالطة الجنب، حدیث ۲، فصل ۱۔
[2] شرح ہدایہ عینی۔
[3] شرح ہدایہ، عینی

اللہ علیہ وسلم یابسا بظفری، رواہ مسلم [1]

۲- وعن عائشۃ قالت کنت افرک المنی من ثوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان یابسا واغسلہ اذا کان رطبا، رواہ الدارمی [2]

اور چونکہ اسراف وقت اور پانی بمقتضائے انہ لایحب المسرفین [3] ممنوع اور مذموم ہے پس بحالت پاکی منی کے دھونے یا فرک کا حکم نہ ہوتا کما لا یخفی علی الماہر بالاحادیث۔

اگر کوئی اعتراض کرے کہ اصل انسان کی منی ہے اور انسان مکرم ہے پس نہیں ہو سکتا کہ اصل انسان کی ناپاک ہو۔

(جواب) اولاً معلوم کرنا چاہئے کہ شرافت و کرامت بنی آدم کی بلحاظ اصل خلقت کے نہیں ہے بلکہ کرامت بنی آدم کی بجہت تقویٰ اور دین داری کے ہے کما قال اللہ تعالیٰ ان اکرمکم عند اللہ اتقکم [4] ورنہ بہ نسبت کفار یہ نہ فرماتا یاایھا الذین امنوا انما المشرکون نجس [5] اور احادیث میں کفار منسوب بہ نتن کئے گئے ہیں۔ بظاہر منطوق نص جسم کفار کا پلید ہے جیسا کہ ابن عباس سے روایت ہے:-

ان اعیانہم نجسۃ کالکلاب والخنازیر (تفسیر کبیر) [6]

اور حسن سے روایت ہے کہ اگر جسم کفار کا مس ہو جاوے تو وضو کرے:-

عن الحسن من صافح مشرکا توضأ [6]

پس اگر کرامت بلحاظ اصل خلقت کے ہوتی تو کفار اور مومن مساوی ہوتے کیونکہ

---

[1] مسلم، کتاب الطہارۃ، باب حکم المنی، ج ۱، ص ۱۴۰۔

[2] دارقطنی، کتاب الطہارۃ، باب ما ورد فی طہارۃ المنی الخ، حدیث نمبر ۳۔

[3] سورۃ الاعراف، آیت ۳۱۔

[4] سورۃ الحجرات، آیت ۱۳۔

[5] سورۃ التوبہ، آیت ۲۸۔

[6] تفسیر کبیر، سورۃ التوبہ، زیر آیت انما المشرکون نجس، ج ۴، ص ۴۲۹۔

عناصر اور منی ہے اور اگر اصل بلحاظ شکر مادری لی جاوے تو بھی سب بنی آدم کی نشست
خون سے ہے کہ ہر دو ناپاک ہیں جیسا کہ فرمایا اللہ تعالٰے نے :

خلقکم من تراب ثم من نطفۃ ثم من علقۃ الآیۃ [1]

فرمایا :-

قل لا اجد فیما اوحی الی محرما علی طاعم یطعمہ

الا ان یکون میتۃ او دما مسفوحا الآیۃ (الانعام ع ۱۸)

اگر منی کو پاک فرض کر لیا تو علقہ اور خون کہاں پاک رہا ؟ پس ثابت ہوا کہ غلاظت
کرامت بنی آدم کو نہیں ہے کیونکہ شرافت و بزرگی بنی آدم کی بعد خلقت کاملہ کے
ہے اور حکم شے کا بعد تبدل ماہیت اور تغیر ہیئت کے بدل جاتا ہے یعنی پاک شے
ہو جاتی ہے اور ناپاک پاک ہو جاتی ہے۔ آیا نہ دیکھا کہ شیرۂ انگور پاک ہے اور وہی
خمر ناپاک ——— اور خمر ناپاک بعد تغیر ماہیت سرکہ پاک ہو جاتی ہے ———
مشک[ع] ناپاک ہے اور مشک پاک ——— اور سگ اور خر مردہ معدن نمک میں
ہونے کے پاک ہے ——— اور غذا پاک اندر معدہ کے بعد پخت کے سفل اور
ناپاک ہو جاتی ہے ——— اور خون ناپاک بعد پخت کے بہ قابلیت جسم پاک ہے
بنی آدم کی بعد تغیر علقہ ہونے کے ہے ——— آیا نہ دیکھا حدیث شریف میں کہ حضرت
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

لک صدقۃ و لنا ھدیۃ [2]

اور بہت سی احادیث در باب ناپاکی منی وارد ہوئی ہیں کہ بعض ان کی غسل پر دال
اور بعض فرک (رگڑنا) پر، واسطے خوف طوالت کے درج نہیں کی گئیں اور کسی حدیث
سے نہیں ثابت ہوا کہ بغیر فرک یا غسل کے پاک ہو جاتی ہو، فافہم واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ واجابہ خاکپائے محمد مسعود نقشبندی دہلوی

[ع] کستوری، اس کی اصل خون ہے۔

[1] سورۃ المؤمن، آیت ۶۷۔

[2] (ا) مشکاۃ، کتاب الزکاۃ، باب من لاتحل لہ الصدقۃ، حدیث ۵، فصل ۱۔

(ب) مسلم، کتاب الزکاۃ، باب اباحۃ الہدیۃ الخ، ج ۱، ص ۳۴۵۔

الجواب

۱۔ بصورتِ مرقومہ جوتی میں تر پاؤں رکھنے سے دوبارہ پاؤں دھوتے اور پاک کر[illegible] نہیں آتے:

ولو وضع رجله المبلولة على ارض نجسة او بساط نجس لا يتنجس۔ عالمگیری[1] فقط۔

۲۔ تاریکی میں نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ میں تا[illegible] نماز پڑھتے تھے کما فی الحدیث فرض ونفل برابر ہیں فقط۔

۳۔ زوجہ زید کی بعد جننے اولاد کے عمرو سے زید کے پاس آجاوے وہ عورت بلا[illegible] دوبارہ کئے زید پر حلال ہے، کچھ نکاح ثانی کی ضرورت نہیں، فقط۔

۴۔ "میں نے تو اس کو چھوڑ دیا" کنایہ سے ہے، نیت طلاق کی شرط ہے، اگر [illegible] نیت طلاق کی وقت کہنے اس لفظ کے کی ہے (تو) طلاق بائن ہو جائے گی ورنہ نہیں طلاق بائن میں نکاح ثانی لازم ہے هكذا فی کتب الفقه۔

حررہ واجابہ خاکِ رہ: محمد مسعود نقشبندی دہلوی

سوال ۱۷

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں، ایک کنوئیں میں ایک کرسی یعنی اُپلے کا گر گیا بقدر ڈیڑھ گرہ کا اور پھولا ہے نہیں —— آیا واسطے کنوئیں کے کیا پاک ہے یا ناپاک ہے، اگر ناپاک ہے تو کس قدر پانی نکلنا چاہئے۔ بحوالہ کتب تحریر فرمائیے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

واضح ہو کہ کنز الدقائق میں لکھا ہے:۔

لا ينزح ببعر في ابل وغنم وخرء حمام و عصفور[2] انتهى۔

---

[1] عالمگیری، کتاب الطہارۃ، باب الانجاس، فصل ۲، ج ۱، ص ۴۷ -

[2] کنز، کتاب الطہارت، ص ۸ -

لعدم النجاسة فلو وقع ثلاث بعرات ينزح لانه کثیر ولا فرق بين الصحيح والمنكسر والرطب واليابس والخثى والروث لشمول الضرورة وهو الصحيح وكذا لا فرق بين آبار الفلوات و الامصار (شرح عینی[1]) وكذا فی الدر المختار ولا بعرتی ابل وغنم ای لا ينزح بهما وهذا استحسانا قال فی الفيض فلا ينجس الا اذا كان كثيرا سواء كان رطبا او يابسا صحيحا او منكسرا ولا فرق بين ان يكون للبئر حاجز كالمدن او لا كالفلوات هو الصحيح انتهى ما فی الشامی[2]۔

پس رد ہوا قول فرق کا مابین چاہ صحرا اور آبادی کے کیونکہ صحیح مذہب میں فرق نہیں ہے۔ ایسا ہی ہے عالمگیری میں :۔

(ا) و بعر الابل و الغنم اذا وقع فی البئر لا يفسد ما لم يكثر۔

(ب) هكذا فی فتاوى قاضيخان وعن ابی حنيفة ان الكثير ما استكثره الناظر و القليل ما استقله وعليه الاعتماد۔

(ج) وهكذا فی التبيين و البعر الكثير ما لا يخلو دلو منه و القليل بخلافه وهو الصحيح كذا فی شرح المبسوط للامام السرخسی و النهاية۔

(د) وفی الجامع الصغير الصحيح انه لا فرق بين الصحيح و المنكسر و الرطب و اليابس۔

(ھ) كذا فی الخلاصة ولا فرق بين الروث و الخثى و البعر۔

(و) كذا فی الهدايه ولا فرق بين آبار المصر و الفلوات۔

---

[1] شرح ہدایہ، عینی،

[2] شامی، کتاب الطہارۃ، باب المیاہ، فصل فی البئر ج ۱، ص ۱۴۷۔

(ش) کذا فی التبیین وهو الصحیح لان الضرورة قد تقع فی الجملة فی المصر ایضاً کذا فی الحمامات والرباطات کذا فی محیط السرخسی انتھی ما فیہ۔

پس رد ہوا قول کہ امصار میں ضرورت نہیں ہے بلکہ صحیح یہی ہے کہ امصار میں ضرورت ہے ـــــ افسوس کہ صحیح مذہب کو ضعیف کے بدلے کہ شامی میں بلفظ مندرج عبارت معترض کی درج ہے کما تقدم، بسبب ہوائے نفس چھوڑ دیا اور عبارت ضعیف کہ ساتھ قیل کے ہے تاتارخانیہ سے ذکر کر دی:۔

ھذا ھو العمل علیٰ لا تقربوا الصلوٰۃ بترک وانتم سکاریٰ

حالانکہ اسی عبارت تاتارخانیہ سے ثابت ہوا کہ اگر ضرورت نہ ہو تو نجس ہوتا ہے اور صحیح یہی ہے کہ امصار میں بھی ضرورت ہے جیسا کہ محیط سرخسی سے ذکر کیا گیا اور طرفہ یہ کہ معترض کی سمجھ میں عبارت تاتارخانیہ کی نہیں آئی کیونکہ سائل کا سوال یالبس سے ہے تاتارخانیہ میں یالبس کے ساتھ اکثروں نے قید ضرورت کی لگائی ہے اور امصار میں ضرورت ہوتی ہے پس بلاریب حسب سوال چاہ ناپاک نہ ہوا کما قال:۔

واکثرھم علیٰ انہ لو کان فیہ ضرورۃ و بلویٰ لا ینجس[1]

اور شرح عینی ہدایہ سے جو عبارت معترض نے نقل کی ہے اس میں صحیح اور راجح یہی امر ہے چاہ ناپاک نہیں ہوتا اگرچہ 'قیل' سے اختلاف لکھا ہے پس دراصل یہ خلاف' ہے اختلاف نہیں ہے اور قول مرجوح ہے اور فتویٰ دینا قول مرجوح اور ضعیف پر خلاف اجماع کے اور قابل قبول کے نہیں ہے:۔

قال العلامۃ قاسم فی تصحیحہ ان الحکم و الفتویٰ بما ھو مرجوح خلاف الاجماع وقال ایضاً فی فتاویٰ ولیس للقاضی المقلد ان یحکم بالضعیف لانہ لیس من اھل الترجیح فلا یعدل عن الصحیح الا لقصد غیر جمیل و لو حکم لا ینفذ لان قضائہ قضاء

---

[1] عالمگیری، کتاب الطہارۃ، باب فی المیاہ، ج ۱، ص ۱۹۔

[2]

بغیر الحق لان الحق ھو الصحیح[۱]۔

ایسا ہی بحر الرائق کے مصنف نے بعض رسائل اپنے میں لکھا ہے :۔

اما القاضی المقلد فلیس لہ الحکم الا بالصحیح المفتی بہ فی مذھب ولاینفذ قضاء بالقول الضعیف ھکذا کلہ فی الشامی وھکذا فی الدر المختار[۲]۔

پس صحیح اور قابل اعتماد کے یہی امر ہے کہ چاہ ناپاک نہیں ہوا واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ واجابہ خاکپائے رہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی

۹ محرم الحرام سنہ ۱۳۰۳ ہجری

سوال ۱۵

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ اولیٰ وقت ظہر کا سب کے نزدیک کیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ وائمہ اربعہ (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) نے کس وقت پڑھی ہے اور بعض ڈیڑھ بجے کی قید لگاتے ہیں باوجود نہ ہونے شدت گرمی کے اور عصر کا وقت بھی بیان کر دیں۔

الجواب

اولیٰ اور افضل وقت ظہر کا موسم سرما میں بعد ڈھلنے آفتاب کے ہے چنانچہ احادیث میں آیا ہے :۔

عن عبد اللہ بن عمرو ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقت الظھر اذا زالت الشمس وکان ظل الرجل کطولہ مالم یحضر العصر الحدیث[۳] (رواہ مسلم وغیرہ احادیث)

اولیٰ اور افضل ظہر کا موسم گرما میں ابراد یعنی تاخیر ہے کہ اس میں بھی احادیث آئی ہیں کما فی بخاری :۔

---

[۱] ...
[۲] شامی، جلد ۴، کتاب القضاۃ، ص ۳۳۵،
[۳] مسلم، کتاب المساجد، باب اوقات الصلوات الخمس، ج ۱، ص ۲۲۳۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اشتد الحر فابردوا بالصلوۃ فان شدۃ الحر من فیح جہنم [1]

اور دوسری حدیث میں بروایت ابی ذر ہے :۔

فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتظر انتظر وقال شدۃ الحر من فیح جہنم فاذا اشتد الحر فابردوا عن الصلوۃ حتی رأینا فیئ التلول (رواہما البخاری) [2]

ماسوا اس کے اور بھی احادیث ہیں بخاری وغیرہ صحاح ستہ میں، پس موسم گرما میں ابراد یعنی قریب دو بجے کے پڑھنا مستحب ہے اس پر اجماع صحابہ اور علماء کا ہے اور یہی مذہب شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ ہے اور یہی مذہب امام اعظم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا جیسا کہ لکھا ہے امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح مسلم میں :۔

والصحیح استحباب الابراد وبہ قال جمہور العلماء وهو المنصوص للشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ وبہ قال جمہور الصحابۃ لکثرۃ الاحادیث الصحیحۃ فیہ المشتملۃ علی فعلہ والامر بہ فی مواطن کثیرۃ ومن جہۃ جماعۃ من الصحابۃ رضی اللہ عنہم انتہی ما فیہ [3]

اور اسی لئے تاخیر نماز ظہر کو موسم گرما میں اختیار کیا ہے اہل علم نے جیسا کہ ترمذی میں ہے اور یہی قول احمد اور ابن المبارک اور اسحق کا ہے :۔

وقد اختار قوم من اہل العلم تاخیر صلوۃ الظہر فی شدۃ الحر وهو قول ابن المبارک واحمد واسحق انتہی [4]

---

[1] بخاری، کتاب مواقیت الصلاۃ، باب الابراد بالظہر الخ، ج ۱، ص ۷۶۔

[2] ایضاً " " " " " " "

[3] شرح مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب الابراد بالظہر، ج ۱، ص ۲۲۴۔

[4] ترمذی، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء فی تاخیر الظہر الخ، ص ۲۳۔

اور موسم گرما میں تاخیرِ ظہر اولیٰ اور انسب ہے۔ اگر یہ کہا جاوے کہ تاخیرِ ظہر موسمِ گرما میں ان اشخاص کے واسطے ہے جو اشخاص کہ راہ دور سے آویں اور اہلِ محلہ کو مسجد محلہ میں تاخیر اولیٰ نہیں ہے جیسا کہ قول امام شافعی رحمہ اللہ تعالےٰ کا ہے، یہ کہنا مخالف ہے حدیث ابی ذر کو :-

عن ابی ذر ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان فی سفر ومعہ بلال فاراد ان یقیم فقال ابرد ثم اراد ان یقیم فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ابرد فی الظہر قال حتی راینا فییٔ التلول ثم اقام فصلی فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان شدۃ الحر من فیح جہنم فابردوا عن الصلوٰۃ رواہ الترمذی[1]۔

پس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو کہ مسجد کے متصل بھی رہتا ہو اس کو بھی تاخیر ظہر مستحب ہے کیونکہ سفر میں صحابہ بہت ہی قریب مسجد کے تھے، ایسا ہی لکھا ہے ترمذی نے سنن ترمذی میں :-

ومعنی من ذھب الی تاخیر الظھر فی شدۃ الحر اولی واشبہ بالاتباع واما ما ذھب الیہ الشافعی (رحمہ اللّٰہ تعالیٰ) ان الرخصۃ لمن ینتاب من البعد للمشقۃ علی الناس فان فی حدیث ابی ذر ما یدل علی خلاف ما قال الشافعی ۔۔۔ فلو کان الامر علی ما ذھب الیہ الشافعی لم یکن للابراد فی ذلک الوقت معنی لاجتماعھم فی السفر وکانوا لا یحتاجون ان ینتابوا من البعد انتہیٰ[2]

اور اسی حدیث ابی ذر سے ثابت ہوا کہ ظہر کا وقت دو مثل تک رہتا ہے اور بعد اس کے وقت عصر کا شروع ہوتا ہے تداخل نہیں ہے چنانچہ کلمہ "فییٔ التلول" کا دلالت

---

[1] ترمذی، کتاب الصلاۃ، باب ما جاء فی تاخیر الظہر الخ، ص ۲۲۔
[2] ایضاً۔

کرتا ہے کیونکہ سایہ ٹیلیوں کا کم از کم دو مثل نہیں ہوتا اور اس میں شک نہیں ہے کہ بعد دو مثل کے

سایہ ٹیلیوں کا معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ واجابہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی دہلوی

۱۰ رجب المرجب ۱۳۰۲ھ ہجری

سوال ۱۶

امامت ایسے شخص کی جس کا الٹا ہاتھ مونڈھے سے کٹا ہو جائز ہے یا ناقص ہے

بینوا توجروا۔

الجواب

امامت ایسے شخص کی جس کا ایک ہاتھ کٹا ہو، جائز ہے بکراہت تنزیہہ جیسا کہ

میں فتاوائے صوفیہ سے نقل کیا ہے:

ومن له يد واحدة[1] فقط

حررہ واجابہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی دہلوی

۳ شعبان ۱۳۰۰ھ ہجری

سوال ۱۷

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ہندہ

زید بارہ برس تک بلقب "بیٹی" کے کہتا رہا اور حیات میں ہندہ کے خاوند کے

سے زنا خفیہ کرتا رہا ——— اور خاوند ہندہ کا زید کا حقیقی بھانجہ تھا، جب

تو بعد فوت اس کے خاوند کے، زید نے ہندہ سے نکاح پڑھایا، چنانچہ ہندہ اب

زید کی زوجیت میں ہے۔

دوسرے عمرو کا بکر خالو ہے اور بسبب عمرو کی حقیقی خالہ گھر میں بکر کے ہونے

اس کی آمد و رفت عمرو کے ہاں رہی، عرصہ پانچ برس سے بکر مسماۃ حفظہ سے زنا کاری کی

اور جب عمرو نے بکر کی آمد و رفت میں روک ٹوک کی اور حفظہ کی بھی حفاظت اور نگرانی کی

---

[1] شامی، کتاب الصلاۃ، باب الامامۃ، مطلب فی امامۃ الامرد، ج ۱، ص ۳۷۸۔

نے حفظ کو ورغلا کر عدالت فوجداری میں نان ونفقہ کی نالش دائر کی ہے اور طرح طرح سے درپے آزار ہے اور بکر پیش امام بھی ہے اور قاضی بھی قصبہ کا ہے، نکاح بھی پڑھاتا ہے۔ آیا ایسے شخص فاسق، زناکار کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے؟ اور ایسے شخص کا نکاح پڑھایا ہوا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بصورتِ مرقومہ معلوم کرنا چاہیے کہ ثبوت زنا کا عند الشرع بہت ہی مشکل ہے، بحالت عدم ثبوت سائل قاذف ہوگا پس بشرط ثبوت زنا بکر فاسق ہوگا اور اس کے پیچھے نماز جائز ہوگی ساتھ کراہت کے، اگر اس سے بہتر کوئی دوسرا امام ہو، ورنہ بلا کراہت جائز ہوگی اگر ثبوت نہ ہوا تو سائل فاسق ہوگا اور اس کے پیچھے نماز بکراہت جائز ہوگی اور نکاح پڑھایا اس کا بہر حالت جائز ہے:۔

ویکرہ تنزیہا امامۃ عبد واعرابی و فاسق واعمٰی الا ان یکون اعلم القوم فھو اولٰی (تنویر الابصار[1])

وفاسق من الفسق وھو الخروج عن الاستقامۃ ولعل المراد بہ من یرتکب الکبائر کشارب الخمر والزانی واکل الربٰو ونحو ذٰلک (شامی[2])

واللہ اعلم بالصواب

حررہ واجابہ خاکپا رہ: محمد مسعود نقشبندی دہلوی

سوال ۱۸

کیا فرماتے ہیں علمائے دینِ متین ومفتیانِ باصدق ولیقین ایسے شخص کی اقتدار میں جو امام مسجد ہے اور جس کے افعال مندرجہ ذیل ہیں:۔

(۱) خائن فی حقوق اللہ (۲) گالیاں فحش بکنے والا (۳) بازاروں میں مفسدہ پرداز (۴) ... ساز (۵) مغلوب الغضب (۶) خواہ حق ہو یا ناحق ہو، برا کہنے والا اتفاق ... جب کہ امور خیر پر متفق ہوں (۷) ہتک عزت کرنے والا ایسے مسلمان کے

---

[1] تنویر و در مختار، کتاب الصلاۃ، باب الامامۃ، ج ۱، ص ۸۳۔

[2] شامی، کتاب الصلاۃ، باب الامامۃ، ج ۱، ص ۳۷۶۔

جو مضمون قرآن وحدیث کا بیان کرتا ہو بعد استماع مضمون مذکور کے (۸) توڑنے

اپنے عہد کا جب کہ کامل طور پر لکھ چکا ہو (۹) اور افعالِ قبیحہ سے توبہ کرکے

ثابت نہ رہے۔

آیا ایسا شخص قابلِ امامت ہے یا نہیں؟ —— سوائے جہلاء کے جو یا

صلوٰۃ نہیں اہلِ علم اور شریف لوگ اس کی امامت سے ناراض ہیں بسبب فسق کے اور

فاسق مُعلِن ہونے کے اس کو معزول کرنے سے بھی معذور ہیں جب تک استفسار علما

مدلل بہ ادلۂ شرعیہ نہ ہو —— اور جہلاء میں اس کا اظہار نہ ہو تب تک کوئی اس کو

کے ہمارا کیا لیتا ہے، ہم کو کیا غرض پڑی ہے کہ ہم معزول کریں، لہٰذا آپ حضرات با

خدمت میں عرض ہے کہ اگر ایسا شخص قابلِ امامت کے نہیں ہے تو ہم بندگانِ خدا اس کا

عوام الناس ہیں کریں تاکہ وہ لوگ بھی معلوم کرلیں کہ واقعۃً ایسا شخص قابل امام بنانے کے

الجواب

بصورتِ مسئولہ امام باوصافِ مذکورۃ السوال فاسق اور فاجر ہے اور چونکہ فس

وجہ سے مقتدی اس سے ناراض ہیں لہٰذا وہ امام موردِ اس حدیث شریف کا ہے:-

ثلاثۃ لا تقبل منہم صلوٰتہم من تقدم قوما وہم لہ

کارہون' الحدیث رواہ ابوداؤد [1]

اگر فاسق سے بہتر دوسرا شخص ہو اس وقت میں نماز اس کے پیچھے پڑھنی مکر

ہے یعنی قریب حرام کے، یا فسق وفجور کے سبب سے مقتدی اس سے ناراض ہیں ج

اس کے پیچھے نماز پڑھنی قریب حرام کے ہے کما فی الدر المختار:-

ولو ام قوما وہم لہ کارہون ان الکراہۃ

لفساد فیہ او لانہم احق بالامامۃ منہ کرہ لہ ذلک

تحریما (لحدیث ابی داؤد) [2]

اور نمازیوں کو چاہئے کہ اگر طاقت اس کے موقوف کرنے کی نہ ہو تو اس کے پیچھے نما

---

[1] مشکوٰۃ، کتاب الصلوٰۃ —— باب الامامۃ، حدیث ۷، فصل ۲۔

[2] درمختار، کتاب الصلوٰۃ، باب الامامۃ، فصل ۳ ، ج ۱ ص ۸۶۔

...ری مسجد میں جاکر نماز کو ادا کریں تاکہ حرمت سے بچیں اور نماز کامل ادا ہو :-

الفاسق اذا کان یؤم یوم الجمعۃ وعجز القوم عن منعہ قال بعضہم یقتدی بہ فی الجمعۃ ولا تترک الجمعۃ بامامتہ وفی غیر الجمعۃ یجوز ان یتحول الی مسجد اٰخر ولا یاثم بہ ھکذا فی الظھیریۃ والعالمگیری[1]

پس ایسے شخص کو امامت سے دور کرنا چاہیئے کیونکہ انتشار نمازیوں کا بصورت عدم ...وقوف امام فاسق کے لازم آتا ہے اور ہتک مسجد اور عدم ذکر الٰہی پیدا ہوتا ہے پس ضرور ...کہ فاسق کو امامت سے دور کیا جائے ورنہ اہلِ محلہ مورد اس آیہ کریمہ کے ہوں گے :-

ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللّٰہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعٰی فی خرابھا[2]

...جد مذکور کو خراب ہونے سے بچاویں۔ واللّٰہ اعلم بالصواب والیہ المرجع ...والمآب۔

حررہ واجابہ خاکِ رہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی
۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۲ھ ہجری

سوال ۱۹

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلے میں کہ ایک مسجد میں مدت سے ...ہے اور سب آدمی اس امام مسجد سے خوش اور کسی طرح سے رنجیدہ نہیں ہیں، ایک شخص دوسرا ...امام مسجد سے عداوت رکھتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ میں نماز پڑھانے لگوں، اکثر آدمی امام سابق ...سے راضی ہیں بہ نسبت امام جدید، تھوڑے سے مقتدی کوئی دو چار آدمی اس شخص سے بھی راضی ...ہیں اور وہ شخص یہ بھی کہتا ہے کہ امام مقرر ہونا حدیث شریف سے ثابت نہیں ہے، فقط

الجواب

امام حی یعنی امام محلہ وہ امام ہے جس کو کل اہلِ محلہ نے یا اکثر اہلِ محلہ نے اپنی رضامندی سے

---

[1] عالمگیری، کتاب الصلاۃ، باب الامامۃ، فصل ۳، ج ۱، ص ۸۶۔
[2] سورۃ البقرہ، آیت ۱۱۴۔

مقرر کیا ہو پس بغیر اذن امام حی کے کسی دوسرے شخص غیر کو نماز پڑھانی اس محلے میں جائز نہیں
یہی امر ثابت ہوتا ہے حدیث شریف سے :-

عن ابی مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم لا یؤمن الرجل الرجل فی اھلہ ولا فی سلطانہ
رواہ مسلم [1]

معنی اس حدیث کے نزدیک محدثین اور علماء و فقہاء کے یہ ہیں کہ امام مسجد کا حق زیادہ
غیر اپنے سے، اگرچہ غیر فقیہ یا قاری یا پرہیزگار امام حی سے زیادہ ہو جیسا کہ شرح مسلم
امام نووی نے لکھا ہے :-

معناہ ما ذکرہ اصحابنا وغیرھم ان صاحب البیت
والمجلس وامام المسجد احق من غیرہ وان کان
ذلک الغیر افقہ واقرأ واورع وافضل منہ
انتہی [2]

اسی واسطے مالک بن الحویرث نے مسجد محلہ میں آپ امامت نہ کی اگرچہ اہل محلہ نے ان کو امامت
کے واسطے کہا بھی بلکہ مالک بن الحویرث نے یہ کہا کہ :-

قدموا رجلا منکم یصلی بکم [3]

یعنی امام مسجد کو امام کرو ______ جیسا کہ حدیث مروی ابوداؤد میں ہے۔ پس حدیث سے ثابت
ہوا کہ امام مسجد کا مقرر ہوتا ہے۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ حدیث سے تقرری امام کی ثابت نہیں
مخالفت کرتا ہے حدیث کی، پس جو شخص کہ امام مسجد سے عداوت رکھتا ہے اور کہتا ہے کہ
امام ہوں وہ گنہگار ہے اور اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنی چاہیے کیونکہ احادیث سے ثابت
کہ جو شخص کہ طالب کسی منصب کا ہو اس کو وہ منصب نہ دینا چاہیے، واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ واجابہ خاکسار: محمد مسعود نقشبندی دہلوی

۱۲ر جمادی الثانیہ ۱۳۰۲ھ ہجری

---

[1] مشکاۃ: کتاب الصلاۃ، باب الامامۃ، حدیث ا، فصل ا (مختصراً)

[2] [3] شرح مسلم للنووی، کتاب المساجد، باب من احق بالامامۃ ج ا ص ۲۳۶ ۔

الجواب

بر ماہران حدیث وفقہ مخفی نہ رہے کہ بصورت مسؤلہ میاں گل حسین احق اور اولیٰ اور لائق امامت ہے۔ اول یہ کہ میاں گل حسین قاری ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ لائق امامت کے قاری ہے اور دوسروں سے مستحق ہے :-

عن ابی مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یؤم القوم اقرأهم لکتاب اللہ تعالیٰ (الحدیث)

رواہ مسلم [۲]

ابی سعید کی روایت میں ہے :- احقهم بالامامة اقرأهم [۲]

یعنی لائق امامت کے قاری قرآن ہے۔

ایسا ہی واقع ہے کتب فقہ میں :-

الاحق بالامامة تقدیما بل نصبا (مجمع الانہر)

الاعلم باحکام الصلوٰة ثم الاحسن تلاوة وتجویدا [۳]

للقراءة (در مختار)

یعنی لائق یہ ہے کہ امامت پنجگانہ کے واسطے قاری اور فروض وواجبات اور سنن نماز کا جاننے والا مقرر کیا جاوے۔

قولہ بل نصبا ای الامام الراتب (شامی) [۴]

بلکہ چونکہ مولوی نعمت اللہ توتلا ہے اس کے پیچھے نماز ہی صحیح نہیں :-

ولا غیر الالثغ بہ ای بالالثغ علی الاصح (در مختار) [۵]

یعنی بغیر توتلے کی توتلے کے پیچھے نماز صحیح نہیں ہوتی ہے، یہی اصح مذہب، اور دوسری وجہ

---

[۱] فتاویٰ مسعودی کے قلمی نسخے میں سوال درج نہیں ہے۔ (مسعود)

[۲] مشکوٰۃ: کتاب الصلوٰۃ، باب الامامۃ، فصل اول۔

[۳] در مختار، کتاب الصلاۃ، باب الامامۃ، ج ۱، ص ۸۲۔

[۴] شامی، کتاب الصلاۃ، 〃، ج ۱، ص ۳۷۴۔

[۵] در مختار، کتاب الصلاۃ، 〃، ج ۱، ص ۸۵۔

سوال ۲۲

علمائے دینِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال ہے کہ ایک شخص یوں کہتا ہے کہ سورت اول شروع کے بعد الحمد للہ شریف کے اگر کہیں اور سے قرارت کرے گا تو وہ نماز کم ہوگی اور اگر علاوہ سورت ثانی سے پہلے فاتحہ بھول جاوے گا تو وہ نماز مطلق نہ ہوگی اگر سہو بھی کیا ہو۔

الجواب

بعد الحمد کے جس جگہ قرآن میں سے پڑھے گا، نماز بلانقصان ہوجائے گی، سورت علانے کی کچھ شرط نہیں ہے کمادل علیہ الاٰیۃ :

فاقرءوا ما تیسر من القراٰن ؂

اور فاتحہ بھول کے نہ پڑھنے سے نماز ہو جاتی ہے ولیکن سہو کا سجدہ واجب ہے، اگر سہو کا نہ کرے گا تو اعادہ نماز کا ضروری ہے فقط

حررہ واجابہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی دہلوی
المرقوم ۱۱ رمضان شریف ۱۳۰۱ھ ہجری

سوال ۲۳

کیا فرماتے ہیں علماءِ دین و مفتیانِ شرع متین ان مسئلوں کے اندر :-

سوال اول : صدقہ فطر کے دینے کا کیا طریق ہے کہ ایک آدمی کے حصہ کا فطرہ ایک ہی کو دے یا بہت سوں کو تھوڑا تھوڑا تقسیم کر دینا درست ہے یا نہیں ؟

سوال دوم : ایک آدمی کو روزہ رمضان شریف کا تھا، اس کو دس یا بارہ کو کس جانے پڑا تو اس آدمی نے روزہ توڑ ڈالا، اور یہ آدمی ملازم انگریزی قوم کا ہے، تو اس پر روزہ کا کفارہ آوے گا یا نہیں ؟

؂ سورۃ المزمل، آیت ۲۰۔

سوال سوم: اگر کوئی امام "لا" آیت کی جگہ ہر جگہ مطلق پڑھتا ہے، اس صورت میں کچھ نقصان ہے نہیں؟

سوال چہارم: اگر کوئی شخص بروقت سیر کے یا کسی اور جگہ جانے کے اچھے کپڑے پہن کر جاتا ہے اور جب وقت نماز ہوتا ہے تو وہ اس وقت برہنہ یا چھوٹا سا جامہ پہن کر نماز پڑھتا ہے اور بجائے پگڑی کے کلاہ پہنتا ہے باوجودیکہ کپڑے موجود ہیں لیکن بسبب شدت گرما کے نہیں پہنتا، نماز اس کی درست ہوگی یا نہیں؟

سوال پنجم: امام کو فرض میں تین آیت سے آگے لقمہ لینا درست ہے یا نہیں؟

سوال ششم: شوہر کو اپنی عورت سے سینا یا روٹی پکانا یا اور کارخانہ لینا درست ہے یا نہیں؟

سوال ہفتم: جس مسجد میں ایک جماعت ہو چکی ہے تو اس مسجد میں دوسری جماعت کرنی درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صدقہ ایک شخص کا ایک ہی شخص کو دینا اولیٰ اور انسب ہے اور اگر کئی شخصوں کو دیا، جائز

...

اس شخص پر کفارہ لازم نہ آئے گا جیسا کہ مفہوم ہوتا ہے درمختار سے:۔

کما یجب علی مقیم اتمام صوم یوم منہ ای رمضان سافر فیہ ای فی ذلک الیوم ولکن لا کفارۃ علیہ لو افطر

(درمختار) [1]

آیت پر وقف کرنا بہتر نہیں ہے، اگر وقف کرے، ترک اولیٰ ہے جیسا کہ مفتی القراء میں لکھا ہے:۔

"اگر بر سر آیت لا باشد از انجا باید گذشت اما اگر کسے وقف کند حاجت اعادہ بوصل نیست انتہیٰ۔

---

[1] درمختار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم، فصل فی العوارض، ج ۱، ص ۱۵۲۔

۴۔ باوجود موجود ہونے لباس اچھے کے برہنہ یا جامہ خوردہ پہن کے یا باوجودگی عمامہ کے کلاہ سے نماز پڑھنی جائز ہے کمافی الحدیث :۔

عن محمد بن المنکدر قال صلی جابر فی ازار قد عقدہ من قبل قفاہ و ثیابہ موضوعۃ علی المشجب فقال لہ قائل تصلی فی ازار واحد فقال انما صنعت ذلک لیرانی احمق مثلک و اینا کان لہ ثوبان علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رواہ البخاری[1]

مگر عادت پکڑنی مکروہ تنزیہی ہے۔

۵۔ امام کو بعد تین آیت کے لقمہ لینا فرضوں میں نہ چاہیے۔

۶۔ زوجہ سے کام سینا یا روٹی پکانے کا لینا زبردستی درست نہیں ہے۔ اگر زوجہ خوشی سے کرے مضائقہ نہیں۔

۷۔ مسجد محلہ میں تکرار جماعت کی اذان اور اقامت کے ساتھ مکروہ ہے اور بلا اذان اقامت مکروہ نہیں ہے۔ اور مسجد عام اور شارع عام میں تکرار جماعت ساتھ اذان اقامت کے مکروہ نہیں ہے کمافی الحدیث و الفقہ۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

حررہ واجابہ خاکپائے محمد مسعود نقشبندی

۱۳۰۳ھ ہجری

سوال ۲۴

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ حرف ضاد کو حرف ظاء کے مخرج سے ادا کر سکتے ہیں اور کیا ایسا کرنے سے نماز نہ ہوگی؟

بینوا توجروا

---

[1] بخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب عقد الازار فی الصلوٰۃ، جلد اول، ص ۵۱۔

الجواب

واضح ہو کہ بعد تعمیق نظر و تدقیق فکر کے ثابت اور متحقق ہوا کہ ض معجمہ کو ساتھ مخرج اصلی
... استعلاء اور اطباق اور استطالۃ اور رخوۃ اور مجہوریت اپنی کے ادا کرنا چاہیے کہ
... عرب فصیح ہے اور اسی پر عمل درآمد فصحاء عرب کا آج تک قرن بعد قرن اور بطن بعد بطن
... ہے اور ض معجمہ کو بصورتِ ظاء معجمہ یا مشابہ صوت ظاء معجمہ پڑھنا نہ چاہیے کہ یہ صرف
... عجمی جہال کا ہے جیسا کہ آئندہ ثابت ہوگا کیونکہ ہم مامور ہیں ساتھ پڑھنے قرآن بزبان قریش
... کی زبان میں نازل ہوا ہے اور حکم نہ کئے گئے ہیں ساتھ پڑھنے زبان عجمی جہال کے کما
... المجید والحدیث الحمید :-

کتٰب فصلت اٰیٰتہ قراٰنا عربیا لقوم یعلمون [1]

... یا فرمایا ہے :-

والکتٰب المبین انا جعلنٰہ قرءٰنا عربیا لعلکم تعقلون [2]

... عربی میں یہ قرآن اتارا ہے چنانچہ لفظ عربیا کی تفسیر بلغۃ العرب مفسرین نے کی ہے
... سے احادیث میں آیا ہے کہ قرآن عربی زبان قریش میں اترا ہے :-

عن انس بن مالک ...... قال فامر عثمان زید بن ثابت
وعبد اللہ بن الزبیر وسعید بن العاص وعبد الرحمٰن بن
حارث بن ھشام ان ینسخوھا فی المصاحف وقال اذا اختلفتم
انتم و زید بن ثابت فی شیئ من القراٰن فاکتبوا بلسان
قریش فان القراٰن انزل بلسانہم ففعلوا رواہ البخاری [3]

... ہے حدیث مشکوٰۃ میں :-

اقرء وا القراٰن بلحون العرب واصواتہا [4] (الحدیث)

---

[1] ... حم السجدہ ، آیت ۳ ۔ [2] سورۃ الزخرف ، آیت ۲، ۳ ۔

[3] ... ، کتاب المناقب ، باب نزل القراٰن بلسان قریش ، ج ۲ ، ص ۴۹۷ ۔ (ملخصًا)

[4] ... مشکوٰۃ ، کتاب فضائل القراٰن ، باب اختلاف القراءات ، حدیث ۱۱ ، فصل ۳ ۔ (ملخصًا)

... ایضًا ، ، باب آداب التلاوۃ الخ ، حدیث ۲۱ ، ، ، ۔

پس جب کہ یہ ثابت ہوا کہ قرآن کو بلسانِ قریش پڑھنا چاہیے کہ فصیح ہے نہ کہ
کہ غیر فصیح ہے تو لابدّ ہوا کہ ض معجمہ کو اپنے مخرج ذاتی میں مع صفات ادا کرنا چاہیے کہ فصیح
یعنی ساتھ اتصال کنارہ زبان کے ڈاڑھ سے وایضاً :-

والضاد من حافتہ اذ ولیا لاضراس من ایسر او یمناھا [۱]

"ض از کنارہ زبان و کنج دہان و از نزدیک دندانہا کرسی و از جانبین تلفظ
می تواں کرد ولیکن از جانب چپ آسان باشد،، [۲]
(کما فی فوائد القرآن وغیرہ کتب القراء وکذا فی الشافیۃ)

اور ض معجمہ کو بشابہ صوت ظاء معجمہ کہ ضعیفہ اور غیر فصیح لسان عجم کی ہے، پڑھنا نہ چاہیے
فی الشافیۃ وشروحہا :-

واما الضاد کالسین والطاء کالتاء والفاء کالباء
والضاد والضاد الضعیفۃ بین الضاد والظاء والکاف
کالجیم فمستہجنۃ تولدت من اولاد السراری حین
جاء الاسلام وفتح البلاد [۳] (انتہی ما فی الشافیۃ والکافیۃ)

اور اسی طرح سے جاربردی شرح شافیہ میں :-

(قولہ فمستہجنۃ) ذکر فی الشرح الہادی ان الحروف
المستہجنۃ انما نشأت لمخالطۃ العرب غیرھم و
ذلک حین جاء الاسلام و اقتنوا الجواری من غیر صلحھم
وجاء منہم اولاد واخذوا حروفا من لغۃ امہاتہم وخلطوھا
بلغۃ العرب [۴] انتہی۔

اور اسی طرح لکھا ہے رضی شرح شافیہ میں :-

---

[۱] مقدمۃ الجزریہ، شعر ۱۳، ۱۴۔ / شرح طیبۃ النشر، ص ۴۹۔
[۲] شرح مقدمۃ الجزریہ ص ۸۔ الشافیہ، فصل مخارج الحروف ۱۴۶۔
[۳] شرح شافیہ، فصل مخارج الحروف، ص
[۴] جاربردی شرح شافیہ، فصل مخارج الحروف، ص ۱۸۵

قولہ الضاد الضعیفة قال السیرافی انہا لغة قوم لیس فی لغتہم ضاد اذا احتاجوا الی التکلم بہا فی العربیة فربما اخرجوہا ظاء وربما تکلفوا فخرجت بین الضاد والظاء انتہی [۱]

پس ثابت ہوا کہ ض کو قصداً بصورت ظاء یا مشابہ صوت ظاء پڑھنا معیوب اور ... ہے اور کار جہال قبیلوں کا ہے نہ کہ اہل عرب فصحاء کا کہ جن کی زبان میں قرآن نازل ہوا ... ہے نہ توجد فی لغة الفصحاء یا معذور کا کار ہے کہ باوجود کوشش اخراج مخارج کے ... اپنے مخرج میں ادا نہیں ہوتا۔

یہاں غور و تامل کرنا چاہیے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سوائے لغت قریش ... لغت عرب کو قرآن میں لکھنے سے منع کیا تو کیونکر ضاد بصورت ظاء یا مشابہ صوت ظاء ... عجمی جہال کا ہے باوجود قدرت ادا مخرج اصلی کے جائز اور فصیح قرار دیا جاوے، انصاف ... ہے چنانچہ جاربردی میں لکھا ہے کہ منع ہے پڑھنا ضاد کا ما بین صوت اصلی ضاد اور صوت ... کے :-

والضاد الضعیفة ای التی لم تقو قوة الضاد المخرجة من مخرجہا ولم تضعف ضعف الظاء المخرجة من مخرجہا فانہا بینہما [۲] (جاربردی شرح شافیہ)

... سبب سے قراء اور علماء و فصحاء پڑھنے ضاد کو بصوت ظاء منع کرتے ہیں چنانچہ کہا علامہ ... الجزری نے اپنے رسالہ قراءة منظومہ میں :-

والضاد باستطالة ومخرج ۔۔۔ میز من الظاء وکلہا تجی [۳]

... شرح سے سمرقندی نے قواعد القرآن میں لکھا ہے :-

ض دشوار ترین از حروف است بر زبان باید کہ نیک رعایت کند تا مشابہ ظاء ... یا ذال نشود خاصہ در مثل انقض ظہرک ــــ و ــــ فمن اضطر

---

[۱] ... شرح شافیہ، فصل مخارج الحروف، ص
[۲] ... بردی شرح شافیہ، فصل مخارج حروف، ص ۱۸۵ -
[۳] ... مقدمة الجزریہ، شعر ۵۲

جو اشخاص کہ ضاد کو بصوت ظار پڑھنا احسن جانتے ہیں تو ان کو لازم ہے کہ صاد کو بصوت
طار کو بصوت تار اور فار کو بصوت یا اور کاف کو بصوت جیم پڑھیں کیونکہ بعض صفات
اور سین کی ایک ہی ہیں جیسے ضاد اور ظار کی اور اسی طرح سے صفات دیگر حروف کے

واللہ اعلم بالصواب

حررہ واجابہ خاکِ رہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی

سوال ۲۵

چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین کہ در نماز قراءۃِ فاتحہ چہ حکم دارد
امام از روئے کتاب وسنت قراءۃِ فاتحہ راچہ حکم است، بینوا توجروا۔

الجواب بعون الملک الوهاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی فتح لنا بمفاتیح فواتح ام القران
وافتتح ببسم اللہ فاتحۃ الکتاب کلامہ القدیم والصلوٰۃ و
علی من انزل علیہ القران وعلی الہ واصحابہ الذین کان
الاقتران، امابعد خاکِ رہ محمد مسعود نقشبندی مجددی شیخ رحیم بخش صدیقی دہلوی
سائل کہ سورۃ فاتحہ خلف امام چہ حکم دارد؟ ایں چند سطور تحریر در آوردہ منقسم بدو باب نمودہ
قراءۃ فاتحہ در نماز واجب ست دوم آنکہ خلف امام فاتحہ راچہ حکم است؟ و دریں باب
نہادہ شدند۔

فصل اول : در اثباتِ آں از کلامِ الٰہی۔

فصل دوم : اثباتِ آں از احادیثِ نبوی۔

فصل سوم : اثباتِ آں از آثارِ صحابہ و **بالدرۃ الیتیم فی القرآن العظیم** موسوم

فاسئل اللہ التوفیق علی اتمامہ واطلب الثواب علی هدایتہ فللہ الفضل
والمنۃ ومنہ الهدایۃ فی البدایۃ والنهایۃ۔

باب اول

(در بیان وجوب فاتحہ در نماز در حقِ امام و منفرد)

بر ماہران احادیث و کلامِ الٰہی مخفی و محتجب نماند کہ قرارۃ فاتحہ در نماز واجب ست و مطلق ... زہر جا کہ باشد فرض ست :-

کما نطق علیہ القراٰن و احادیث الذی اٰمن علیہ الثقلان ۔ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ[1] ای فی الصلوٰۃ ۔

... ہر چہ کہ از قرآن آسان باشد بخوانید ، ازیں آیہ مطلق قرارۃ قرآن فرض ثابت میشود نہ کہ ... ست سورۃ فاتحہ زیرا کہ لفظِ ما عام است شامل ست بر جمیع آیاتِ قرآنی ہمچنانکہ در آیہ کریمہ :

لِلّٰہِ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ[2]

... ست و حکمِ عام بر جمیع افراد او علی الانفرادہ قطعی و یقینی می باشد نہ کہ بر خاص فرد کہ حکم خاص ... کما قال صدر الشریعۃ فی التنقیح و عندنا و عند الشافعی یوجب ... الکل و ہمچنیں است در تلویح :-

و عند جمہور العلماء اثبات الحکم فی جمیع ما یتناولہ من الافراد قطعا و یقینا عند مشائخ العراق و عامۃ المتاخرین وظنا عند جمہور الفقہاء و المتکلمین و ہو مذہب الشافعی و المختار عند مشائخ سمرقند حتی یفید وجوب العمل دون الاعتقاد و یصح تخصیص العام من الکتاب بخبر الواحد و القیاس انتہی ما فی التلویح[3] ۔

پس ازیں آیت نزد حنفیہ فرضیت مطلق قرارۃ قرآن ثابت گردیدہ و بموجب اصول شافعی ... حق قرارۃ قرآن ثابت میشود و نہ فرضیت آں زیرا کہ نزد امام شافعی عام ظنی الدلالۃ است و نزد ... و فرضیت ثابت نمی شود مگر بدلیلے کہ قطعی الثبوت قطعی الدلالۃ باشد و وجوب ثابت

---

[1] ... مزمل ، آیت ۲۰ ۔ [2] سورۃ الشوریٰ ، آیت ۴۹ ۔

[3] ... الباب الاول ، فصل ثانی ، حکم العام ، ص ۷۰ ۔

نمی گردد مگر بہ دلیلے کہ قطعی الثبوت وظنی الدلالۃ یا بالعکس باشد پس چونکہ نزد شافعی عام ظنی الدلالۃ
ازیں آیۃ قرارۃ قرآن فرض نگردیدہ کجا کہ قرارۃ سورۂ فاتحہ ونزد ما کہ عام قطعی الدلالۃ است
مطلق فرض گردید وفرق میانِ فرض وواجب نیست مگر در اعتقاد و در لزوم عمل برابر اند
منکرِ فرض کافر است ومنکرِ وجوب کافر نیست فاسق است ودر حکم فرق این ست کہ بترک
نماز فاسد شود وبترک واجب نماز فاسد نمیشود بلکہ ناقص وبسجدہ سہو تدارک نقصان
کما فی الاصول۔

وایں فرقِ مذکور مابین فرض وواجب نزد حنفیہ است ونزد شافعیہ فرض وواجب
یکے است ومطابق آیہ ہذا در حدیث شریف نیز آمدہ است کہ بوقت تعلیم شخصے آنحضرت
اللہ علیہ وسلم فرمودہ اقرأ ما تیسر معک من القرآن یعنی ہرچہ کہ از قرآن ترا آسان
در نماز بخوانید :۔

عن ابی ھریرۃ ان رجلا دخل المسجد ورسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم جالس فی ناحیۃ المسجد فصلی ثم جاء
فسلم علیہ فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلیک
السلام ارجع فصل فانک لم تصل فرجع فصلی ثم جاء
فسلم فقال وعلیک السلام ارجع فصل فانک لم تصل
فقال فی الثالثۃ وفی التی بعدھا علمنی یا رسول اللہ
فقال اذا قمت الی الصلوٰۃ فاسبغ الوضوء ثم استقبل
القبلۃ فکبر ثم اقرأ بما تیسر من القرآن الحدیث
(متفق علیہ) [1]

پس ازیں حدیث متفق علیہ صریح ثابت شد کہ مطلق قرارۃ قرآن در نماز فرض است
اگر سورہ فاتحہ فرض بودی ضرور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در موضع تعلیم خواندن سورۃ فاتحہ ساکت
کما قال العینی [2]

اذ لو کانت فرضا لامرہ صلی اللہ علیہ وسلم لان المقام مقام

---

[1] مشکاۃ، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، حدیث ۱، فصل ۱۔

[2] شرح ہدایہ، العینی،

التعلیم والبیان انتہیٰ۔

ودر حدیث دیگر کہ در مسلم از معٰویہ بن الحکم السلمی آمدہ است مطلق قراءۃ قرآن آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم تعلیم نمودہ وتقیید بفاتحہ نکردہ :۔

عن معاویۃ بن الحکم السلمی قال فلما صلی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فبابی ھو وامی ما رأیت معلما قبلہ ولا بعدہ
احسن تعلیما منہ فواللہ ما قہرنی ولا ضربنی ولا شتمنی
ثم قال ان ھذہ الصلوٰۃ لا یصلح فیھا شیئ من کلام
الناس انما ھو التسبیح والتکبیر وقراءۃ القرآن
رواہ مسلم [1]

واگر معترض بیان نماید کہ شاید بعد ازیں واقعہ نزول فاتحہ باشد، گویم کہ ایں واقعہ بعد مدینہ
است زیرا کہ رجل انصاری بود کما قال ملا علی القاری فی المرقاۃ قال
العسقلانی ھو خلاد بن رافع الانصاری ونزول فاتحہ در مکہ است چرا کہ سورہ حجر مکیہ
است باتفاق کما فی تفسیر الاتقان وخود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تفسیر سبعا من
المثانی والقرآن العظیم کہ در آیۃ ولقد اتینک سبعا من المثانی والقرآن
العظیم کہ در سورہ حجر واقع است بالحمد نمودہ کما فی الصحیح البخاری :۔

عن ابی سعید بن المعلی قال مر بی النبی صلی اللہ
علیہ وسلم وانا اصلی فدعانی فلم اتہ حتی صلیت ثم
اتیت فقال ما منعک ان تاتی فقلت کنت اصلی فقال الم
یقل اللہ یایھا الذین امنوا استجیبوا للہ وللرسول
ثم قال الا اعلمک سورۃ فی القرآن قبل ان اخرج من
المسجد فذھب النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیخرج
من المسجد فذکرتہ فقال الحمد للہ رب العٰلمین
ھی السبع المثانی والقرآن العظیم الذی اوتیتہ رواہ البخاری [2]

---

[1] مشکوٰۃ: باب ما لا یجوز من العمل فی الصلوٰۃ، فصل اول، ص ۹۰۔

[2] صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ ولقد اتیناک سبعا من المثانی الخ، جلد اول، ص ۶۸۳۔

ونماز نیز در مکہ بشب معراج فرض گردیدہ وقرارۃ بفاتحہ در نماز مروج بود لیس! ...
نزول فاتحہ قبل ازیں واقعہ ترویج قرارۃِ فاتحہ در نماز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرارۃ فاتحہ
در موضع تعلیم تخصیص نہ نمودہ بر مطلق قرارۃ قرآن حکم کردہ فافہم ولاتکن من الغافلین۔

وازیں جا شبہ عدم حفظ فاتحہ نیز دفع گردیدہ واز حدیثے کہ در صحیح مسلم از ابی ہریرہ
است ثابت میشود کہ مطلق قرارۃ قرآن در نماز فرض است:

عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال
لاصلوٰۃ الا بقراءۃ الحدیث رواہ مسلم[1]

واگر گفتہ شود کہ مراد از ماتیسر فاتحہ است جواب دادہ میشود کہ از ماتیسر سورۂ اخلاص
یا سورہ کوثر یا سورۂ والعصر مراد گرفتن اولیٰ تر است از فاتحہ زیرا کہ ہر سہ آسان تراند از فاتحہ و حمل
نمودن ایں حدیث بر مازاد علی الفاتحہ یا بر عجز از فاتحہ غیر صحیح است زیراکہ بریں ہر دو معنی دریں
ہیچ وجہ دلالت نیست فَانْتَبِہْ۔

واگر بالفرض والتقدیر مازاد علی الفاتحہ حمل کردہ شود دریں صورت فرضیت ما زاد
آید حالانکہ نزد شافعی ونزد غیراں مازاد فرض است۔

واگر کدام کس بنظر عمومیت ما گوید کہ از ماتیسر جمیع ماتیسر مراد باید، گوئیم کہ لفظ تیسر
مراد را ابا میکند زیراکہ بحالت جمیع ماتیسر تیسر نمی ماند بلکہ یسر منقلب بعسر میشود واگر کدام کس بر فرضیت
فاتحہ از حدیث متفق علیہ سند گیرد کہ لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب متفق علیہ[2]
جواب ایں بچند وجہ دادہ میشود:۔

جواب اول بدیں کہ خبر لا ضرور باید تا کہ صحت معنی حدیث گردد وآں کامل است پس تقدیر
ایں شد کہ لاصلوٰۃ کاملۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب یعنی بغیر فاتحہ نماز ناقص میشود کہ
چنانکہ حکم وجوب است کہ بسجدہ سہو تدارک شود۔

اگر گفتہ شود کہ تقدیر از افعال عامہ شامل جیاء نحوی گوئیم کہ تقدیر ظرف بحسب قرینہ
از افعال خاصہ ہم آید کما فی عبد الغفور حاشیہ شرح ملا:۔

---

[1] مسلم، کتاب الصلاۃ، باب وجوب قراءۃ الفاتحہ الخ، ج ۱، ص ۱۷۰۔
[2] مشکاۃ، کتاب الصلاۃ، باب القراءۃ فی الصلاۃ، حدیث ۱، فصل ۱۔

وھو من الافعال العامة الشاملة للافعال غالبا کالحصول و الکون لدلالة الظرف علیہ وقد یکون من الافعال الخاصة اذا انساق الذھن الیھا بحسب المقام انتہیٰ۔

ودریں حدیث ابی ہریرہ کہ عنقریب خواہد آمد قرینہ صریحہ است بر تقدیر کاملہ چہ جائیکہ تقدیر کاملہ در احادیث شائع است کہ حدیث لاصلوٰۃ للعبد الأبق ای لاصلوٰۃ کاملۃ للعبد الأبق یعنی نماز غلام گریختہ با یام گریختگی کامل نمی گردد نہ کہ صحیح نمی شود وچونکہ بعض الناس میدانند کہ ایں حدیث در صحیحین نیست ما را حدیث از صحیحین باید لہٰذا حدیث صحیح مسلم و متفق علیہ دریں مقام آوردہ میشود :-

عن عائشة انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لاصلوٰۃ بحضرة الطعام ولا ھو یدافعہ الاخبثان رواہ مسلم [۲]

یعنی بموجودگی طعام نماز کامل نمیشود نہ کہ بالکل صحیح نمی گردد پس ازیں جا ردشد قول بعض الناس کہ در حدیث لاصلوٰۃ لمن لم یقرء بفاتحة الکتاب [۳] نفی ذات است ونفی صفت نیست معلوم گردیدہ کہ در حدیث متفق علیہ نفی صفت است ونفی ذات نیست فافہم۔

پس ثابت شد کہ بترک فاتحہ نماز صحیح میشود لیکن مکروہ کہ اعادہ آں مستحب است چنانچہ در شرح مسلم زیر حدیث مذا امام نووی نویسد :-

واذا صلی علیٰ حالہ وفی الوقت سعة فقد ارتکب المکروہ وصلوٰتہ صحیحة عندنا وعند الجمھور لکن یستحب اعادتھا ولا یجب انتہیٰ ما فی شرح المسلم [۴]۔

ہمچنیں است نفی صفت در حدیث متفق علیہ لاصام من صام الدھر [۵] یعنی نفی اجر است کذا

---

[۱] حاشیہ شرح ملا جامی ، لعبد الغفور ،

[۲] مسلم ، کتاب المساجد ، باب کراہیة الصلاة بحضرة الطعام الخ ج ۱ ، ص ۲۰۸ ۔

[۳] مشکاة ، کتاب الصلاة ، باب القراءة فی الصلاة ، حدیث ۱ ، فصل ۱ ۔

[۴] شرح مسلم ، کتاب المساجد ، باب کراہیة الصلاة بحضرة الطعام ، ج ۱ ص ۲۰۸ ۔

[۵] مشکاة ، کتاب الصوم ، باب صیام التطوع ، حدیث ۱۹ ، فصل ۱ ۔

فتح القدیر والمعنی انہ لم یحصل اجر الصوم انتہی و بطریق شاہد حدیث

است :-

عن انس قال قلما خطبنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم الا قال لا ایمان لمن لا امانۃ لہ ولا دین لمن

لا عہد لہ [1]

یعنی ایمان کامل نیست برائے کسے کہ نیست امانت او را و نیست دین یقین برائے کسے

او را کما فی المرقاۃ لا ایمان ای علی وجہ الکمال ولا دین ای

الیقین۔

اگر گفتہ شود کہ خبر لا صحیحہ چرا مقدر کردی، گویم کہ بر تقدیر صحیحہ مخالفت

ماتیسر من القرآن و حدیث شریف فاقرأوا بما تیسر معک من

لازم آمدی و ایں جائز نیست بلکہ حتی المقدور در احادیث و آیہ مطابقت باید و دیگر

مطابق حدیث مسلم است کہ از ابی ہریرہ روایت کردہ :-

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

من صلی صلوٰۃ لم یقرأ فیہا بام القرآن فہی خداج

غیر تمام الحدیث [2]

یعنی بغیر سورۃ فاتحہ نماز ناقص میشود تمام نمی گردد پس متحقق گردید کہ فاتحہ واجب است

آں نماز ناقص میشود نہ کہ جائز نمی شود و برائے تقدیر مر خبر صحیحہ کدام قرینہ یا دلیل نیست

آید و حدیثے کہ امام مالک از ابی ہریرہ آمدہ است ظاہر بر عدم فرضیت قراءۃ فاتحہ دلالت

عن ابی ہریرۃ انہ کان یقول من ادرک الرکعۃ فقد ادرک

السجدۃ ومن فاتتہ قراءۃ ام القرآن فقد فاتہ خیر کثیر

رواہ مالک [3]

---

[1] مشکاۃ، کتاب الایمان، حدیث ۳۴، فصل ۲ -

[2] بخاری، کتاب الاذان، باب وجوب القراءہ الخ، ج ۱، ص ۱۰۵ -

[3] مسلم، کتاب الصلاۃ، باب وجوب القراءۃ الفاتحہ الخ، ج ۱، ص ۱۶۹ -

[4] مشکاۃ، کتاب الصلاۃ، باب ما علی الماموم، حدیث ۱۳، فصل ۳ -

دریں حدیث دعویٰ مدعی بر فرضیت قراءۃ فاتحہ از قولِ ابی ہریرہ اقرأ بہا فی نفسک[1] کہ در
حدیثِ مسلم واقع است، رد گردیدہ زیرا کہ مراد ابی ہریرہ از قولِ خود اقرأ بہا فی نفسک مستحب
است فرض نیست چرا کہ در حدیثِ مالک فانہ خیر کثیر کہ بر مستحب دلالت میکند آوردہ و
جوابات دیگر ایں حدیث انشاء اللہ تعالیٰ در فصل دوم باب اول خواہند آمد و دیگر حدیث کہ در سنن
ابی داؤد از ابوہریرہ مروی است مؤید بر عدم فرضیت فاتحہ است کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
مطلق قراءۃ قرآن را فرض کردہ اگرچہ فاتحہ باشد:-

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اخرج فناد فی المدینۃ انہ لا صلوٰۃ الا بقرآن ولو بفاتحۃ
الکتاب فمازاد ولو بفاتحۃ الکتاب فمازاد ولو بفاتحۃ
الکتاب فمازاد رواہ ابوداؤد[2]

پس اگر قراءۃ فاتحہ فرض بودے چرا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مطلق قراءۃ قرآن را
اشتہار نمودے؟

جواب دوم :- از حدیث متفق علیہ بحسبِ اصولِ شافعی نزدِ فقیر ایں است کہ حدیث متفق علیہ
لا صلوٰۃ باعتبار لفظِ من عام است وعام نزدِ شافعی ظنی الدلالۃ است و ایں حدیث از آحاد است
قطعی الثبوت نیست بلکہ ظنی الثبوت است و از ظنی الثبوت و ظنی الدلالۃ فرضیت ثابت نمیشود و نہ
وجوب۔ پس ازیں جا ثابت گردید کہ نزدِ شافعیہ قراءتِ فاتحہ سنت است فافہم وظنا عند
جمہور الفقہاء والمتکلمین وھو مذھب الشافعی الخ کما تقدم۔

جواب سوم :- ایں کہ بصورت فرضیت سورۂ فاتحہ نسخ کلام الٰہی لازم می آید و ایں جائز نیست زیرا کہ
از عموم الٰہی عموماً قراءۃ فرض ثابت میشود و بتقدیر فرضیت قراءۃ فاتحہ مدلول عموم آیہ منسوخ شدہ مدلول خاص
گردد حالانکہ از دلیل ظنی الثبوت و قطعی الدلالۃ نسخ مدلول و قطعی الثبوت و قطعی الدلالۃ کہ آیت است
ثابت نمی گردد کجا کہ از دلیل ظنی الثبوت و ظنی الدلالۃ کما فی کتب اصول الفقہ۔

جواب چہارم :- ایں است کہ حدیثِ متفق علیہ بلحاظ تقدیرِ خبر لا مجمل است و حکم او توقف است

---

[1] مسلم، کتاب الصلاۃ، باب وجوب قراءۃ الفاتحۃ الخ، ج ۱، ص ۱۶۹۔

[2] ابوداؤد، کتاب الصلاۃ، باب من ترک القراءۃ الخ، ج ۱، ص ۱۲۵۔

تا اینکہ بیانِ او بیاید کما سیجیٔ تحقیقہ۔

جواب پنجم :۔ ایں ست کہ اگر کسے در رکوع بہ امام ملاقی گشت باتفاق ائمہ رکعت او یافتہ شد و حالانکہ فاتحہ نخواندہ است، اگر قراءۃِ فاتحہ فرض بودے رکعتِ او محسوب نشدی۔ ازیں معلوم شد کہ نزد شافعی قراءۃ فاتحہ فرض نیست و بریں مضمون حدیث نیز آمدہ است :۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا جئتم الی الصلوٰۃ ونحن سجود فاسجدوا ولا تعدوھا شیئاً ومن ادرک رکعۃ فقد ادرک الصلوٰۃ رواہ ابو داؤد الی من ادرک رکوعاً مع الامام فقد ادرک الرکعۃ۔

واز حدیث ابوبکرہ کہ در صحیح بخاری آمدہ است نیز ثابت می شود کہ نماز مدرک رکوع صحیح می شود و حالانکہ الحمد ازو فوت گردیدہ :۔

عن ابی بکرۃ انہ انتھی الی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم وھو راکع فرکع قبل ان یصل الی الصف فذکر ذلک للنبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقال زادک اللّٰہ حرصاً ولا تعد رواہ البخاری [2]

دریں حدیث اعادۂ صلوٰۃ را حکم نہ فرمودہ پس معلوم شد کہ نماز مدرک رکوع صحیح گردید۔ اگر کدام اعتراض نماید کہ دریں جا قیام نیز فوت شد کہ فرض است بجواب ایں حنفیہ حکم است کہ بعد از تکبیر تحریمہ بقدرے کہ یک دو تسبیح قیام نمودہ در رکوع شامل نماز نخواہد شد و باطلاق آیۃ ہمیں قدر قیام فرض است آں ادا شد پس مدرک رکوع را قیام حاصل میشود و فرضیت قراءۃ فاتحہ معدوم و دیگر حدیث در ابوداؤد از روایت است کہ راویہائے سند جمیع ثقہ اند مثل شرط صحیحین و دراں ہم مذکور است کہ ہر قدر کہ از قرآن بخواند فرض ادا شود خصوصیت فاتحہ نیست :۔

عن رفاعۃ بن رافع بمعناہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ

---

[1] ابوداؤد، کتاب الصلاۃ، باب الرجل یدرک الامام الخ: ج ۱، ص ۱۳۶۔

[2] بخاری، کتاب الاذان، باب اذا رکع دون الصف، ج ۱، ص ۱۰۸۔

علیہ وسلم انہا لا تتم صلوٰۃ احدکم حتی یسبغ الوضوء کما
امرہ اللہ تعالیٰ فیغسل وجہہ ویدیہ الی المرفقین
ویمسح برأسہ ورجلیہ الی الکعبین ثم یکبر اللہ عز و
جل ویحمدہ ثم یقرأ من القرآن ما اذن لہ فیہ وتیسر
فذکر نحو حماد رواہ ابو داؤد[1]

وایں حدیث نیز بعد از نزولِ فاتحہ است زیرا کہ رفاعہ از انصار است ونزولِ فاتحہ
گردیدہ کما تقدم تحقیقہ۔ وہمیں مضمون احادیث دیگر و رابی داؤد آمدہ اند
نزول ترک کردہ شد الحر تکفیہ الاشارۃ۔

اگر کسے گوید کہ آیہ کریمہ فاقرأوا ما تیسر من القرآن[2] بصیغہ جمع شامل است
امام ومنفرد را پس چرا بر مقتدی قرات واجب نہ شد؟ در جواب ایں گفتہ میشود کہ آیت
و اذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ[3] بحکم مقتدی معارض شد پس بحسب اذا
تساقطا حکم ہر دو در باب مقتدی ساقط گردید و بموجب اصولِ فقہ وحکمنا بین
المصیر الی السنۃ رجوع بسوئے حدیث من کان لہ امام فقرأۃ
قرأۃ لہ[4] کردہ شد ومقتدی را سکوت لازم گردید۔ وایں جواب دراں صورت مستقیم شود
تاخر ہر دو آیت معلوم نباشد ووقتے کہ تقدم وتاخر آیتین معلوم است کما فیما نحن
در باب مقتدی آیہ اخیر ناسخ گردیدہ آیہ مقدم را زیرا آیہ فاقرأوا ما تیسر مقدم است
فاستمعوا لہ مؤخر است چرا کہ آیہ فاقرأوا در سورۂ مزمل واقع شدہ کہ نزولِ او مقدم است
سورت کہ دراں آیہ اذا قرئ القرآن واقع است چنانچہ در تفسیر اتقان وغیرہ مفصلاً آمدہ
آیہ اذا قرئ القرآن در باب مقتدی ناسخ شد وسکوت لازم گردید :-

وان لم یمکن الجمع فلا یخلو اما ان یعرف التاریخ اولا فان

---

[1] ابو داود، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ من لا یقیم صلبہ، ج ۱، ص ،
[2] سورۃ المزمل، آیت ۲۰ ۔ [3] سورۃ الاعراف، آیت ۲۰۴ ۔
[4] الدار قطنی، (ج ۱، ص ۳۲۳) والطحاوی، (ج ۱، ص ۱۰۷) ورواہ الطبرانی
فی الاوسط عن ابی سعید الخدری (مجمع الزوائد، ج ۲، ص ۱۱۱)

عرف وثبت المتأخر ... فهو الناسخ والأخر المنسوخ
كما في نخبة الفكر ونزهة النظر۔

وہمچنیں است در تنویر المنار و نزد جمہور حنفیہ اگر خاص ملاصق است عام را پس خاص
است عام را ورنہ دو حکم متعارض لازم آیند دریک وقت واگر ملاصق نیست پس مؤخر ناسخ است
را اگر تاریخ معلوم باشد و ایں ظاہر است کہ حکم مقدم در زمان وے متحقق بود چوں مؤخر مثل آں
نازل شد حکم ازیں مؤخر دریں زمان ثابت شد پس حکم مقدم مرفوع گشت انتہی۔

وجب اصول شافعیہ جواب دادہ میشود کہ نزد جمہور شافعیہ لوقت تعارض عام و خاص
میگردد بخاص بدانکہ چوں عام وخاص متعارض شوند نزد جمہور شافعیہ عام مخصص میشود بخاص مطلقاً خواہ
مقدم شود بر عام یا عام مقدم باشد بر خاص یا ملاصق باشد و یا ہر دو متراخی باشند یکے از دیگر انتہی
تنویر المنار وغیرہ پس نزد جمہور شافعیہ آیۃ إذا قرئ القرآن حکم عمومیۃ آیۃ فاقرأوا ما تیسر
القرآن را بر منفرد و امام خاص کردہ و مقتدی را از عمومیۃ خارج نمودہ پس مقتدی را سکوت
وجواب ثانی بروش اصول شافعیہ نزد فقیر ایں است کہ نزد شافعیہ عام ظنی است وخاص قطعی پس
إذا قرئ القرآن را کہ خاص بحکم مقتدی قطعی است ترجیح است بر آیۃ فاقرأوا ما
عام بحکم ظنی است پس مقتدی را سکوت لازم شد۔

ہرگاہ کہ جوابات مذکورۂ بالا ملاحظہ شدند الآن جواب تحقیقی ازیں فقیر از الفاظ
آیۃ فاقرأوا ما تیسر مخصوص نیست بلکہ بحالت عمومیت خود باقی است زیرا کہ مقتدی بحکم
من كان له إمام فقراءة الإمام قراءة له كما سيجيئ صحته و تحقیقه
است پس مقتدی حکماً داخل افراد آیۃ فاقرأوا شد و در حکم آیۃ وإذا قرئ القرآن نیز داخل
پس جمع مابین ہر دو آیت وحدیث بلا تکلف وتعسف حاصل گردید و تعارض باقی نماندہ و نہ نسخ لازم
و بر ہر سہ عمل کردہ شدہ كما هو شأن المحققين و دفع شدند جمیع اعتراض مثل عدم د
بر منفرد و امام کہ بحالت تخصیص میشدند خذ هذا مني واعدل في نفسك فإنه محـ
عند الله وعند الناس۔

باب دوم

در بیان عدم قراءۃ فاتحہ خلف امام

لے شرح نخبۃ الفکر ، ص ۵۸۔

...ثبات آں از کلام الٰہی : واضح باد کہ قراءۃِ فاتحہ خلف امام از آیاتِ قرآنی بپایۂ اثبات نمی رسد بلکہ ...فاتحہ خلف امام و سکوت مقتدی از آیۂ کریمہ ثابت است لقولہ تعالیٰ :-

واذا قرئ القراٰن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون[1]

...قرآن خواندہ شود پس بشنوید اورا و خاموش باشید تا کہ برشما رحم کردہ شود - اگرچہ ظاہر آیت بر وجوب ...سکوت وقت قراءۃِ قرآن مطلقاً دلالت میکند عام است کہ قراءۃِ قرآن در نماز باشد یا بیرونِ نماز ...صحابہ برایں اند کہ ایں آیہ در حقِ مقتدی است ، بر مقتدی واجب است کہ خلفِ امام ساکت ...فاتحہ خواند و نہ غیر آں :-

ظاهره وجوب الاستماع والانصات وقت قراءة القراٰن فى الصلٰوة وغيرها..... وجمهور الصحابة رضى الله عنهم على انه استماع المؤتم وقيل فى استماع الخطبة وقيل فيهما وهو الاصح (تفسیر مدارک)[2]

چنانچہ در لمعاتِ شیخ علیہ الرحمہ ذکر کردہ کہ بیہقی از امام احمد روایت کردہ است کہ اجماع ...است کہ ایں آیہ در نماز است کما يجيئ عنقريب وهكذا فى البيضاوى۔

واگر نظر بر ظاہر آیہ کہ بر اطلاق قراءۃِ قرآن دلالت کند کردہ شود تاہم بر مقتدی سکوت لازم است ...آیۂ کریمہ وجوب عدم قراءۃِ فاتحہ خلف امام ثابت زیرا کہ امر برائے وجوب است قال فى ...تفسیر الکبیر :-

لاشك ان قوله فاستمعوا له وانصتوا امر وظاهر الامر للوجوب فمقتضاه ان يكون الاستماع والسكوت واجبا[3]

...شامل است جمیع آیاتِ قرآنی را کہ دراں فاتحہ نیز شامل است و قائل شدن ایں امر کہ شانِ نزول ...سماعِ خطبہ است چنانکہ در جلالین آمدہ است خلاف تفکر در کلام الٰہی است و ایں قول نہایت ضعیف ...کہ صاحب مدارک بلفظِ قیل آوردہ است و لفظِ قیل بر ضعفِ مذہب بر خلاف بعض دلالت ...بر خلاف غیر جائز و ممنوع است و قول خلاف غیر معتبر است :-

---

[1] ...سورۃ الاعراف ، آیت ۲۰۴ -

[2] ...تفسیر مدارک ، سورۃ الاعراف ، زیر آیت ۲۰۴ ، ج ۲ ، ص ۹۲ -

[3] ...تفسیر کبیر ، سورۃ الاعراف ، آیت ۲۰۴ ، ج ۴ ، ص ۳۵۰ -

وفیما اجتمع علیہ الجمہور لایعتبر مخالفۃ البعض

وذلک خلاف ولیس باختلاف والمعتبر الاختلاف فی الصدر الاول

(ہدایہ)[1] ———— و...

کہ بہ لفظِ قیل می آید مرجوح می باشد و بر قولِ مرجوح عمل کردن جہل است وخلافِ اجماع

قال العلامۃ قاسم فی تصحیحہ من ان الحکم والفتوی بـ

ہو مرجوح خلاف الاجماع (شامی)[2]

ودلیلِ دوم بر ضعف این قول این است کہ آیۂ فاذا قرئ القرآن مکیہ است کہ در مکہ

وجمعہ وخطبہ در مدینہ فرض شدہ کما فی سورۃ الجمعۃ کہ مدنیہ است ازیں آیہ:

اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ و

ذروا البیع[3]

کہ تحقیق آں در رسالہ جمعہ کردہ ام فانظر ان شئت پس حمل نمودن این آیہ بر خطبہ جہل است

قرآنی چرا کہ در مکہ خطبہ کجا بود کہ عمل کردہ شود۔

ودلیلِ سوم این کہ دلالت لفظِ قرآن بر مجموعِ عثمانی حقیقۃ مستعمل است و بر خطبہ دلالت

فقہ نوشتہ است کہ حقیقتِ مستعملہ را گذاشتن ومجاز را گرفتن منع است:

ومتی امکن العمل بہا سقط المجاز (منار)[4]

ودلیلِ چہارم اجماع واقوالِ علماءِ محققین اند کہ نزول این آیہ در قراءۃ فی الصلوٰۃ است

قال محی السنۃ والاول انہا فی القراءۃ فی الصلوٰۃ لان الآیۃ

مکیۃ والجمعۃ وجبت بالمدینۃ وہذا قول الحسن و

الزہری والنخعی[5]

وبیہقی از امام احمد روایت کردہ کہ اجماع شدہ بر اینکہ شانِ نزول این آیہ نماز است:-

واخرج البیہقی عن الامام احمد قال اجمع الناس علی ا...

---

[1] ہدایہ، کتاب آداب القاضی، فصل آخر، ج ۲، ص ۱۳۵ -

[2] شامی، کتاب القضاۃ، ج ۴، ص ۳۳۵ -

[3] سورۃ الجمعۃ، آیت ۹ -

[4] نورالانوار، مبحث الحقیقۃ والمجاز، ص ۹۶ -

[5] تفسیر بغوی، سورۃ الاعراف، زیر آیت ۲۰۴، ج ۲، ص ۲۳۱

ھٰذہ الآیۃ فی الصلوٰۃ واخرج عن مجاھد قال کان علیہ الصلوٰۃ
والسلام یقرأ فی الصلوٰۃ فسمع قراءۃ فتی من الانصار فنزل
واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا۔

ابن مردویہ مروی است :۔

واخرج ابن مردویہ فی تفسیر عن معاویۃ بن قرۃ قال سألت
بعض اشیاخنا اصحاب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم احسبہ
قال عبد اللّٰہ بن مغفل کل من سمع القرآن وجب الانصات
والاستماع قال انما نزلت ھٰذہ الآیۃ فی القراءۃ خلف
الامام کذا فی فتح القدیر[1]۔

واگر کدام معترض اعتراض بیان آرد کہ ایں آیۃ درباب امتناع کلام وسلام اندرون نماز
است کہ صحابہ کرام در اثنار نماز کلام میکردند ایشاں را بایں آیت ممانعت شد چنانچہ صاحب
میرسد جواب اعتراض ہذا بچند وجہ دادہ می شود۔

اول ایں کہ اعتراض ہذا از حد ضعیف ولا اصل لہ است زیرا کہ آیۃ فاستمعوا الخ مکیہ است
وسلام در اثنار صلوٰۃ در مدینہ واقع شدہ، اگر نہی کلام ازیں آیہ بودے در مکہ صحابہ کرام
سلام باز ماندے حالانکہ رواج کلام وسلام بعد از ہجرت تا سنہ ثانی در مدینہ نیز ماندہ د
اللّٰہ علیہ وسلم حضرت عبد اللّٰہ بن مسعود را در مدینہ از کلام وسلام باثنار نماز منع فرمود۔

وعن عبد اللّٰہ قال نسلم علی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم
وھو فی الصلوٰۃ فیرد علینا فلما رجعنا من عند النجاشی
سلمنا علیہ فلم یرد علینا وقال ان فی الصلوٰۃ شغلا
متفق علیہ[2]

است کہ رجوع عبد اللّٰہ بن مسعود نبود مگر در مدینہ چنانچہ شارح عینی می نویسد :۔

قال العینی ذکر ابو عمرو فی التمھید ان الصحیح فی
حدیث ابن مسعود انہ لم یکن الا بالمدینۃ وبھا نھی

---

[1] فتح القدیر، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ فصل فی القراءۃ، ج ۱، ص ۲۹۸۔
[2] مشکاۃ، کتاب الصلاۃ، باب مالا یجوز من العمل الخ، حدیث ۲، فصل ۱۔

النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الکلام فی الصلوٰۃ۔[1]

پس معلوم شد کہ در مدینہ صحابہ کرام کلام در نماز میکردند و در آں ممانعت شد۔

دلیل دوم اینکہ نہی کلام و سلام از آیۃ و اذا قرئ القرآن نگردیدہ است بلکہ از آیۂ کریمہ: حٰفظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطیٰ وقوموا للہ قٰنتین۔[2]

شدہ است چنانچہ از حدیث زید بن ارقم کہ در صحیحین واقع شدہ است ثابت میشود:-

عن ابی عمرۃ الشیبانی قال لی زید بن ارقم ان کنا نتکلم فی الصلوٰۃ علی عھد النبی صلی اللہ علیہ وسلم یکلم احدنا صاحبہ بحاجتہ حتی نزلت حٰفظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطیٰ وقوموا للہ قٰنتین فامرنا بالسکوت متفق علیہ[3] وزاد مسلم ونھینا عن الکلام۔

و در سنن ابوداؤد نیز ایں حدیث آمدہ است و پیدا و ظاہر است کہ ایں آیت مدنیہ است پس متحقق گشتہ کہ امتناع کلام بہ اثنائے صلوٰۃ در مدینہ واقع شدہ نہ کہ در مکہ و ایں ہم ثابت شد کہ نہی کلام از آیۂ حٰفظوا شدہ است و از آیۂ و اذا قرئ القرآن نگردیدہ و تحقیق صحبت زید بن ارقم بہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم در مدینہ است نہ کہ در مکہ:-

وقد روی حدیثا بما یوافق حدیث زید بن ارقم وصحبت زید بن ارقم لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانت بالمدینۃ وسورۃ البقرۃ مدنیۃ ولھذا قال الخطابی انما نسخ الکلام بعد الھجرۃ بمدۃ یسیرۃ وھذا یدل علی اتفاق حدیث ابن مسعود وزید بن ارقم علی ان التحریم کان بالمدینۃ انتھی وتمامہ فی العینی۔[4]

---

[1] شرح ہدایہ، للعینی،

[2] سورۃ البقرۃ، آیت ۲۳۸۔

[3] (ا) بخاری، کتاب العمل فی الصلاۃ، باب ماینھی من الکلام، ج ۱، ص ۱۶۰۔
(ب) مسلم، کتاب المساجد، باب تحریم الکلام الخ، ج ۱، ص ۲۰۴۔

[4] شرح ہدایہ، للعینی،

پس ثابت شد کہ نزول آیۃ و اذا قرئ القرآن برائے انصات و اسکات سامعین
ست خواہ اندر صلوٰۃ باشد خواہ بیرون صلوٰۃ و ماسوائے ازیں دیگر احادیث اند کہ از انہا نہی
مدینہ ثابت میشود چنانچہ در حدیث معٰویہ بن الحکم السلمی است کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
فرمود و ایں نہی در مدینہ بود ہمچنانکہ از تمامی حدیث معلوم میشود و ایں چنیں کدام حدیث
ن نہی کلام در مکہ ثابت میشود و در سنن ترمذی حدیث زید بن ارقم بایں لفظ آمدہ :-

قال کنا نتکلم خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی
الصلوٰۃ الحدیث [1]

گردید کہ صحبت زید در مدینہ بود و او گوید کہ ما یان در صلوٰۃ کلام میکردیم پس متحقق گشت کہ
مدینہ کلام میکردند در صلوٰۃ و تا الحال امتناع کلام نشدہ بود و رد شد قول کسیکہ میگوید امتناع
و اذا قرئ القرآن شدہ است و متعین گشت کہ نسخ کلام در مدینہ بآیہ قوموا للہ
تین شدہ و ہمچنیں است در سنن ابی داؤد و غیرہ و اجماع محدثین نیز بریں واقع شدہ کہ نسخ کلام
قوموا للہ قنتین است کما فی القسطلانی :-

وظاهر هذا ان نسخ الکلام فی الصلوٰۃ وقع فی المدینۃ
لان الآیۃ مدنیۃ باتفاق فتعین ان المراد بقولہ فلما رجعنا
من عند النجاشی فی الہجرۃ الثانیۃ ولم یکونوا یجتمعون
بمکۃ الا نادرا انتہی [2]

سلام در نماز باشارہ یا بہ لسان نیز در مدینہ می بود کما یثبت من حدیث بلال :-

عن ابن عمر قال قلت لبلال کیف کان النبی صلی اللہ
علیہ وسلم یرد علیہم حیث کانوا یسلمون فی مسجد بنی عمرو
بن عوف قال کان یرد اشارۃ رواہ الترمذی [3]

بنی عمرو در مدینہ بود پس معلوم شد کہ در مکہ از آیہ و اذا قرئ القرآن نسخ جواب سلام در نماز
بلکہ در مدینہ از آیہ قوموا للہ قنتین شدہ است و ماسوا دلائل مذکورہ بالا اگر ازیں آیہ

---

[1] ترمذی، کتاب التفسیر، سورۃ البقرہ، ص ۱۲۳۔
[2] ارشاد الساری، کتاب العمل فی الصلاۃ، باب ماینھی من الکلام، ج ۲، ص ۳۵۰۔
[3] ترمذی، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء فی الاشارۃ فی الصلاۃ، ص ۸۴۔

مراد خطبہ یا نسخ کلام گیرند ربط آیۂ ہذہ بما قبل خود نمی ماند و تغیر و تخلل در نظم قرآن واقع شود کہ ممنوع
زیرا کہ ماقبل آیۂ و اذا قری القرآن ایں آیہ است :-

قل انما اتبع ما یوحیٰ الی من ربی ھٰذا بصائر من
ربکم و ھدی و رحمۃ لقوم یؤمنون ۰[1]

یعنی او تعالیٰ در جواب کفار کہ بحالت عدم نزول جواب سوال خود اقتراح می کردند کہ چرا نمی آ
طلب کردہ ایم میفرماید بگو اے محمد (صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) جز ایں نیست کہ ما پیروی میکنم آ
کہ وحی کردہ میشود بسوئے من از سوئے رب خود ایں وحی یعنی قرآن بصیرت است از ر
ہدایت و رحمت است برائے قوم مؤمنین و بعدہ میفرماید و وقتیکہ خواندہ شود قرآن پس
آں را و ساکت شوید تا کہ رحم کردہ شوید پس ماقبل آیہ و اذا قری القرآن ذکر وحی یعنی
نہ کہ خطبہ و کلام پس چگونہ از لفظ وحی خطبہ و کلام بلا قرینہ ربط گرفتہ شود کہ از اہل بصیرت
ہیچ وجہ یا قرینہ بہ خطبہ و کلام دریں آیہ نیست کما لا یخفی علی الماھر بالقرآن -

و از لفظ وحی نفس آیات قرآنی مراد گرفتن عین ربط و ترتیب نظم است زیرا کہ
بصیرت برائے مستدلین و ہدایت برائے مشاہدین و رحمت برائے عوام مؤمنین نمی شود
آں را بغور و تامل و بگوش و ہوش نشنوند و ازیں حاصل نمی شود مگر بعد سکوت و استماع
او تعالےٰ سکوت و استماع را بوقت قرارۃ قرآن واجب کردہ زیرا کہ ظاہر امر برائے وجوب
چنانچہ سعی بسوئے جمعہ در آیہ :-

اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی
ذکر اللہ [2]

واجب است زیرا کہ امر برائے وجوب است خذ ھٰذا ولا تکن من الغافلین -

بہر تقدیر عموم آیہ دلالت میکند کہ بوقت قرارۃ قرآن سکوت لازم است چنانچہ ا
از حسن روایت کردہ :-

واخرج ابن ابی حاتم عن الحسن فی الآیۃ اذا جلست الی
القرآن فانصت و الامر علیٰ ھٰذا للندب عند الجمہور

---

[1] سورۃ الاعراف، آیت ۲۰۳ - [2] سورۃ الجمعہ، آیت ۹ -

فیستحب الانصات عندها ای الاستماع لها والوجوب
عند الحنفیة فقالوا یجب الاستماع عند قاری
القران ولو خارج الصلوة کذا فی الخلاصة [1]

ومعلوم باد کہ حکم سکوت شامل است نماز سریہ وجہریہ ہر دو را زیرا کہ اطلاقِ لفظِ
بر ہر دو مستعمل است :-

کما اشار الیہ الشیخ فی اللمعات لان الانصات لا یختص
الجهریة فیجری علی اطلاقه فیجب السکوت عند
القراءة مطلقا انتہی [2]

آمدہ در احادیث اطلاقِ لفظِ قراءۃ در نمازِ ظہر وعصر :-

عن جابر بن سمرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم
کان یقرأ فی الظهر والعصر بالسماء ذات البروج الحدیث
وقد روی صلی الله علیه وسلم انه قرأ فی الظهر قدر
تنزیل سجدة کما فی الترمذی [3]

ازیں جا ثابت شد کہ قراءۃ ہر دو نماز سریہ وجہریہ را شامل است پس در کلمۂ
نماز جہریہ وسریہ ہر دو شامل شدند وجزاء فاستمعوا لہ وانصتوا بر قراءۃ مرتب
محال در ہر دو نماز سریہ وجہریہ استماع وسکوت لازم آمدہ - وازیں جا رد شد قول کسیکہ
استعمالِ لفظِ قراءۃ فقط بر جہر ست -

کتہ | او تعالے کلمۂ فاستمعوا را فرمود باز دوبارہ کلمۂ وانصتوا را و پر ظاہر
کہ کلامِ حرف یا کلمہ در کلامِ الٰہی خالی از فوائد نیست پس فائدہ ہر دو کلمہ دریں جا این ست کہ معنی
شنیدن ست وشنید در نماز جہریہ می تواند ودر سریہ شنیدن را دخل نیست لہذا او تعالے
استماع در نماز جہریہ فرمودہ بعدہ حکم سکوت در نماز سریہ بکلمۂ وانصتوا بیان نمودہ، پس
شد کہ مقتدی در ہر دو نماز جہریہ وسریہ ودر ہر چہار رکعت سورۂ فاتحہ وغیر نخواند وسکوت

---

[2] ...عات، کتاب الصلاة، باب القراءة فی الصلاة، فصل ۲، ج ۳، ص ۱۵۱۔

[3] ترمذی، کتاب الصلاة، باب ما جاء فی القراءة فی الظهر والعصر، ص ۴۱۔

را لازم گیرد :-

والمؤتم لا یقرأ مطلقا ولا الفاتحة فی السریة اتفاقا
وما نسب لمحمد ضعیف کما بسطه الکمال فان قرأ
کره تحریما وتصح فی الاصح بل یستمع اذا جهر
وینصت اذا اسر لقول ابی هریرة رضی الله تعالی عنه
کنا نقرء خلف الامام فنزل واذا قرئ القرآن فاستمعوا
له وانصتوا (در مختار)[1] قوله وینصت اذا اسر وکذا
اذا جهر بالاولی قال فی البحر وحاصل الآیة ان المطلوب بها
امران الاستماع والسکوت فیعمل بکل منهما والاول
یخص الجهریة والثانی لا یخص فیجری علی اطلاقه
فیجب السکوت عند القراءة مطلقا انتهی ما فی الشامی[2]

ازیں جا معلوم شد که حدیث لا صلوٰة الا بفاتحة الکتاب وغیره …
و دریں جا کدام معترض اعتراض پیش نماید، ممکن است که مقتدی بوقت جهر بشنود و سا…
لهذا او تعالے فرموده که بوقت جهر بشنوید و ساکت نیز باشد پس هر دو کلمه فاستمعوا و…
برائے جهریه اند و شما تقسیم نموده :

اولاً بجواب آں می گوئیم که بصورت قید فاستمعوا وانصتوا به جهر لازم می آید …
بر مقتدی چه به باعث بعد از امام قراءة امام نشود و ایں خلاف اجماع است.

وثانیاً اینکه استماع را انصات لازم و کلمهٔ وانصتوا مکرر ست برائے نماز سریه …
تعالیٰ فاستمعوا فرموده که از باب افتعال است و فاسمعوا نه فرموده، خاصیت
افتعال جد نمودن در فعل است پس معنی آیه چنیں شد که بوقت قراءة قرآن به هوش
او را بشنوید و تدبر حاصل نمیشود مگر بعد از سکوت از قراءة زیرا که بحالت قراءة مقتدی خو…
میشود و تدبر نمی ماند که در منع ایں حدیث وارد شده است کما سیجئ، و اصل مقصود با…
فوت گردد و شغل مقتدی بقراءة استماع را منع کند زیرا که استماع غیر سماع است پس البحال …

---

[1] در مختار، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل القراءة، ج ۱، ص ۸۱

[2] شامی، کتاب الصلاة، باب فصل القراءة، ج ۱، ص ۳۶۶

مقابل جهریه شد و انصتوا مقابل سریه۔

واگر کدام اعتراض بیان آرد که مجهر را میگویند که انصت و مسر را انصت نمی گویند جواب این میگویم که این امر تسلیم نمی کنم زیرا که در حدیث نزول وحی انصت در حق مسر آمده است آنحضرت صلی الله علیه وسلم بوقت نزول وحی همراه جبرائیل سرا وحی را میخواند تا که یاد باشد تعالی این فعل را منع نموده :۔

كما قال الله تعالى لا تحرك به لسانك لتعجل به ان علينا جمعه وقرانه فاذا قرأناه فاتبع قرآنه [1]

ابن عباس تفسیر فاتبع فاستمع وانصت بیان کرده پس درین حدیث مسر را انصت کما لا یخفی علی الماهر بالحدیث :۔

عن ابن عباس في قوله لا تحرك به لسانك لتعجل به قال كان النبي صلى الله عليه وسلم يعالج من التنزيل شدة كان يحرك شفتيه فانزل الله تعالى لا تحرك به لسانك لتعجل به ان علينا جمعه وقرانه قال جمعه في صدرك ثم تقرأه فاذا قرأناه فاتبع قرآنه قال فاستمع وانصت ثم ان علينا ان تقرأه الحديث مختصرا رواه مسلم [2]

حدیث مذهب حنفیه را قوت داده که بوقت استماع قرآن هرگز نخواند۔

ومؤید تقریر فقیر جواب محمد فخر الدین رازی است که در تفسیر کبیر بیان کرده :۔

وذكر الواحدي سؤالا ثانيا على التمسك بالآية فقال ان الانصات هو ترك الجهر والعرب تسمى تارك الجهر منصتا وان كان يقرأ في نفسه اذا لم يسمع احدا وللقائل ان يقول انه تعالى امره اولا بالاستماع واشتغاله بالقراءة يمنعه من الاستماع لان السماع غير والاستماع غير

---

[1] سورة القیامة، آیت ۱۶ تا ۱۸۔

[2] مسلم، کتاب الصلاة، باب الاستماع للقراءة، ج ۱، ص ۱۸۴۔

فالاستماع عبارة عن کونه بحیث یحیط بذلک الکلام
المسموع علی الوجه الکامل قال تعالیٰ لموسیٰ علیه السلام
(وانا اخترتک فاستمع لما یوحیٰ) و المراد ما ذکرناه و
اذا ثبت هٰذا وظهر ان الاشتغال بالقراءة ممّا یمنع من
الاستماع علمنا ان الامر بالاستماع یفید النهی عن
القراءة انتهیٰ[1]

وقتیکه از فاستمعوا نهی قرارتِ مقتدی ثابت شد لامحال حکم انصات
سریہ متحقق گردید۔ اگر گویند که عام نصوص از خبر واحد مخصص میشوند پس آیۂ کریمه فاذا قرئ
مخصوص شد از حدیث لاصلوٰة لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب۔

اوّلاً در جواب ایشان از جانبِ حنفیه میگویم که نزدِ حنفیه نصوصِ عامه که قطعی الدلالة
الثبوت اند کما فیما نحن فیه از خبرِ واحد که ظنی الثبوت است مثل حدیث لاصلوٰة
نمی شوند زیرا که شرطِ خصوص این است که نصِ مخصوص و نصِ مخصص برتبهٔ واحده می باشند
برتبۂ واحده نیست مند و نزدِ شافعیه نصوصِ عامه که نزدِ او شان ظنی الدلالة اند از خبرِ واحد
به قرینۂ داله و در حدیث لاصلوٰة کدام قرینۂ داله بر تخصیصِ مقتدی نیست حالانکه حدیث
در مدلولِ خود ظنی است برتبۂ واحده هر دو نص نمانده۔

وجوابِ ثانی اینکه عام نص از خبرِ واحد در آنجا مخصص میگردد که مدلولِ خبرِ واحد
و در ما نحن فیه مدلولِ حدیث لاصلوٰة خاص نیست بلکه عام است۔

وجوابِ سوم از جانبِ فقیر اینکه مقتدی بمنطوق حدیثِ صحیح از جابر رضی الله تعالیٰ
قراءة الامام قراءة له حکماً قاری است و لم یقرأ بر مقتدی صادق نیامده و
آیت و حدیث رفع گردیده که شرطِ تخصیص بوده پس حاجت تخصیص نمانده و مدلول
نیز بحالتِ خود باقی ماند و حکمِ حدیث لاصلوٰة و حدیث جابر هم باقی ماند کما مضیٰ
فافهم فان هٰذا المقام دقیق۔

اگر گفته شود که در فاستمعوا و انصتوا خطاب بسوئے کفار است بنا

---

[1] تفسیر کبیر، سورة الاعراف، آیت ۲۰۴، ج ۴، ص ۳۵۱۔

...ت اقبل :-

اوّلاً برتقدیرِ تسلیم جواب می دہم کہ موردِ آیت خاص باشد وحکمِ او عام وایں امرِ شائع است
...کلامِ الٰہی برائے نظیر یک آیت کافی است :-

وانفقوا فی سبیل اللّٰہ ولا تلقوا بایدیکم الی التهلكة [1]

...یت دو مورد خاص اند وحکم ہر دو عام یکے آنکہ ایں آیت درحقِ انصار نازل شدہ است و
...سوئے انصار است کما فی القسطلانی :-

نزلت فی النفقة قال ابو ایوب الانصاری نزلت یعنی هذا
فینا معشر الانصار [2] انتهٰی۔

وحکمِ ایں عام است خواہ انصار باشند خواہ مہاجرین وخواہ غیر آنہا۔
...وم اینکہ موردِ ایں آیة درخرچ جہاد است وحکم ایں عام است خواہ درجہاد باشد خواہ درتمام
...یرات کما فی القسطلانی :-

وانفقوا فی سبیل اللّٰہ فی سائر وجوه القربات وخاصة
الصرف فی قتال الکفار والبذل فیما یقوی به المسلمون
علی عدوهم [3] انتهٰی۔

...جواب دوم اینکہ تسلیم نمی کنم کہ خطاب فاستمعوا بسوئے کفار است بلکہ بسوئے مومنین
...کہ از هذا بصائر من ربكم وهدی ورحمة لقوم یؤمنون التفات
...مومنین واقع شدہ است چہ اکہ بصیرت وہدایت ورحمت حاصل نیست مگر مومنین را،
...ت لقوم یؤمنون او تعالیٰ فرمودہ، پس خطاب فاستمعوا وانصتوا ہماں مومنین
...ت کہ ایشاں را بصیرت وہدایت ورحمت حاصل است نہ کہ غیر آنہا را۔

...جواب سوم اینکہ واذا قرئ القرآن جملہ مستانفہ است جوابِ سوالِ مقدر کہ از وحی
...ہدایت ورحمت برائے مومنین چگونہ حاصل شود وجواباً او تعالیٰ فرمودہ فاذا قرئ
...الآیة یعنی وقت قراءۃ قرآن ساکت باشد واستماع بتدبر وتفکر بکنید تاکہ دلائل توحید و
...معاد حاصل گردند، آنانکہ معرفتِ توحید بطریق مشاہدہ کردہ اند وشان اصحابِ عین الیقین

---

[1] ...سورۃ البقرہ، آیت ۱۹۵۔
[2] ...ارشاد الساری، کتاب التفسیر، باب قولہ وانفقوا فی سبیل اللّٰہ، ج ۷، ص ۲۹۔

اند کہ در دیگر مخاطب بہ سابقون شدہ اند و آناں را کہ توحید از استدلال حاصل شدہ است

اصحابِ علم الیقین اند کہ بہ مقتصدون موسوم شدہ اند و عامہ مومنین را کہ تقلیداً توحید حاصل

اوشاں را قرآن رحمت است، بہر تقدیر خطاب فاستمعوا بہ مومنین است بہ کفار

کہ کلمہ لقوم یومنون الا بر آں یکیند فتدبر ولا تکن من الجھلین۔

فصل دوم

اثباتِ آں از احادیثِ صحیحہ ——— منجملہ آنہا حدیثِ ابی ہریرہ کہ در سننِ ابن

بہ سندِ صحیح آمدہ است :-

عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلی الله عليه

وسلم انما جعل الامام ليؤتم به فاذا كبر فكبروا و

اذا قرأ فانصتوا الحديث [1]

و ابوالحسین مسلم بن الحجاج حدیثِ ابی ہریرہ را صحیح گفتہ است :-

فقال له ابوبكر فحديث ابی هريرة فقال هو صحيح

يعنی و اذا قرئ القرآن فانصتوا (شرح مسلم للنووی)

و در صحیح مسلم نیز ایں حدیث بروایت ابی موسے الاشعری و قتادہ و ابی ہریرہ

و ایضاً حدیث ہذا بچند طرق در نسائی آمدہ است و نیز حدیث دیگر بہمیں مضمون در ابن ماجہ

بروایۃ ابی موسی الاشعری :-

قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم اذا قرأ الامام

فانصتوا الی اخر الحديث [3]

پس بنظر لفظِ قراءة و انصات کہ عام است متحقق گشتہ کہ در ہر دو نماز جہریہ و سریہ

را سکوت لازم است و حدیث زید بن ثابت کہ در صحیح مسلم آمدہ است مؤیدِ تقریر ہذا است

عن عطاء بن يسار انه اخبره انه سأل زيد بن ثابت

---

[1] ابن ماجہ، کتاب الصلاۃ، باب اذا قرأ الامام فانصتوا الخ، ص ۶۱۔

[2] شرح مسلم،

[3] ابن ماجہ، کتاب الصلاۃ، باب اذا قرأ الامام فانصتوا الخ، ص ۶۱۔

عن القراءة مع الامام فقال لا قراءة مع الامام فی شیئ

رواه مسلم [1]

قراءة نکرہ است ونکرہ تحت نفی فائدہ عموم می بخشد و النکرة فی موضع النفی تعم

وغیرہ کتب اصول) وهکذا فی النحو چنانچہ در قول لا رجل فی الدار ولا اله

علی عموم است وہمچنیں قولہ تعالٰے :-

اذ قالوا ما انزل الله علی بشر من شیئ قل من انزل

الکتاب الذی جاء به موسٰی [2]

حدیث نفی قراءۃ جمیع آیاتِ قرآنی مع فاتحہ ثابت شد ونیز کلمۂ فی شیئ دلالت بر عدم

در ہر چہار رکعت چہ اولیین وچہ اخریین باشند، میکند وثابت شد سکوتِ مقتدی در جہر و

سریہ کہ مطابق مفہوم آیۂ کریمہ است۔

وہمیں تقریرِ فقیر ظاہر شد کہ توجیہ امام نووی دریں حدیث کہ قولِ زید محمول بر عدمِ قراءۃ ماسوائے

ضعیف است بلا دلیل ور تعصب دلالت می کند زیرا کہ کدام قرینہ دریں حدیث بر

نیست وکدام کس دریں حدیث اعتراض بعدم مرفوعیت نیاورد زیرا کہ ایں حدیث بحکمِ

چرا کہ دریں حدیث قیاس را دخل نیست ونہ احتمالِ اخذ از اسرائیلیاں واخبارِ ماضیہ وآئندہ

صحابی کہ دراں ایں احتمالات نباشند او بحکمِ مرفوع است :-

کما فی نزهة النظر ومثال المرفوع من القول حکما لا تصریحا

ما یقول الصحابی الذی لم یأخذ عن الاسرائیلیات ما

لا مجال للاجتهاد فیه ولا له تعلق ببیان لغة او شرح

غریب کالاخبار عن الامور الماضیة من بدء الخلق

واخبار الانبیاء علیهم السلام او الاٰتیة کالملاحم والفتن

واحوال یوم القیٰمة وکذا الاخبار عما یحصل بفعله

ثواب مخصوص او عقاب مخصوص انتهٰی [3]

---

[1] مسلم، کتاب المساجد، باب سجود التلاوۃ، ج ۱، ص ۲۱۵ -

[2] سورۃ الانعام، آیت ۹۲ -

[3] نزہۃ النظر، ص ۹۳، ۹۴ -

وثانیاً اینکه اخراج مسلم بن حجاج در صحیح خود دلالت میکند بر صحت و مرفوعیت [illegible]
وقتیکه سکوتِ مقتدی در ہر دو نماز سریہ و جہریہ از حدیث جابر بطریق عمومیۃ ثابت شد، الآن [illegible]
از احادیث یگانہ یگانہ ثابت کردہ میشود چنانچہ در باب نماز جہریہ حدیث ابی ہریرہ صراحۃً دلالت
میکند کہ مقتدی را سکوت لازم است :-

عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصرف من صلوٰۃ جہر فیہا بالقراءۃ فقال ہل قرأ معی احد منکم انفا فقال رجل نعم یا رسول اللہ قال انی اقول مالی انازع القرآن قال فانتہی الناس عن القراءۃ مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیما یجہر فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الصلوٰۃ بالقراءۃ حین سمعوا ذلک من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رواہ الترمذی والنسائی وابن ماجۃ ومالک [1]

وازابن مسعود وعمران بن حصین وجابر بن عبداللہ نیز مروی است :-

وفی الباب عن ابن مسعود وعمران بن حصین وجابر بن عبد اللہ (ترمذی)

پس ازیں حدیث بالتصریح ثابت شد کہ مطلقاً چہ قراءۃ سورۂ فاتحہ باشد و چہ غیر آں [illegible]
نباید خواند و ایں ہم متحقق گشتہ کہ بعد از امتناع ہذا از قراءۃ سورۂ فاتحہ وغیرہا صحابہ بازمانہ [illegible]
نخواندند و حدیث لاصلوٰۃ در حکم مقتدی منسوخ شد و کدام معترض اعتراض بمیان نیارد [illegible]
حدیث محمول بر جہر قراءۃ مقتدی ست زیرا کہ کلمات شکیہ مثل استفہام بہ ہل و انی اقول مالی [illegible]
دلالت میکنند کہ آں کس خفیہ خواندہ بود ورنہ حاجتِ استفہام نبودے و شک [illegible]
و در نماز سریہ حدیث عمران بن حصین :-

قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ الظہر او العصر فقال ایکم قرأ خلفی بسبح اسم ربک

---

[1] ترمذی، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء فی ترک القراءۃ الخ، ص ۴۲ -

[2] ایضاً، " ، " ، " ، " -

فقال رجل انا ولم ارد بها الا الخیر قال قد علمت ان بعضکم خالجنیها رواہ مسلم [1]

ترمذی این حدیث را بدو طریق آوردہ، پس ثابت شد کہ در نماز سریہ نیز مقتدی را سکوت ... اگر کدام کس شک کند کہ حدیث ہذا محمول بر ماسوائے فاتحہ است گویم کہ علت خلجان کہ خود آنحضرت ... علیہ وسلم فرمودہ عام است بقراءۃ قرآن خواہ قراءۃ فاتحہ باشد خواہ غیر آن واگر بر قید ... سور بلکہ الا علی ممتنع نباشد حالانکہ این تخصیص خلاف اجماع است پس ثابت شد کہ پس ... فاتحہ نخواند۔ وتوجیہ امام نووی کہ حدیث ہذا محمول بر جہر مقتدی است خلاف الفاظ حدیث ست ... در صلوٰۃ ظہر وعصر جہر را چہ معنی؟ ودیگر اینکہ کلمہ ظننت کہ بجائے علمت در روایت دیگر ... است خلاف توجیہ امام نووی ست کما لایخفی علی الماہر بالحدیث۔

واگر مشکک گوید کہ با وجود اخفار مقتدی بچہ طور رسید؟ گویم کہ این از خوارق ومکشوفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم است یا باطلاع او تعالیٰ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمودند کہ ... تمام رکوع وسجود را ادا کنید کہ قسم خدا ہر آئینہ می بینم از پس خود:-

عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقیموا الرکوع والسجود فواللہ انی لاراکم من بعدی متفق علیہ [2]

قولہ انی لاراکم من بعدی ای اعلم ما تفعلون خلف ظہری من نقصان الرکوع والسجود ہی من الخوارق التی اعطیہا صلی اللہ علیہ وسلم ذکرہ ابن الملک والمظہر انہ من جملۃ المکشوفات المتعلقۃ بالقلوب المتجلیۃ بعلوم الغیب انتہی ما فی المرقاۃ [3]۔

واگر مشکک گوید کہ رکوع وسجود از افعال جوارح اند واخفار غیر آنہا گویم کہ اخفار نیز از افعال ... است زیرا کہ قراءۃ سریہ را حرکت ہر دو لب ولسان لازم است کما قال اللہ تعالیٰ

---

[1] مسلم، کتاب الصلاۃ، باب نہی الماموم عن جہرہ بالقراءۃ خلف امامہ، ج ۱، ص ۱۷۲۔

[2] مشکاۃ، کتاب الصلاۃ، باب الرکوع، حدیث ۱، فصل ۱۔

[3] مرقاۃ، باب الرکوع، فصل ۱، ج ۲، ص ۳۰۸۔

(و تحرك به لسانك واین حرکت عین از افعال جوارح است فانتبه -

وحدیثیکه امام محمد در مؤطا خود بسند صحیح مرفوع آورده صاف مبین است

پس امام فاتحه خواندن روا نیست :-

قال اخبرنا ابوحنیفة ثنا ابو الحسن موسی بن ابی عائشة عن عبد الله بن شداد بن الهاد عن جابر بن عبد الله عن النبي صلى الله عليه وسلم انه قال من صلى خلف الامام فان قراءة الامام له قراءة رواه في المؤطا لمحمد[1]

این حدیث صحیح است مثل شرط بخاری ومسلم زیرا که تعدیل ابوحنیفه اظهر من الشمس وخارج از بیان است وابو الحسن ثقه عابد ثبت از رواة صحیحین است وعبد الله از کبار از رواة صحیحین است چنانچه در تقریب وعینی آمده :

ابو الحسن موسى ثقة عابد من الخمسة وعبد الله بن شداد من كبار التابعين والثقات وكان معدودا في الفقهاء (تقريب[2]) ودر عینی گفته :

وحديث ابي حنيفة صحيح اما ابوحنيفة فابوحنيفة وابو الحسن موسى بن ابي عائشة الكوفي من الثقات الاثبات ومن رجال الصحيحين وعبد الله بن شداد من كبار التابعين وثقاتهم انتهى ما في العيني[3] -

چنانچه امام بخاری در باب انما جعل الامام ليؤتم به حدیث موسى بن ابي عائشه آورده :

وقال حدثنا احمد بن يونس قال اخبرنا زائدة عن موسى بن ابي عائشة عن عبيد الله بن عبد الله بن عتبة تا آخر حدیث - (كتاب الاذان ص ۹۵)

---

[1] مؤطا امام محمد باب القراءة في الصلاة ، خلف الامام ، ص ۹۸ -

[2] تقریب ،

[3] شرح ہدایہ ، للعینی ،

وعبداللہ بن شداد نیز در سندِ بخاری موجود است چنانچہ امام بخاری در باب اذا صلی
[illegible] فیہ حائض حدیث آوردہ کہ در سندِ او عبداللہ موجود است :-

حدثنا ابو النعمان قال نا عبد الواحد بن زیاد قال
نا الشیبانی سلیمان قال نا عبد اللہ بن شداد بن الہاد
قال سمعت میمونۃ تا آخر حدیث۔

وسفیان ثوری، موسے بن ابی عائشہ را بالتعریف نمودہ چنانچہ در ترمذی بروایۃ علی بن
[illegible] مذکور است :

قال علی بن المدینی قال یحیی بن سعید القطان
کان سفیان الثوری یحسن الثناء علی موسی بن ابی عائشۃ
حسنا انتہی ما فی الترمذی۔[1]

وابن ابی شیبہ در مصنف خود ایں حدیث بسندِ دیگر آوردہ کہ رواۃ او از صحیحین است :
حدثنا مالک بن اسمٰعیل عن حسن بن صالح عن ابی الزبیر
عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال کل من کان لہ امام
فقراءۃ الامام لہ قراءۃ۔[2]

مالک بن اسمٰعیل ثقۃ متقن صحیح الکتاب راوی صحیحین است۔ الحسن بن صالح ثقۃ فقیہ عابد
[illegible] است۔ محمد بن مسلم ابو الزبیر صدوق کما فی التقریب ومحمد بن مسلم ثقۃ شرح مسلم،
[illegible] جملہ رواۃ ثقات اند از مرتبۂ ثانیہ و از رواۃ صحیحین اند و امام مالک در مؤطا حدیث خود می آرند :
عن ابی نعیم وھب بن کیسان انہ سمع جابر بن عبد اللہ
یقول من صلی رکعۃ لم یقرأ فیہا بام القرآن فلم یصل الا ان
یکون وراء الامام۔[3]

ایں حدیث نیز صحیح علی شرط صحیحین است زیرا کہ وہب بن کیسان ثقۃ از رواۃ صحیحین
[illegible] امام بخاری در صحیح خود در باب الصلح بین الغرماء واصحاب المیراث

بروایتِ وہب حدیث آوردہ :

حدثنا محمد بن بشار ثنا عبد الوهاب ثنا عبيد الله
عن وهب بن كيسان عن جابر بن عبد الله [1] (الحديث)

وجواب عدم مرفوعیت در حدیثِ زید بن ثابت گزشتہ و تعدیل مالک و جابر
بیان نیست و احمد بن منیع حدیث جابر باین سند مرفوع آوردہ :

رواه عبيد بن حميد حدثنا ابو نعيم ثنا الحسن بن
صالح عن ابي الزبير عن جابر عن النبي صلى الله عليه و
سلم الحديث۔ [2]

پس باطل شد قول کسیکہ میگوید حدیث جابر را موقوف و غیر صحیح بلکہ حدیث جابر
مثل حدیثِ متفق علیہ لا صلوٰۃ است چنانچہ ابو عیسیٰ در ترمذی این حدیث را حسن صحیح گفتہ
عن ابي نعيم وهب بن كيسان انه سمع جابر بن عبد الله
يقول من صلى ركعة لم يقرأ فيها بام القرآن فلم يصل الا
ان يكون وراء الامام رواه الترمذي وقال هذا حديث
صحيح حسن۔ [3]

وازیں حدیث تاویلِ تاویل کنندہ کہ مراد از قراءۃ در حدیث فان قرأ
ماسوائے فاتحہ است باطل شد زیرا کہ صراحۃ بام القرآن آمدہ و طحاوی ایں حدیث را در معانی
آوردہ حدثنا بحر بن نصر قال ثنا يحيى بن سلام ثنا مالك
عن وهب بن كيسان عن جابر بن عبد الله عن النبي صلى
الله عليه وسلم الحديث [4]

ونیز در معانی الآثار حدیث از زید بن ثابت مثل حدیث صحیح مسلم کہ بالا گذشتہ، آمدہ است :
عن زيد بن ثابت سمعه يقول لا يقرأ المؤتم خلف الامام

---

[1] بخاری، کتاب الصلح، باب الصلح بین الغرماء الخ، ج ۱، ص ۳۲۷۔

[2]

[3] ترمذی شریف : باب ماجاء فی ترک القراءۃ خلف الامام اذا جہر الامام بالقراءۃ، جلد اول، ص ۴۳۔

[4] شرح معانی الآثار : باب القراءۃ خلف الامام ، جلد اول ، ص ۱۲۹۔

فی شیئ من الصلوٰۃ ۔[51]

وامام احمد در مسندِ خود از ابنِ عمر روایت کردہ کہ قراءتِ امام کافی است مقتدی را :۔

عن ابن عمر قال من صلی خلف الامام کفتہ قراءتہ[52]

...محمد نیز ایں حدیث آمدہ کہ رجالِ آں مثل رجالِ صحیحین است :

قال محمد اخبرنا عبید اللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب عن نافع عن ابن عمر قال من صلی خلف الامام کفتہ قراءتہ۔[53]

عبید اللہ ثقہ وثبت است ونافع مولی ابن عمر نیز ثقہ وثبت است کما فی التقریب ...ابن عمر ومحمد را حاجتِ بیان نیست پس دریں حدیث راوی او از مرتبۂ اولیٰ اند۔

وبطریقِ دیگر نیز ایں حدیث در مؤطا محمد آمدہ :۔

قال محمد اخبرنا عبد الرحمن بن عبد اللہ المسعودی اخبرنی انس بن سیرین عن ابن عمر انہ سئل عن القراءۃ خلف الامام قال تکفیک قراءۃ الامام[54]۔ ہذا حدیث صحیح۔

...عبد الرحمن صدوق است وانس بن سیرین ثقہ است کما فی التقریب وایں حدیث حکماً ...ست کما تقدم وامام احمد حدیث جابر بن عبد اللہ را مرفوع روایت کردہ :

عن جابر بن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من صلی خلف الامام فان قراءۃ الامام لہ قراءۃ۔[55]

...گفتہ کہ ایں آخر حدیث است ھٰذا آخر حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم ...ست کہ امام محمد ذکر کردہ پس بر آخر حدیث عمل کردن اولیٰ واقدم است کہ ناسخ مر مقدم را ...چناں قولِ زہری در باب افطار روزہ در سفر است :۔

اعنی انما یؤخذ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[51] شرح معانی الآثار، کتاب الصلاۃ، باب القراءۃ خلف الامام، ج ۱، ص ۲۱۹۔

[52] مسند امام احمد، ج ۲، ص ۹۰۔

[53] مؤطا امام محمد، باب القراءۃ فی الصلاۃ، خلف الامام، ص ۹۴، ۹۸۔

[55] مسند امام احمد، ج ۳، ص ۳۳۹۔

بالآخر فالآخر كما فى الصحيح لمسلم [1]

یعنی گرفته میشود از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فعل آخر از صلی اللہ علیہ وسلم پس معلوم شد که فعل آخر ناسخ می باشد مر فعل مقدم را۔

و در سنن ابن ماجه بطریق از جابر مرفوع آمده است :

حدثنا علی بن محمد ثنا عبيد الله بن موسیٰ عن الحسن بن صالح عن جابر وعن ابی الزبیر عن جابر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من كان له امام فقراءة الامام له قراءة رواه ابن ماجة [2]

علی بن عبد اللہ مدینی ثقہ ثبت امام و اعلم اہل عصر خود در حدیث از طبقہ اولیٰ از شیوخ بخاری و ہمین راوی حدیث لا صلوٰۃ است و عبید اللہ بن موسیٰ ثقہ از رواۃ صحیحین ست و توثیق حسن بن صالح و ابی الزبیر گذشت و در مسند ابی حنیفہ نیز حدیث جابر از موسیٰ بن ابی عائشہ که از ثقات است و از عبد اللہ بن شداد که از کبار تابعین ثقات است مرفوع روایت کردہ :۔

قال عن موسیٰ بن ابی عائشة عن عبد الله بن شداد بن الهاد عن جابر بن عبد الله الانصاری ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من كان له امام فقراءة الامام له قراءة [3]

و امام محمد در مؤطا خود بسند دیگر نیز آوردہ کہ صحیح است :۔

قال محمد حدثنا الشيخ ابو علی قال حدثنا محمود بن محمد المروزی قال حدثنا سهل بن العباس الترمذی قال اخبرنا اسمٰعيل بن علية عن ايوب عن ابی الزبير عن جابر بن عبد الله قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من صلى خلف الامام فان قراءة الامام

[1] مسلم، کتاب الصیام، باب جواز الصوم والفطر الخ، ج ۱، ص ۳۵۶۔

[2] ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ، باب اذا قرأ الامام فانصتوا، ص ۶۱۔

[3] مسند امام اعظم: کتاب الصلوٰۃ، باب کفایۃ قراءۃ الامام المأموم، ص ۶۱۔

لہ قراءة لہ

...کلام معترض اعتراض نماید کہ حدیث جابر در نماز سریہ نص نیست زیراکہ در حدیث طویل نص است ...کہ این حدیث در نماز سریہ وارد شدہ است وآں ایں است :-

قال ابوحنیفۃ عن موسی بن ابی عائشۃ عن عبد اللہ بن شداد عن جابر بن عبد اللہ ان رجلا قرأ خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الظہر او فی العصر او ما رجل فنہاہ فلما انصرف قال تنہانی ان اقرأ خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فتذاکرا ذلک حتی سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی خلف الامام فان قراءۃ الامام لہ قراءۃ (مسند ابحنیفۃ)[۲]

پس ازیں نص قطعی الدلالۃ عدم قراءۃ مقتدی وسورۂ فاتحہ ثابت گردید۔

بحث در حدیث متفق علیہ

اگر کسی گوید کہ در حدیث متفق علیہ لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب ...مقتدی را نیز شامل است :

اوّلاً در جواب می گوئیم کہ ایں حدیث در شانِ منفرد است چنانچہ سفیان ثوری تفسیر ایں ...حدیث بہ منفرد کردہ است کما فی سنن ابی داؤد :

عن عبادۃ بن الصامت یبلغ بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب فصاعدا قال سفیان لمن یصلی وحدہ انتہی[۳]

...جابر گفتہ کہ حدیث لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ محمول بر امام ومنفرد است کما فی الترمذی

---

[۱] ...امام محمد : باب القراءۃ فی الصلوٰۃ خلف الامام ، ص ۹۹۔

[۲] ...مسند امام اعظم : کتاب الصلوٰۃ ، باب کفایۃ قراءۃ الامام للماموم ، ص ۶۱۔

[۳] ...ابو داود ، کتاب الصلاۃ ، تفریع استفتاح الصلاۃ ، باب من ترک القراءۃ الخ ، ج ۱ ، ص ۸۲۔

والزرقانی شرح الموطا للامام مالک۔

واما احمد بن حنبل فقال معنی قول النبی صلی الله
علیه وسلم لاصلوٰة لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب اذا کان
وحده واحتج بحدیث جابر بن عبد الله حیث قال من
صلی رکعة ولم یقرأ فیها بام القرآن فلم یصل الا ان یکون
وراء الامام قال احمد فهذا رجل من اصحاب النبی صلی
الله علیه وسلم تاول قول النبی صلی الله علیه وسلم
لاصلوٰة لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب ان هذا اذا کان
وحده انتهی مافی الترمذی [1]

وجوابِ ثانی داده میشود باین طور که آیۂ اذا قرئ القرآن قطعی الثبوت وحدیث
ظنی الثبوت از آحاد است پس بمقابل قطعی الثبوت ظنی الثبوت مقبول نمی باشد کجا که دیگر
مؤید آیۂ کریمه باشند۔

وجوابِ سوم بر موجب اصولِ شافعیه جواب داده میشود که نزدِ اوشاں حدیثِ متفق
وظنی الدلالة است پس از حدیث جابر مخصوص شد وحکم مقتدی ازیں حدیث خارج گردید
آمد زیرا که عام نزدِ اوشاں از خبرِ واحد قیاس مخصص میشود۔

العام دلیل فیه شبهة فیجوز عندنا تخصیص عام
الکتاب بکل واحد من خبر الواحد والقیاس کما فی
التوضیح ونور الانوار [2]

وقتیکه عام کتاب الله از خبرِ واحد مخصوص می شود عام حدیث بالاولیٰ مخصوص خواهد شد۔

تنبیه چونکه حدیث متفق علیه نزدِ شافعیه ظنی الدلالة وظنی الثبوت گردید پس
مطلقاً واجب نگردید امام ومقتدی ومنفرد هر سه در عدمِ وجوبِ قراءتِ فاتحه مساوی نماندند
الامر وانعکس المدعیٰ۔ کدامی شکک دریں جا شک نیارد که بحسب دلیل عام
قرئ القرآن عام است پس از حدیث متفق علیه صلوٰة مخصوص شد۔

---

[1] ترمذی، ابواب الصلاة، باب ماجاء فی ترک القراءة خلف الامام الخ، ج ۱، ص ۷۲۔
[2] (الف) التوضیح، فصل حکم العام، ص ۱۷۔ (ب) نور الانوار، ص ۹۸۔

اولاً جواب این کہ تسلیم نمی کنم عمومیۃ آیت را بلکہ خاص خطاب فاستمعوا برائے مقتدیان است کہ شانِ نزولِ آیۃ نماز است پس حاجتِ خصوصیت نماند و قطعی الدلالۃ ماند۔

ثانیاً جواب بہ تقدیرِ تسلیم عمومیۃ آیۃ این است کہ حدیثِ متفق علیہ خود از حدیث جابر […] شدہ است و مقتدی در افراد او نماندہ است پس کدام شئے را تخصیص خواہد کرد فتفکر […]سک ولا تحیر فی قلبک۔

جواب چہارم این است کہ حدیث متفق علیہ الصلوٰۃ منقطع باطنی است کہ مخالف قرآن است یعنی فاقرؤا ما تیسر من القرآن و این قسم از مردود است چنانچہ در نور الانوار است: واما الباطن فان کان النقصان فی الناقل وهو علی ما ذکرنا وان کان بالعرض بان خالف الکتاب کحدیث لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب یخالف لعموم قولہ فاقرؤا ما تیسر من القرآن کان مردودا منقطعا ایضا انتہی مختصرا وهکذا فی التلویح والتوضیح[1]

واین قسم مخالفت حدیث را اہلِ حدیث در موضوعیۃ داخل میکنند و منہا اے از […] بالوضع ما یوجد من حال المروی کان یکون مناقضا لنص […] والسنۃ المتواترۃ الخ (نزهۃ النظر شرح نخبۃ الفکر)

پس بدشد تطبیق درمیان احادیث و قرآن ورنہ موضوعیۃ حدیث متفق علیہ لازم می آید چنانچہ […] تعالیٰ عنقریب ما بین آیۃ واحادیث تطبیق خواہم داد کہ از آن مخالفت دفع خواہد شد واحتمال […] نخواہد ماند کما ہو شان المحققین دون القاصرین۔

جواب پنجم این کہ معنی حدیث لاصلوٰۃ این است نمازیکہ در آن فاتحہ نخواندہ شود جائز […] وقتیکہ امام سورۂ فاتحہ خواندہ پس در نماز قرأۃ فاتحہ صادق آمد۔

جواب ششم این است کہ حدیث لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب […] تقدیر خبر لا مجمل است کہ خبر لا کاملۃ باشد یا صحیحۃ کما تقدم بعض […] فی الباب الاول وحکمِ مجمل توقف است تا آنکہ از شارع بیان او نگردد:

وهو ما ازدحمت فیہ المعانی فاشتبہ المراد بہ اشتباہا

---

[1] […] نور الانوار، بیان اقسام السنۃ، ص ۱۸۴ ـ

لا یدرک الا ببیان من جهة المجمل کاٰیة الربوٰا وحکمه
التوقف فیه علی اعتقاد حقیة المراد به الیٰ ان یاتیه
البیان (حسامی وغیرہ کتب الاصول)[1]

پس ایں حدیث ظنی الثبوت وظنی الدلالۃ گردیدہ واستدلال ازو بر فرضیت در
ساقط گردید وحکم حدیث جابر باقی قطعی الدلالۃ ماند وعمل برآں واجب گردید۔

وجواب ہفتم اینکہ حدیث لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ از آیت و اذا قرئ القرآن
منسوخ است چنانچہ دلالت کند روایت ابی بن کعب در کافی شرح وافی :-

لما نزلت هٰذه الاٰية تركوا القراءة خلف الامام[2]

وچونکہ حدیث جابر آخر حدیث است چنانچہ گذشت پس لامحال حدیث جابر ناسخ حدیث ا
درباب مقتدی شد چنانچہ قول جابر در ترک وضو مما مست النار ناسخ است :

منها ما یجزم الصحابی بانه متأخر کقول جابر کان
اٰخر الامرین من رسول الله صلی الله علیه وسلم ترک
الوضوء مما مست النار کما فی نزهة النظر۔[3]

ودرباب است حدیث :-

عن ابن عمر قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم
ان احادیثنا ینسخ بعضها بعضا کنسخ القراٰن (مشکوٰۃ)[4]

جواب ہشتم اینکہ دراصل بحکم حدیث جابر مقتدی قاری است واگر بزعم مخالف بر مقتدی
لاصلوٰۃ واجب گردد ودریں صورت در یک رکن دو لازم آیند حالانکہ ایں غیر مشروع است

جواب نہم از جانب فقیر ایں است کہ مقتدی بحکم حدیث جابر صحیح مثل شرط بخاری کما
تحقیقۃ حکماً قاری است چنانچہ انتظار کنندہ نماز بحکم مصلی است :-

کما فی الحدیث عن ابی هریرة عن النبی صلی الله علیه

---

[1] حسامی، بحث المجمل والمتشابه، ص ۱۰۰-۱۰۱، نور الانوار، ص ۹۱ -
[2] کافی شرح وافی ،
[3] نزہۃ النظر، بحث الناسخ والمنسوخ، ص ۵۸ -
[4] مشکاۃ، کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، حدیث ۵۷، فصل ۳ -

وسلم قال ان احدکم فی صلوٰۃ مادامت الصلوٰۃ تحبسہ والملائکۃ تقول اللّٰھم اغفرلہ اللّٰھم ارحمہ مالم یقم من صلوٰتہ او یحدث رواہ البخاری [۱]

پس انتظار کنندہ نماز را مصلی خواہند گفت و بر وے بعض احکام مصلی مرتب خواہند شد [چنانچہ] در حدیث مروی از ابی ہریرہ انتظار کنندہ نماز را مصلی گفتہ وحکم مرتب نمودہ:

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وفیہ ساعۃ لا یوافقھا عبد مسلم یصلی فیسأل اللّٰہ فیھا شیئا الا اعطاہ ایاہ قال ابو ھریرۃ فلقیت عبد اللّٰہ بن سلام فذکرت لہ ھٰذا الحدیث فقال انا اعلم بتلک الساعۃ فقلت اخبرنی بھا ولا تضنن بھا علی قال ھی بعد العصر الی ان تغرب الشمس قلت فکیف تکون بعد العصر وقد قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لا یوافقھا عبد مسلم وھو یصلی وتلک الساعۃ لا یصلی فیھا فقال عبد اللّٰہ بن سلام الیس قد قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من جلس بھا مجلسا ینتظر الصلوٰۃ فھو فی الصلوٰۃ قلت بلی قال فھو ذاک (انتھی ما فی الترمذی) [۲]

ہمچنیں فی ما نحن فیہ مقتدی را قاری گفتہ و بر وے حکم لمن لم یقرأ صادق نکردہ و حدیث [...]رۃ را بر عمومیۃ خود قطعی الدلالۃ برداشتہ وحکم آیہ واذا قری القرآن نیز بر اصل خود باقی [...]شتہ و توافق ما بین آیہ و احادیث بلا تکلف پیدا آمدہ و حکم ہر یک بجائے خود باقی ماندہ و نسخ [...]یص یا موضوعیت یکے از دیگرے نیامدہ و مقتدی را سکوت لازم گردیدہ و تحقیق محقق [...] معترض گشتہ و علو شان حنفیہ بر عمل احادیث اظہر من الشمس شدہ و عمل بر حدیث عبد اللّٰہ

---

[۱] بخاری، کتاب الاذان، باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلاۃ، ج ۱، ص ۹۰۔

[...] مشکاۃ، کتاب الصلاۃ، باب المساجد الخ، حدیث ۱۴، فصل ۱ (ملخصاً)

[۲] ترمذی، کتاب الجمعہ، باب فی الساعۃ التی ترجی الخ، ج ۱، ص ۹۵۔

بن عمر نموده :

عن عبد الله بن عمرو قال هجرت الی رسول الله صلی الله علیه وسلم یوما قال فسمع اصوات رجلین اختلفا فی آیة فخرج علینا رسول الله صلی الله علیه وسلم یعرف فی وجهه الغضب فقال انما هلك من كان قبلكم باختلافهم فی الکتاب رواه مسلم[1]

پس مخالفت مابین آیت وحدیث پیدا کردن موجب گمراہی است خذ هٰذا منی ولا ت... فی قلبك لان هٰذا لهو الفوز العظیم لمثل هٰذا فلیعمل العاملون۔

وازیں تقریر بقیر دفع شد اعتراض برحنفیاں بر نسبت عدم وجوب فاتحہ بر منفرد و... عدم قطعی الدلالۃ بحالت تخصیص می آید پس آیا حنفی عامل بالحدیث اند کہ عمل بر جمیع احادیث اند یا مخالفین کہ عمل مخالفین بتقدیر وجوب فاتحہ بر مقتدی بر آیۃ وحدیث جابر و احادیث نمی ماند فاعتبروا یا اولی الابصار۔

اگر گویند کہ بوقت سکتہ امام مقتدی را شاید کہ فاتحہ بخواند گوییم کہ سکتہ از دو... خالی نیست یا واجب باشد یا جائز، اول شق باطل ست لا دلیل علی الوجوب و... جائز است کہ امام سکتہ نکند، دریں صورت مقتدی ہمراہ امام خواہد شد و ایں امر تقاضای ترک استماع بوجہ ترک سکوت وقت قراءۃ امام، ایں خلاف آیت است و نیز سکتہ را حد و... مخصوص نیست و سکتہ امام برائے مقتدی مختلف می باشد بلحاظ ثقل و خفت پس لباو... مقتدی بر اتمام قراءۃ موافق مقدار سکوت امام قادر نباشد دریں صورت ہماں محذور اول... نیز اگر امام بلحاظ اتمام قراءۃ مقتدی ساکت باشد دریں صورت معاملہ منقلب می شود امام مقـ... مقتدی امام می گردد و نیز اکہ دریں صورت امام تابع مقتدی می شود ایں جائز نیست پس ثابت ش... بوقت سکتہ امام نیز فاتحہ نخواند و نیز بر تقدیر قراءۃ مقتدی دو قراءۃ مشروع شوند یک بمنطوق حدیث و دیگر بزعم مخالف حالانکہ در یک صلوٰۃ و در یک رکعت دو قراءۃ غیر مشروع اند۔

---

[1] (الف) مسلم، کتاب العلم، باب النهی عن اتباع متشابه القرآن الخ، ج ۱، ص ۳۴۰۔

(ب) مشکاة، کتاب الصلاة، باب الاعتصام بالکتاب والسنه، حدیث ۱۳، فصل ۱۔

کلام در حدیث عبادہ بن الصامت

دانکہ قائلین قراءۃ خلف امام حدیث عبادہ بن الصامت را حجت می گیرند ایں حدیث قابلِ حجت نیست زیرا کہ سندِ حدیث ایں ست :

حدثنا هناد نا عبدة بن سليمان عن محمد بن اسحاق عن مكحول عن محمود بن الربيع عن عبادة بن الصامت قال صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم الصبح فثقلت عليه القراءة فلما انصرف قال انى اراكم تقرأون وراء امامكم قال قلنا يارسول الله اى والله قال لا تفعلوا الابام القرآن فانه لاصلوٰة لمن لم يقرأ بها رواه الترمذى[1]

در سنن ابی داؤد از روایت محمد بن سلمۃ عن محمد بن اسحٰق الخ آمدہ است[2]

جواب حدیث ہذا بچند وجہ دادہ می شود :

اول اینکہ محمد بن اسحٰق مدلس است و روایت مدلس بعن نزد محدثین قابل حجت نمی باشد:

- محمد بن اسحٰق امام المغازى صدوق يدلس وعنعنة المعاصر محمول على السماع الامن مدلس فانها ليست محمولة على السماع (نخبة الفكر)[3] والمدلس لا يحتج بعنعنته بالاتفاق (شرح مسلم للامام النووى)[4]

سید شریف علی جرجانی در رسالۂ خود گفتہ :

ربما لم يسقط المدلس شيخه لكن يسقط من بعده رجلا ضعيفا او صغير السن يحسن الحديث بذلك كفعل الاعمش والثورى وغيرهما وهو مكروه جدا وذمه اكثر العلماء (انتهى)[5]

---

[1] ترمذی، کتاب الصلاة، باب ماجاء فی القراءة خلف الامام، ص ۷۲-

[2] ابوداود، کتاب الصلاة، تفریع استفتاح الصلاة، باب من ترک القراءة فی صلاته، ج ۱، ص ۸۲-

[3] شرح نخبة الفکر، ص ۹۸-

[4] شرح مسلم، مقدمه، باب صحة الاحتجاج بالحدیث المعنعن، ج ۱، ص ۲۱-

[5] رساله فی اصول الحدیث للسید شریف جرجانی، بحث مدلس، ص ۳

وتحقیق این در رساله خود مسمی به نور العادین فی تحقیق آمین به بسط تمام کرده ام

فانظرها پس این حدیث قابل حجت نمانده۔

وجواب دوم این ست که در تقریب محمد بن اسحاق را نسبت به تشیع کرده در این
شبه نیارد که این جرح مبهم است. گویم اگرچه جرح مبهم است ولیکن از درجهٔ عدالت تنز
نمانده و توقف به قبول حدیث او پیدا گردیده ماسوا ازین جرح مبین به نسبت او نقاد محد
اند چنانچه مالک او را دجال گفته وعینی کذاب نوشته وبعض او را بخبیث تکلم کرده و
مثل یحیی بن معین ونسائی ودارقطنی وحماد بن سلمه وامام احمد وامام مالک وهشام ویحیی القط
ابراهیم وابو عبد الله ویحیی بن سعید ووهیب بن خالد وابو زرعه وغیرهم ائمه جرح کنندگا
مدلس گفته اند وحدیث او را اخذ نموده اند ونه حدیث او را قابل حجت داشته اند۔

روینا عن یعقوب بن شیبة قال سمعت محمد بن
عبد الله بن نمیر وذکر ابن اسحاق فقال اذا حدث
عن من سمع منه من المعروفین فهو حسن الحدیث و
یحدث عن المجهولین احادیث باطلة فقال ابو موسی
محمد بن المثنی سمعت یحیی القطان یحدث عن
ابن اسحق فقلت یا ابا عبد الله ما احسن هٰذه القصص
التی یجیئ بها محمد بن اسحق فتبسم ای متعجبا وروی
ابن معین عن یحیی القطان انه کان لا یرضی بمحمد بن
اسحق ولا یحدث عنه وقال عبد الله بن احمد کان ابی
یتتبع حدیثه ویکتبه کثیرا بالعلو والنزول یخرجه
فی المسند وما رأیته یتقی حدیثه فقیل له یحتج به
قال لم یکن یحتج به فی السنن وقیل لاحمد یا ابا عبد الله
اذا تفرد بحدیث تقبله قال لا والله انی رأیته یحدث عن
الجماعة بالحدیث الواحد ولا یفصل بین کلام ذا من کلام ذا
وروی المیمونی عن ابن معین ضعیف وروی عنه غیره
لیس به ذلك وروی الدوری عنه ثقة لکنه لیس بحجة

وقال احمد بن زهير سئل يحيى بن معين عنه مرة
فقال ليس بذاك ضعيف وسمعته مرة اخرى يقول
هو عندي سقيم ليس بقوي وقال النسائي ليس بالقوي
وقال البرقاني سألت الدارقطني عن محمد بن اسحق
بن يسار وعن ابيه فقال لا يحتج بهما وانما يعتبر
بهما وروى ابوداؤد عن حماد بن سلمة قال لولا
الاضطرار ما حدثت عن محمد بن اسحق وقال احمد
قال مالك وذكر فقال دجال من الدجاجلة وروى
الهيثم بن خلف الدوري حدثنا احمد بن ابراهيم نا
ابوداؤد صاحب الطيالسة حدثني من سمع هشام
بن عروة وقيل له ان ابن اسحق يحدث هكذا و
كذا عن فاطمة فقال كذب الخبيث وروى القطان
عن هشام انه ذكره فقال عدو الله الكذاب يروى
عن امرأتي اين رآها وقال مالك كذاب وقال
ابن ادريس قلت لمالك ذكر المغازي فقلت قال
محمد بن اسحق انا بيطارها فقال نحن نفيناه
عن المدينة وقال مكي بن ابراهيم جلست الى
محمد بن اسحق فكان يخضب بالسواد فذكر
احاديث في الصفة فلم اعد اليه وقال تركت حديثه
وقد سمعت منه بالري عشرين مجلسا وروى
الساجي عن المفضل بن غسان حضرت يزيد بن
هارون وهو يحدث بالبقيع وعنده ناس من اهل
المدينة يسمعون منه حتى حدثهم عن محمد بن
اسحق فامسكوا وقالوا لا تحدثنا عنه نحن اعلم به
فذهب يزيد يحاولهم فلم يقبلوا وقال ابوداؤد سمعت

احمد بن حنبل ذكره فقال كان رجلا ليشتهى الحديث
فيأخذ كتب الناس فيضعها فى كتبه وقال احمد
يدلس وقال ابو عبد الله قدم محمد بن اسحق
الى بغداد فكان لا يبالى يحكى عن الكلبى وقال
ليس بحجة وقال الفلاس كنا عند وهب بن
جرير فانصرفنا من عنده فمررنا على يحيى
القطان فقال اين كنتم فقال كنا عند وهب
بن جرير يعنى نقرأ عليه كتاب المغازى عن
ابيه عن ابن اسحق فقال تنصرفون من عنده بكذب
كثير وقال عباس الدورى سمعت احمد بن
حنبل وذكر ابن اسحق فقال اما فى المغازى
واشباهه فيكتب واما فى الحلال والحرام فيحتاج
الى مثل هذا ومد يده ومنهم اصابعه وروى
الاثرم عن احمد كان كثير التدليس جدا احسن
حديث عندى ما قال اخبرنى وسمعت عن
ابن معين ما احب ان احتج به فى الفرائض وقال
ابن ابى حاتم ليس بالقوى ضعيف الحديث وهو
احب الى من افلح بن سعيد يكتب حديثه وقال
سليمان التيمى كذاب وقال يحيى القطان ما
تركت حديثه الا لله اشهد انه كذاب وقال يحيى
بن سعيد قال لى وهب بن خالد انه كذاب قلت
لوهب ما يدريك قال قال مالك اشهد انه كذاب
قلت لمالك ما يدريك انه كذاب قال قال لى
هشام بن عروة اشهد انه كذاب قلت لهشام
ما يدريك قال حدث عن امرأتى فاطمة حديث

النبي و لم يلقها (تهذيب الكمال وتهذيب التهذيب[۱])

پس ہرگاہ کہ ثابت گردید کہ محمد بن اسحٰق مدلس وکذاب است چگونہ حدیث او حجت [illegible] مقابل حدیث صحیح وآیت قرآنی چنانچہ عینی گفتہ:

قال العيني المدلس اذا قال عن فلان لا يحتج بحديثه عند جميع المحدثين مع انه قد كذبه مالك وضعفه احمد وقال لا يصح الحديث عنه وقال ابو زرعة الرازي لا يقضى له بشيئ انتهى ما في الشرح العيني للهداية[۲]۔

وبہمیں سبب شیخین در متن صحیحین خود از وحدیث اخذ نہ نمودہ بلکہ مسلم در متابعات [illegible] حدیث او آوردہ ایں ہم دلالت بر ضعف او کند زیرا کہ راوی متابعات وشواہدات او [illegible] ضعیف اند منجملہ آں محمد بن اسحاق بن یسار است چنانچہ امام نووی در مقدمہ شرح مسلم [illegible] ہمیں معنی کردہ کہ محمد بن اسحاق راوی شواہد ضعیف است:

ثم اتبعه باسناد اخر او اسانيد فيها بعض الضعفاء على وجه التاكيد بالمتابعة منهم مطر الوراق وبقية بن الوليد ومحمد بن اسحٰق بن يسار الخ

وازیں جا یحییٰ بن معین کہ از نقاد حدیث است میگوید کہ سند جملہ استثنائیہ ایں حدیث [illegible]ست وبہمیں سبب محمد بن اسمٰعیل جملہ استثنائیہ را در صحیح خود نیاوردہ کہ ضعیف بود و [illegible]یف ابو عیسٰی حدیث عبادہ را کہ بحذف جملہ استثنائیہ بود ترجیح دادہ فافہم۔

دریں جا کدام مشکک شک نیارد کہ بعض محدثین تعدیل محمد بن اسحٰق نیز کردہ اند گویم [illegible] جماع تعدیل وجرح مبین جرح را ترجیح است تعدیل را اعتبار نیست و الجرح [illegible] على التعديل (نخبة الفكر) پس ایں حدیث قابل حجت نماندہ وبہمیں تقریر [illegible] فقتین کہ دراں محمد بن اسحٰق راوی ست ضعیف گشتہ وقابل تمسک نماند۔

جواب سوم بمسلک شافعیہ ومحدثین ایں است کہ مکحول راوی ایں حدیث مرسل است

---

[۱] [illegible] الکمال، تہذیب التہذیب۔

[۲] [illegible] ہدایہ، للعینی،

[۳] [illegible] مسلم، مقدمہ، فصل حاب عائبون مسلما رحمہ اللہ، ص ۱۶، (ملخصاً)

وحدیث مرسل غیر صحابی نزد محدثین وامام شافعی قابل حجت نمی باشد :

مکحول الشامی ابو عبد الله ثقة فقیه کثیر الارسال مشهور (تقریب[1]) ای کون المرسل حدیثا ضعیفا مردود لا یحتج عند جماهیر المحدثین وکذا عند الشافعی وکثیر من الفقهاء واصحاب الاصول (نزهة النظر[2])

اگر کدام کس در نماز جهریه از حدیث نافع بن محمود حجت گیرد :

قال نافع ابطأ عبادة بن الصامت عن صلوة الصبح فاقام ابو نعیم المؤذن الصلوة فصلی ابو نعیم بالناس واقبل عبادة وانا معه حتی صففنا خلف ابی نعیم وابو نعیم یجهر بالقراءة فجعل عبادة یقرأ بام القران فلما انصرف قلت لعبادة سمعتک تقرأ بام القران وابو نعیم یجهر قال رجل صلی بنا رسول الله صلی الله علیه وسلم بعض الصلوات التی یجهر فیها القراءة قال فالتبست علیه القراءة فلما انصرف اقبل علینا بوجهه فقال هل تقرأون اذا جهرت بالقراءة فقال بعضنا انا نصنع ذلک قال فلا وانا اقول مالی ینازعنی القران فلا تقرأوا بشیء من القران اذا جهرت الا بام القران رواه ابو داؤد[3]

جواب این به دو وجه داده می شود :

جواب اول اینکه حدیث هذا ضعیف است وقابل حجت نیست زیرا که الهیثم ... است ومکحول کثیر الارسال است ونافع بن محمود مستور است کما فی التقریب وحدیث مرسل ... مردود می باشد کما فی نزهة النظر وشرح الشرح :

ای کون المرسل حدیثا ضعیفا مردود لا یحتج عند جماهیر

---

[1] تقریب،

[2] شرح نزهة النظر،

[3] ابو داود، کتاب الصلاة، تفریع استفتاح الصلاة، باب من ترک القراءة فی صلاته ...

المحدثين وكذا عند الشافعي وكثير من الفقهاء
واصحاب الاصول (انتهى) [1]

...حال مستور کہ روایت او غیر مقبول است :

الجمهور قالوا انها لا تقبل رواية المستور للاجماع
على منع الفسق من المقبول (شرح الشرح) وهكذا حال
الهيثم القدري [2]

...حدیث قدریہ ضعیف می باشد چنانچہ از حدیثے کہ در ترمذی آمدہ ثابت می شود :

عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه
وسلم صنفان من امتى ليس لهما فى الاسلام نصيب
المرجئة والقدرية رواه الترمذي [3]

...قدریہ را در اسلام حصہ نہ شدہ حدیث او چگونہ معتبر باشد۔

جواب دوم اینکہ حدیث ابی ہریرہ کہ سند او صحیح وقوی است از حدیث عبادہ یا حدیث عبادہ
...دلیس لا محال حسب اصول حدیث حدیث ابی ہریرہ را ترجیح است بر حدیث عبادہ :

عن ابي هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم انصرف
من صلوة جهر فيها بالقراءة فقال هل قرأ معى احد
منكم آنفا فقال رجل نعم يا رسول الله صلى الله عليه
وسلم قال انى اقول مالى انازع القرآن قال فانتهى
الناس عن القراءة مع رسول الله صلى الله عليه
وسلم فيما جهر فيه النبي صلى الله عليه وسلم
بالقراءة من الصلوات حين سمعوا ذلك من رسول الله
صلى الله عليه وسلم (رواه ابوداؤد) [4]

وظاہر این حدیث دلالت میکند بر نسخ یعنی حدیث ابی ہریرہ ناسخ است حدیث

---

[1] ... نزهة النظر.

[2] ... شرح.

[3] ... كتاب الايمان، باب الايمان بالقدر. حديث ۲، فصل ۲۔

[4] ...داؤد، كتاب الصلاة، تفريع استفتاح الصلاة، باب من كره القراءة الخ، ج ۱، ص ۱۲۷

عبادہ را وکدام کس اعتراض بمیان نیارد کہ حدیثِ عبادہ مخصص است حدیثِ ابوہریرہ
تخصیصِ حدیث بمثلِ او میشود و دریں جا حدیثِ عبادہ ضعیف است قابلِ تخصیص نیست
راوی ضعیف نیز مقبول نیست - از تمام تحریرِ فقیر ثابت گردیدہ کہ جملۂ استثنائیہ زیادتِ
ضعفا است کہ قابلِ حجت نیست -

فصلِ سوم

(در اثباتِ آں از آثار)

عبداللہ بن عمر، پس امام فاتحہ نخواندہ وہر کہ سائل بودے او را منع فرمودے
امام مالک در مؤطا خود می آرد :-

عن نافع ان عبد اللہ بن عمر کان اذا سأل ھل یقرأ
احد خلف الامام؟ قال اذا صلی احدکم خلف الامام فحسبہ
قراءۃ الامام واذا صلی وحدہ فلیقرأ وکان عبد اللہ
بن عمر لا یقرأ خلف الامام رواہ مالک فی المؤطا [1]

وعلقمہ کہ از کبار تابعین فقیہ و محدث است و عبداللہ بن مبارک فقیہ و محدث
رواۃ ابوعیسٰی ترمذی است در ہر دو نماز سریہ و جہریہ خلف امام گاہے یک حرف
قال ابوحنیفۃ عن حماد عن ابراھیم ان قال لم یقرأ
علقمۃ خلف الامام حرفا لا فیما یجھر فیہ ولا فیما
لا یجھر ولا قرأ فی اخریین بام الکتاب ولا غیرھا
خلف الامام ولا اصحاب عبد اللہ جمیعا [2]

وعبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نیز خلفِ امام نمی خواند :

عن حماد عن ابراھیم ان عبد اللہ ابن مسعود لم یقرأ
خلف الامام فی الرکعتین الاولیین ولا غیرھما [3]

---

[1] مؤطا امام مالک : باب ترک القراءۃ خلف الامام ، ص ۸۳ -

[2] کتاب الآثار امام محمد : باب القراءۃ خلف الامام ، ص ۳۳ -

[3] مؤطا امام محمد : باب القراءۃ خلف الامام ، ص ۱۰۰ -

وامام مالک گفته که اکثر آثار درین باب آمده اند که قراءة خلف امام غیر جائز ست :-

قال محمد اخبرنا مالك لا قراءة خلف الامام فيما جهر فيه ولا فيما لم يجهر بذلك جارت عامة الآثار[1]

[امام] محمد از ابن عمر خلف امام قراءة فاتحه نمی خوانند :-

قال محمد اخبرنا اسامة بن زيد المدنى حدثنا سالم بن عبد الله بن عمر قال كان ابن عمر لا يقرأ خلف الامام قال فسألت القاسم بن محمد عن ذلك فقال ان تركت فقد ترك ناس يقتدى بهم وان قرأت فقرأه ناس يقتدى بهم وكان القاسم ممن لا يقرأ[2] -

ازیں جا کسے را شک پیدا نمی شود که بعض صحابه و تابعین خلفِ امام خوانده پس [می] گویم که قاسم با وجود قولِ خود فقرأ ناس يقتدى بهم خلف امام نمی خواند پس [معلوم] شد که ترکِ قراءة خلفِ امام را ترجیح است و وقتے که این قاسم را مقابل کنی به آیت و [حدیث] ما تقدم تحقیقه و ما سیجیئ من الآثار، پس متیقن خواهد شد که قراءة خلفِ امام غیر جائز است [ص]حابه کرام رضی الله عنهم که در جنگ بدر حاضر بودند ثابت شده که خلفِ امام قراءة نمی خواندند:-

وفى الكرمانى عن الشعبى ادركت سبعين بدريا كلهم على انه لا يقرأ خلف الامام (شرح موطا المحمد[3])

سوال کرده شد عبد الله بن مسعود از قراءة خلف امام، جواب داد که خاموش باش [که در نماز] شغل است و کافی ست ترا قراءة امام :-

عن ابى وائل قال سأل عبد الله بن مسعود عن القراءة خلف الامام قال انصت للقرآن فان فى الصلوٰة شغلا ويكفيك ذلك الامام[4] -

---

[1] [مؤطا امام] محمد، باب القراءة فى الصلاة خلف الامام، ص ۶۰ -

[2] [مؤطا امام محمد، باب القراءة فى الصلاة خلف الامام،] حديث ۱۱۸، ص ۶۱، ۶۲ -

[3] [شرح] مؤطا محمد

[4] [مؤطا] امام محمد، باب القراءة فى الصلاة خلف الامام، حديث ۱۲۱، ص ۶۲ -

ونمی خواند فاتحہ خلف امام گر فتم :-

عن ابراهیم قال ان اول من قرء خلف الامام رجل اتهم[1]

وزید بن ثابت میگوید کہ از خواندن فاتحہ پس امام نماز نمی شود :-

عن موسی بن سعد بن زید بن ثابت یحدث عن جده انہ قال من قرء خلف الامام فلا صلوۃ له[2]

هذا کلہ فی الموطا للامام محمد -

چنانچہ ابن ہمام گفتہ کہ جماعت صحابہ ہم برین اند کسیکہ پس امام فاتحہ خوانده نماز …

ذکر ابن الهمام ذهبت جماعة من الصحابة علی فساد صلوة من قرء خلف الامام[3]

اگر کدام کس گوید کہ ابوہریرہ پس امام فاتحہ خواندن را در نفس خود …

میگوئیم کہ این قیاس ابوہریرہ مقابل احادیث صحیحہ کہ باسناد قویہ آمده اند قابل …

قال ابوحنیفة عن موسی بن ابی عائشة عن عبد الله بن شداد عن جابر بن عبد الله ان رجلا قرء خلف النبی صلی الله علیه وسلم فی الظهر او العصر واومأ رجل فنهاه فلما انصرف قال تنهانی ان اقرء خلف النبی صلی الله علیه وسلم فتذاکرا ذلك حتی سمع النبی صلی الله علیه وسلم فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم من صلی خلف الامام فقراءة الامام له قراءة[4]

ودر بخاری مذکور است کہ سفیان موسی را ثقہ گفتہ -

---

[1] موطا امام محمد، باب القراءة فی الصلاة خلف الامام، حدیث ۱۲۳، ص ۹۲ -

[2] ایضاً " " ، حدیث ۱۲۷، ص ۹۳ -

[3] فتح القدیر، کتاب الصلاة، فصل القراءة، ج ۲، ص ۲۹۷ (ملخصاً)

[4] مسند امام اعظم، باب کفایة قراءة الامام للماموم، ص ۶۱ -

وجواب دوم این ست کہ خود ابوہریرہ حدیث برخلاف قیاس خود آوردہ است کما تقدم:-

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا الحدیث[1]

...سوم شد کہ این قیاس ابوہریرہ قبل از استماع حدیث بود۔

وجواب سوم این ست کہ قیاس ابوہریرہ از حدیث عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ مجتہد از خلفاء ... منقوض است او رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمود شخصے کہ خلف امام قراءۃ خواند در ... وحجر باشد:

قال محمد اخبرنا داؤد بن قیس الفراء اخبرنا محمد بن عجلان ان عمر بن الخطاب قال لیت فی فم الذی یقرأ خلف الامام حجرا[2] ھذا حدیث صحیح۔

... رجال آن ثقہ اند ودیگر آثار نیز مؤید اند۔

قال محمد اخبرنا داؤد بن قیس الفراء المدینی اخبرنی بعض ولد سعد بن ابی وقاص انہ ذکر لہ ان سعدا قال وددت ان الذی یقرأ خلف الامام فی فیہ جمرۃ[3]

ودیگر حدیث نیز باین مضمون از روایت علقمہ بن قیس آمدہ:-

قال لان اعض علی جمرۃ احب الی من ان اقرأ خلف الامام[4] (موطا امام محمد)

...حدیث ابی ہریرہ مخالف قیاس خود بیان کردہ:-

حدثنا ابراہیم بن موسی الرازی انا عیسی بن جعفر بن

---

[1] ...ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ الخ، باب اذا قرأ الامام فانصتوا، ص ۶۱۔

[2] ...موطا امام محمد، باب القراءۃ فی الصلاۃ خلف الامام، حدیث ۱۲۶، ص ۶۳۔

[3] ایضاً " " " حدیث ۱۲۵، ص ۶۳۔

[4] ایضاً " " " حدیث ۱۲۲، ص ۶۲۔

میمون البصری نا ابو عثمان النهدی حدثنی ابوهریرة

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخرج فناد

فی المدینة ان لاصلوٰة الا بقرآن ولو بفاتحة الکتاب

فمازاد ولو بفاتحة الکتاب فمازاد ابوداؤد لہ

پس اگر نماز بغیر فاتحہ جائز نبودے چرا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم قراءۃ مطلق

اشتہار نمودے پس متحقق شد کہ فاتحہ خلف امام نخوانده شود۔

ھذا ھو متحقق عندی وعلم الصواب عند ربی وھو

للصواب والیہ المرجع والمآب۔

خاتمۃ الکتاب

واضح باد کہ مدار تحقیق مسئلہ ہذا بر آیات قرآنی و احادیث صحیحہ مثل حدیث انصات

ما تیسر من القرآن و حدیث جابر وغیرہم کردہ شدہ است و دیگر احادیث و آثار

ازاں مثل احادیث صحیحہ نیستند برائے تقویت و شواہد آمدہ اند چنانچہ دأب محدثین

واں ہم ظاہر کنانیدہ کہ حدیث جابر بچہ قدر رتبہ صحت دارد مثل حدیث لاصلوٰۃ

بشری خود جوابہائے سوالات نیز دادہ۔ امید از و تعالیٰ کہ کدام سوال بیروں ازیں رسا

نخواہد شد کہ جواب آں ازیں فہمیدہ نشود و باقی احادیث مخالفین کہ از حد ضعیف بودند

ترک نمودہ تا کہ طوالت رسالہ نگردد و امید از اولی الفضل و ذوا العدل ہمیں ست کہ بنظر انصاف

از عیوب کہ ازاں کدام بشر خالی نیست درگزشتہ بحق فقیر دعائے خیر کردہ باشند و بخدمت

عرض است کہ در حدیث جابر بر امام صاحب زبان طعن نکشایند ورنہ امام بخاری خالی از طعن

فافہم ولا تکن من الغافلین۔ الحر تکفیہ الاشارۃ۔

تمت ھذہ الرسالۃ فی جمادی الآخرۃ سنۃ الف و

مائتین وخمس و ثمانین من الھجرۃ

۱۲۸۵ھ/۱۸۶۸ء

لہ ابوداؤد، کتاب الصلاۃ، تفریع استفتاح الصلاۃ، باب من ترک القراءۃ فی صلاتہ، ص ۲۰۵

سوال ۲۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس باب میں کہ زید کہتا ہے کہ بعد سلام پھیرنے نماز فرضوں
ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنی بدعت ہے، حضرت نے بعد نماز فرضوں کے ہاتھ اٹھا کر دعا نہیں
کسی حدیث سے ثابت ہے فقط اللّٰھم انت السلام ومنک السلام
ثابت ہے۔ اب احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تحریر فرمادیں کہ حضرت نے بعد
پھیرنے نماز فرضوں کے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی ہے یا نہیں؟ ارشاد فرمادیں اور اجر پاویں
لوگوں نے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنی بعد فرضوں کے چھوڑ دی ہے، بہت حدیثوں سے
کے فرمایئے گا کہ لوگ ہدایت پاویں۔ فقط۔

الجواب

واضح ہو کہ بعد فرضوں کے سلام پھیرنے کے بعد دعا ہاتھ اٹھا کر طلب کرنی سنت ہے ولیکن
کے نزدیک بدعت ہے چنانچہ حدیث سے ظاہر ہے:۔

عن ابی امامۃ قال قیل یا رسول اللہ ای الدعاء اسمع (ای اجوب للاجابۃ) قال جوف اللیل الآخر و دبر الصلوات المکتوبۃ. رواہ الترمذی [1]

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بعد نماز فرضوں پنج وقتہ کے دعا مانگنی موجب زیادتی قبولیت کا
کوئی نماز نہیں ہے کہ جس کے بعد ہاتھ اٹھا کے نہ ہو جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے:۔

وعن الفضل بن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الصلوٰۃ مثنیٰ مثنیٰ تشہد فی کل رکعتین و تخشع و تضرع و تمسکن و تقنع یدیک تقول ترفعهما الی ربک مستقبلا ببطونهما وجهک و تقول یا رب یا رب و من لم یفعل ذلک فهو کذا

۱۔ مشکوٰۃ، کتاب الصلاۃ، باب الذکر بعد الصلاۃ، حدیث-۱، فصل ۲۔

وكذا رواه الترمذي [۱]

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ہر نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کے دعا مانگنی فرمودہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے پس امر حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو بدعت کہنا کیا حکم رکھتا ہے الحری تكفيه الاشارة اور دعا غیر دعا استسقاء کے یہی ہے کہ مقابل مونڈھوں کے اٹھائے جاویں زیادہ بلند نہ ہوں :-

عن ابن عباس قال المسئلة ان ترفع يديك حذو منكبيك او نحوهما رواه ابو داؤد [۲]

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ دعا اسی کو کہتے ہیں جس میں رفع یدین ہو اور حدیث سے متحقق ہوا کہ بعد نماز فرضوں کے دعا مانگنی زیادہ قبولیت رکھتی ہے پس متحقق ہوا کہ بعد پنجگانہ کے ہاتھ اٹھا کے دعا مانگنی سنت ہے جیسا کہ کرمانی شرح بخاری میں لکھا ہے

وامارفع اليدين فلانه كان يدعو وهو السنة عند الدعاء انتهى [۳]

اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل بھی یہی تھا کہ وقت دعا کے ہاتھ اٹھاتے تھے چہرہ مبارک کو ملتے تھے جیسا کہ دستور اہل سنت وجماعت کا ہے برخلاف اہل بدعت

عن عمر قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا رفع يديه في الدعاء لم يحطهما حتى يمسح بهما وجهه رواه الترمذي [۴]

اور اسی طرح سے حدیث ابن عباس سے :

عن ابن عباس سلوا الله ببطون اكفكم ولا تسئلوه بظهورها فاذا فرغتم فامسحوا بها وجوهكم رواه

---

[۱] مشکاۃ، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، حدیث ۱۰، فصل ۲۔

[۲] مشکاۃ، کتاب الدعوات، حدیث ۴۳، فصل ۳۔

[۳] شرح بخاری للکرمانی

[۴] مشکاۃ، کتاب الدعوات، حدیث ۲۳، فصل ۲۔

ابوداؤد [1]

اٹھانا ہاتھ کا دعا میں موجب قبولیت دعا کا ہے اسی واسطے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نماز پنجگانہ کے مقبولیت دعا کی فرمائی ہے چنانچہ حدیث اول میں گزرا :-

عن سلمان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ان ربکم حیی کریم یستحیی من عبدہ اذا رفع یدیہ
الیہ ان یردھما صفرا رواہ ابوداؤد والترمذی [2] وابن ماجۃ

پس جس شخص کو قبولیت دعا کی مطلوب ہو وہ بعد نماز کے ہاتھ اٹھائے ورنہ نہ اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت دعا مانگتے تھے اسی وقت ہاتھ اٹھاتے تھے خواہ بعد نماز پنجگانہ کے یا
کے اور پھر ہاتھوں کو منہ پر پھیرتے تھے :-

عن یزید ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا دعا
فرفع یدیہ و مسح وجھہ بیدیہ رواہ ابوداؤد [3] وھکذا
فی الترمذی عن عمر بن الخطاب قال کان رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اذا رفع یدیہ فی الدعاء لم یحطھما حتی
یمسح بھما وجھہ رواہ الترمذی [4]

طرح سے حدیث بخاری میں :-

مشکوۃ : کتاب الدعوات ، فصل ثانی۔

ابوداؤد : کتاب الصلوۃ ، باب الدعاء ، ص ۲۱۶۔

مشکوۃ : کتاب الدعوات ، فصل ثانی۔

ابوداؤد : کتاب الصلوۃ ، باب الدعاء ، ص ۲۱۶۔

ترمذی : ابواب الدعوات ، باب جامع الدعوات ، ص ۱۹۵۔

ابن ماجہ : ابواب الدعاء ، ص ۲۸۴۔

مشکوۃ : کتاب الدعوات ، فصل ثالث۔

ابوداؤد : کتاب الصلوۃ ، باب الدعاء ، ص ۲۱۶۔

مشکوۃ : کتاب الدعوات ، فصل ثانی۔

عن ابی موسیٰ قال دعا النبی صلی اللہ علیہ وسلم
بماء فتوضأ ثم رفع یدیہ فقال اللّٰھم اغفر
لعبید ابی عامر ورأیت بیاض ابطیہ رواہ البخاری [1]
وعن ابن عباس قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم اذا دعوت اللہ فادع ببطون کفیک ولا تدع
بظھورھما فاذا فرغت فامسح بھما وجھک
رواہ ابن ماجۃ [2]

پس حسب مفہوم "اذا" کے کہ عام ہے جس وقت کہ دعا مانگے خواہ بعد
ہو یا غیر نماز ہو، ہاتھ اٹھانے سنت ہیں۔
اور دوسری حدیث میں آیا ہے :-
عن ابی ھریرۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم ما من عبد یرفع یدیہ حتی یبدو ابطہ
یسأل اللہ مسألۃ الا اتاھا ایاہ ما لم یعجل رواہ
الترمذی [3]

اور یہ بھی معلوم رہے کہ صحابہ کرام میں یہ امر مروج تھا کہ بعد نماز کے دعا مانگتے
تھے جیسا کہ رفع یدین وقت دعا مروج تھا جیسا کہ حدیث ابن عباس میں گزرا :
عن انس قال دخل النبی صلی اللہ علیہ وسلم المسجد
ورجل قد صلی وھو یدعو الحدیث رواہ الترمذی [4]

اور بخاری نے در باب رفع یدین دعا کے عقد باب کیا ہے :-
باب رفع الایدی فی الدعاء، وقال ابو موسی دعا النبی

---

[1] بخاری، کتاب المغازی ، باب غزوہ اوطاس، ج ۲، ص ۶۱۹۔

[2] ابن ماجہ : کتاب الدعاء ، باب رفع الیدین فی الدعاء ، ص ۲۸۴۔

[3] ترمذی : ابواب الدعوات ، ص ۲۰۰۔

[4] ترمذی ، ابواب الدعوات ، باب فی جامع الدعوات ، ج ۲، ص ۱۹۳۔

صلی اللہ علیہ وسلم ثم رفع یدیہ ورأیت بیاض
ابطیہ وقال ابن عمر رفع النبی صلی اللہ علیہ
یدیہ اللّٰھم انی ابرأ الیک مما صنع خالد وعن
انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدیہ حتی
رأیت بیاض ابطیہ [1]

...جمہ اس کے عقد باب کیا ہے باب الدعاء بعد الصلوٰۃ ۔ اس سے معلوم ہوا
...اری کے نزدیک بھی بعد صلوٰۃ مکتوبہ کے دعا مع رفع یدین کے سنت ہے البتہ نزدیک
...کے کہ وہ اہل سنت وجماعت سے خارج ہے، عدم مشروعیۃ دعا کی ہے، پس واعجبا !
...حل احادیث صحیحہ کے اور مذہب بخاری کے ابن القیم کے قول پر اعتماد کرنا ——— اور
...اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں حکمت رفع یدین اور ملنے
...کے منہ پر لکھی ہے کہ " رغبت دلانی ہئیت بدن اور ہئیت نفسانی کی بسوئے اللہ تعالےٰ
...بظاہر توجہ بدن کی الی اللہ ہے شل حضوری قلب کے تاکہ دل اور بدن ایک ہو جاویں "
اور بعد اس کے لکھا ہے :

اقرب الدعوات من الاستجابۃ عقیب الصلوٰۃ [2]

پس ثابت ہوا کہ بعد نماز فرضوں کے دعا مانگنی ساتھ رفع یدین کے سنت ہے اور خوشنودی
...تعالےٰ اور مقبولیت دعا کی ہے اور یہ بھی معلوم ہو کہ جیسا کہ فعل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
...فعل کو ہوتا ہے اس سے زیادہ حکم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ثبت فعل کو ہوتا ہے وہ رفعیا
...فعل ودوام ہر دو پائے گئے۔ پس سنت دعا مع رفع یدین میں کیا شک رہا مگر شاید زید کو
...ابن عمر نے طرف بدعت ہونے دعا کے عقیب الصلوٰۃ مائل کیا ہوا اور وہ حدیث یہ ہے :-

عن ابن عمر انہ یقول رفعکم ایدیکم بدعۃ مازاد
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ھذا یعنی
الی الصدر [3]

---

[1] ...بخاری : کتاب الدعوات ، باب رفع الایدی الخ ، جلد ثانی ، ص ۹۳۸ -
[2] ...حجۃ اللہ البالغۃ ،
[3] ...مشکوٰۃ : کتاب الدعوات ، حدیث ۳۵ ، فصل ۳ -

اور حالانکہ یہ بھی حدیث مثبت سنیت دعا مع رفع یدین کو ہے کیونکہ حدیث
سینہ سے اونچا اٹھانے ہاتھوں کو بدعت کہتے ہیں اور سینہ تک اٹھانے کو سنت
جیسا کہ جملہ ما زاد (آخر حدیث تک) دلالت کرتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ زید
الصلوٰۃ پر عمل کیا ہے اور انتم سکارٰی کو چھوڑ دیا واللہ اعلم بالصواب
المرجع والمآب۔

حررہ واجابہ خاک رہ محمد مسعود نقشبندی
۲۷ ذی قعدہ ۱۳۰۳ھ ہجری

سوال ۲۷

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ریل میں یعنی حالت
ریل کے نماز جائز ہے یا نہیں اور اگر جائز نہیں ہے تو مع سند کے مطلع فرماویں اور
تو بھی فرماویں کہ کس جگہ سے ثابت ہے؟ گزارش کیا گیا کہ مع سند کتب فقہ سے ثابت

الجواب

بر ماہران فقہ و احادیث مخفی نہ ہو کہ نماز فرض ریل پر بحالت روانگی ریل
نہیں ہے جیسے کہ نماز فرض دابہ پر جائز نہیں ہے کما فی الحدیث :-

عن ابن عمر قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
سلم یصلی فی السفر علی راحلتہ حیث توجھت بہ
یومی ایماء صلوٰۃ اللیل الا الفرائض ویوتر علی
راحلتہ متفق علیہ [1]

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ علت عدم جواز صلوٰۃ فرض کی دابہ پر حرکت
ثابت ہوتا ہے کتب فقہ سے :-

ولو صلی علی دابۃ فی شق محمل وھو یقدر علی النزول

---

[1] مشکوٰۃ : کتاب الصلوٰۃ ، باب صلوٰۃ المسافر ، فصل اول۔

بنفسہ لا تجوز الصلوٰۃ علیھا اذا کانت واقفۃ وکذا لو سائرۃ بالاولی الا ان تکون عیدان المحمل علی الارض بان یرکز تحتہ خشبۃ (درمختار)[۱]

اس عبارت سے ثابت ہوا کہ اگرچہ دابہ قیام بھی رکھتا ہو اس وقت بھی اس پر نماز جائز ہے تا وقتیکہ کجاوہ زمین پر قائم نہ ہو اور دابہ سے کسی طرح سے کجاوے کو تعلق نہ ہو کیونکہ ہمیشہ حرکت ہے۔ پس یہ امر نہ سمجھنا چاہیے کہ رفتار دابہ کی بالخصوص مانع جواز صلوٰۃ کو ہے بلکہ مطلق حرکت محل نماز کی مانع جواز صلوٰۃ کو ہے اگرچہ کسی وجہ سے ہو۔ آیا نہیں معلوم کہ گاڑی تختہ دار پر بحالت حرکت نماز فرض جائز نہیں ہے :۔

واما الصلوٰۃ علی العجلۃ ان کان طرف العجلۃ علی الدابۃ وھی تسیر فھی صلوٰۃ علی الدابۃ فتجوز فی حالۃ العذر لا فی غیرھا وان لم یکن طرف العجلۃ علی الدابۃ جاز ھذا کلہ فی الفرائض (تنویر الابصار والدر المختار)[۲]

جب ایک طرف گاڑی کا دابہ پر ہوگا اور حالانکہ دابہ کھڑا ہوا ہے اس وقت کامل طور پر قیام گاڑی کو نہ ہوگا :۔

اذا کان احد طرفیھا علی الارض والاخر علی الدابۃ لم یضر قرارھا علی الارض فقط شامی[۳]

اس عبارت کو غور کرو کہ اس قدر حرکت قلیل بھی مانع جواز صلوٰۃ کو ہے پس اسی پر قیاس کرنا چاہیے اور ایسا ہی عینی شرح کنز میں ہے :۔

والعجلۃ کالدابۃ ان کان احد طرفیھا علی الدابۃ سواء کانت سائرۃ اولا وان لم تکن فھی بمنزلۃ السریر انتھی وھکذا فی شرح الھدایۃ للعینی[۴]

اسی طرح عالم گیری میں ہے :۔

---

[۱] در مختار و شامی، کتاب الصلاۃ، باب ما یفسد الصلاۃ الخ، ج ۱، ص ۷۰۴۔
[۲] تنویر و در مختار، ، ، ج ۱، ص ۷۰۴۔
[۳] شامی، ، ، ج ۱، ص ۷۰۴۔
[۴] شرح ہدایہ، للعینی

واما الصلوة علی العجلة فان کان طرفها علی الدابة

وهی تسیر اولا تسیر فهی صلوة علی الدابة فتعم حکمها و

ان لم یکن فهی بمنزلة السریر وکذا لو رکز تحت المحمل

خشبة حتی بقی قراره علی الارض لا علی الدابة

یکون بمنزلة الارض کذا فی التبیین انتہی [1]

اس قدر حرکت کہ عجلہ دابہ سے کسی قدر تعلق رکھتا ہو، مانع جواز صلوٰۃ کو ہے کجا کہ حرکت

چنانچہ تشریح اس کی عینی شرح ہدایہ میں محیط سے کی ہے :۔

وفی المحیط لو صلی فی شق محمل لا یجوز الا

ان یرکز تحت محمل خشبة لانه یکون قرار المحمل

علی الارض لا علی الدابة فیکون فی المحمل کالسجود

علی الارض والسریر انتہی [2]

اور ایسا ہی ہے فتح القدیر میں ، اور قیاس ریل کا کشتی پر نہیں ہو سکتا کیونکہ کشتی کو کی

اگرچہ قائم بھی ہو، سکون اور قیام نہیں ہے وقت بندھنے اور کھڑے ہونے کے بھی

پانی کے اس کو حرکت ہوتی ہے برخلاف ریل کے کہ بعد از نصف گھنٹہ کم و بیش اس

کامل ہوتا ہے، کم سے کم قریب پانچ منٹ کے کہ اس عرصہ میں دو رکعت فرض یا سہ رکعت

ہو سکتی ہیں اگر وضو ہو ورنہ بحالت فوت وقت اور نہ ہونے پانی کے تیمم کر کے پڑھے

اور سنن میں مختار ہے خواہ چلتی ریل میں پڑھے یا نہ پڑھے، اور اگر خیال نماز کا ہو تو ایک

پر وضو کر لے اور دوسرے اسٹیشن پر نماز ادا کر لے، اگر نیچے نہ اتر سکے بحالت سکون الخ

ادا کرے ، اگر عذر قیام کا ہو بیٹھ کے پڑھ لے البتہ چلتی ریل پر نماز فرض بلا عذر شرعی

ہے اور نوافل جائز ہیں اور اگرچہ قیاس ریل کا کشتی پر ناجائز ہے ولیکن بالفرض قیاس

تب بھی چلتی ریل پر نماز فرض درست نہیں کیونکہ کشتی میں بھی بحالت قیام کشتی و حرکت

نکلنا ممکن ہو نماز درست نہیں ہے، باہر نکل کے پڑھے :۔

وصلی فیها فان کانت مشدودة علی الجد مستقرة

---

[1] عالمگیری، کتاب الصلاۃ، باب فی صلاۃ المسافر، ج ۱، ص ۱۴۳۔

[2] شرح ہدایہ، عینی ،

على الارض فصلى قائما اجزاه وان لم يكن مستقرة
و يمكنه الخروج عنها لم يجز الصلوٰة فيها كذا
فى محيط السرخسى اما الصلوٰة فى السفينة فالمستحب
ان يخرج من السفينة للفريضة اذا قدر عليه (عالمگیری)[1]

جب کہ کشتی سے باہر نکل کے بصورت امکان خروج فرض ادا کرنے بہتر ہیں پس
...دائمی ریل کہ اترنے پر اور قیام ریل پر قدرت کامل رکھتا ہے۔ نماز فرض غیر جائز ہوئی
...قیام ریل اندر ریل کے یا اتر کے پڑھنی جائز ہیں۔

واللہ اعلم بالصواب
حررہ واجابہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی دہلوی
۱۸ رجب المرجب ۱۳۰۳ہجری

سوال ۲۸

چہ فرمایند علمائے دین دریں مسئلہ کہ صلوٰۃ التسبیح بعد نماز جمعہ جائز است یا نہ؟
...جواز ادائیش اول نماز افضل است یا بعد، ہرچہ از روئے شرع شریف ثابت و
...تحریر فرمودہ مزین بمہر و دستخط نمودہ آید بینوا توجروا۔

الجواب

صلوٰۃ التسبیح ہر وقت غیر اوقات مکروہہ کے خواہ بعد نماز جمعہ خواہ قبل از نماز جمعہ
...ہے اور حکم مساوات کا رکھتی ہے:

لاطلاق الحديث بلا تقييد الوقت وانه صلوٰة
التسبيح يفعلها من كل وقت لا كراهة فيه او فى كل
يوم او ليلة مرة والا ففى كل اسبوع او جمعة او شهر
او العمر انتهى ما فى الشامى۔[2] فقط

حررہ واجابہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی دہلوی
۲۷ رمضان المبارک ۱۳۰۱ہجری

---

[1] ...گیری، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر، ج ۱، ص ۱۴۳۔
[2] ...امی، کتاب الصلاۃ، باب فی السنن والنوافل (صلاۃ التسبیح)، ج ۱، ص ۴۶۱۔

سوال ۲۹

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ خصی یا مجبوب جماعت میں شامل ہو کر نماز پڑھتے ہیں بلا قید یمین ویسار وصف اول و دوم وغیرہ کے یہ نادرست ؟ اور اشخاص مذکورہ حکم میں مرد کے ہیں یا عورت کے ؟ اور گواہی ان کی مقبول ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اشخاص مذکورۃ السوال حکم مرد میں ہیں، صف اول پر ہمراہ مردوں کے بلا قید کے کھڑا ہونا درست ہے :۔

والخصی والمجبوب والمخنث کالفحل (کنز)[1]

اور خصی اور مجبوب کی گواہی درست ہے :۔

ویقبل شہادۃ الاقلف والخصی فان عمر (رضی اللہ عنہ) قبل شہادۃ علقمۃ الخصی ولانہ قطع عضو ظلما فصار کما اذا قطعت یدہ[2]

ولیکن مخنث کی گواہی مقبول نہیں ہے :۔

ولا یقبل شہادۃ مخنث (ھدایہ)[3]

حررہ واجابہ خاکِ رہ محمد مسعود نقشبندی

۲۳ رجب ۱۳۰۱ھ ہجری

سوال ۳۰

زید غیر مقلد کہتا ہے کہ شہر دہلی میں نماز جمعہ کی جو لوگ کہ اپنی مسجد میں پڑھتے ہیں مذہب حنفیہ کے سوائے جامع مسجد کے نماز جمعہ کی ان لوگوں کی ہرگز ہرگز نہیں ہوتی اور کہتا ہے کہ نماز جمعہ کی جامع مسجد میں ہونی چاہیے اور جو لوگ جامع مسجد میں نہیں آتے اپنی مسجد میں پڑھ لیتے ہیں ان کا جمعہ ہرگز نہیں ہوتا بدلیل مدلل صحیحہ حنفیہ سے مرقوم فرمایئے کہ

۱۔ کنز الدقائق،

۲۔ ہدایہ، کتاب الشہادۃ، باب من تقبل شہادۃ الخ، ج ۳، ص ۱۲۸۔

۳۔ ایضاً، " " " " ، ص ۱۳۶۔

الجواب

نماز جمعہ کی ایک شہر میں خواہ وہ شہر کلاں ہو یا خورد ہو کئی مساجد میں ادا کرنی مذہب میں جائز اور درست ہے اور اسی پر فتوے ہے :-

وتؤدی فی مصر واحد بمواضع کثیرة مطلقا علی المذهب وعلیه الفتویٰ (شرح المجمع للعینی و امامة فتح القدیر دفعا للحرج (در مختار)

قوله مطلقا ای سواء کان المصر کبیرا او لا وسواء فصل بین جانبیه نهر کبیر کبغداد او لا وسواء قطع الجسر او بقی متصلا وسواء کان التعدد فی مسجدین او اکثر هٰکذا یفاد من الفتح ومقتضاه انه لا یلزم ان یکون التعدد بقدر الحاجة کما یدل علیه کلام السرخسی الآتی.

انتہیٰ ما فی الشامی [1]

قول شارح سے اور پر عدم تعدد کے پائی نہیں گئی پس دلیل "دفعا للحرج" موضع لا نص فیہ کے ہے، معتبر ہوگی جیسا کہ قاعدہ فقہاء کا ہے :-

المشقة والحرج انما یعتبران فی موضع لا نص فیه اما مع النص بخلافه فلا (اشباہ [2])

اور ثبوت اس امر کا کہ 'مشقۃ' اور 'حرج' سے تخفیفات اور آسانی شرع میں پیدا آیات قرآنی اور احادیث نبوی سے ثابت ہے :

کما قال الله تعالیٰ یرید الله بکم الیسر و لا یرید بکم العسر [3] اور دوسری آیت :-

وما جعل علیکم فی الدین من حرج [4]

حدیث شریف میں آیا ہے :-

---

[1] در مختار و شامی، کتاب الصلاۃ، باب الجمعہ، ج ۱، ص ۵۴۱

[2] الاشباہ والنظائر، فائدہ ثالثہ، القاعدۃ الرابعۃ، ص ۸۳۔

[3] سورۃ البقرہ، آیت ۱۸۵۔ [4] سورۃ الحج، آیت ۷۸۔

احب الدین الی اللہ تعالیٰ الحنیفیۃ السمحۃ [1]

پس بسبب "حرج" اور "مشقۃ" کے جائز ہے کہ ایک شہر میں کئی جگہ [illegible]
ادا کی جاوے اگرچہ اولیٰ ایک ہی مسجد میں ہو جیسا کہ شامی میں لکھا ہے:-

قولہ دفعا للحرج لان فی الزام اتحاد الموضع حرجا بینا لاستدعائہ تطویل المسافۃ علی اکثر الحاضرین ولم یوجد دلیل عدم جواز التعدد بل قضیۃ الضرورۃ عدم اشتراطہ لا سیما اذا کان مصرا کبیرا کمصرنا انتہیٰ ما فیہ [2]

یہی مذہب صحیح ہے امام صاحب کا اور یہی قول ہے امام محمد اور امام [illegible]
امام مالک (رحمہم اللہ تعالیٰ) کا جیسا کہ عینی شرح کنز میں ہے:-

وتؤدی الجمعۃ فی مصر واحد فی مواضع متعددۃ عند ابی حنیفۃ فی الصحیح وھو قول محمد والشافعی ومالک انتہیٰ ما فیہ [3]

اور وقتیکہ سقوط وجوب السعی الی الجمعۃ کہ نص سے ثابت ہے بدلیل حرج بارش [illegible]
ثابت پس بالاولیٰ تعدد جمعہ کا بدلیل حرج ثابت اور متحقق کما لا یخفیٰ علی الماہر [illegible]

قال ابن عباس رضی اللہ عنہ لمؤذنہ فی یوم مطیر اذا قلت اشہد ان محمدا رسول اللہ فلا تقل حی علی الصلوٰۃ قل صلوا فی بیوتکم فکان الناس استنکروا فقال فعلہ من ھو خیر منی ان الجمعۃ عزمۃ وانی کرھت ان اخرجکم فتمشون فی الطین والدحض رواہ البخاری [4]

---

[1]

[2] شامی، کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ، ج ۱، ص ۵۴۱۔

[3] شرح کنز للعینی کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ، ص ۴۸۔

[4] بخاری: کتاب الجمعۃ، باب الرخصۃ ان لم یحضر الجمعۃ الخ، جلد اول، ص ۱۲۳

اور انس رضی اللہ عنہ کبھی اپنے گھر میں جمعہ پڑھتے تھے اور کبھی جامع مسجد میں کما

[قال] بخاری :-

وکان انس فی قصرہ احیانا یجمع واحیانالایجمع

وھو بالزاویۃ علی فرسخین[1] انتھی۔

پس جبکہ گھر میں جمعہ جائز ہوا اور ترک بھی اس کا جائز ہوا، بالاولی تعدد جمعہ

[مسا]جد میں جائز ہے کما قال فی الخیرالجاری :-

قولہ یجمع المراد انہ قد یصلی الجمعۃ و

قد یترکھا فقد کان یصلی فی الزاویۃ وقد

یصلی فی جامع البصرۃ وھو الاصوب کذا فی

الخیرالجاری شرح البخاری[2]۔

اور 'زاویہ' ایک جگہ کا نام ہے فنار بصرہ سے۔

خلاصہ مرام کا یہ ہے کہ کئی مساجد میں نماز جمعہ کی ہو جاتی ہے واللہ اعلم

[بال]صواب۔

حررہ واجابہ خاکپ رہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی

۱۰ / ذی قعدہ ۱۳۰۲ھ ہجری

سوال ۳۱

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ عیدین کے روز نماز نفل

[مکروہ] ہے اور اس روز اتفاقیہ نماز عیدین سے پہلے اگر جنازہ آجاوے اور نماز میں دیر ہو

[تو نما]ز جنازہ کس وقت پڑھائی جاوے ؟ اگر پہلے پڑھائی جاوے تو اس مسئلے کی صورت

[کیا] ہے ؟ اگر بعد میں پڑھائی جاوے تو خطبہ فرض ہے نیز میت کے جسم سے نجاست

[خارج] ہونے کا بھی احتمال ہے، پھر از سر نو کفن وغیرہ کی تبدیلی ہو، غرض کہ ان دونوں صورتوں

[م]یں مسئلہ کی صورت کیونکر؟ عندالشرع مدلل بدلائل شرعیہ واضح کریں کہ سائل کی تسکین ہو جائے

---

[1] [بخ]اری، کتاب الجمعہ، باب من این تؤتی الجمعہ، ج ۱، ص ۱۲۳

[2] [الخ]یرالجاری شرح البخاری۔

بحوالۂ کتب تحریر فرماویں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

بر ماہران فقہ مخفی نہ رہے کہ اگر قبل از عیدین جنازہ آجاوے، اس صورت میں [illegible]
کی پہلے نماز عید کے ادا کی جاوے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے:-

عن علی ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال یا علی
ثلث لا تؤخرھا الصلوٰۃ اذا اتت و الجنازۃ اذا حضرت
والایم اذا وجدت لھا کفوا رواہ الترمذی [1]

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سوائے اوقاتِ ثلاثہ کے کہ طلوع و غروب
منہی عنہا دوسری حدیث سے ہیں، جس وقت جنازہ آجاوے اسی وقت نماز جنازہ کی
جاوے، دیر نہ کی جاوے، اور یہ شک مستفتی کا کہ عیدین کے روز نماز نفل منع ہے اسی
سے نماز جنازہ بھی منع ہوگی، مدفوع ہے، اول اس لئے کہ اوقات مکروہہ دو قسم ہیں

اول طلوع و غروب و استوار، اور

دوسری قسم مابین فجر اور شمس اور مابین صلوٰۃ عصر و زردی آفتاب و قبل
عیدین وغیر ذلک۔

قسم اول میں تمام نمازیں خواہ فرض، خواہ نفل، خواہ نماز جنازہ پڑھنی ناجائز [illegible]
اگر پہلے اوقاتِ ثلاثہ مذکورہ کے نمازیں شروع کی ہونگی اور درمیان میں یہ اوقات [illegible]
اس وقت نمازیں خواہ نفل ہوں، خواہ فرض باطل ہو جائیں گی [2] اور نماز جنازہ کہ پہلے
شروع ہوا اور اوقاتِ ثلاثہ حاضر ہو جاویں، نہ باطل ہوگی، بدوں کراہت کے جائز ہوگی:-

لا ینعقد الفرض و سجدۃ تلاوۃ وصلوٰۃ جنازۃ
ثلیت وحضرت قبل (تنویر الابصار) ——— لوجوبہ
کاملا فلا یتأدی ناقصا فلو وجبتا فیھا لم یکرہ

---

[1] ترمذی، کتاب الصلوٰۃ، باب ما جاء فی وقت الاول من الفضل، ج ۱، ص ۲۲۔

[2] سوائے اس دن کی عصر کے کہ وہ ادا ہو جائے گی (کنز الدقائق، کتاب الصلوٰۃ، ص ۱۸)

[3] در مختار، کتاب الصلوٰۃ، ج ۱، ص

...شارع سے تعجیل درباب جنازہ مطلوب ہے پس وہ اوقات مکروہہ میں پائے گئے ہیں۔

ای بان تلبث الآیۃ فی تلک الاوقات او حضرت فیھا الجنازۃ (شامی) اذا کان الافضل عدم التاخیر فی الجنازۃ فلا کراھۃ اصلاً (شامی)[1]

...قسم دوسری میں تمام نمازیں ہو جاویں گی اور نماز جنازہ بھی مگر نوافل اور واجب لغیرہ مکروہ ...گے:

والنوع الثانی ینعقد فیہ جمیع الصلوات التی ذکرناھا من غیر کراھۃ الا النفل والواجب لغیرہ فانہ ینعقد مع الکراھۃ فیجب القطع والقضاء فی وقت غیر مکروہ (شامی)[2]

پس ثابت ہوا کہ مابین نفل اور نماز جنازہ کے فرق ہے کیونکہ نماز جنازہ واجب لعینہ ہے جیسا کہ درمختار میں لکھا ہے:

وکرہ نفل قصدا ولو تحیۃ مسجد وکل ما کان واجبا لا لعینہ بل لغیرہ وھو ما یتوقف وجوبہ علی فعلہ کمنذور ورکعتی طواف (الی) لا یکرہ قضاء فائتۃ او سجدۃ تلاوۃ وصلوٰۃ جنازۃ وکذا الحکم من کراھۃ نفل وواجب لغیرہ لا فرض وواجب لعینہ بعد طلوع فجر (الی) وقبل صلوٰۃ العیدین (درمختار مختصراً) ——— یجوز قضاء الفائتۃ وصلوٰۃ الجنازۃ وسجدۃ التلاوۃ فی ھذا الوقت بلا کراھۃ (شامی)[3]

...کراہت اوقات ثلاثہ کی باعتبار وقت کے ما سوا دیگر اوقات کے ہے کہ ان میں کراہت ...وقت کے نہیں بلکہ باعتبار عوارض کے ہے جب کہ شارع سے تعجیل نماز جنازہ مطلوب ہوتی

---

[1] شامی، کتاب الصلاۃ، ج ۱، ص ۲۵۰
[2] ...
[3] ...مختار، شامی، کتاب الصلاۃ، ج ۱، ص ۲۵۰ تا ۲۵۲-

تكره وهو الصحيح و بالعدول عن المحراب تختلف الهيئة كذا في البزازية انتهى و في التتارخانية عن الولوالجية و به ناخذ انتهى ما في الشامي[1]

اور حدیث مندرجہ سوال کو شارحین کتب فقہ نے بلا اسناد اور بلا تخریج الفاظ بیان کیا ہے اور کتب صحاح میں صحیح سند اس کی کا پتہ نہیں لگتا، پس قطع نظر صحت اور عدم صحت حدیث میں بحث کی جاوے مطلب اس حدیث کا یہ نہیں ہے کہ دوسری مسجد واحد میں مکروہ ہے بلکہ اس حدیث سے تاکید جماعت ثابت ہوتی ہے جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما ہوتے تو کوئی دوسرا نمازی نہیں واسطے گھر میں جاکر ساتھ اہل اپنے کے نماز پڑھی اور یہ ظاہر ہے کہ اگر کوئی نمازی تو ضرور ہے کہ ان کو جماعت سے محروم نہ کرتے یا مسجد میں جماعت کرواتے یا جیسا کہ حدیث ترمذی سے صاف ثابت ہوتا ہے :-

عن ابی سعید الخدری قال جاء رجل وقد صلی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال ایکم یتجر علی هذا فقام رجل وصلی معه. رواه الترمذی وهو قول غیر واحد من اهل العلم من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم وغیرهم من التابعین قالوا لا باس ان یصلی القوم جماعة فی مسجد قد صلی فیه و به یقول احمد واسحٰق[2]

اور ابوداؤد میں اس طرح سے آئی ہے :-

عن ابی سعید الخدری ان رسول الله صلی الله علیه وسلم ابصر رجلا یصلی وحده فقال الا رجل یتصدق علی هذا فیصلی معه[3]

---

[1] شامی، کتاب الصلاۃ، باب الامامۃ، ج ۱، ص ۳۷۲۔
[2] ترمذی، ابواب الصلاۃ، باب ما جاء فی الجماعۃ فی مسجد الخ، ص ۳۰۔
[3] ابوداود، کتاب الصلاۃ، باب فی الجمع فی المسجد مرتین، ج ۱، ص ۹۲۔

پس جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واسطے فضیلت حاصل کرنے جماعت کے اس شخص
[illegible] ہونے کا دیا کہ پہلے نماز پڑھ چکا تھا تو جن اشخاص نے کہ نماز نہ پڑھی ہو ان کو بالاولیٰ جماعت
[illegible] کرنی بلا کراہت ایک مسجد میں جائز ہوئی اور یہ امر نہیں ہو سکتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
[illegible] جماعت دوسری کا حکم فرماویں اور آپ نہ کریں، پس محقق ہوا کہ حدیث مذکور فی السوال
[illegible] ہے کہ اس وقت دوسرا نمازی کوئی نہ تھا، اگر ہوتا تو ضرور مسجد ہی میں نماز پڑھتے، کیونکہ
[illegible] کی بہت تاکید احادیث میں آئی ہے ماسوا اس کے چونکہ امر کو ترجیح اور غلبہ ہے فعل پر اس لئے
[illegible] حدیث ترمذی پر عمل کرنا اولیٰ اور اقدم ہوا۔ اور تیسری وجہ یہ کہ حدیث ترمذی کی نص
[illegible] واسطے جماعت دوسری کے اور حدیث مذکور فی السوال سے دلالۃ نکلتا ہے اور
[illegible] میں مندرج ہے کہ بحالت تعارض عبارۃ النص و دلالۃ النص کے عبارت کو ترجیح دیتے
[illegible] النص پر۔ اور چوتھی وجہ یہ کہ نہ پڑھنا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس پر دلالت نہیں کرتا
[illegible] دوسری مکروہ ہے بلکہ دیگر امورات عارضہ پر بھی دلالت کرتا ہے، پس احتمال امر واحد
[illegible] قابل اعتبار نہیں۔

اور صحیح بخاری میں آیا ہے کہ حضرت انس مسجد میں آئے اور جماعت ہو چکی تھی،
[illegible] کہی اور تکبیر کہی اور جماعت سے نماز پڑھی :-

وجاء انس بن مالک الی مسجد قد صلی فیہ۔

فاذن واقام وصلی جماعۃ رواہ البخاری [1]

پس امر حضرت صلے اللہ علیہ وسلم و فعل صحابہ اور تابعین سے محقق ہوا کہ جماعت دوسری
[illegible] میں بلا کراہت صحیح و جائز ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ و اجابہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی دہلوی

سید محمد نذیر حسین

۲۹ ربیع الاول ۱۲۹۳ھ ہجری

سوال ۳۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین بیچ ان مسئلوں کے :-

---

[1] [illegible] کتاب الاذان ، باب فضل صلوٰۃ الجماعۃ ، ج ۱ ، ص ۸۹

۱۔ مسجد ضرار میں نماز درست ہے یا نہیں؟

۲۔ مسجد ضرار ہونے کے لئے کون ۲ شرطیں ہیں اور کس علت سے ضرار ہوتی ہے

۳۔ بیاج خوار اگر مسجد بنا دے تو اس میں نماز درست ہے یا نہیں؟

۴۔ اگر بیاج خوار اور مسلمان کہ بیاج نہیں کھاتے ہیں آپس میں مل کر مسجد بناویں

مسجد میں نماز درست ہے یا نہیں؟

۵۔ گائے، بکری یا زمین اپنی کسی کو دیوے اس شرط پر کہ جو حاصل ہو سو آپس میں

لے لیں گے اور محنت اور حفاظت تمہاری ، شرعاً درست ہے یا نہیں؟

۶۔ درمیان جمعہ مسجد و درمیان مسجد پنجگانہ کیا انداز فاصلہ ہونے سے مسجد

ہوتی ہے؟

۷۔ درمیان دو جمعہ مسجد یا وقتیہ مسجد کے دکھن یا اتر جانب کی طرف عورتوں کے

پردہ کروا دیا جاوے اور اس پردے کے اندر عورتیں رہ کر اقتدا کریں تو

درست ہوگی یا نہیں؟

موافق قرآن شریف کے اور حدیث شریف کے حکم فرماویں۔

الجواب

۱۔ مسجد ضرار میں نماز درست نہیں ہے کما فی قولہ تعالیٰ لا تقم

بلکہ ایسی کو انہدام کرنا چاہئے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد ضرار کو ڈھا دیا تھا

۲۔ ایک جائے قدیم میں مسجد بنی ہو اس کے قریب دوسری مسجد بنا دے تاکہ

اس میں تقسیم ہو کر آجاویں یا واسطہ مخالفین دین کے بنا دے تاکہ وہ آکر اس مسجد میں

اور اہل اسلام کو تکلیف پہنچے یا بجہت فخر اور ریا اور دکھلاوے کے یا مال حرام سے

نیت خالص للہ نہ ہو، ان سب صورتوں میں ضرار ہوگی، پس جس مسجد میں تفرقہ نماز

ضرار ہے کما فی الآیۃ :۔

والذین اتخذوا مسجدا ضرارا وکفرا وتفریقا بین

---

[1] سورۃ التوبہ، آیت ۱۰۸ ۔

المؤمنين وارصادا لمن حارب الله ورسوله الآية

وقال صاحب المدارك وقيل كل مسجد بنى
مباهاة او رياء او سمعة او لغرض سوى ابتغاء وجه
الله تعالى وبمال غير طيب فهو لاحق بمسجد الضرار
انتهى (كذا فى تفسير الكشاف وتفسير الاحمدية)[1]

سود کے پیسے سے جو مسجد بنے اس میں نماز درست نہیں ہے کیونکہ وہ
...رام ہے اور جو مال حرام سے بنے وہ مسجد ضرار کا حکم رکھتی ہے اور مسجد ضرار
...ماز جائز نہیں ہے۔

جو مسجد کہ سودی روپے اور غیر سودی روپے سے بنی ہے وہ حکم میں مثل بنی ہوئی
...روپے کے ہے۔ اس میں نماز جائز نہیں ہے۔

صورت مندرجہ سوال درست اور جائز ہے۔

آواز اذان ایک مسجد کی دوسری مسجد جامع میں نہ پہنچے اور نہ مسجد جامع کی آواز
...س میں پہنچے۔

اولیٰ اور افضل تو یہ ہے کہ ایک شہر میں ایک مسجد ہو جیسے کہ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ)
...منورہ میں دوسری مسجد بنانے کو منع کیا :۔

وقال صاحب الكشاف وعن عطاء لما فتح الله الامصار
على يد عمر امر المسلمين ان يبنوا المساجد وان
لا يتخذوا فى مدينة مسجدين يضار احدهما
صاحبه هذا لفظه فالعجب من المشائخين المتعصبين
فى زماننا يبنون فى كل ناحية مساجد طلبا للاسم
والرسم واستعلاء لشأنهم واقتداء بآبائهم
ولم يتأملوا فى هذه الآية والقصة من شناعة
حالهم وسوء فعالهم (انتهى ما فى التفسير الاحمديه)[2]

...سورۃ التوبہ، آیت ۱۰۷ ۔

...تفسیر احمدیہ، سورۃ التوبہ، زیر آیت ۱۰۷، ص ۴۷۸ ۔

۸- احادیث اور کتب فقہ میں ثابت ہے کہ عورات کی صف پس مردان وصبی ...
پس جو فعل کہ خلاف احادیث ہو وہ ممنوع اور مذموم ہے، یہ حیلہ جواز و عدم جواز نماز ...
نہ ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب فقط

سوال ۳۷

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ نماز تراویح سنت ہے ...
اور اگر سنت ہے تو آٹھ رکعتیں یا بیس رکعتیں؟ دلائل وبراہین سے جواب عنایت ...
اللہ تعالیٰ آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے۔

الجواب

نماز تراویح سنت ہے اور سنیت اس کی ثابت ہے ساتھ اس حدیث ...

عن عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ عزوجل فرض صیام رمضان وسن قیامہ من صامہ وقامہ احتسابا خرج من ذنوبہ کیوم ولدتہ امہ رواہ احمد والنسائی وابن ماجۃ [1]

اس حدیث سے سنیت مطلق تراویح کی ثابت ہوئی کیونکہ حضرت صلی اللہ ...
نے سن قیامہ فرمایا یعنی قیام رمضان سنت ہے ——— اور سنیت جم...
تراویح کی حدیث صحیح بخاری سے ثابت ہوتی ہے:

عن عروۃ ان عائشۃ اخبرتہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرج لیلۃ فی جوف اللیل فصلی فی المسجد وصلی رجال بصلوتہ فاصبح الناس فتحدثوا فاجتمع اکثر منہم فصلی فصلوا معہ

---

[1] ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ، باب ما جاء فی قیام شہر رمضان، ص ۹۵ ...

فاصبح الناس فتحدثوا فكثر اهل المسجد من الليلة الثالثة فخرج رسول الله صلی الله علیه وسلم فصلی فصلوا بصلوته فلما كانت الليلة الرابعة عجز المسجد عن اهله حتی خرج بصلوٰة الصبح فلما قضی الفجر اقبل علی الناس فتشهد ثم قال اما بعد فانه لم يخف علي مكانكم ولكني خشيت ان تفرض عليكم فتعجزوا عنها فتوفی رسول الله صلی الله علیه وسلم والامر علی ذٰلك، رواه البخاری وهكذا فی صحیح مسلم[1]

یعنی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین شب جماعت تراویح کی کی اور چوتھی شب [..]ت کی اور عذر یہ بیان فرمایا کہ اگر جماعت کو دوام کیا جاوے تو فرض ہو جاوے پس [..] ہو جاؤ گے ادا کرنے سے۔ یہاں نفی فرض کی تعیین کرتی ہے سنیت کو۔

[..] دوسری روایت میں آیا ہے:-

عن ابی ذر قال صمنا مع رسول الله صلی الله علیه وسلم فلم يقم بنا شيئا من الشهر حتی بقی سبع فقام بنا حتی ذهب ثلث الليل فلما كانت السادسة لم يقم بنا فلما كانت الخامسة قام بنا حتی ذهب شطر الليل فقلت يا رسول الله لو نفلتنا قيام هٰذه الليلة فقال ان الرجل اذا صلی مع الامام حتی ينصرف حسب له قيام ليلة فلما كانت الرابعة لم يقم بنا حتی بقی ثلث الليل فلما كانت الثالثة جمع اهله ونسائه والناس فقام بنا حتی خشينا ان

[..] بخاری، کتاب التراویح، باب فضل من قام رمضان، ج ۱، ص ۲۶۹ -

[..] مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین الخ، باب الترغیب فی قیام رمضان، الخ، ج ۱، ص ۲۵۹ -

يفوتنا الفلاح قلت وما الفلاح قال السحور ثم لم يقم
بقية الشهر رواه ابوداود والترمذي والنسائي
وابن ماجة [1]

پس ان احادیث سے ثابت ہوا کہ جماعت تراویح سنت ہے البتہ
رکعت میں اجمال ہے لہذا ضروری ہوا ہم پر کہ تبیین اس اجمال کی فعل یا قول صحابی
ثابت کریں کیونکہ نزد محدثین وغیرہم معمول یہ ہے کہ فعل صحابی کا مبین حدیث مجمل کو ہوتا
فعل امر فلیغتسل حدیث صلی اللہ علیہ وسلم در باب غسل یوم جمعہ میں محتمل فرضیت اور
اور وجوب اور استحباب کو ہے، قول حضرت عمر رضی اللہ عنہ والوضوء ایضا اور
عثمان رضی اللہ عنہ اکتفار بر وضو نے بیان کر دیا کہ امر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فلیغتسل
استحباب کے سبب ہے نہ کہ واسطے وجوب کے :-

عن عبد الله انه سمع النبي صلى الله عليه
وسلم يقول من اتى الجمعة فليغتسل رواه الترمذي [2]

اس حدیث میں فلیغتسل محتمل وجوب اور ندب کو ہے پس قول عمر اور
عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جو کہ آیندہ حدیث میں ہے، تعین ندب کو کر دیا :-

عن ابن عمر قال بينما عمر بن الخطاب يخطب
يوم الجمعة اذ دخل رجل من اصحاب النبي صلى الله
عليه وسلم فقال اية ساعة هذه فقال ما هو الا
ان سمعت النداء وما زدت على ان توضأت قال و
الوضوء ايضا وقد علمت ان رسول الله صلى الله عليه
وسلم امر بالغسل رواه الترمذي [3]

چنانچہ صاحب ترمذی نے لکھا ہے :-

---

[1] مشکاۃ، کتاب الصلاۃ، باب قیام شهر رمضان، حدیث ۴، فصل ۲۔
[2] ترمذی ابواب الجمعہ، باب ما جاء فی الاغتسال فی یوم الجمعہ، ج ۱، ص ۶۵۔
[3] ایضا ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″

ومما يدل على ان امر النبي صلى الله عليه وسلم بالغسل يوم الجمعة انه على الاختيار لا على الوجوب حديث عمر حيث قال لعثمان والوضوء ايضا وقد علمت ان رسول الله صلى الله عليه وسلم امر بالغسل يوم الجمعة فلو علما ان امره على الوجوب لا على الاختيار لم يترك عمر عثمان حتى يرده ويقول له ارجع فاغتسل ولما خفي على عثمان ذلك مع علمه ولكن دل في هذا الحديث ان الغسل يوم الجمعة فيه فضل من غير وجوب يجب على المرء كذلك انتهى ما في الترمذي [1]

پس اسی طرح سے اس مقام پر عمل صحابہ نے تعین بیس[2] رکعت کو کر دیا گیا اور حضرت عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم جانتے کہ حضرت نے آٹھ رکعت تراویح پڑھی ہیں تو ہرگز بیس رکعت تراویح کی مقرر نہ کرتے اور نہ جمہور صحابہ پسند کرتے۔ اس سے ثابت ہوا کہ آٹھ رکعت تراویح حضرت سے ثابت نہیں ہیں تاکہ سنت قرار دے دی جاویں بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اخیر ایام خلافت میں بیس رکعت تراویح مقرر کیں اور حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنی اپنی خلافت میں اس عمل کو جاری رکھا اور جمہور صحابہ کا عمل در آمد اسی پر ہوا :-

روى البيهقي باسناد صحيح عن السائب بن يزيد الصحابي قال كانوا يقيمون على عهد عمر رضي الله تعالى عنه بعشرين ركعة وعلى عهد عثمان وعلي رضي الله تعالى عنهما مثله [3]

اسی طرح سے مغنی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :-

---

[1] ترمذی، ابواب الجمعہ، باب فی الوضوء یوم الجمعہ، ج ۱، ص ۶۶ -

[2] یہ روایت اور آئندہ روایت کی تخریج و تحقیق بڑی شرح و بسط سے آثار السنن، الجزء الثانی، ص ۵۲ اور ۵۵ پر درج ہے -
(محمد اشرف مجددی)

وفی المغنی عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ امر رجلا ان یصلی بھم فی رمضان بعشرین رکعۃ وھذا کالاجماع انتہی ما فی العینی شرح الھدایۃ[1]

اور بیہقی نے سائب سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر کے وقت میں بیس رکعت تھیں

وروی البیہقی فی المعرفۃ عن السائب بن یزید قال کنا نقوم فی عھد عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بعشرین رکعۃ والوتر قال النووی فی الخلاصۃ اسنادہ صحیح (فتح القدیر)[2]

اور امام مالک نے یزید بن رومان سے روایت کی ہے کہ زمانہ عمر رضی اللہ عنہ میں بیس رکعت مع وتر پڑھی جاتی تھیں :-

عن یزید بن رومان انہ قال کان الناس یقومون فی زمان عمر بن الخطاب فی رمضان بثلث وعشرین رکعۃ رواہ مالک[3]

اور جمہور صحابہ اور علما اس امر پہ ہیں کہ تراویح کی بست رکعت ہیں جیسا کہ ترمذی نے ترمذی میں لکھا ہے :-

واکثر اھل العلم علی انہ صلی علی وعمر وغیرھما من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم عشرین رکعۃ وھو قول سفیان الثوری والضحاک والشافعی وقال الشافعی وھکذا ادرکت ببلدنا بمکۃ یصلون عشرین رکعۃ[4]

اور یہی مذہب امام اعظم اور امام شافعی اور امام احمد (رحمھم اللہ تعالیٰ) کا ہے اور جن متقدمین میں سے اختلاف کیا ہے وہ قائل چالیس[40] رکعت یا چھتیس[36] رکعت کے ہیں

---

[1] شرح ہدایہ، للعینی،

[2] فتح القدیر، کتاب الصلاۃ، فصل فی قیام رمضان، ج ۱، ص ۴۰۷۔

[3] مؤطا امام مالک، باب ماجاء فی قیام رمضان، ج ۱، ص ۱۰۵۔

[4] ترمذی، ابواب الصوم، باب ماجاء فی قیام رمضان، ج ۱، ص ۹۹

ست رکعت کا کوئی متقدمین میں قائل نہیں ہے :

فیصیر الجملۃ عشرین رکعۃ وھو مذھبنا وبہ

قال الشافعی واحمد (رحمہما اللہ تعالیٰ) ونقلہ القاضی

عن جمہور العلماء ۔ انتہیٰ ما فی العینی شرح الھدایۃ ۔[1]

پس جو شخص منکر ہو بیست رکعت نماز تراویح کا وہ مخالف ہے سواد اعظم کا جس

اتباع کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہے اور مستوجب دوزخ کا جیسا کہ حدیث

حدیث میں وارد ہے :۔

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی

النار رواہ الترمذی ۔[2]

اور دوسری حدیث میں آیا ہے کہ بہتر فرقے دوزخ میں جائیں گے اور ایک فرقہ جنت

وہ جماعت ہے :۔

عن معاویۃ ثنتان وسبعون فی النار و واحد فی

الجنۃ وھی الجماعۃ رواہ ابوداؤد ۔[3]

جو شخص کہ منکر ہو بیس رکعت کا اس نے اپنی گردن سے رسی ایمان کی نکال دی کیونکہ

مشکوٰۃ : باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ ، فصل ثانی

حدیث :۔ مشکوٰۃ میں رواہ الترمذی نہیں بلکہ رواہ ابن ماجۃ من حدیث انس درج ہے ۔ لمعات شرح مشکوٰۃ میں شیخ

محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ علامہ جزری کے حوالے سے فرماتے ہیں : ابن ماجۃ من حدیث انس و ابن ابی

سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان امتی لا تجتمع علی الضلالۃ

رأیتم اختلافا کثیرا فعلیکم بالسواد الاعظم انتہیٰ ۔

ابن ماجہ باب السواد الاعظم میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے شیخ کے ذکر کردہ الفاظ کے مطابق کچھ

مطابقہ حدیث موجود ہے ۔ ہاں تنقیح الرواۃ میں بحوالہ حکیم ترمذی یہ الفاظ منقول ہیں : اتبعوا السواد الاعظم

اللہ علی الجماعۃ من شذ شذ فی النار (حاشیہ لمعات ۔ ج ۱ ، ص ۳۲)

مشکوٰۃ : باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ ، فصل ثانی

منکر ہوا جماعت سے، چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے :-

عن ابی ذر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
من فارق الجماعۃ شبرا فقد خلع ربقۃ الاسلام
عن عنقہ رواہ احمد[۱]

اور صراط مستقیم سے کہ راہ جمہور کا ہے، دور ہو گیا ہے کیونکہ منکر جمہور کا ہے :-

عن معاذ بن جبل قال قال رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم ان الشیطان ذئب الانسان کذئب
الغنم یاخذ الشاذۃ والقاصیۃ والناحیۃ وایاکم
والشعاب وعلیکم بالجماعۃ والعامۃ رواہ احمد[۲]

اور منکر بست رکعت تراویح بے فرمان ہے خدا اور رسولِ خدا کا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول[۳]
وما اٰتٰکم الرسول فخذوہ[۴]

ان دونوں آیتوں سے ثابت ہوا کہ فرمان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا واجب
ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "لازم پکڑو اپنے پر سنت خلفاء راشدین
کی" پس لازم ہوا ہم پر اتباع خلفاء راشدین کا یعنی بست رکعت تراویح ہم پر واجب

عن العرباض بن ساریۃ قال فقال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اوصیکم بتقوی اللہ والسمع
والطاعۃ وان کان عبدا حبشیا فانہ من یعش
بعدی فسیری اختلافا کثیرا فعلیکم بسنتی
وسنۃ الخلفاء الراشدین المہدیین تمسکوا

---

[۱] مشکوٰۃ، کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، حدیث ۴۷، فصل ۳

[۲] ایضاً ، " " ، حدیث ۴۵ "

[۳] سورۃ النساء، آیت ۵۹

[۴] سورۃ الحشر، آیت ۷ -

بها وعضوا علیها بالنواجذ وایاکم ومحدثات الامور فان کل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ رواہ احمد وابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ [1]

پس جو شخص کہ منکر ہے تعامل صحابہ رضی اللہ تعالے عنہم کا، وہ مخالفت کرتا ہے حدیث کی اور عاق ہے رسولِ خدا اور خدا کا اور خالص بدعتی ہے کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ بہتر فرقے دوزخ میں ہوں گے اور ایک فرقہ جنتی۔ عرض کی صحابہ نے کون ہے؟" آپ نے فرمایا کہ "وہ فرقہ ہے جس نے اتباع کیا میرا اور میرے اصحاب کا:۔

عن عبد اللہ بن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تفترق امتی علی ثلاث وسبعین ملۃ کلهم فی النار الا ملۃ واحدۃ قالوا من هی یارسول اللہ؟ قال ما انا علیہ واصحابی رواہ الترمذی [2]

افسوس صد افسوس ان لوگوں پر کہ صحابہ کے قول اور فعل سے انکار کریں کہ جن کی ... میں اتباع رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ہے اور جن کی شان میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ... ہیں کہ" صحابہ میرے، افضل امت کے ہیں اور قلوب ان کے پاک ہیں اور علم ان کا ... ہے، اور فیضان صحبت میرے نے ان پر اثر کیا ہے" ——— اور فرمایا کہ ان کی پیروی کرو اور ان کے اخلاق اور خصلت کو اختیار کرو۔

وعن ابن مسعود قال من کان مستنا فلیستن بمن قد مات فان الحی لا تومن علیہ الفتنۃ اولئک اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کانوا افضل هذہ الامۃ وابرها قلوبا واعمقها علما واقلها تکلفا اختارهم اللہ بصحبۃ نبیہ ولاقامۃ دینہ فاعرفوا لهم فضلهم واتبعوا علی اثرهم

---

[1] مشکاۃ، کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، حدیث ۲۶، فصل ۲۔

[2] ایضاً، ، ، ، حدیث ۳۲، ، ۔

وتمسكوا بما استطعتم من اخلاقهم وسيرهم فانهم كانوا على الهدى المستقيم رواه رزين [1]

جن کی شان میں یہ اوصاف ہوں، ان کی اتباع کا انکار کرنا اور تابع خو[اہش] کا ہونا اور مورد اس آیہ کریمہ کا افرأیت من اتخذ الٰھه ھوٰہ [2] (یعنی) تو نے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اس شخص کو کہ اس نے پکڑ لیا ہے اپنی خواہش نفس

اور جو کہ کہتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نہیں مانتا، وہ منکر ہے ح[ضرت] رسالت پناہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اور اشد فاسق ہے کیونکہ حضرت صلی اللہ علی[ہ وسلم نے] فرمایا کہ "اقتدار کرو عمر کی" پس عدم اقتدار بست رکعت تراویح کی عین نا[فرمانی] کے حکم کی ہے:-

عن ابن مسعود عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال اقتدوا بالذین من بعدی من اصحابی ابی بکر وعمر الحدیث رواہ الترمذی [3]

اور یہ بھی معلوم کرنا چاہیے کہ بست رکعت تراویح کی موجب ہدایت کے ہی صراط مستقیم ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے اھدنا الصراط المستقیم [4] اس آیت سے ثابت ہوا کہ طلب صراط المستقیم کی اور چلنا اس پر واجبات ... اور صراط مستقیم کہ صراط الذین انعمت علیھم [5] ہے یعنی راہ سیدھی ہے جن پر اللہ تعالےٰ نے انعام کیا، اور صاحب انعام وہ لوگ ہیں کہ جن کی صفت ... اور شہادت اور صلاحیت کی ہے:-

من یطع اللّٰہ والرسول فاولٰئک مع الذین انعم اللّٰہ

---

[1] مشکوٰۃ، کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، حدیث ۵۲، فصل ۳۔

[2] سورۃ الجاثیہ، آیت ۲۳۔

[3] مشکوٰۃ، کتاب المناقب، باب مناقب ابی بکر وعمر رضی اللہ عنہما، حدیث ۲، فصل ۲۔

[4] سورۃ فاتحہ، آیت ۵

[5] سورۃ فاتحہ، آیت ۶۔

علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصٰلحین[۱] الآیۃ

پس ثابت ہوا کہ راہ ہدایت کی بست تراویح کی راہ عمر شہید کی ہے :-

عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم
صعد احدا و ابوبکر وعمر وعثمان فرجف بھم
فضربہ برجلہ فقال اثبت احد فانما علیک
نبی وصدیق وشہیدان رواہ البخاری[۲]

اور جس کی شان میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرمادیں کہ "ظاہر کیا حق کو عمر کی ...ان اور دل پر" ــــ اس کی نسبت کوئی شخص کہے کہ میں نہیں مانتا، یہ امر کیونکر ...سے ہو سکے؟

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان
اللہ جعل الحق علی لسان عمر وقلبہ
رواہ الترمذی[۳]

...جس کی شان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماویں کہ "اگر میرے بعد نبی ہوتا تو عمر ہوتا":-

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو کان بعدی نبی
لکان عمر بن الخطاب رواہ الترمذی[۴]

...سے شیطان بھاگے اور جس کی شان میں یہ ہو کہ :-

اید الاسلام بعمر و برآیہ[۵]

...کے قول اور فعل کو نہ مانے، اس شخص سے زیادہ کون کم بخت ہوگا؟ نعوذ باللہ
...من ھذا۔

---

[۱] سورۃ النساء، آیت ۶۹۔

[۲] مشکوٰۃ، کتاب المناقب، باب مناقب ہؤلاء الثلاثۃ، حدیث ۱، فصل ۱۔

[۳] ایضاً، " " ، باب مناقب عمر رضی اللہ عنہ، حدیث ۸، فصل ۲۔

[۴] ایضاً، " " " ، حدیث ۱۳، فصل ۲۔

اور سنیت آٹھ رکعت تراویح کی کسی حدیث سے ثابت نہیں ہوتی اگر سائل د...
آٹھ رکعت حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کی سند لاوے کہ فرمایا حضرت عائشہ نے :-

فقالت ما کان یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ یصلی اربعا فلا تسأل عن حسنہن وطولہن ثم یصلی اربعا فلا تسأل عن حسنہن وطولہن ثم یصلی ثلاثا رواہ المسلم والبخاری ۱؎

یہ حدیث درباب آٹھ رکعت تراویح حجت نہیں ہو سکتی۔

اول یہ کہ حدیث عائشہ کی درباب نماز تہجد ہے اور نماز تراویح ثابت ہوئی ... حدیث عائشہ کے کہ شروع جواب میں گزری یعنی اس حدیث میں نفی زیادتی آٹھ رکعت پر ... میں ہے نماز تراویح میں نہیں ہے۔ جن راتوں میں کہ حضرت نے نماز تراویح با جماعت ... وہ بلا ثبوت تعداد رکعت ہے، احتمال کہ ان شبوں میں زیادہ از بست رکعت پڑھی ہو ...

اور دوسری وجہ عدم قابلیت حجیت حدیث ہذا یہ ہے کہ حدیث ہذا مخالف ... حدیث سے جو صحیح مسلم میں بروایت زید بن خالد آئی ہے :-

عن زید بن خالد الجھنی انہ قال لارمقن صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللیلۃ فصلی رکعتین خفیفتین ثم صلی رکعتین طویلتین ثم صلی رکعتین وھما دون اللتین قبلہما ثم صلی رکعتین وھما دون اللتین قبلہما ثم صلی رکعتین وھما دون اللتین قبلہما ثم اوتر فذلک ثلث عشرۃ رکعۃ رواہ مسلم۔

قولہ ثم صلی رکعتین وھما دون اللتین قبلہ...

۱؎ (ا) مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین الخ، باب صلاۃ اللیل الخ، ج ا، ص ۲۵۴۔
(ب) بخاری، کتاب التراویح، باب فضل من قام رمضان، ج ا، ص ۲۶۹۔

اربع مرات هكذا فى صحيح مسلم وافراده من
كتاب الحميدى و موطا مالك وسنن ابى داود و
جامع الاصول انتهى ما فى المشكوٰة [1]

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بارہ رکعت نماز تہجد کی سوائے وتر کے ہیں۔ اب بمقابل
... کہاں رہا قول حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کا کہ گیارہ سے زیادہ حضرت نہ پڑھتے
... میں وتر بھی شامل ہیں۔

اور اسی مضمون کی حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے بچند طرق مسلم
... ہے:۔

عن عائشة قالت كان رسول الله صلى الله عليه و
سلم يصلى من الليل ثلث عشرة ركعة يوتر من
ذلك بخمس لا يجلس فى شيئ الا فى آخرها رواه مسلم [2]
... سے بھی اسی مضمون کی حدیث آئی ہے:۔

عن ابى جمرة قال سمعت ابن عباس يقول
كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلى من الليل
ثلث عشرة ركعة رواه مسلم [3]

ان ہر دو احادیث سے دس رکعت ثابت ہوتی ہیں جیسا کہ حدیث بخاری کی کہ بروایت
... آئی ہے، صریح دلالت کرتی ہے کہ نماز تہجد کی بارہ رکعت حضرت نے پڑھیں:۔

قال قام رسول الله صلى الله عليه وسلم فتوضأ
ثم صلى ركعتين ثم ركعتين ثم ركعتين ثم ركعتين

---

[1] مشکوٰۃ، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ اللیل، حدیث ۱۰، فصل ۱۔

[2] مسلم، کتاب صلوۃ المسافرین، باب صلاۃ اللیل الخ ج ۱، ص ۲۵۴۔

[3] مسلم: باب صلوٰۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ودعائہ باللیل ج ۱، ص ۲۶۱

... بخاری: باب کیف صلوٰۃ اللیل الخ میں یہ الفاظ ہیں: ابو جمرة عن ابن عباس قال كان
... صلى الله عليه وسلم ثلاث عشرة ركعة يعنى الليل ۔ ج ۱، ص ۱۵۳

ثم رکعتین ثم رکعتین ثم اوتر ثم اضطجع حتی
جاءه المؤذن فقام فصلی رکعتین ثم خرج فصلی
الصبح رواه البخاری [1]

اب کہاں رہا قول سائل کا کہ آٹھ رکعت تراویح کی سنت ہیں؟
ثابت ہوا کہ درباب نماز تراویح حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے تعداد رکعت کی
ہوئی جس سے زیادتی منع ہو :-

قال القاضی ولا خلاف انہ لیس فی ذلک حد
لا یزاد علیہ ولا ینقص منہ وان صلوۃ اللیل من
الطاعات التی کلما زاد فیہا زاد الاجر انتہی ما
فی شرح المسلم [2]

اور اسی تقریر فقیر سے مخدوش ہوگیا قول طحطاوی کا کہ ماحصل فتح القدیر
کیا ہے (یعنی دلیل تقاضا کرتی ہے کہ آٹھ رکعت سنت ہو اور باقی مستحب) کیونکہ دلیل
رکعت پر وہی حدیث عائشہ کی بیان کی ہے کہ ما کان یزید الخ اور عدم قابلیت
حدیث کی اوپر گزری کہ حدیث ہذا سے تعیین آٹھ رکعت کی ثابت نہیں ہوتی اور یہ کہ صاحب
لکھتے ہیں :-

فاذا یکون المسنون علی اصول مشائخنا ثمانی
منہا والمستحب اثنتی عشرۃ انتہی۔

یہ دعوے بلا دلیل ہے زیرا کہ اطلاق مسنون ہونے کا آٹھ رکعت پر ثابت
کیونکہ سنت اسکو کہتے ہیں کہ جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مواظبت کی ہو اور کبھی ترک
ہو اور اگر مواظبت نہیں کی اور کبھی کیا یا مواظبت عادت کی تو وہ مستحب ہے اور فی ما نحن
رکعت ثابت ہوتا ہے اور نہ مواظبت پس بصورت ہذا موافق اصول مشائخ کہاں آٹھ رکعت

---

[1] بخاری، کتاب العیدین، باب ما جاء فی الوتر، ج ۱، ص ۱۳۵۔
[2] شرح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین الخ، باب صلاۃ النبی ودعائہ باللیل، ج ۱، ص
[3] طحطاوی، کتاب الصلاۃ، باب الوتر والنوافل، ج ۱، ص ۲۹۵

۔۔۔۔ باقی مستحب۔

خلاصہ مرام یہ ہے کہ تراویح مطلقاً مع جماعت سنت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و ۔۔۔۔یت رکعت سنت صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہ ہم پر اتباع ان کے فعل کا بفحوائے علیکم ۔۔۔۔سنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین[1] واجبات سے ہے۔ ھٰذا مما وفقنی ۔۔۔۔ تعالیٰ علیہ وھو الموفق والمعین۔

حررہ واجابہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی دہلوی

سوال ۳۵

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ وتر کی تین رکعتیں ۔۔۔۔ رکعت بینوا توجروا۔

الجواب

ماہران احادیث پر مخفی نہ رہے کہ وتر کی تین رکعت احادیث میں آئی ہیں چنانچہ روایت ۔۔۔۔س نے کہ ایک شب نزدیک اپنی خالہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے شب گزاری میں نے، پس ۔۔۔۔ حضرت نے نماز شروع کی، میں بھی وضو کر کے بائیں طرف کھڑا ہو گیا، میرا کان پکڑ کر حضرت ۔۔۔۔طرف کھڑا کیا، پس تیرہ رکعت حضرت نے تمام کیں، جس میں دس نماز تہجد کی اور ۔۔۔۔۔

عن ابن عباس قال بت لیلۃ عند خالتی میمونۃ ۔۔۔۔یلۃ فقام صلی اللہ علیہ وسلم فصلی فقمت و توضأت فقمت عن یسارہ فاخذ بیدی فادارنی عن یمینہ فتتامت صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلث عشرۃ رکعۃ الحدیث مختصرا متفق علیہ[2]

---

[1] ۔۔۔۔، کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، حدیث ۲۶، فصل ۲۔

[2] ۔۔۔۔، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ اللیل، حدیث ۴، فصل ۱۔

چنانچہ تفصیل اس حدیث کی دوسری حدیث میں ہے جو کہ ابن عباس سے مروی
کہ اول بار حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز تہجد کے پڑھیں اور سو رہے
اسی طرح سے کیا کہ چھ رکعت ہوئیں پھر تین رکعت پڑھیں :-

عن ابن عباس انہ رقد عند رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم فاستیقظ فتسوك وتوضأ وھو
یقول ان فی خلق السمٰوات والارض حتی ختم السورة
ثم قام فصلی رکعتین اطال فیھما القیام والرکوع
والسجود ثم انصرف فنام حتی نفخ ثم فعل ذٰلك
ثلٰث مرات ست رکعات کل ذٰلك یستاك ویتوضأ
و یقرأ ھٰؤلاء الاٰیات ثم اوتر بثلاث رواہ مسلم
اور زید بن خالد الجہنی سے جو حدیث آئی ہے اس میں صریح ہے کہ آنحضرت صلی
سلم نے سہ رکعت نماز وتر کی پڑھیں :-

عن زید بن خالد الجھنی انہ قال لارمقن
صلٰوة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللیلة فصلی
رکعتین خفیفتین ثم صلی رکعتین طویلتین طویلتین
طویلتین ثم صلی رکعتین وھما دون اللتین
قبلھما ثم صلی رکعتین وھما دون اللتین قبلھما
ثم صلی رکعتین وھما دون اللتین قبلھما ثم اوتر
فذٰلك ثلٰث عشرة رکعة رواہ مسلم [2]

یہ حدیث مفسر ہے تمام ان احادیث مجملہ کی جن میں تیرہ رکعت نماز تہجد
اور دوسری حدیث میں بتصریح آیا ہے کہ تین رکعت وتر کی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] (ا) مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب صلاۃ النبی ودعائہ باللیل، ج ۱، ص ۲۸۱۔
(ب) مشکاۃ، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ اللیل، حدیث ۹، فصل ۱۔

[2] (ا) مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب صلاۃ النبی، ودعائہ باللیل، ج ۱، ص ۲۸۲۔
(ب) مشکاۃ، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ اللیل، حدیث ۱۰، فصل ۱۔

عن عبد الله ابن ابی قیس قال سألت عائشۃ بکم کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوتر قالت کان یوتر باربع وثلٰث و ست و ثلٰث و ثمان و ثلٰث وعشر و ثلٰث و لم یکن یوتر بانقص من سبع ولا اکثر من ثلٰث عشر رواہ ابوداؤد [۱]

حدیث ہذا سے صاف ثابت ہوا کہ تین رکعت وتر ہیں اور یہ بھی ثابت ہوا کہ احادیث ... نماز تہجد کو وتر سے تعبیر کیا ہے، نہ سمجھنا چاہیے کہ سات رکعت ایک ہی نیت سے ... بلکہ تین رکعت وتر کی علیحدہ نیت کی اور یہ بھی اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ماسوا وتر ... رکعت تھیں اور ساقط ہوئی حجت ساتھ اس قول عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے کہ ... کان یزید من احدیٰ عشرۃ رکعۃ کیونکہ اس حدیث میں بھی سترہ رکعت حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے بیان کی ہیں چنانچہ ذکر اس کا مسئلہ ... میں گزرا۔

اور حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر پڑھتے تھے ... رکعت میں سبح اسم اور دوسری رکعت میں قل یا ایہا الکفرون ... تیسری رکعت میں قل ھو اللہ احد:

عن عبد العزیز بن جریج قال سألنا عائشۃ بای شیئ کان یوتر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالت کان یقرأ فی الاولیٰ بسبح اسم ربک الاعلیٰ وفی الثانیۃ بقل یا ایہا الکفرون و فی الثالثۃ بقل ھو اللہ احد و المعوذتین رواہ الترمذی و ابوداؤد والنسائی عن عبد الرحمٰن و احمد عن ابی بن کعب والدارمی عن ابن عباس [۲]

---

[۱] ... کتاب الصلاۃ، باب الوتر، حدیث ۱۱، فصل ۲۔

[۲] ... ، ، حدیث ۱۶، فصل ۲۔

اور ماسوا اس کے حدیث ترمذی میں آئی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ
رکعت وتر کی پڑھتے تھے :-

عن علی قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یوتر بثلث یقرأ فیھن بتسع سور من المفصل یقرأ
فی کل رکعۃ بثلث سور آخرھن قل ھو اللہ احد
رواہ الترمذی [1]

اور جو حدیث صحیح بخاری اور مسلم میں آئی ہے وہ صاف بیان کرتی
۔۔ رکعت وتر کی ہیں :-

عن ابی سلمۃ بن عبد الرحمٰن انہ سأل عائشۃ
کیف کانت صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فی رمضان فقالت ما کان یزید فی رمضان
ولا فی غیرہ علی احدیٰ عشرۃ رکعۃ یصلی
اربعا فلا تسأل عن حسنھن وطولھن ثم یصلی
اربعا فلا تسأل عن حسنھن وطولھن ثم یصلی
ثلاثا رواہ البخاری [2]

پس یہ حدیث مفسر ہوئی ان احادیث مجملہ کی کہ جن میں گیارہ رکعت حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے پڑھی ہیں - کوئی شخص دھوکہ میں نہ آجاوے کہ ان سے ایک رکعت نکلتی ہے
سنن دارمی میں حدیث آئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت نماز وتر پڑھتے
اور اول میں سبح اسم ربک اور دوسری میں قل یایھا الکفرون
تیسری میں قل ھو اللہ احد :-

عن ابن عباس قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] مشکوٰۃ، کتاب الصلاۃ، باب الوتر، حدیث ۲۸، فصل ۳-

[2] (ا) بخاری، کتاب صلاۃ التراویح، باب فضل من قام رمضان، ج ۱، ص ۲۶۹ -

(ب) مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین الخ، باب صلاۃ اللیل الخ، ج ۱، ص ۲۵۴ -

يوتر بثلث يقرأ في الاولى بسبح اسم ربك الاعلى وفي الثانية بقل يايها الكفرون وفي الثالثة بقل هو الله احد رواه الدارمي [۱]

اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ "نماز مغرب وتر روز کی ہے" پس معلوم ہوا ...وتر شب کی تین رکعت ہیں جیسا کہ مغرب کی تین رکعت ہیں :-

عن ابن عمر قال صليت مع النبي صلى الله عليه وسلم في الحضر والسفر فصليت معه في الحضر الظهر اربعا وبعدها ركعتين وصليت معه في السفر الظهر ركعتين وبعدها ركعتين والعصر ركعتين ولم يصل بعدها شيئا والمغرب في الحضر والسفر سواء ثلث ركعات لا ينقص في حضر ولا سفر وهي وتر النهار وبعدها ركعتين رواه الترمذي [۲]

...ابی حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ میں بروایت صحیحہ ۳ رکعت وتر آئی ہیں :-

عن ابي جعفر محمد بن علي بن الحسين بن علي بن ابي طالب رضي الله تعالى عنه ان صلوة النبي صلى الله عليه وسلم ...بالليل كانت ثلث عشرة ركعة منهن ثلاث ركعات الوتر وركعتا الفجر [۳]

...ان احادیث سے ثابت ہوا اور متحقق ہوا کہ وتر کی تین رکعت ہیں فقط، واللہ اعلم بالصواب

حررہ واجابہ خاکپا رہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی

---

[۱] ...دارمی، کتاب الصلاۃ، باب القراءۃ فی الوتر، ج ۱، ص ۳۷۲ -

[۲] ...مشکاۃ، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ السفر، حدیث ۱۱، فصل ۲ -

[۳] ...ترمذی، ابواب السفر، باب ما جاء فی التطوع، ——— ج ۱، ص ۱۰۵

...جامع مسانید الامام الاعظم، الباب الخامس فی الصلاۃ، فصل ۴، ص ۳۸۸ -

...مسند امام اعظم، کتاب الصلاۃ، ص ۹۶ -

سوال ۳۶

"مصلی کو اپنی نماز میں رکعات کا شبہ پڑا کہ کتنی رکعتیں پڑھی گئی ہیں تو صورت
کی یہ ہوگی کہ مصلی جانب شک کو مطروح کر کے یقین پر اپنے بنا کرے یعنی اگر لائے اس ک
میں متردد ہو تو موجب حکم فقہ اور حدیث کے اقل طرف کو قائم رکھے یعنی چار کو ترک کر
تین قرار دے قعدہ بہ قرارت تشہد ادا کرے کیونکہ یہاں مصلی کو گمان چوتھی رکعت کا
ایسا ہی ہو تو بدوں قعدہ اخیرہ کے نماز میں فساد آئے گا، پس بعد قعدہ کے اٹھ کر رکعت
محل گمان تھا ادا کر کے چوتھی پر قعدہ کرے اور دو سجدہ سہو کے حسب معمول ادا کرے
میں اگر رکعتیں پانچ ہوں تو دو سجدہ سہو کے حکم رکعت چھٹی کا پکڑ کر تین شفع کامل چار
ہو جاویں گے، بالفرض اگر چار ہی ہوں تو دو سجدہ باعث رغم شیطان ہوں گے۔" انتہی

یہ صورت شرح ہدایہ سے پائی گئی ہے اور سب کتب فقہ میں موجود ہے
شخص کہ سرغنہ غیر مقلدین کا ہے اور سراپا تعصب اور نفسانیت سے مذاہب ا
سیئہ اور خصوص امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی شان باکمال میں کلمات توہین پر شناعت
اپنے آپ کو روسیاہ کرتا ہے اور علم فقہ کو مردود اور مطروح کہہ کر مقلدوں کو کافر
وہ اس مسئلے میں جو حدیث کی کتاب مشارق الانوار کے باب السہو میں حضرت ابوسعید
عنہ سے مروی ہے سند پکڑ کر بے سمجھے برخلاف فقہ کے کہتا ہے کہ یہ قعدہ تیسری رکعت
میں نہیں آیا جو یہ قعدہ کرے، اس صورت میں جو نماز پڑھے گا نماز اس کی فاسد
وہ مرتکب بدعت سیئہ کا ہوگا۔ فقط

اب علمائے دین اور مقلدان ائمہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے سوال ہے کہ
کا معمول بہ اور معتبر علمائے سنت وجماعت اور فقہاء اور محدثین اللہ و للرسول ثبت
بہ مہور تحاریر علماء فرما کر ارسال فرماویں۔ اجرکم اللہ فی الدارین۔

الجواب

اول معلوم کرنا چاہیے کہ قعدہ اخیرہ نماز میں فرض ہے بدلیل مداومت
صلی اللہ علیہ وسلم بغیر ترک۔

ودیگر باجماع فعل صحابہ (رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین) کہ کسی صحابی سے ترک قعدہ اخیرہ ثابت کو نہیں پہنچتا۔

تیسری دلیل حدیث شریف کما فی الترمذی :-

عن عبد اللّٰہ بن عمرو قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا احدث یعنی الرجل و قد جلس فی اٰخر صلوٰتہ قبل ان یسلم فقد جازت صلوٰتہ [1]

اس حدیث میں جواز صلوٰۃ مقید بہ جلسہ اخیرہ ہے، اگر جلسہ اخیرہ کیا گیا، نماز جائز ہوئی ورنہ نہ ہوئی، اور ابوداؤد میں اس طرح سے حدیث آئی ہے :-

ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال اذا قضی الامام الصلوٰۃ و قعد فاحدث قبل ان یتکلم فقد تمت صلوٰتہ [2]

اس حدیث میں تمامی نماز کے لئے قعدہ اخیرہ شرط ہے پس فرض ہوا کیوں کہ واجب شرط نہیں ہوتا - اور

چوتھی ابوداؤد میں حدیث عبداللہ بن مسعود میں درباب تشہد آیا ہے :-

اذا قلت ھٰذا او قضیت ھٰذا فقد قضیت صلوٰتک [3]

یعنی جب کہ تو نے تشہد کو کہا پس تمام کی تو نے نماز اپنی چنانچہ بعض اہلِ علم کا اس پر مذہب ہے :-

و قد ذھب بعض اھل العلم الی ھٰذا قالوا اذا جلس مقدار التشہد و احدث قبل ان یسلم

---

[1] مشکوٰۃ، کتاب الصلوٰۃ، باب ما لا یجوز من العمل الخ، حدیث ۱۳، فصل ۲ -
ترمذی : ابواب الصلوٰۃ ، باب ما جاء فی الرجل یحدث بعد التشہد ، جزء اول ، ص ۵۴

[2] ابوداؤد : کتاب الصلوٰۃ ، باب الامام یحدث بعد ما یرفع رأسہ ، ج ۱ ، ص ۹۸

[3] ابوداؤد : " ، باب التشہد ، ج ۱ ، ص ۱۳۹

یسلم فقد تمت صلوته ۔

اور اگر پہلے تشہد کے حدث لائے گا تو نماز باطل ہوگی :۔

وقال بعض اهل العلم اذا احدث قبل ان یتشهد او قبل ان یسلم اعاد الصلوٰة وهو قول وقال الشافعی وقال اسحٰق بن ابراهیم اذا تشهد ولم یسلم اجزاه واحتج بحدیث ابن مسعود حین علمه النبی صلی الله علیه وسلم التشهد فقال اذا فرغت من هذا فقد قضیت ما علیك هذا کله فی الترمذی [1]

پس معلوم ہوا کہ امام شافعی (رحمہ اللہ تعالیٰ) اور اسحاق بن ابراہیم کے نزدیک قعدہ اخیرہ فرض ہے :۔

اور سنن دارمی میں اس طرح سے حدیث میں آیا ہے :۔

اذا فعلت هذا او قضیت فقد قضیت صلوتك ۔

اور شرح معانی الآثار میں اس طرح حدیث آئی ہے :۔

ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال اذا قضی الامام الصلوٰة فقعد فاحدث هو او احد ممن اتم الصلوٰة معه قبل ان یسلم الامام فقد تمت صلوته فلا یعود فیها [3]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بعد قعدہ اخیرہ کے نماز تمام ہو جاتی ہے اور پھر اس کا کسی مفسد صلوٰۃ سے نہیں آتا ۔

اور عبداللہ سے حدیث معانی الآثار میں آئی ہے کہ بلا تشہد نماز نہیں ہوتی

---

[1] ترمذی : ابواب الصلوٰة ، باب ماجاء فی الرجل یحدث بعد التشہد ، ج ۱ ، ص ۵۳

[2] دارمی ، کتاب الصلاة ، باب فی التشہد ، ج ۱ ، ص ۳۰۹ ۔

[3] طحاوی ، کتاب الصلاة ، باب السلام فرض او سنة ، ج ۱ ، ص ۲۷۴ ۔

عن عبد الله عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم ذکر التشہد وقال لا صلوٰۃ الا بتشہد [1]

اور فرمایا عبد اللہ نے کہ تشہد تمامی نماز کی ہے اور سلام خیر کرنا ہے ساتھ نماز کے :-

قال التشہد انقضاء الصلوٰۃ والتسلیم اذن بانقضائہا [1]

اور حسن بصری نے کہا ہے کہ جس نے بعد از اخیر سجدہ کے حدث کیا نماز اس کی یہاں تک کہ تشہد نہ پڑھے یا قعدہ بقدر تشہد نہ کرے :-

عن الحسن فی الرجل یحدث بعد ما رفع رأسہ من اخر سجدۃ فقال لا یجزیہ حتی یتشہد او یقعد قدر التشہد [2]

... ہے عطار کا [3]

پس ثابت ہوا کہ قعدہ اخیر فرض ہے۔ ہر گاہ کہ فرضیت قعدہ اخیرہ کی معلوم ہوئی ... ہوا کہ بحالت شک کہ تین رکعت پڑھیں یا چار، اقل پر بنا کریں بشرطیکہ غلبہ ظن کا ... نہ ہو اور بعد سہ رکعت کے قعدہ اخیرہ کریں تاکہ بحالت چار رکعت کے قعدہ اخیرہ ... جاوے اور نماز میں فساد آوے۔

اور تمسک پکڑنا اس حدیث سے کہ :-

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی الظہر خمسا الحدیث [4]

... فرضیت قعدہ اخیرہ کے صحیح نہیں ہے کیونکہ صلی الظہر خمسا محتمل ... ہے :-

... یہ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم قعدہ اخیرہ کر کے پھر پانچویں رکعت کی طرف کھڑے ہوئے۔

... طحاوی، کتاب الصلاۃ، باب السلام فرض او سنۃ، ج ۱، ص ۲۷۵۔

... مشکاۃ، کتاب الصلاۃ، باب السہو، حدیث ۳، فصل ۱۔

(ب) اور دوسرا یہ ہے کہ بلا قعدہ اخیرہ کے پانچویں رکعت کی طرف کھڑے ہو...
حدیث محتمل المعنی اوپر قعدہ اخیرہ کے حجت نہیں ہوسکتی تاوقتیکہ کوئی قرینہ مخصص
نہ پایا جاوے اور کوئی قرینہ مخصص عدم قعدہ پر اس حدیث میں موجود نہیں ہے بلکہ
ہمارے لئے حجت ہوسکتی ہے کیونکہ ادا قعدہ اخیرہ پر لفظ "ظہر" کا قرینہ واضح ہے
صلی الظہر حدیث میں آیا اور نماز ظہر اسم ہے تکبیر تحریمہ سے قعدہ اخیرہ تک۔ پس
الظہر سے مفہوم ہوا کہ تمام نماز ظہر یعنی قعدہ کر کے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے
اس گمان پر کہ شاید قعدہ پہلا ہو، خذ هذا۔

اور لمعات میں شیخ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں کرنا قعدہ کا بعد چار
کے ارجح ہے کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی قعدہ اخیرہ کو ترک نہیں کیا :-

ان لفظ الحديث يصدق مع ترك القعدة ومع
فعلها والحمل على الثاني ارجح واقرب لانه صلى
الله عليه وسلم لم يترك القعدة الاخيرة لكونها
ركنا فجواز الصلوٰة على تقدير تركه بعيد فهذا
الحديث مخصوص بصورة فعل القعدة الاخيرة
انتهى ما فيه [1]

اور جو شخص کہ مقلدوں کو کافر کہے وہ خود بفحوائے حدیث شریف :-

ايما رجل قال لاخيه كافر فقد باء بها
احدهما متفق عليه [2]

بمعصیت کفر ہے۔

اور جو شخص کہ کلمات توہین اور شناعت کے بہ نسبت امام صاحب رحمۃ اللہ
کہتا ہے وہ فاجر مورد اس حدیث کا ہے :

ان الفجور يهدي الى النار متفق عليه [3]

---

[1] لمعات، کتاب الصلاۃ، باب السہو، ج ۳، ص ۲۴۶۔
[2] مشکاۃ، کتاب الآداب، باب حفظ اللسان الخ، حدیث ۴، فصل ۱۔
[3] ایضاً ، ، ، ، حدیث ۱۲، فصل ۱۔

مصداق حدیث ہذا کا ہے :-

لیس المؤمن بالطعان ولا باللعان ولا الفاحش

ولا البذی رواہ الترمذی [1]

پس ایسے شخص کے قول اور فعل کا اعتبار نہ کرنا چاہیے اور نہ اختلاط و تخلیط اور نہ ... ایسے شخص کی روا ہے تاوقتیکہ تائب نہ ہو فقط۔

حررہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی دہلوی

۴ صفر ۱۳۰۲ ہجری

سوال ۳۷

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ :-

سجدہ سہو کا قبل سلام سے کرنا درست ہے یا نہیں ؟ اور

سجدہ سہو کے بعد تشہد یعنی التحیات پڑھنا چاہیے یا نہ ؟ اگر کوئی شخص نہ پڑھے ، اس کا کیا حکم ہے ؟

بینوا بالدلیل توجروا بالاجر الجزیل

الجواب وهو الموفق للصواب

سجدہ سہو کا قبل سلام کے (کرے) جیسا کہ صحیح بخاری (میں ہے) :-

عن عبد الله بن بحينة انه قال صلى لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم ركعتين من بعض الصلوات ثم قام فلم يجلس فقام الناس معه فلما قضى صلوته ونظرنا تسليمه كبر قبل التسليم فسجد سجدتين وهو جالس ثم سلم [2]

---

[1] مشکوۃ، کتاب الآداب، باب حفظ اللسان الخ، حدیث ۳۹، فصل ۲۔

[2] صحیح بخاری : کتاب التہجد ، باب ماجاء فی السہو الخ ، ج ۱ ، ص ۱۶۳

[3] صحیح مسلم، کتاب المساجد الخ، باب السہو الخ، ج ۱، ص ۲۱۱ ۔

(ترجمہ) یعنی عبداللہ بن بحینہ صحابی رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں نماز پڑھائی دو رکعت بعض نمازوں میں سے ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، پھر کھڑے ہوئے یعنی دو رکعتیں پڑھ کے، پھر بیٹھے نہیں، یعنی التحیات نہیں پڑھا، پس لوگ بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہو گئے، پس جب آپ نماز تمام کر چکے تو ہم نے انتظار کیا کہ اب سلام پھیریں گے، تو اللہ اکبر کہا قبل سلام پھیرنے کے بعدہ دو سجدے کئے اور آپ بیٹھے تھے، پھر سلام پھیرا۔

روایت کیا اس حدیث کو امام بخاری نے اور اسی طرح سے صحیح مسلم میں بھی بعینہٖ یہ لفظ ہیں اور یہ راوی ہیں۔

اور تحت اس حدیث کے امام نووی شارح صحیح مسلم نے تحریر کیا ہے:۔

فیہ حجۃ للشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ و الجمہور علی ابی حنیفۃ رضی اللہ عنہ فان عندہ السجود للنقص والزیادۃ بعد السلام انتہٰی [1]

(ترجمہ) یعنی اس حدیث میں حجت ہے واسطے امام شافعی اور امام مالک اور جمہور علماء کے ابوحنیفہ صاحب (کے خلاف) کہ امام صاحب کے نزدیک بعد سلام کے سجدہ سہو چاہیئے اور دوسروں کے نزدیک قبل سلام کے۔

اور جامع ترمذی میں ہے :۔

وھو قول اکثر الفقہاء من اھل المدینۃ مثل یحیی بن سعید و ربیعۃ وغیرھما [2]

(ترجمہ) یعنی اکثر لوگ مدینہ منورہ کا بھی یہی مذہب ہے"۔

اور کہا ہے حضرت ابوہریرہ اور السائب الانصاری کا بھی یہی مذہب ہے

اور نیل الاوطار میں یہ ہے کہ :۔

"یہی مذہب ہے ابوسعید خدری اور ابن عباس اور معاویہ وعبداللہ

---

[1] شرح مسلم، کتاب المساجد الخ، باب السہو الخ، ج ۱، ص ۲۱۱

[2] ترمذی، ابواب الصلاۃ، باب ماجاء فی سجدتی السہو الخ، ج ۱، ص ۵۲۔

بن زبیر والزہری ومکحول وابن ابی ذئب والاوزاعی واللیث بن سعد۔" انتہیٰ

جواب مسئلہ دوم

سجدہ سہو کے بعد تشہد پڑھنا نہ چاہئیے از روئے حدیث صحیح کے جیسا کہ بخاری میں ہے:۔

باب من لم یتشہد فی سجدتی السہو وسلم انس والحسن ولم یتشہدا وقال قتادۃ لایتشہد۔

وعن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصرف من اثنتین فقال لہ ذو الیدین اقصرت الصلوٰۃ ام نسیت یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ علیہ وسلم اصدق ذو الیدین فقال الناس نعم فقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلی اثنتین اخریین ثم سلم ثم کبر ثم سجد مثل سجودہ او اطول ثم رفع۔

وعن سلمۃ بن علقمۃ قال قلت لمحمد فی سجدتی السہو تشہد فقال لیس فی حدیث ابی ہریرۃ انتہیٰ مافی البخاری[1]

اس سے صاف معلوم ہوا کہ امام بخاری اور حضرت انس خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ... بصری اور قتادہ اور ابوہریرہ کا یہ مذہب ہے کہ التحیات بعد سجدہ سہو کے نہ پڑھا جاوے، ... اوطار میں فالجمہور علیٰ انہ لا یعید التشہد یعنی جمہور علماء کا مذہب ... پڑھا جاوے التحیات۔ انتہیٰ۔

اور جو حدیث وارد ہوئی ہے التحیات کے پڑھنے پر کل معلول اور جرح سے خالی ... ہے۔ اگر کوئی پڑھے کبھی کبھی تو معلوم ہوتا ہے کہ درست ہے اگرچہ ضعیف وغیرہ ہیں لیکن ... وسعی۔ اور بعض علماء محققین کے نزدیک بھی یہی معلوم ہوتا ہے لیکن صحیح اور افضل وہ ہے

---

[1] ... کتاب التہجد ، باب من لم یتشہد الخ ، ج۱ ، ص ۱۶۳

جو کہ امام بخاری نے بیان کیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

حررہ العاجز عبدالوہاب الفنجابی الجنگوی ثم الملتانی
تجاوز اللہ عن ذنبہ الخفی والجلی

الجواب

ب ن د نی علماً   واضح ہو کہ صورۃ السوال میں دو سوال ہیں :-

۱- ایک یہ کہ قبل سلام کے سجدہ سہو کا کرنا درست ہے یا نہیں؟ اور

۲- دوسرا یہ کہ سجدہ سہو کے بعد تشہد پڑھنا چاہیے یا نہیں؟

اوّل سوال کی نسبت جواب تحقیق یہ ہے کہ حدیث صحیح بخاری میں آیا ہے
سجدہ سہو کے بعد سلام ہے :-

عن عبد اللہ بن مسعود ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی الظہر خمسا فقیل لہ ازید فی الصلوۃ؟ قال وما ذاک؟ قال صلیت خمسا فسجد سجدتین بعد ما سلم رواہ البخاری [۱]

(ترجمہ) عبداللہ صحابی جلیل القدر سے روایت ہے کہ بلاشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ظہر میں پانچ رکعتیں پڑھیں، پس کہا گیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آیا زیادہ ہو گئی ہے نماز؟ آپ نے فرمایا کیا ہے یہ امر؟ کسی نے کہا کہ آپ نے پانچ رکعت نماز پڑھیں، پس سجدے کیے دو سجدے بعد سلام کے (یعنی بعد سلام پھیرنے کے سجدہ سہو کیا)

اور اسی طرح سے ابوہریرہ نے روایت کیا ہے۔ اور صحیح مسلم میں جو حدیث ذوالیدین میں جو کہ عمران بن حصین کی روایت سے آئی ہے، اس میں صریح کہا ہے :-

ثم سلم ثم سجد سجدتین ثم سلم [۲]

---

[۱] مشکوٰۃ، کتاب الصلاۃ، باب السہو، حدیث ۳، فصل ۱۔

[۲] مسلم، کتاب المساجد الخ، باب السہو الخ، ج ۱، ص ۲۱۳۔

اور ایک روایت میں ابی ہریرہ سے بعد التسلیم کا کلمہ آیا ہے جو کہ مسلم میں ہے اور
روایت مسلم میں یہ کلمات آئے ہیں :-

فصلی رکعتین وسلم ثم کبر ثم سجد ثم کبر فرفع

ثم کبر و سجد ثم کبر و رفع [1]

اس حدیث میں حجت ہے اوپر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے کہ وہ بحالت کمی نماز میں قبل از
سجدہ سہو کے قائل ہیں اور اس حدیث سے صراحۃً معلوم ہوا کہ بحالت کمی بھی بعد سلام کے
سجدہ سہو کا کرے [2]

اور پہلی حدیث میں حجت ہے اوپر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے کہ وہ قبل از تسلیم
بحالت نقص و زیادت میں سجدہ سہو کے قائل ہیں ۔

اور ابوداؤد میں عبداللہ بن عمر سے مثل حدیث ابی ہریرہ سے آئی ہے ، اس طریق
سے ہے :-

ثم سلم ثم سجد سجدتی السہو [3]

سند میں جو کہ عمران بن حصین سے مروی ہے :-

ثم سلم ثم سجد سجدتیہا ثم سلم [4]

سند میں ابی ہریرہ کی روایت سے آیا ہے :-

ثم سجد سجدتین وھو جالس بعد التسلیم [5]

سند میں ابی ہریرہ کی روایت سے اس طرح سے ہے :-

ثم سلم ثم سجد سجدتی السہو [6]

---

[1] مسلم ، کتاب المساجد ، باب السہو ، ج ۱ ، ص ۲۱۴ ۔

[2] مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب یہ ہے کہ اگر نماز میں کمی ہو جائے مثلاً کوئی واجب رہ جائے تو سجدہ سہو سلام
سے پہلے کیا جائے گا ، حدیث مذکور میں دو رکعتیں رہ گئی تھیں ، بعد از اں ادا کی گئیں ، یہ کمی نہیں ہوئی بلکہ زیادتی ہوئی ہے
کہ ان میں تشہد مع درود و دعا پڑھا گیا ہے اس لئے یہ حدیث امام مالک کے خلاف دلیل نہیں ہوگی ۔
(شرف قادری)

[3] ابوداؤد : کتاب الصلوٰۃ ، باب السہو فی السجدتین ، ج ۱ ، ص ۱۵۲ و ۱۵۳

اور پانچویں سند میں اس طریق سے ہے :-

ثم سجد سجدتی السہو بعد ما سلم [1]

اور ابوداؤد میں عبداللہ بن جعفر سے اس طریق سے آیا ہے :-

قال من شک فی صلوٰتہ فلیسجد سجدتین بعد ما یسلم

یہ قولی حدیث ہے اور اس پر عمل تھا مغیرہ بن شعبہ کا اور سعد بن ابی

عمران بن حصین اور ضحاک بن قیس اور معاویہ بن ابی سفیان کا اور ابن عباس

عبد العزیز اسی پر فتوے دیتے تھے کہ بعد سلام کے سجدہ سہو کا کرے

ابی داؤد [2]

پس فتوے اس پر ہے کہ بعد سلام سجدہ کا کرے - اور سنن ابو داؤد

میں عبداللہ بن مسعود سے حدیث آئی ہے کہ سجدہ سہو بعد سلام کے ہے

عن عبد اللہ بن مسعود ان النبی صلی اللہ

علیہ وسلم صلی الظہر خمسا فقال لہ ازید فی

الصلوٰۃ ام نسیت یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ

وسلم) فسجد سجدتین بعد ما سلم [3]

اور ابو عیسیٰ نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن اور صحیح ہے - اور ابی ہریرہ سے

میں حدیث آئی ہے اور اس کو "حسن" اور "صحیح" لکھا ہے :-

عن ابی ہریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم سجدھما

بعد السلام قال ابو عیسیٰ ھذا حدیث حسن صحیح [5]

---

[1] ابوداؤد : کتاب الصلوٰۃ ، باب السہو فی السجدتین ، ج ۱ ، ص ۱۵۲ و ۱۵۳

[2] ایضاً : " ، باب من قال بعد التسلیم ، ج ۱ ، ص ۱۵۵

[3] (الف) مسلم ، کتاب الصلاۃ ، باب من نسی ان یتشہد الخ ، ج ۱ ، ص ۱۵۵ -

[4] (ل) ایضاً ، " ، باب اذا صلی خمسا الخ ، ج ۱ ، ص ۱۵۳ -

(ب) ترمذی ، ابواب الصلاۃ ، باب ما جاء فی سجدتی السہو ، ج ۱ ، ص ۵۲ -

[5] ایضاً ، " " " " " "

بخاری میں جو حدیث ابی ہریرہ سے آئی ہے اس میں اس طرح سے ہے :-

فاتم ما بقی ثم سلم و کبر فسجد طویلا ثم رفع راسه فکبر وسجد مثل ما سجد ثم رفع راسه وانصرف[1]

پس فاتم ما بقی سے حجت ہوئی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ پر اس امر میں کہ بجائے بعد التسلیم سجدہ سہو چاہیئے جیسا کہ ماقبل کی احادیث میں حجت ہے امام شافعی پر۔ اور ایسا ہی مؤطا میں امام مالک کی ہے :-

ثم اذا قضی صلوته فسجد سجدتین وهو جالس بعد التسلیم[2]

ابن ماجہ میں ابی ہریرہ کی روایت میں اس طرح سے ہے :-

ثم سلم ثم سجد سجدتین ثم سلم[3]

عمران بن حصین کی روایت میں جو کہ ابن ماجہ میں ہے، یہ ہے :-

ثم سلم ثم سجد سجدتین ثم سلم[4]

ابن مسعود کی روایت سے ابن ماجہ میں حدیث آئی ہے کہ :-

سجد سجدتی السهو بعد السلام[5]

اور ثوبان کی روایت میں اس طریق سے آیا ہے :-

عن ثوبان قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول فی کل سهو سجدتان بعد ما یسلم[6] ثم کبر فسجد مثل سجوده او اطول ثم رفع راسه وکبر ثم سجد مثل سجوده او اطول ثم رفع

---

[1] ... کتاب الصلاۃ، باب سجد السهو من الزیادۃ، ج ۱، ص ۳۵۱ -

[2] ... امام مالک، باب من قام بعد الاتمام، ج ۱، ص ۹۰ -

[3] ... کتاب اقامۃ الصلاۃ الخ، باب فیمن سلم من اثنتین الخ، ص ۸۶ -

[4] ... " ، " ، باب ماجاء فیمن سجد هما الخ، " " -

[5] ... " " " " " " " -

راسہ ثم کبر [1]

اور عبداللہ بن جعفر سے :-

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من

شك فی صلوته فلیسجد سجدتین بعد التسلیم

رواہ النسائی [2]

یہ بھی قولی حدیث ہے کہ ترجیح ہے فعلی حدیث پر جو کہ مجیب نے بیان کی

اس حدیث میں عمومیت ہے خواہ بحالت کمی نماز کے ہو خواہ زیادتی نماز میں۔

جبکہ احادیث متمسکہ ابی حنیفہ رحمۃ اللہ تعالےٰ مع متابعات اور مشـ

معلوم ہوئیں ، بعد حقیقت امر کے جاننا چاہیئے کہ اختلاف مابین سجدہ سہو بعد سـ

از سلام درباب جواز وعدم جواز نہیں ہے بلکہ اختلاف ائمہ مجتہدین اس امر میں

افضل کیا ہے۔

ابو حنیفہ افضلیت بعد از سلام کے قائل ہیں ، اور امام شافعی قبل

کے اور امام مالک اس امر پر ہیں کہ اگر سبب زیادتی نماز کی ہو، سجدہ سہو بعد از سلام

اور کمی نماز کے سبب سے ہو، اس صورت میں افضلیت سجدہ سہو کی قبل از سلام

اور فی الحقیقت ترجیح بجانب ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (ہے) کیونکہ احادیث

راجحہ ابی حنیفہ کی جانب ہیں بچند وجوہ :

اول یہ ہے کہ حدیث عبداللہ بن بحینہ کی احادیث سے ہے ماسو

ابن بحینہ دوسرے صحابی نے اس حدیث کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت

اور حدیث متمسکہ ابو حنیفہ احادیث مشہورہ سے ہے چنانچہ عبداللہ بن مسعود اور

بن عمر اور ابی ہریرہ اور عمران بن حصین اور عبداللہ بن جعفر ، اور ثوبان جیسے صحابی

ہے کما تقدم - اور اس حدیث کی سند میں متابعات کثیرہ ہیں کہ حد مشہور کو پہنچ گئی

لا یخفی علی الماھر بالحدیث -

دوسری وجہ ترجیح کی یہ ہے کہ عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن عمر ہر دو

---

[1] ابن ماجہ ،

[2] نسائی ، کتاب السہو ، باب التحری ، ج ۱ ، ص ۱۸۵ ۔

حدیث متمسکہ ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ طبقہ اعلیٰ مختار عبادلہ ثلاثہ میں سے ہیں کہ مثل ان کے
ن بحینہ مرتبہ نہیں رکھتے کہ مابین عبداللہ بن بحینہ و ہر دو عبداللہ بعد المشرقین ہے،
دیکھو اصول حدیث میں مروی عبداللہ بن مسعود یا عبداللہ بن عمر سے ہو اس کو ترجیح ہوتی
س حدیث پر جو کہ طبقہ اعلیٰ میں سے مروی نہ ہو اور یہ حدیث کہ عبداللہ بن عمر سے مروی ہو
حدیثین اعلیٰ شمار کرتے ہیں، باقی صحابہ کی مرویات سے سند حدیث عبداللہ بن بحینہ بمقابل
عبداللہ جلیل القدر اور عظیم الشان کے کیا حقیقت رکھتی ہے؟ پس لابد حدیث متمسک
حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو ترجیح ہے حدیث عبداللہ بن بحینہ پر، اور

تیسری وجہ یہ ہے کہ سند حدیث عبداللہ بن بحینہ میں زہری راوی ہے کہ وہ مدرج
جو حدیث اس کی سند میں کوئی راوی مدرج نہ ہو مثل حدیث متمسکہ ابی حنیفہ رحمۃ اللہ
قوی اور راجح اور قابل عمل ہوتی ہے بمقام اس حدیث کے جس کی سند میں کوئی مدرج
ہو، دیکھو اصول حدیث میں۔

چوتھی دلیل یہ ہے کہ اقوال احادیث مؤید مذہب امام صاحب کو ہیں اور پھر ظاہر
قولی حدیث کو ترجیح ہوتی ہے فعلی حدیث پر کہ حدیث عبداللہ بن بحینہ کی ہے۔

خلاصہ مرام کا یہ ہے کہ از روئے تحقیق ہذا ثابت اور محقق ہوا کہ مذہب امام صاحب
علیہ کو ترجیح اور اولویت (ہے) امام شافعی اور امام مالک رحمہما اللہ کے مذہب پر
احادیث مندرجہ بالا سے بخوبی پایۂ ثبوت کو پہنچتا ہے، کجا کہ صحابہ اور تابعین
س پر عمل نہ ہو!

اور تعجب ہے کہ مجیب نے ثم سلم ثم کبر فسجد مثل سجوده او
جو کہ خود اپنی حدیث جواب مسئلہ میں بروایت ابی ہریرہ نقل کی ہے، پس عمل بعض علماء
کا بمقابل احادیث صحیحہ اور عمل صحابہ کے راجح نہیں ہوتا اور نہ ان کے عمل سے
سکتی ہے۔

دوسرے مسئلے کا جواب یہ ہے کہ ابو داؤد میں عبداللہ سے روایت ہے کہ بعد
کے تشہد پڑھنے کا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا:۔

عن ابی عبیدۃ بن عبد اللہ عن ابیہ عن رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا کنت فی صلوۃ فشککت فی

ثلاث او اربع و اکبر ظنک علیٰ اربع تشہدت ثم

سجدت سجدتین و انت جالس قبل ان تسلم

ثم تشہدت ایضا ثم تسلم رواہ ابوداود [1]

اور دوسری حدیث ابوداؤد میں آئی ہے کہ بعد سجدہ سہو کے آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے تشہد پڑھا :

حدثنا محمد بن یحیی بن فارس نا محمد

بن عبد اللہ بن المثنی حدثنی اشعث عن محمد

بن سیرین عن خالد یعنی الحذاء عن ابی قلابۃ

عن ابی المہلب عن عمران بن حصین ان النبی

صلی اللہ علیہ وسلم صلی بہم فسہی فسجد سجدتین

ثم تشہد ثم سلم رواہ ابوداود [2]

یہ حدیث صحیح ہے، سب رواۃ اس کے مثل رواۃ صحیحین کے ہیں ——— محمد

بن یحیی ثقہ اور حافظ جلیل ——— اور عبد اللہ ثقہ ہے ——— اور اشعث ثقہ

ہے ——— اور محمد ابن سیرین ثقہ، ثبت، عابد، کبیر القدر ہے کہ بالمعنی روایت

نہیں رکھتا ——— اور خالد ثقہ ہے ——— اور ابو قلابہ ثقہ فاضل ہے کذا

فی التہذیب اور ایوب سختیانی نے کہا کہ "قسم اللہ کی کہ ابو قلابہ ذوی الالباب سے

ہے" ——— اور مہلب ثقہ ہے۔

پس اس قسم کی حدیث کو معلول اور مجروح کہنا خطا ہے چنانچہ حاکم نے اس

حدیث کو علیٰ شرط الشیخین کہا ہے ——— اور ابن مسعود اور شعبی اور نووی

اور حکم، اور لیث اور حماد ——— ان تمام کا یہ قول ہے کہ بعد سجدہ سہو کے تشہد

پڑھی جاوے جیسا کہ عینی شرح بخاری میں موجود ہے۔

اور ترمذی میں عمران بن حصین سے حدیث آئی ہے کہ سجدہ سہو کے

---

[1] ابوداؤد : کتاب الصلوۃ ، باب من قال یتم علی اکبر ظنہ ، ج ۱ ، ص ۱۵۴

[2] ایضاً : " ، باب سجدتی السہو فیہما الخ ، ج ۱ ، ص ۱۵۶

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی۔

عن عمران بن حصین ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی بہم فسہیٰ فسجد سجدتین ثم تشہد ثم سلم [1]

یہ بھی حدیث مثل حدیث صحیحین کے ہے کیونکہ اس میں وہ ہی راوی ہیں جو کہ حدیث ... میں ہیں، اور اس حدیث کو عبدالوہاب ثقفی اور ہشیم وغیرہما غیر واحد نے خالد الحذاء ... روایت کیا ہے اور اس پر عمل ہے ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور مالک رحمہ اللہ تعالے اور ... رحمہ اللہ تعالیٰ اور احمد اور اسحٰق رحمہما اللہ تعالے کا جیسا کہ عینی میں ہے۔

پس جبکہ کوئی حدیث ضعیف بھی درباب عدم قراءۃ تشہد کے نہ لکھی جاوے ... پس امر کا کہ انس یا حسن (بصری) (رضی اللہ عنہما) نے تشہد نہیں پڑھا بمقابل حدیث ... اعتبار کے نہیں ہے اور بمقابل احادیث قولی اور فعلی کے عمل کسی کا مقبول نہیں ہوتا ... حدیث تشہد بعد سجدہ سہو کے معمول بہ صحابہ اور تابعین کی اور تبع تابعین کی ہو۔

... نے کوئی حدیث دربارہ عدم قراءۃ تشہد نقل نہیں کی اور کسی حدیث میں نہ واقع ... ہے نہ پڑھنے کا موجب ثبوت عدم قرارت تشہد نہیں ہو سکتا ——— پس کہنا ... ری وغیرہ کا مذہب نہ پڑھنے تشہد کا تھا اور نیل الاوطار میں بھی یہی ہے، قابل قبول ... نہیں ہو سکتا کیونکہ جیسا مذہب امام بخاری وغیرہ کا نہ پڑھنا ہے ویسا ہی امام صاحب ... وں کا مذہب پڑھنا ہے۔ اور جیسا کہ انس وغیرہ کا مذہب نہ پڑھنا ہے ویسا ہی مذہب ... وغیرہ ساتوں کا پڑھنا تشہد کا ہے ——— باقی ہر دو احادیث ابوداؤد اور ... بمقابل کسی حدیث صحیح یا غیر صحیح کے مقوی اور مؤید مذہب امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ... ہیں۔

اور جس وقت کہ کوئی حدیث درباب عدم قراءۃ تشہد کے نہیں لکھی، پھر کہنا کہ حدیث ... اور معلول ہے، بلا فائدہ ——— آیا یہ معلوم نہیں کہ حدیث مجروح اور معلول ... صحیح کے حجت نہیں ہوتی نہ کہ اس وقت جب کہ کوئی حدیث صحیح بلکہ ضعیف بھی نہ ہو

... : کتاب الصلاۃ، باب السہو، حدیث ۶، فصل ۲۔

[1] ترمذی، ابواب الصلاۃ، باب ماجاء فی التشہد فی سجدتی السہو، ج ۱، ص ۵۲۔

اور حدیث تشہد صحیح مثل شرط صحیحین کو معلول اور مجروح کہنا نہایت تعجب ہے۔

پس ثابت اور متحقق ہوا کہ مذہب امام صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ کا (بعد سجدہ سہو کرکے تشہد پڑھنا) افضل ہے اور اولیٰ اور ارجح ہے اور صحیح مطابق احادیث صحیحہ ہے، اور مذہب دوسروں کا مرجوح اور ضعیف اور خلاف حدیث کے۔

ھٰذا ھو الحق عندی و علم الصواب عند اللہ

فلا اجدنک مصرا علیٰ مالا یصاب ولا لقینک طالب للحق الصواب فان العدل عند اللہ محمود و الاصرار علی الحق مذموم اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم و اقمنا علی الدین القویم۔

حررہ واجابہ خاکپ رہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی

المرقوم ۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۱ھ ہجری

بقلم نور محمد

سوال ۳۸

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین درمیان اس مسئلے کے جو خبریں خطوط کے رویت ہلال کی آتی ہیں اور مرسل خطوط کہ تاجر لوگ یا اہل محکمہ یا اور شخص معتبر آیا یہ خطوط معتبر ہوں گے اور موافق اس کے رمضان اور عید وغیرہ کی جاوے گی اور بر تقدیر معتبر ہونے کے اس کے اعتبار کرنے میں کچھ شرائط ہیں یا علی الاطلاق وجہ بر او رکوئی شخص مرسل معتبر ہو بر تقدیر شرط کے کن شرائط کے ساتھ ہونا چاہیے ایک دو خط کا بھی اعتبار ہو جائے گا یا اس کی کیفیت اور کمیت کی بھی حد ہے؟ مفصل موافق مذہب حنفیہ کے مدلل کتب معتبرہ سے مفتی بہ بیان فرمادیں۔ توجروا۔

الجواب

واضح ہو کہ خطوط حجت شرعیہ سے نہیں ہیں تاکہ ثبوت رویت ہلال کو کافی ہوں مرسل ان کا تاجر ہو یا شخص معتبر ہو زیرا کہ خط ایک شخص کا مشابہ دوسرے کے ہوتا ہے

لا یحکم القاضی بسجل الاستحقاق بشہادۃ
انہ کتاب قاض کذا لان الخط یشبہ الخط
فلم یجز الاعتماد علی نفس السجل بل لا بد
من الشہادۃ علی مضمونہ۔ کذا الحکم فیما سوی
نقل الشہادۃ و الوکالۃ من محاضر و سجلات
و صکوک (در مختار) [1]

[illegible]ی میں لکھا ہے :۔

ذکر فی الخانیۃ و الاسعاف ادعی علی رجل فی
یدہ ضیعۃ انہا وقف و احضر صکا فیہ خطوط
العدول و القضاۃ الماضین یطلب من
القاضی القضاء بذلک الصک قالوا لیس
للقاضی ذلک لان القاضی انما یقضی بالحجۃ
و الحجۃ انما ہی البینۃ او الاقرار اما الصک
فلا یصلح حجۃ لان الخط یشبہ الخط [2] انتہی ما فیہ
.... و فی الاشباہ لا یعتمد علی الخط و لا یعمل
بمکتوب الوقف الذی علیہ خطوط القضاۃ
الماضین (شامی) [3]

پس ثابت ہوا کہ مجرد خط کا کہ ڈاک انگریزی میں آتا ہے، اعتبار نہیں اور حجت
[illegible]یں ہے تاکہ اثبات کسی کا ہو و لیکن چند شرائط میں قابل اعتبار کے ہوگا۔

اول یہ کہ خط مندرج رویت ہلال رمضان کو بدست ایک آدم معتبر عادل کے بھیجا
[illegible] بدست دو آدم معتبر عادلین کے بیچ ثبوت ماہ فطر کے بھیجا جاوے اور مضمون خط کا
[illegible]رسول کو سنا بھی دیا ہو تاکہ جس کی طرف بھیجا ہے اس کو مضمون خط کے مطابق مضمون

---

[1] [illegible] مختار،
[2] [illegible] شامی، کتاب الوقف، ج ۳، ص ۴۰۳۔
[3] [illegible] شامی، کتاب القضاء، ج ۴، ص ۳۰۸۔

خط کا سنا دیوے اور خط میں رویت یقینی وعینی ہو یا حکم مفتی کا رویت ہلال میں
معنون ہو اور مہر بھی کاتب اپنے روبرو قاصد کے کرکے اس کو دے دیوے:۔

کذالک ما یکتب الناس فیما بینهم یجب ان
یکون حجة للعرف..... وهو ما اذا کان علی وجه
الرسالة مصدرا معنونا وهو ان یکتب فی
صدره من فلان الی فلان علی ما جرت به
العادة فهذا کالنطق فلزم حجة کما فی
الملتقی (شامی)

ولو قالت الشهود لم یسلمه الینا ولم
یقرأه علینا ولم یختمه بحضرتنا لم یعمل به
(عینی شرح کنز) لان الکتاب یشبه الکتاب فلا
یثبت الا بحجة تامة (هدایة) [1]

اور بھیجنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خطوط کو طرف کسریٰ وقیصر وغیرہ
حجت نہیں ہو سکتا کہ کتابت بمنزل شہادت کے ہو۔ اول یہ کہ بھیجنا خطوط کا حضرت
علیہ وسلم کے وقت ساتھ رسالت کے ہوتا تھا یعنی کوئی آدمی معتبر لے کے جاتا تھا
ڈاک نہ تھی جیسا کہ قیصر روم کی طرف دحیة الکلبی لے گئے تھے اور کسریٰ کی طرف عبد
سہمی لے گئے تھے پس مجرد کتابت حجت نہ ہوئی بلکہ اخبار شخص مرسل قابل اعتبار کے
خبر واحد عادل کی دیانات میں معتبر ہے:۔

خبر الواحد یقبل فی الدیانات کالحل و
الحرمة والطهارة والنجاسة اذا کان مسلما
عدلا ذکرا او انثی حرا او عبدا محدودا اولا ولا
یشترط لفظ الشهادة والعدد کذا فی الوجیز

[1] شامی، کتاب القضاء، باب کتاب القاضی الی القاضی، ج ۴، ص ۳۵۲۔
[2] شرح کنز، عینی۔
[3] ہدایہ، کتاب ادب القاضی، باب کتاب القاضی الی القاضی، ج ۳، ص ۱۳۹

للکردری وهکذا فی الهدایۃ و محیط السرخسی [1]

اور اسی طرح سے معاملات میں خبر واحد کی مقبول ہوتی ہے مثل رسالت اور ...کے :-

یقبل قول الواحد فی المعاملات عدلا کان وفاسقا حرا کان او عبدا ذکرا کان او انثی مسلما کان او کافرا دفعا للحرج و الضرورۃ من المعاملات و الوکالات و المضاربات و الرسالات فی الهدایا و الاذن فی التجارات کذا فی الکافی [2]

اسی طرح سے رویت ہلال رمضان میں کہ ابر ہو، خبر واحد عادل کی مقبول ہوگی ...ہے :-

وقبل بلا دعوی و بلا لفظ اشهد للصوم مع علۃ کغیم وغبار خبر عدل (تنویر الابصار و در المختار [3])

...عید الفطر میں نصاب گواہی کا ہونا چاہیے بحالت ابر :-

و شرط للفطر مع العلۃ و العدالۃ نصاب الشهادۃ و لفظ اشهد (در مختار [4])

...میں نفع بندوں کا ہے مثل تمام حقوق کے :-

...تعلق نفع العبد علۃ لاشتراط ما ذکر فی الشهادۃ علی هلال الفطر بخلاف هلال الصوم لان الصوم امر دینی فلم یشترط

---

[1] ...بزازیہ، کتاب الاستحسان (علی ہامش عالمگیری) ج ۶، ص ۳۷۴ -
[2] ...عالمگیری، کتاب الکراہیۃ، باب ۱، ج ۵، ص ۳۰۸ -
[3] ...ایضاً ، ، ، فصل ۲، ج ۵، ص ۳۱۰ -
[4] ...مختار، کتاب الصوم، ج ۱، ص ۱۴۸ -
[5] ...ایضاً ، ، ، ، ، ، ، ،

في ذلك إما الفطر فهو نفع دنيوي للعباد فاشبه
سائر حقوقهم فيشترط فيه ما يشترط فيها [1]
(شامی)

چنانچہ تمام حقوق عباد میں واسطے اثبات حق عباد کے خط کا اعتبار نہیں ہے
طرح سے ماہ عید الفطر میں خط کا اعتبار نہ ہوگا اور جس طرح سے معاملات یا دیانات میں
واحد کے خط کا اعتبار نہیں اسی طرح سے ماہ صوم میں خط کا اعتبار نہ ہوگا اگرچہ فرلیہ
ہوا اور چند خطوط اور خط واحد عدم قبول میں برابر ہیں خصوصاً فی زماننا تجربہ میں آیا ہے
درباب رؤیت ہلال آئے اور جب کوئی مردم اس جا سے آئے تو خلاف مضمون کے
ہوا، واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ واجابہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی
۸ محرم الحرام ۱۳۰۴ ہجری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوال ۳۹۱

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید عرصہ چھ سات مہینے سے بیمار
وجع مفاصل میں مبتلا ہے اور کئی حکیم اس کا علاج بھی کر چکے ہیں اور اب تک وہ اپنا علا
ہے۔ ہاتھ، پاؤں، گھٹنوں میں درد شدید رہتا ہے اور کبھی دوران درد سے بخار
ہو جاتا ہے اور کبھی بخار سے اس کو افاقہ بھی ہو جاتا ہے، یہاں تک بیماری درد نے کہ
بیٹھنا اٹھنا دشواری سے کرتا ہے، شدت درد سے نماز پنجگانہ بیٹھ کر ادا کرتا ہے
ناتوانی نہایت درجہ کی رکھتا ہے، چلنا، پھرنا یعنی آمد و رفت مشکل سے کرتا ہے اور
رمضان شریف کے ادا نہیں کر سکتا، بہ باعث ناتوانی اور ضعف در مرض کے اور
رمضان شریف کے فرض جان کر اپنے اوپر سے ادا کیا چاہتا ہے کہ دنیا کی زندگانی میں
سے نجات پاوے کیونکہ موت بنی آدم کی در پیش ہے۔

۱۔ شامی، کتاب الصوم، ج ۲، ص ۹۱۔

آیا زید روزے رکھے یا فدیہ مسکینوں کو دے کر فرض خدا سے فارغ ہو جاوے۔ اس صورت میں قرآن و حدیث اور اہل فقہ کا جو کچھ حکم ہو عمل میں لاوے اور بعضے لوگ ضد سے کہتے ہیں کہ روزے بھی رکھے اور بعض لوگ کہتے ہیں حالت ناتوانی و ضعف در و میں فدیہ دینا مسکینوں کو جائز ہے۔

تحریر فرماویں اجر ہوگا کون حکم اختیار کیا جاوے اور زید معلل الطبیعۃ صاحب نصاب صاحب حج ہے اور غنی ہے۔ فقط

الجواب

شیخ موصوف الذکر پر فدیہ دینا اپنے روزوں کا جائز ہے کیونکہ اس کو زیست کی امید نہیں ہے اور نہ طاقت آنے کی ولیکن جب اچھا ہو جاوے روزے اپنے قضا کرے:۔

وللشیخ الفانی العاجز عن الصوم الفطر ویفدی وجوبا۔ درمختار (قولہ وللشیخ الفانی) ای الذی فنیت قوتہ او اشرف علی الفناء ولذا عرفوہ بانہ الذی کل یوم فی نقص الی ان یموت انتہی[1]۔

ومثلہ فی القہستانی عن الکرمانی المریض اذا تحقق الیاس من الصحۃ فعلیہ الفدیۃ لکل یوم من المرض کذا فی البحر وھکذا فی العینی[2] شرح الکنز ای للشیخ الفانی الفطر کالخائف من ان دیاد المرض والمسافر وغیرھما بقولہ وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین معناہ لا یطیقونہ نفدیتہ ان یطعم مسکینا کما فی الکفایۃ انتہی۔

---

[1] شامی، کتاب الصوم، فصل فی العوارض، ج ۲، ص ۱۱۹۔

[2] شرح کنز، للعینی،

اور جامع الرموز میں ہے کرمانی سے :-

وفیہ۔ (ای للشیخ الفانی) وفی حکمہ۔ کل من یعجز عن الصوم فی الحال و ییئس عنہ فی الاستقبال انتہی[1]۔

فقط حررہ واجابہ خاکِ رہ محمد مسعود نقشبندی

سوال ۴۰

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ رمضان میں ایک
میں افطار کی تقریب تھی، بہت سے مسلمان مسجد کی چھت پر تھے اور زیادہ پیچھے آفتاب
گز دو گز بلند رہ گیا تھا کہ ابر کے ٹکڑے میں آگیا اور اس کی کرنیں اور شعاع برابر ابر کے
سے نمایاں تھیں اور یہ وقت حساب معمولی گھڑی وگھنٹہ سے بھی تخمیناً دس گیارہ فٹ
ایسی حالت میں مؤذن نے اذان کہہ دی اور چند لوگوں نے روزہ افطار کر لیا مگر اوپر کے
جو مشاہدہ آفتاب کر رہے تھے باواز بلند منع کر دیا کہ ہنوز آفتاب غروب نہیں ہو
اس واقعہ کے گواہ متواتر ہیں، پس یہ نماز اور اذان اور روزہ واجب ہے کہ نہیں
کے دوبارہ اذان سے جماعت ہونی چاہیے تھی کہ نہیں؟

زید کہ جس نے اذان کی اجازت دی تھی نہ وہ آفتاب کا مشاہدہ کر رہا تھا نہ
گھڑی وگھنٹہ پر لحاظ کیا تھا بلکہ محض اٹکل سے حکم دیا تھا، اس کا حکم صحیح ہے یا ان لوگوں کا
معتبر ہے کہ جنہوں نے بچشم خود اس وقت آفتاب کی کرنیں بدلی کے اوپر دیکھیں
توجروا اجرکم اللہ۔

الجواب

درحقیقت جواب ہذا تفصیل طلب ہے کہ زید کا حکم بہ نسبت افطاری کے
سے صحیح ہے کما فی الشامی[2] :-

---

[1] جامع الرموز :

[2] یہ جواب ثانی ہے اور مجیب اول کا رد ہے جنہوں نے غروب آفتاب سے قبل روزہ افطار کرنے والوں
حکم دیا تھا، اس جواب میں کفارہ کے بجائے قضا کا ثبوت دیا ہے۔ مجیب اول کا جواب نقل نہیں کیا کہ اس کا اندازہ

لان ظاهر مذہب اصحابنا جواز الافطار بالتحری

کما نقل فی المعراج عن شمس الائمۃ السرخسی [1]

(ظن غالب) مثل یقین کے ہوتی ہے :-

لان التحری یفید غلبۃ الظن وھی کالیقین [2]

انتہی ما فی الشامی۔

پس اگر زید نے قبل از منع کرنے شاہدین آفتاب کے حکم افطاری کا دیا ہے

نے افطار کر لیا ہے اس صورت میں قضاء اس کی آئے گی اور کفارہ روزہ کا نہیں آئیگا۔

او افطر بظن الیوم ای الوقت الذی اکل فیہ

لیلا والحال ان الفجر طالع و الشمس لم تغرب...

قضی فی الصور کلھا [3] فقط (درمختار)

جبکہ ظن کی حالت میں قضاء بغیر کفارہ کے آتی ہے کجا کہ بحالت اکل، زیرا کہ تحری غلبہ ظن

ہے کما تقدم پس اگرچہ بعد افطاری کے شاہدین وناظرین آفتاب نے کہا کہ

غروب نہیں ہوا ہے، قضاء آئے گی، کفارہ نہ آئے گا :-

وان ظن غروب الشمس فان تبین عدمہ

فعلیہ القضاء [4] فقط (شامی)

فتاوے عالمگیری میں ہے :-

تسحر علی ظن ان الفجر لم یطلع وھو طالع او

افطر علی ظن ان الشمس قد غربت ولم تغرب فعلیہ

القضاء ولا کفارۃ علیہ [5]

---

[1] شامی، کتاب الصوم، ج ۲، ص ۱۰۶۔

[2] درمختار، کتاب الصوم، ج ۲، ص ۱۰۳، ۱۰۵۔

[3] شامی " " " ص ۱۰۵۔

[4] عالمگیری : " " باب ۱، ج ۱، ص ۱۹۳۔

کیونکہ کفارہ بحالت قصد افطار کرنے سے آتا ہے اور صورت ہذا میں قصد نہ پایا گیا

لانہ ما تعمد الافطار ، کذا فی محیط السرخسی

مجیب نے صورتِ مسئولہ کو شک کی حالت میں گمان کیا ہے اسی واسطے جزئیات

کی درج کی ہیں اور کفارہ کا حکم دیا حالانکہ شک اور ظن میں فرق بین ہے اور صورت مسئولہ

حالت ظن کی ہے کما لا یخفی علی الفہیم فافہم ۔ البتہ اگر زید نے

کرنے ناظرین آفتاب کے افطار کا حکم دیا ہے ، اس صورت میں کفارہ لازم ہوگا

اذان اور نماز کا ہر دو صورتوں میں لازم ہے ھٰذا تحقیق عندی و

الصواب عند ربی ۔ نہ قبول کرے ، وہ شخص مورد اس آیۃ کریمہ کا ہے

لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینہم

ثم لا یجدوا فی انفسہم حرجا مما قضیت ویسلموا

تسلیما [2]

فقط واللہ اعلم بالصواب

حررہ واجابہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی

۱۶ شوال ۱۳۰۳ھ ہجری

سوال ۱۷

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین سلمہم اللہ الی یوم الدین ان امور میں

۱ : اول یہ کہ عورت کو زیور کنچ کا مستعمل کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

۲ : اور ثانی ایک شخص روزہ رمضان شریف تو ادا نہیں کرتا ہے اور نماز تراویح پڑھتا ہے

اس شخص کو تراویح کا کچھ ثواب ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا ۔

الجواب

بصورت مرقومہ عورت کو زیور کنچ کا استعمال کرنا جائز ہے :۔

---

[1] عالمگیری ، کتاب الصوم ، باب ۱ ، ج ۱ ، ص ۱۹۴ ۔

[2] سورۃ النساء ، آیت ۶۵ ۔

ولا بأس بآنية العقيق والبلور والزجاج
والزجد والرصاص كذا في خزانة المفتين وعالمگیری [1]

لا يكره ما ذكر أي من الأكل والشرب والادهان
والتطيب من إناء رصاص وزجاج وبلور وعقيق
(درمختار وشامی) [2]

جواب سوال ثانی ، جو عمل نیک کرے گا اس کا ثواب ملے گا، جو نہ کرے گا اس کا
...ے گا کما قال اللہ تعالیٰ :-

ومن يعمل من الصّٰلحٰت من ذكر او انثى
وهو مومن فاولئك يدخلون الجنة ولا يظلمون
نقيرا [3] (قوله من الصّٰلحٰت اي وان لم يستوعبها)

یعنی اگرچہ بعض عمل کئے اور بعض عمل نہ کئے، جو عمل نیک کئے ان کا ثواب ملے گا کیونکہ
...قوت نہیں ہے کہ کل عمل نیک کر سکے، چنانچہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے :-

قالوا الفرق بين من الاولى والثانية ان
الاولى للتبعيض والمراد من يعمل بعض الصّٰلحٰت
لان احدا لا يقدر على ان يعمل جميع الصّٰلحٰت
فالمراد انه اذا عمل بعضها حال كونه مومنا استحق
الثواب انتهى ما فيه [4]

اور چونکہ عمل صالحات کے ساتھ قید مومن کی ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ عدم ایمان
...عمل صالح کو ضائع کر دیتا ہے اور فرائض کو نہ ادا کرنا دیگر عمل صالحات کے ثواب
...نہیں کرتا، پس ثابت ہوا کہ ادا تراویح کا ثواب اس شخص کو ملے گا اور ترک فرائض

---

[1] ...المگیری، کتاب الکراہیۃ، باب ۱۰، ج ۵، ص ۳۳۵ -

[2] ...مختار وشامی، کتاب الحظر والاباحۃ، ج ۵، ص ۲۱۸ -

[3] ...سورۃ النساء، آیت ۱۲۴ -

[4] ...فسیر کبیر، سورۃ النساء، آیت ۱۲۴، ج ۲، ص ۲۲۸ -

کا عذاب، واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ واجابہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی دہلوی

۱۸؍ ربیع الاول ۱۳۰۴ھ ہجری

سوال ۴۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ایک عورت، مرسلہ ایک عورت، واسطے کرنے ح
اس کے بیت اللہ شریف گئی اور لعبد ادا کرنے حج کے بمقام کعبہ شریف وہ بیمار ہو گئی
شریف نہیں گئی۔ بحالت مرض موت اس عورت نے جو کچھ اس کے پاس روپیہ ت
تجہیز و تکفین کو اس میں سے کچھ اور لیا اور جس کسی کا کچھ دینا تھا، وہ دے دیا اور
۵۰ روپے واسطے کرائے دینے مدینہ کے ایک شخص صالح کے پاس رکھ دے
وصیت کر دی کہ میری طرف سے مدینہ تم کرا دیجو اور بعدہ وہ عورت وہیں کعبہ شر
فوت ہو گئی اور جس کے پاس وہ ۵۰ روپے مدینہ کرا دینے کا رکھا ہے، وہ
واسطے خرید مال تجارت اپنے کے آئے ہیں، ان کی زبانی معلوم ہوا کہ وہ ۵۰ روپے
رکھا ہے۔ ابھی تک مدینہ نہیں ہوا، جو اس عورت مرنے والی کی بیٹی اور نواسی نواس
دہلی مخلص و محتاج موجود ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ہم حاجتمند اور محتاج ہیں اور حق دار
شرع شریف حسب وصیت متوفیہ کے (مدینہ کرانے کے بجائے وہ ۵۰ روپے
ورثاء کو دیا جا) سکتا ہے یا نہیں؟ جواب باصواب موافق شرع شریف لکھا جاوے

بینوا توجروا

الجواب

واضح ہو کہ مبلغ پچاس روپے فاضل حق اس عورت کا ہے جس نے کہ روپیہ
حج کے دیا ہے اور عورت مرسلہ کا حق ان روپوں میں نہیں ہے، پس بیٹی نواسی و نواس
مرسلہ کو روپیہ فاضل نہیں مل سکتے اگرچہ فقیر ہوں جس نے کہ روپے واسطے حج کے دے
اس کو اختیار ہے کہ چاہے ان کو بخشش دے:-

وما فضل فی ید الحاج عن المیت بعد النفقۃ فی

ذهاب وبرجوع فانه يرده على الورثة لا يسعه ان يأخذ شيئا مما فضل له هكذا في البدائع.

حررہ واجابہ خاکپٔ رہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی

المرقوم ۲۸ شعبان ۱۳۰۱ھ ہجری

سوال ۳۱۴

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ گاؤں کے لوگوں کے کہ نماز بقر عید کی ... کے پڑھتے ہیں قبل نماز بقر عید کے قربانی کرنا جائز ہے یا نہیں اور اگر کسی نے قبل نماز ... تو واجب الاعادہ ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اول معلوم کرنا چاہیے کہ وقت قربانی کا بعد طلوع فجر روز عید کے ہے جیسا کہ تمام ... میں مندرج ہے:-

وقت الاضحية ثلثة ايام العاشر والحادي عشر والثاني عشر اولها افضل وآخرها ادونها ويجوز في نهارها ولياليها بعد طلوع الفجر من يوم النحر الى غروب الشمس من اليوم الثاني عشر الخ

... کتب فقہ میں، اور اس پر دلالت کرتی ہیں احادیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام ... بخاری،

... لا تاكلوا الا ثلثة ايام (الحديث) وهكذا في الترمذي ... وغیرہ۔

پس معلوم ہوا کہ سہ روز قربانی درست ہے اور مدلول سہ کا اسی وقت صادق آتا ہے

... :

... بخاری، کتاب الاضحیۃ، باب ۲، ج ۵، ص ۲۹۵ -

... کتاب الاضاحی، باب ما یوکل من لحوم الاضاحی الخ، ج ۲، ص ۸۳۵

جبکہ صبح روز عید کی شمار میں لی جاوے اور اگر بعد صلوٰۃ عید کے لیا جاوے تو مدلول نص
ثلاثہ دور ہو جاتا ہے اور ثلاثہ ثلاثہ نہیں رہتا جیسا کہ تصریح ہے حدیث مروی امام صاحب

عن حماد عن ابراھیم قال الاضحی ثلاثة ایام
یوم النحر ویومان بعده[1]

اور اسی طرح سے ہے روایت حضرت علی اور ابن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) سے :-

قال النحر ثلاث ایام اولها افضلها کذا فی العینی[2]

پس جبکہ یہ امر ثابت ہوا کہ فجر یوم عید سے وقت قربانی کا شروع ہوتا ہے
معلوم کرنا چاہیے کہ جن اشخاص پر کہ نماز عید کی واجب نہیں ان کے حق میں مستحب یہ
بعد طلوع آفتاب کے قربانی کریں جیسے کہ دیہاتی بعید از شہر، اور جن اشخاص پر صلوٰۃ عید
ہے ان کو مستحب[3] یہ ہے کہ بعد نماز عید کے قربانی کریں کما فی کتب الفقه والحـ

الوقت المستحب للتضحیة فی حق اھل السواد بعد
طلوع الشمس وفی حق اھل المصر بعد الخطبة[4] کذا
فی الظھیریة وغیرہ کتب الفقه۔

چنانچہ حدیث شریف کہ بخاری وغیرہ میں واقع ہے :-

ان اول ما نبدأ به فی یومنا ھذا ان نصلی ثم
نرجع فننحر من فعله فقد اصاب سنتنا ومن
ذبح قبل فانما ھو لحم قدمه لاھله لیس من
النسک فی شیئ الحدیث[5]

محمول ہے اوپر اس جائے کہ جس جائے امام ہو اور صلوٰۃ عید کی ہوتی ہو کما یدل علی
مورد الحدیث و مدلوله جیسا کہ تصریح کیا ہے عینی شرح کنز میں لقوله علـ

---

[1] کتاب الآثار : باب الاضحیة و اخصاء الخیل

[2] شرح ہدایہ، للعینی،

[3] بلکہ ضروری ہے کہ نماز عید کے بعد قربانی کریں ورنہ ادا قربانی نہ ہوگی جیسا کہ آئندہ نقل کی جانے والی حدیث سے واضح

[4] عالمگیری، کتاب الاضحیة، باب ۳، ج ۵، ص ۲۹۵ -

[5] بخاری : کتاب الاضاحی ، باب سنة الاضحیة الخ ، ج ۲ ، ص ۸۳۳

السلام :-

من ذبح قبل الصلوٰة فلیعد ذبیحتہ وھٰذا الشرط بمن تجب علیہ صلوٰۃ العید انتھٰی وھٰکذا فی الطحطاوی وکون الذبح بعد الصلوٰۃ ای فی حق المصر شرط[۱] انتھٰی

اور حدیث موصوف بالا میں سنت سے طریقہ حسنہ مراد ہے، عام ہے وجوب اور مستحب کو جیسا کہ فتح الباری میں لکھا ہے :-

المراد بالسنۃ ھنا فی الحدیثین معا الطریقۃ لا السنۃ بالاصطلاح التی تقابل الوجوب، والطریقۃ اعم من ان تکون للوجوب او الندب، انتھٰی

پس ثابت ہوا کہ وقت جواز کا بعد طلوع شمس ہے اور وقت مستحب دیہاتی کا بعد از وقت مستحب[۲] شہری کا بعد صلوٰۃ اور خطبہ کے، اگر دیہاتی نے اول نماز کے قربانی کی ہے تو اس کا واجب نہیں ہے بلکہ مستحب وقت میں کی گئی -

واللہ اعلم بالصواب فقط

سوال ۴۴

کیا فرماتے ہیں علمائے دین رہنمائے شرع متین بیچ ذبح کرنے بز اور میش کے کہ کس جگہ سے ذبح کرنا چاہیے کہ قصابان شہر ہذا جو بدست خود ذبح کرتے ہیں بہ طمع چمڑے کے گلے سے اوپر دو چھری چلادیتے ہیں، حلقوم نیچے جسم کی طرف رہ جاتا ہے اور تکبیر ذبح بھی نہیں پڑھتے اور پڑھتے ہیں تو ناتمام اور احکامات شرع بھی نہیں جانتے ہیں - اگر ذبح کرے تو کہاں سے اور ایسا ذبح کیا ہوا کھایا جاوے یا نہیں ؟ بینوا توجروا -

---

[۱] شرح کنز، للعینی

[۲] فتح الباری، کتاب الاضاحی، باب صفۃ الاضحیۃ، ج ۱۰، ص ۴ -

دیہاتی کے لئے نماز عید کے بعد قربانی کا وقت معین ہے، پہلے نہیں کر سکتا ۱۲ شرف قادری

الجواب

احادیث اور کتبِ فقہ سے بصحیح روایات ثابت ہے کہ ذبح مابین حلق کے یعنی مابین کنٹھ اور انتہائے سینہ کے، کنٹھ سر کی طرف رہے، حلق کا کاٹنا ضروری ہے

عن ابی العشراء عن ابیہ انہ قال یا رسول اللہ اما تکون الذکاۃ الا فی الحلق و اللبۃ فقال لو طعنت فی فخذھا لاجزأ عنک رواہ الترمذی وابوداؤد[1]

ذبح دو قسم ہے، ایک اختیاری اور دوسرے ضروری، ذبح اختیاری کو ہے اور ذبح ضروری اور اضطراری زخم دینا کسی جائے کا بدن میں سے ہے۔

ذکاۃ الضرورۃ جرح این کان من البدن و ذکاۃ الاختیار ذبح بین الحلق و اللبۃ و عروق الذبح الحلقوم وھو مجری النفس والمری والودجان بفتحتین وھما مجری الدم وحل الذبح بقطع ای ثلث منھا[2] (مرقاۃ)

اور قول حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لو طعنت فی فخذھا الخ حکم ذبح ضروری ہے جیسا کہ ترمذی اور ابوداؤد نے کہا ہے :-

قال ابوداؤد وھذا ذکوۃ المتردی و قال الترمذی ھذا فی الضرورۃ[3]

اور اسی طرح سے درمختار میں ہے :-

الاختیار ذبح بین الحلق و اللبۃ و عروقہ الحلقوم کلہ وسطہ او اعلاہ او اسفلہ وھو مجری النفس علی الصحیح و المری ھو مجری الطعام

---

[1] مشکوٰۃ : کتاب الصید والذبائح ، فصل ثانی

[2] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ : " ، ج ۸ ، ص ۱۱۹ -

[3] مشکوٰۃ ، کتاب الصید والذبائح ، فصل ثانی

والشراب و الودجان مجری الدم [١] انتہی۔

اسی طرح سے ہے جامع الصغیر میں اور ذخیرہ میں لکھا ہے کہ :- "اگر ذبح حلق میں واقع نہ ہو اور ... سر کی طرف نہ رہے اس کا کھانا حلال نہیں ہے"۔

وقد صرح فی الذخیرۃ بان الذبح اذا وقع اعلیٰ من الحلقوم لا یحل لان المذبح هو الحلقوم [٢]

اور نقایہ اور مواہب اور اصلاح میں لکھا ہے کہ عقدہ یعنی کنٹھ ضرور ہے کہ وقت ذبح کے سر کی طرف رہے :-

وجزم فی النقایة و المواهب و الاصلاح بانه لابد ان تکون العقدة مما یلی الرأس و الیه مال الزیلعی [٣]

اسی طرح سے ہے ہدایہ میں :-

والذبح بین الحلق و اللبة وفی الجامع الصغیر لا بأس فی الذبح فی الحلق کله وسطه و اعلاه و اسفله [٤]

... قطع حلق کا ضرور ہے جیسا کہ مذہب صاحبین کا ہے :-

قالا لابد من قطع الحلقوم و المری واحد الودجین انتہی [٥]

... روایت امام صاحب سے بھی ہے اور فتاویٰ سمرقند میں لکھا ہے کہ اگر ذبح اوپر کی طرف ... کی طرف حلق سے ہو، کھانا اس کا حرام ہے :-

---

١ در مختار، کتاب الذبائح، ج ٢، ص ٢٢٧۔

٢ شامی، ، ج ٥، ص ١٨٧۔

٣ ہدایہ، ، ج ٤، ص ٤٢٧۔

وفی فتاویٰ اهل سمرقند قصاب ذبح الشاة فی لیلة مظلمة فقطع اعلیٰ من الحلقوم او اسفل منه یحرم اکلها لانه ذبح فی غیر المذبح وهو الحلق
(عالمگیری)

خلاصہ مقصد کا یہ ہے کہ ذبح کرنے کی جائے حلق ہے، حلق کا کٹ... اگر حلق نہ کٹا، کھانا اس کا مکروہ تحریمی ہے۔ یہ ہے تحقیق مسئلہ ہذا میں، پس جس ذبح ... جسم کی طرف رہ جاتا ہے اس کو نہ کھاوے۔ اور روایت امام علی بن سعد کی ضعیف ... مخالف ہے حدیث کے اور روایت جامع الصغیر کو اور امام رحمۃ اللہ علیہ کو شر... ہے وسط و اعلاہ و اسفلہ سے، لفظ واعلاہ سے امام مرحوم نے ... حلق سمجھا ہے اور حالانکہ اعلیٰ سے مراد بالائے حلق ہے یعنی اوپر حلق کا حلق میں داخل ... اور حدیث الذکاۃ ما بین اللبۃ و اللحیین ضعیف ہے کہ عینی نے ... ضعیف لکھا ہے:-

والتقیید بالحلق و اللبة یفید انه لو ذبح اعلیٰ من الحلقوم او اسفل منه یحرم لانه ذبح فی غیر المذبح، عینی وهکذا فی الکنز [2]

هٰذا خلاصة ما حققته فیها۔

اور وقت ذبح کے اسم اللہ کا زبان سے یا دل سے کہنا شرط ہے، اگر وقت ... کے اسم اللہ کا زبان سے لیا یا دل سے لیا، ذبح حلال ہے اور اگر جان کے ترک کیا حرام ... اور اگر بھول کر ترک ہو گیا مسلمان سے تب بھی حلال ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

حررہ و اجابہ خاکپا رہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی

۹ ذی الحجہ ۱۳۰۲ھ ہجری

---

[1] عالمگیری، کتاب الذبائح، ج ۵، ص ۲۸۵۔
[2] بحر الرائق (تکملہ) ، ج ۸، ص ۱۹۳۔

سوال ۴۵

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اسلام کہ مثلاً عبداللہ کا جانور چرند یا پرند جس کا گوشت کھانا حلال ہے، گائے، بیل، بھینس، بکرا، مرغ، کبوتر وغیرہ جس کے مرنے کا احتمال ہو بصورت تو وہ فوراً ذبح کر ڈالے یا مر جانے دے اور درصورت دیدہ ودانستہ تاخیر ذبح کرنے سے وہ جانور مر جاوے تو مالک گنہ گار ہو جاتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بصورت مسئولہ اگر احتمال موت کا ہو، اس وقت ذبح کر ڈالے، دیر نہ کرے، اگر ذبح نہ کرے اور اگر وہ جانور مر جاوے گا تو گنہ گار ہوگا کیونکہ جانور کو ضائع کیا انہ لا یحب المسرفین[1]۔

عن کعب بن مالک انہ کان لہ غنم ترعی بسلع فابصرت جاریۃ لنا بشاۃ من غنمنا موتا فکسرت حجرا فذبحتھا بہ فسأل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فامرہ باکلھا رواہ البخاری[2]

واللہ اعلم بالصواب

حررہ واجابہ خاکپائے محمد مسعود نقشبندی دہلوی

سوال ۴۶

چہ می فرمایند علمائے محدثین دین مبین وفقہائے شرع متین رحمکم اللہ تعالیٰ اندریں ہر دو مسئلہ:-

اول ایں کہ در بعض دیار بنگالہ ہنگام شادی مردماں براتیان مع نوشہ بحالت روانگی عروس بلہو ولعب مخصوص کہ عبارت از ڈنگریزی وطبل کوبی است وسرودہائے گوناگوں

---

[1] سورۃ الاعراف، آیت ۳۱۔

[2] مشکوٰۃ، کتاب الصید والذبائح، حدیث ۹، فصل ۱۔

وصلوٰۃ و درود ہائے پر مضمون بہ نیت تفریح خواطر ایشاں بل بخوشنودی و رضامندگی ...
کلاں می سرایند و در پس آنہا زناں نیز بہ تغنی و اشعار خوانی ہم شریک می باشند، پس اگر کسے
متقدمین و فضلائے شرع متین بحق شاں منع باشد گوش گزار نمی باشند بکلامی گویند کہ ...
باب گنہ گار و خطا کار شدہ باشیم راضی ہستیم و ہیچ مضائقہ نداریم۔

پس افعالِ مذکورہ بالا از روئے شرع شریف و ملت حنیف درست ...
بر تقدیر عدم جوازش مجالست و موانست و مواکلت از ایشاں احتراز بر مسلماناں و مفتیاں ...
ولابد است یانہ؟

دوم آنکہ شکار کردن بہ بندوق و شمشیر و تیر بحق مسلمین دین مبین حلال و مباح ...
یانہ؟ بر تقدیر حلال و اباحتش کسے کہ از مسلماناں مطابق عقائد مشرکاں کہ در مذہبش ...
قبیح شدید است، مسلماناں شکار کنندگاں را مخطی و مستحق العصیان دانستہ بطعن ...
معصیت نسبت کردہ می باشد پس بحق وے از روئے شریعت نبویہ و ملت غرہ چہ حکم ...
شد؟ بینوا بیانا شافیا توجروا اجرا کاملا۔

الجواب

رب زدنی علما و اھدنی صراطا مستقیما

جواب سوال اول : پس واضح باد کہ ایں چنیں لہو و لعب کہ بسرود علم موسیقی ...
دماں کلام فحش و اباطیل باشد و لبوئے فواحش و فجور و تشبیب جمال شوق نماید و زناں مغنیات
می سرایند حرام و مذموم است چنانچہ از حدیث شریف منع آمدہ است ولیستا بمغنیتین
کہ در حدیث بخاری واقع شدہ :-

یعنی لیس الغناء عادۃ لھما ای لیستا ممن
یغنی بعادۃ المغنیات من التشویق والتعریض بالفواحش
والتشبیب بالجمال کما قیل الغناء رقیۃ الزنا
ولا ممن یغنی بغناء فیہ تمطیط و تکسیر و عمل
یحرک الساکن و یبعث الکامن ولا ممن اتخذہ کسبا

لہ بخاری : کتاب العیدین ، باب سنۃ العیدین الخ ، ج ۱ ، ص ۱۳۰

(مجمع البحار) [1]

...گفته طیبی :

وما احدثته المتصوفة من السماع بالألات فلاخلاف فی تحریمه حتی ظهرت علی کثیر منهم افعال المجانین فیرقصون بحرکات مطابقة و تقطیعات متلاحقة و یزعمون ان تلک الامور من البر تثیر سنیات الاحوال وهذا زندقة انتهی ما فی مجمع البحار [2]

...حدیث آمده که کسب عورت مغنیه حرام است که آں حضرت صلی اللہ علیه وسلم منع فرموده :-

عن ابی هریرة قال نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن ثمن الکلب وکسب الزمارة (مشکوٰة) [3]

...حدیث ہمیں مضمون آمد :-

عن ابی امامة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا تبیعوا القینات ولا تشتروهن ولا تعلموهن وثمنهن حرام وفی مثل هذا انزلت و من الناس من یشتری لهو الحدیث رواه الترمذی واحمد [4]

وقتے که کسب وثمن زناں مغنیاں حرام ثابت گردیده لاجرم سرود حرام گردید و ... فاسق می شود وهمچنیں است در شامی حاشیه در المختار :-

ونصوا علی ان التغنی للهو او لجمع المال

---

[1] ... بحار، حرف الغین، باب الغین مع النون، ج ۳، ص ۲۴ -

[2] ... : " " " " " " -

[3] ... : کتاب البیوع ، باب الکسب وطلب الحلال ، فصل ثانی

[4] ... : " " "

حرام بلاخلاف [1]

و در درالمختار گفته که رقص و سرود که بحرکات علم موسیقی و بآلات نے وغیرہ

است و مستحل او کافر است [2]

ومن یستحل الرقص قالوا بکفرہ

ولاسیما بالدف یلهو ویزمر [3]

ردالمحتار

قوله ومن یستحل الرقص قالوا بکفرہ المراد

التمایل والخفض والرفع بحرکات موزونة کما

یفعل بعض من ینتسب الی التصوف وقد نقل

فی البزازیة عن القرطبی اجماع الائمة علی حرمة

هذا الغناء وضرب القضیب والرقص قال ورأیت

فتوی شیخ الاسلام جلال الملة والدین الکرمانی ان

مستحل هذا الرقص کافر وتمامه فی شرح الوهبانیة

ونقل فی نور العین عن التمهید انه فاسق لا کافر

انتهی ما فی الشامی [3]

و دیگر جا در درمختار آمده که این چنین لهو و لعب حرام است :-

و دلت المسئلة علی ان الملاهی کلها حرام

فی البزازیة استماع صوت الملاهی بضرب قصب ونحوه

حرام انتهی مختصرا - قال فی الجوهرة وما یفعله متصوفة

زماننا حرام لا یجوز القصد والجلوس الیه [4]

---

[1] شامی،

[2] درمختار، کتاب الجهاد، باب المرتد، ج ۱، ص ۳۶۱ -

[3] شامی، " " " ، ج ۳، ص ۳۰۷ -

[4] درمختار و شامی، کتاب الحظر والاباحة، ج ۵، ص ۲۲۲ و ۲۲۳ -

...گاہ کہ حرمت مزامیر و سرود ثابت گردید از آیات :-

ومن الناس من یشتری لھو الحدیث الآیۃ [1]

...حدیث و از روایات فقہا پس رضائے براں کفر است وفی الخلاصۃ :-

من قال احسنت لما ھو قبیح شرعا او جودت کفر [2] (شرح فقہ اکبر)

وفی الخلاصۃ ان قرأ القرآن علی ضرب الدف و القضیب یکفر [3] انتہیٰ (فقہ اکبر)

و قرآن خوانی و صلوٰۃ خوانی ہمراہ مغنیات و سرود علیٰ کفر است۔ و ایں قول کہ "راضی ...سیم و ہیچ مضائقہ نداریم" موجب کفر است و قائلین کلمات مذکورہ مورد ایں آیہ کریمہ ہستند :-

قالوا ان اللہ حرمھما علی الکفرین الذین اتخذوا دینھم لھوا ولعبا وغرتھم الحیوۃ الدنیا فالیوم ننسٰھم کما نسوا لقاء یومھم ھٰذا وما کانوا بایٰتنا یجحدون [4]

و ماسوائے ازیں مرتکب حرام فاسق و فاجر باشد و فجور منجر بدوزخ می شود کما ...الحدیث :-

وان الفجور یھدی الی النار متفق علیہ [5]

پس بفحوائے حدیث الوحدۃ خیر من الجلیس السوء بایشاں مجالست و ...ت نباید کرد و بمصداق حدیث :-

نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن اجابۃ طعام الفاسقین [6] (مشکوٰۃ) مواکلت نشاید۔

---

[1] سورۃ لقمان، آیت ۶ -

[2] شرح فقہ اکبر، لملا علی القاری، ص ۲۲۳ ،

[3] ایضاً ، ، ص ۲۰۵ ،

[4] سورۃ الاعراف، آیت ۵۰ ، ۵۱ -

[5] مشکاۃ، کتاب الآداب، باب حفظ اللسان الخ، حدیث ۱۳، فصل ۱ -

[6] مشکاۃ، کتاب النکاح، باب الولیمہ، حدیث ۱۸، فصل ۳ -

جواب سوال دوم : معلوم باد کہ شکار کردن بہ بندوق اگرچہ وقت رہائی آں سم
شود جائز نیست، اگر بصدمہ بندوق مردہ شود حرام خواہد شد واگر زندہ بدست آید و ذبح
کردہ شود حلال خواہد شد زیرا کہ قتل صید اگر از شئے تیز بشرط ذکر اسم اللہ گردد جائز است
تیر وغیرہ واگر قتل صید از تیز شئے نباشد واز شئے ثقیل گردد مثل غلولہ بندوق ویا از معر
خواہد شد چنانچہ در حدیث شریف آمدہ :-

عن عدی بن حاتم قال قلت یا رسول اللہ
(صلی اللہ علیہ وسلم) انا نرمی بالمعراض قال کل
ماخزق وما اصاب بعرضہ فقتل فانہ وقید
فلا تاکل متفق علیہ [1]

(ترجمہ) از عدی ابن حاتم روایت است کہ گفت عدی گفتم یا رسول اللہ (صلی اللہ
علیہ وسلم) بدرستی ما می اندازیم تیر بے پیر را فرمود آں حضرت صلی اللہ علیہ و
سلم بخور چیزے را کہ جراحت کردہ نفوذ نمودہ و معراض کہ رسیدہ بہ پہنائے
خود پس کشت اور اپس بدرستیکہ وے موقوذ است پس مخور (روایت
کرد بخاری و مسلم)

"معراض" تیر بے پر را گویند کہ ہر دو طرف باریک و میاں سطبر باشد
طرف تیزے آں و ہمچنیں است در مجمع البحار :-

المعراض بالکسر سہم بلا ریش ولا نصل وانما یصیب
بعرضہ دون حدہ (ما اصاب المعراض بعرضہ) ھو بغ
عین ای بغیر المحدود منہ [2] انتہی وخزق السہم بہ
رسید وفی مجمع (فخزق فکل) ای قتلہ بحدہ فجرحہ
ذکوۃ وھو معنی الخزق وان قتل بعرضہ فھو وقیذ
انتہی [3]

---

[1] مشکاۃ، کتاب الذبائح والصید، حدیث ٢، فصل ١ -

[2] مجمع البحار، حرف العین، باب العین مع الراء، ج ٢، ص ٣٧٠ -

[3] ایضاً ، حرف الخاء، باب الخاء مع الزاء، ج ١، ص ٣٤١ -

(وشاة وقیذ وشاة موقوذة گوسپند کشتہ بچوب[1] منتہی الارب)

وقال فی مجمع البحار :-

الوقذ الضرب المثخن والکسر الوقیذ و الموقوذة الذی یقتل بغیر محدد عن عصا او حجر ومنہ ما اصاب بعرضہ فانہ وقیذ انتہی[2]

الموقوذة المضروبۃ حتی توقذ ای تشرف علی الموت ثم تترک حتی تموت و توکل بغیر ذکوٰۃ (نزہۃ القلوب)[3]

[تفسیر] بیضاوی گفتہ :-

الموقوذة المضروبۃ بنحو خشب وحجر حتی تموت انتہی[4]

پس ازیں حدیث ثابت گردید کہ مقتول از شئے ثقیل مثل خشب و سنگ وغیرہا حرام [است] وحکم آں مانند حکم موقوذ است کہ حرمت آں از آیہ قرآنی متحقق است ومثل مردہ است :-

حرمت علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وما اھل لغیر اللہ بہ والمنخنقۃ والموقوذة والمتردیۃ والنطیحۃ الآیۃ[5]

وجانور مقتول از شئے ثقیل اگرچہ ذبح شدہ او اسم اللہ گفتہ باشد زیادہ تر وسخت تر [خب]اثت دارد بہ نسبت جانور شکستہ گردن کما فی تفسیر تبصیر الرحمٰن :-

والموقوذة ای المضروبۃ بخشب فانہ وان

---

[1] منتہی الارب الکتاب السادس والعشرون فی الواو ، ص ۱۹۷۳ -

[2] مجمع البحار ، حرف الواو ، باب الواو مع القاف ، ج ۳ ، ص ۲۵۵ -

[3] نزہۃ القلوب ،

[4] تفسیر بیضاوی ، سورۃ المائدہ ، تحت آیت ۳ ، ص ۸۹ -

[5] سورۃ المائدہ ، آیت ۳ -

ذکر الضارب فیھا اسم اللہ فھو اشد خباثۃ من الخالق انتھی [1]

ہرگاہ کہ ایں امر تحقیق گشتہ کہ مقتول از شئے ثقیل اگرچہ اسم اللہ ذکر کردہ پس ضرب غلولہ بندوق نیز از شئے ثقل است و زخم او از حرق محترق است منہ از ست حکم بندوق در حرمت مثل حکم حرمت ضرب شئے مثقل است کما وقع فی التفسیر

قال الموقوذۃ وھی التی ضربت الی ان ماتت یقال وقذھا واقذھا اذا ضربھا الی ان ماتت ویدخل فی الموقوذۃ ما رمی بالبندق فمات وھی ایضا فی معنی المیتۃ وفی معنی المنخنقۃ فانھا ماتت ولم یسیل دمھا انتھی ما فیہ [2]

ازیں جا ثابت گردید کہ مقتول از بندوق اگرچہ بوقت رہا کردن آں اسم ذکر حرام است و ہمچنیں در در مختار و تنویر الابصار :-

او ارسل مجوسی کلبہ فزجرہ مسلم فانزجر او قتلہ معراض بعرضہ او بندقۃ ثقیلۃ ذات حدۃ لقتلھا بالثقل لا بالحد ولو کانت خفیفۃ بھا حدۃ حل لقتلھا بالجرح ولو لم یجرحہ لا یوکل مطلقا او رمی صیدا فوقع فی ماء او وقع علی سطح او جبل فتردی منہ الی الارض حرم فی المسائل کلھا انتھی [3]

و ہمچنیں است در فتاوٰے قاضی خاں و ہم چنیں است در مرقاۃ :-

الوقیذ والموقوذ وھو الذی یقتلہ بغیر

---

[1] تفسیر تبصیر الرحمٰن، سورۃ المائدہ، تحت آیت ۳، ج ، ص

[2] تفسیر کبیر ، ، ، ، ج ۳، ص ۳۶۵ -

[3] تنویر، در مختار، کتاب الصید، ج ۲، ص ۲۶۳ -

محدد من عصا او حجر او غيرهما و اتفقوا على انه
اذا اصطاد بالمعراض فقتل الصيد بحده حل
وان قتله بعرضه لم يحل و قالوا لا يحل ما قتل
بالبندقة مطلقا لحديث المعراض انتهى ما فيه[1]-

وہمیں است قول و مذہب امام شافعی و امام مالک و امام ابوحنیفہ و امام احمد و اکثر
[فقہاء] و محدثین رحمہم اللہ و گفتند حلال نیست شکار از بندقہ زیرا کہ در حکم وقیذ است و
[...] و شکست مقتول می شود :-

والوقيذ و الموقوذ هو الذى يقتل بغير
محدد من عصا او حجر او غيرهما و مذهب الشافعى
و مالك و ابى حنيفة و احمد و الجماهير انه اذا
اصطاد بالمعراض فقتل الصيد بحده حل و
ان قتله بعرضه لم يحل لهذا الحديث وحكى
ايضا عن سعيد بن المسيب وقال الجماهير
لا يحل صيد البندقة مطلقا لحديث المعراض
لانه كله رض و وقذ و هو معنى الرواية الاخرى
فانه وقيذ اى مقتول بغير محدد و الموقوذة
المقتولة بالعصى و نحوها واصله من الكسر
انتهى ما فى شرح المسلم للامام النووى[2]

وبرہمیں است ابن عمر و سالم و قاسم و مجاہد و ابراہیم و عطاء و حسن از صحابہ و تابعین
[...] کما قال البخارى فى صحيحه :-

قال فى المقتولة بالبندقة تلك الموقوذة
وكرهه سالم و القاسم و المجاهد و ابراهيم

---

[1] مرقاۃ، کتاب الصید والذبائح، ج ٨، ص ١١٩ -
[2] شرح مسلم، باب الصید بالکلاب الخ، ج ٢، ص ١٤٥ -

وعطاء والحسن انتہیٰ [1]

وھکذا فی الکنز :-

وما قتل المعراض بعرضه او البندقة حرام [2]

زیراکہ از بندقہ جرح بہ تیزشے نمی شود و البندقة لا تجرح (عینی

درجامع الرموز :-

وقال فی الھدایة ولا یوکل ما اصابه البندقة فمات بھا لانھا تدق وتکسر ولا تجرح فصار کالمعراض اذا لم یخزق انتہیٰ [3]

الحاصل تحقیق این کہ شکارے کہ از شے تیز مجروح شدہ مردہ شود بشر حلال است واگر از شے گراں وثقل کشتہ شود اگرچہ اسم اللہ گفتہ شود حرام است ذبح نکنند پس ہرچہ از بندوق کہ از صدمہ وثقل کشتہ می شود حرام است :-

والاصل فی ھذہ المسائل ان الموت اذا کان مضافا الی الجرح بیقین کان الصید حلالا واذا کان مضافا الی الثقل بیقین کان حراما وان وقع شك ولا یدری مات بالجرح او بالثقل کان حراما احتیاطا (ھدایه) [4]

وہمچنیں است درجامع الرموز :-

فالحاصل ان الموت ان کان بالجرح یقینا یحل وان کان بالثقل لا یحل کما لو شك احتیاطا انتہیٰ [5]

---

[1] بخاری، کتاب الذبائح والصید، باب صید المعراض، ج ۲، ص ۸۲۳

[2] کنز، کتاب الصید، ص ۳۸۸ -

[3] ہدایة، کتاب الصید، فصل ۲، ج ۴، ص ۵۱۱، ۵۱۲ -

[4] ایضاً، ، ، ، ص ۵۱۲ -

[5] جامع الرموز،

ہر گاہ جانور مقتول از بندوق حرام شدہ پس شکار کردن از بندوق مطلقاً ناجائز گردید
...چہ از غلولہ شیشہ از تیز شئے نمی شود بلکہ از سوختن وصدمہ گرامی شئے می گردد پس آں جانور نیست
...جاں بلا مفاد است وآں ممنوع است قال قاضی خان :-

لا يحل صيد البندقة والحجر والمعراض
والعصا وما اشبه ذلك وان خرق ذلك لانه لا يخرق
الا ان يكون شيئ من ذلك قد حدده وطوله كالسهم
وامكن ان يرمى به فان كان كذلك وخرقه بحده
حل اكله فاما الجرح الذي يدق في الباطن ولا
يخرق في الظاهر لا يحل لانه لا يحصل به انهار
الدم... ومثقل الحديد وغير الحديد في ذلك سواء ان خرق
حل والا فلا انتهى[1]

ولا يخفى ان الجرح بالرصاص انما هو بالاحراق
والثقل بواسطة اندفاعه العنيف اذ ليس له حد
فلا يحل وبه افتى ابن نجيم انتهى ما في الشامي
حاشية در المختار[2]

ہر گاہ ایں امر محقق گشتہ کہ شکار کردن از بندوق وغلولہ ناجائز است واز تیز شئے جائز
...شمشیر نیز مباح وجائز است بشرطیکہ جرح از طرف تیزی باشد واگر شمشیر از جانب
...وجانور کشتہ شد ویا تیر بعرض رسید وشکار کشتہ شد دریں ہر دو صورت آں شکار
...نشد :-

وان رماه بسيف او بسكين فاصابه بحده فجرحه
حل وان اصابه بقفا السكين او بمقبض السيف
لا يحل لانه قتله دقا والحديد وغيره فيه سواء[3] (ہدایہ)

---

[1] ...خاں، کتاب الصید والذبائح، ج ۳، ص ۳۶۰ - (علی ہامش عالمگیری)

[2] ، ، ج ۵، ص ۳۰۳ -

[3] ...کتاب الصید، فصل ۲، ج ۴، ص ۵۱۲ -

وھکذا فی جامع الرموز

وان رماہ بالسیف او السکین فان اصابہ بحدہ

اکل والا فلا (عینی شرح کنز)[1]

شخصے کہ شکار کردن از بندوق منع کردہ وشکاری را مخطی گفتہ خوب کردہ وصواب
چنانچہ ممانعت آں اظہر من الشمس ثابت گردیدہ وبرآں ہیچ گناہ لازم نیامدہ واگر شخصے شکار
از تیر شے بشرائطاں بجہت لہو ولعب وکسب گرفتن منع می کند بریں امر نیز برآں شخص ہیچ گ
لازم نیامدہ زیرا کہ اگرچہ شکار کردن رواست ولیکن برائے لہو ولعب وبرائے کسب کردن
منع کردہ اند:

ھو مباح بخمسۃ عشر شرطا الا للمحرم فی غیر الحرم او للتلھی

کما ھو ظاھر او حرفۃ علی ما فی الاشباہ[2] (درمختار)

واگر شخصے مطلق شکار کردن را از تیر شے منع می کند آں شخص خاطی وگنہ گار است
مباح را کہ از قرآن وحدیث شدہ است منع کردن وفاعل او را مخطی گفتن نا رواست
توبہ باید کما قال اللہ تعالیٰ لنبیہ:

یایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک الآیۃ[3]

وقولہ تعالیٰ:

قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبٰت

من الرزق الآیۃ[4]

پس ایں چنیں کس را توبہ باید ورنہ اگر قباحت شکار از تیر منجر باعتقاد وبسبب
مشرکاں خواہد شد کفر عائد خواہد شد نعوذ باللہ من ذلک۔ ھذا ھو التحقیق عندی
والصواب عند ربی۔

۳ رجمادی الاولیٰ ۱۳۰۳ھ ہجری یوم دوشنبہ

---

[1] شرح کنز، عینی۔

[2] درمختار، کتاب الصید، ج ۰۲ ص ۲۶۱۔

[3] سورۃ التحریم، آیت ۱۔ [4] سورۃ الاعراف، آیت ۳۲۔

باب ۳

معاملات

(بین الزوجین)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال ۴۷

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ عند الشرع زن بیوہ کا نکاح

اور اس شعر میں جو کہا ہے ، بیت :-

زن بیوہ مکن گرچہ حور است

راہ راست برو گرچہ دور است

بینوا توجروا۔

الجواب

در شعر مذکور السوال مخالفت شرعیہ نیست کہ خلاف شرع لازم آید البتہ بنظر ف

وناالتفاقی زن بیوہ بلحاظ اکثر مواقع است کہ مجالست وصحبت داری زن با مرد و شوہر از د

نیست :-

۱- یا شوہر ثانی بر نسبت شوہر سابق حسب مرضی زن نخواہد بود ،

۲- یا از سابق بہتر خواہد بود

در حالت اول ضرورت وخواہش شوہر ثالث خواہد داشت ، وبصورت

شوہر ثالث پیدا خواہد شد حیا کہ دریں وقت تفاوت مابین شوہر نیز دریافت کردہ است

قیاس خواہد کرد کہ شاید شوہر ثالث ازیں بہتر باشد بہر حال نیت بیوہ باستقلال نخواہد

خواہد ماند۔ وصورت سیوم کہ شوہر ثانی با شوہر اول بہمہ جہات چہ در جماع وحسن معاشرت

مساوی باشد نادرست وحکم نادر کالعدم است پس بایں مقصدہ سعدی رحمہ اللہ تعالی

ایں امر از شعر ثابت نمی شود کہ نکاح بیوہ عند الشرع حرام است کہ خلاف شرع

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جابر رضی اللہ تعالی عنہ را کہ بیوہ نکاح آوردہ بود فرمودہ کہ "چرا بکر

نکردی" کہ باہم بازی می کردید :-

عن جابر قال کنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم
فی غزوة فلما قفلنا کنا قریبا من المدینة قلت
یا رسول اللہ انی حدیث عہد بعرس قال تزوجت؟
قلت نعم قال ابکر ام ثیب؟ قلت بل ثیب قال
فہلا بکرا تلاعبہا وتلاعبک متفق علیہ [۱]

پس ارسوئے نکاح باکرہ بجہت این بود کہ بیوہ را نکاح ناجائز است بلکہ بباعث
الفت وعدم تکلف در صحبت ومخالطت ومحبت کہ باکرہ را با شوہرش باشد، بود چنانچہ
شیخ عبدالحق رحمہ اللہ تعالیٰ می فرمایند :-

زیرا کہ ثیب گاہے می باشد خاطر وے متعلق بر زوج اول و
تکلف می کند در صحبت ومخالطت اگر نمی یابد زوج ثانی را مثل
زوج اول انتہیٰ۔

ہمچنیں عثمان رضی اللہ عنہ عبدالرحمٰن را گفتہ کہ :-

الا نزوجک جاریة شابة (کما فی المسلم) [۲]

امام نووی شارح مسلم گفتہ کہ نکاح کردن باکرہ مستحب است کہ مقاصد نکاح خوب حاصل
شوند وصحبت داری باحسن وجہ می گردد وحسن معاشرت ونیک منظر وخوش اخلاق می باشد :-

فیہ استحباب نکاح الشابة لانہا محصلة لمقاصد
النکاح فانہا الذ استمتاعا واطیب نکہة وارغب
فی الاستمتاع الذی ہو مقصود النکاح واحسن عشرة
وافکہ محادثة واجمل منظرا والین ملمسا واقرب
الی ان یعودہا زوجہا الاخلاق التی یرتضیہا انتہیٰ [۳]

علاوہ ازیں در حدیث شریف آمدہ است کہ :-

آب دہن باکرہ شیریں می باشد والفاظ وحکایات خوش گوار می باشند و

---

[۱] مشکوٰة : کتاب النکاح ، حدیث ۹ ، فصل ۱ -
[۲] صحیح مسلم : ، ، باب استحباب النکاح الخ ، ج ۱ ، ص ۴۴۸ -
[۳] شرح مسلم : ، ، ، ، ، ، ، ص ۴۴۱ -

فحش و بدگوئی نمی باشد و حمل آور زیادہ می بودند کہ بچہ ہا زیادہ می آمدو باند
مال خوش شوند شوند و بقلیل جماع و ہر باقی راضی می گردند چنانچہ آنحضرت صلی
علیہ وسلم فرمود کہ لازم گیرید باکرہ را :-

عن عبد الرحمن بن سالم بن عتبة بن عو
ساعدة الانصاری عن ابیہ عن جدہ قال قال ر
الله صلی الله علیه وسلم علیکم بالابکار فا
اعذب افواها وانتق ارحاما وارضٰی بالیسیر رو
ابن ماجة [1]

پس چونکہ در باکرہ فواید بسیار بودند و در بیوہ مفاسد لہذا آنحضرت صلی
باکرہ را ترجیح دادہ و ہمچنین سعدی شیرازی بنظر فساد بیوہ دریں شعر منع کردہ نہ کہ
فافہم۔ فقط

سوال ۴۸

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ میاں اور بیوی نے ایک
کیا اور شخص مذکور نے حالت شرک میں اپنی بیوی کو طلاق دی اور بعد کو توبہ کی اب
حلالہ کے نکاح درست ہے کہ نہیں ؟ اور مشرک و مشرکہ کا نکاح رہا ہے یا نہیں ؟ فقط

الجواب

بصورت مسئولہ بغیر حلالہ کے نکاح درست نہیں ہے کیونکہ طلاق ثلا
ملک نکاح کو کل دینوں میں :-

لان الطلقات الثلاث قاطعة لملك النكا
فی الادیان کلها (بحر، شامی [2])

---

[1] مشکاۃ، کتاب النکاح، حدیث ۱۳، فصل ۲ -

[2] شامی، کتاب نکاح الکافر، ج ۲، ص ۳۸۷ -

کل ادیان" میں ملت شرکیہ بھی داخل ہوئی اور شامی اور در المختار میں لکھا ہے کہ کافر یا
حکم تفریق زوجین کا نہ دیا جاوے مگر تین صورتوں میں :۔

لانہ لایحکم بالفرقۃ الا فی ثلاث (شامی)[1]

تین میں سے ایک یہ ہے جو کہ صورتِ سوال میں لکھی ہے :۔

او تزوجھا قبل زوج اٰخر وقد طلقھا ثلاثا فانہ
فی ھٰذہ الثلاث یفرق من غیر مرافعۃ (بحر۔ در مختار)[2]

مگر معلوم ہو کہ یہ جواب اس صورت میں ہے کہ شخص مذکور نے سہ طلاق دی ہول
کی حاجت نہیں ہے اور مشرک و مشرکہ کا نکاح بعد ارتداد کے ہر دو مشرکہ و مشرک
قول باقی رہتا ہے :۔

ویبقی النکاح ان ارتدا معا ثم اسلما[3]

کذٰلک فی تنویر الابصار۔

واللہ اعلم بالصواب

حررہ واجابہ خاکِ رہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی

سنہ ۱۳۰۴ ہجری

سوال ۷۹

تے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس صورت میں کہ :۔
قرار کرتا ہے کہ میرا نکاح بمقام انبالہ تاریخ اول رمضان المبارک ہندہ سے ہوا اور
نام کر دئے گئے ، اور متولیان ہندہ یہ بیان کرتے ہیں کہ ہندہ اس تاریخ پٹیالہ میں نہ
خیکہ طرفین اپنی اپنی شہادت پیش کرتے ہیں۔

---

[1] ... کتاب الطلاق ، ج ۲ ، ص ۳۲۵ -

[2] ... کتاب النکاح ، باب نکاح الکافر ، ج ۱ ، ص ۳۰۸ -

[3] ... ، ، ، ، ج ، ص ۳۱۰ -

۲۔ اگر کسی شخص نے کسی کسبی سے زمین خرید کر مسجد بنائی، آیا وہ مسجد حکم مسجد کا عند الشرع ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

۱:۔ بصورت ہذا گواہ زید کے مقبول ہیں کیونکہ مثبت ہیں اور گواہ متولیان ہندہ کے کیونکہ نفی کے ہیں کما فی العالمگیری :۔

شاهدان شهدا على رجل بقول او فعل يلزمه بذلك اجارة او كتابة او بيع او قصاص او مال او طلاق او عتاق فى موضع وصفاه او فى يوم سمياه فاقام المشهود عليه بينة انه لم يكن فى ذلك الموضع او لا فى ذلك اليوم فى الموضع الذى وصفاه لم يقبل منه البينة على ذلك [1] (كذلك فى المحيط)

اور دوسری جائے آگے اسی مسئلے کے عالمگیری میں لکھا ہے :۔

اقامت امرأة رجلين ان فلانا طلق امرأته يوم النحر بالكوفة واقام فلان البينة انه كان فى ذلك اليوم حاجا بمنى فالبينة بينة المدعى لا يلتفت الى بينة المدعى عليه [2] انتهى

پس نکاح زید کا سانھ ہندہ کے عند الشرع ثابت ہے۔

۲۔ کسبی سے زمین خرید کے مسجد بنائی عند الشرع ناجائز ہے اور حکم مسجد کا نہیں رکھتی یفهم من عالمگیری :۔

فكل عين قائمة يغلب على ظنه انهم اخذوه

---

[1] عالمگیری، کتاب الشہادات، باب ۱، ج ۳، ص ۵۱۲۔

[2] ایضاً ، ، ، ، ، ص ۵۱۵۔

من الغير بالظلم و باعوه في السوق فانه لا ينبغي
ان يشتري ذلك وان تداولت الايدي له

اور ظاہر ہے کہ کمائی کسبی کی حرام ہے کما في الحديث:-

مهر البغي خبيث رواه مسلم[2] اى حرام وعن
ابي هريرة قال نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن
ثمن الكلب وكسب الزمارة (مشكوة)[3] اى المغنية۔
والله اعلم بالصواب

سوال ۵۰

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ زید نے اپنے پسر عمرو کی شادی کی اور عمرو نے
زوجہ کے ساتھ صحبت داری بھی کی لیکن اس وقت میں عمرو اچھی طرح بالغ نہ تھا، تھوڑی مدت کے
بعد عمرو اپنی والدہ سے لڑ کر باہر چلا گیا، پھر بعد ایک سال چھ ماہ کے آیا تو اس نے اپنی زوجہ کو گھر میں
پایا اور معلوم ہوا کہ بسخانہ والدہ گئی ہے اور پانچ ماہ کے حمل سے ہے۔ اس بارے میں زید کہتا
ہے کہ اس کو حمل عمرو کے بھائی سے ہے اور عمرو کی والدہ کہتی ہے کہ اس کے سسر سے حمل ہے
یا وغیرہ وغیرہ عمرو کے بھائی پر گمان کرتے ہیں، بعدہ زوجہ عمرو کے ایک دختر پیدا ہوئی۔ اب اس
عورت سے جو کوئی دریافت کرتا ہے کہ یہ لڑکی کس سے یعنی کس کے تخم سے ہوئی؟ تو وہ کبھی تو
اپنے سسر کا نام لیتی ہے اور کبھی اپنے جیٹھ کا نام لیتی ہے اور کبھی کہتی ہے کہ عورتوں کی باتیں
تمہیں خوب جانتی ہیں، کیا تین تین برس میں اولاد پیدا نہیں ہوتی؟
چنانچہ اب عمرو کا باپ زوجہ اس کی سے ملنا چاہتا ہے اور صفائی کرانا چاہتا ہے اور
والدہ کہتی ہے کہ عمرو کا نکاح شرع شریف سے ٹوٹ گیا کیونکہ سسر سے لڑکی پیدا
اس معاملے میں از روئے شرع شریف کے کیا ہونا چاہیے؟ عمرو کو اپنی زوجہ سے ملنا چاہیے
یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

---

[1] عالمگیری، کتاب الکراہیۃ، باب ۲۵، ج ۵، ص ۳۶۴۔
[2] مشکاۃ، کتاب البیوع، باب الکسب، حدیث ۵، فصل ۱۔
[3] ایضاً، ، ، ، حدیث ۲۱، فصل ۲۔

الجواب

بصورت مسئولہ عمرو پر زوجہ اس کی حرام ہو گئی، عمرو کو اپنی زوجہ سے علاحدہ رہنا چاہیے۔
عمرو کی والدہ عند الشرع معتبر ہو گی کہ خبر واحد کی، اگرچہ عورت ہو، درباب حلت وحرمت معتبر ہے۔

خبر الواحد يقبل في الديانات كالحل والحرمة والطهارة والنجاسة اذا كان مسلما عدلا ذكرا او انثى حرا او عبدا محدودا او لا ولا يشترط لفظ الشهادة والعدد [1] كذا في الوجيز للكردي۔

اور ایسا ہی حدیث شریف سے ثابت ہے اور ایسا ہی حکم اس عبارت سے مفہوم ہوتا ہے۔

اذا كان الزوجة مشتهاة فاخبرها رجل ان ابا الزوج او ابنه قبلها بشهوة ووقع في قلبه انه صادق له ان يتزوج باختها او اربع سواها [2] (عالمگیری)

اور اگرچہ خبر زید کی مخالف خبر والدہ عمرو کے ہے ولیکن چونکہ بضعہ میں در اصل حرمت ہے۔

الاصل في الابضاع التحريم

اسی واسطے رائے اور تحری کو اس میں دخل نہیں ہے ولا يجوز التحري في الفروج [3] (اشباہ)

اور جبکہ دو دلیلیں ایک حرمت کی اور دوسری اباحت کی جمع ہوتی ہیں اس وقت تقدم دلیل حرمت کو ہوتا ہے:۔

فمن فروعها ما اذا تعارض دليلان احدهما يقتضي التحريم والآخر الاباحة قدم التحريم [4] (اشباہ)

---

[1] عالمگیری، کتاب الکراہیۃ، باب ۱، ج ۵، ص ۳۰۸۔

[2] ایضاً ، ، ، فصل ۲، ص ۳۱۲۔

[3] الاشباہ، القاعدۃ الثالثۃ کے تحت، ص ۶۷۔

[4] ایضاً ، ، ، ص ۶۸۔

پس جبکہ بصورت ہذا دو خبریں، ایک زید، دوسری والدہ عمرو متعارض ہوئیں اور اس باب میں ترجیح مرد کو عورت پر نہیں ہے لہذا دلیل حرمت کی کہ خبر والدہ عمرو کی ہے، ترجیح دی گئی ۔ مابین عمرو اور زوجہ کے فرقت ثابت ہوئی واللہ الموفق والمعین۔

حررہ واجابہ خاکپ رہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی

۲۷ر جمادی الاولی ۱۳۰۰ھ ہجری

سوال ۵۱

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ والدہ میری نے نکاح ہمشیرہ حقیقی میری کا کہ جس کی عمر تخمیناً ۔۔ سال کی ہے بغیر اجازت میری، ہمراہ زید کے کر دیا تھا اور وقت جاتے سفر کے میں نے اپنی ۔۔لدہ کو ہمراہ زید کے ہمشیرہ اپنی کے عقد سے منع کیا تھا، چونکہ بعد عقد نکاح اپنے کے زید بیرون ۔۔ہر دہلی بملک غیر شہر چلا گیا تھا۔ اب بعد ساڑھے چار سال کے سفر سے زید آیا تو دعوی رخصت ۔۔نے زوجہ منکوحہ اپنی کا کرتا ہے، اب برادر زوجہ زید کا کہ ملتان سے آ گیا ہے تو والدہ ۔۔سے کہا کہ میں نے کہا تھا کہ تم نکاح ہمشیرہ میری کا بغیر اجازت میری مت کرنا، تم نے نکاح ۔۔یں کیا؟

اب زوجہ زید کی زید کے ہمراہ نکاح کے ہونے سے اور زید کے گھر جانے سے انکار ۔۔ ہے اور کہتی ہے، جہاں بھائی حقیقی کی مرضی ہوگی وہاں نکاح کروں گی، ہمراہ زید کے رضامند ۔۔یں ہوں اور یہ نکاح قوم کفو میں ہوا ہے، آدمی غیر کفو کا نہیں ہے مگر چال چلن اور عادت کا ۔۔ خراب ہے۔ جتنی حرکات زید کی ہیں، کل خلاف شرع ہیں۔ آیا یہ نکاح جو والدہ نے ۔۔صورت فرزند شکمی بالغ اپنی کے اپنی دختر نابالغہ اپنی کا ہمراہ زید کے اپنی مرضی سے کر دیا ہے، ۔۔روئے شرع شریف درست ہے یا ممکن الانفساخ؟ زوجہ زید کو اختیار ہے کہ نکاح ۔۔سخ کر کے جہاں اس کے برادر کی مرضی ہو وہاں کرے؟ بموجب شرع محمدی جو حکم ہو ارشاد ۔۔ بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مسئولہ میں تین وجہ سے نکاح ناجائز اور قابل فسخ ہے:۔

اول یہ کہ مرد فاسق، عورت صالحہ کا کفو نہیں ہے :-

و تعتبر دیانت۔ ای فلیس فاسق کفوا الصالحۃ[1] در

پس منع کرنا برادر کا عند الشرع مقبول ہے باوجود نارا ضی برادر حقیقی ولی کے

نکاح کرنا موقوف باجازت برادر ہے بلکہ صحیح ہی نہیں :-

وان کان المزوج غیرهما لا یصح النکاح من

غیر کفو او بغبن فاحش اصلاً[2] (درمختار)

دوسری یہ امر ہے کہ اگر مرد کو کفو بھی قرار دیا تو بھی صغیرہ کو کہ نابالغ ہے بعد بلوغ

اختیار فسخ کا ہے :-

لهما ای لصغیر و صغیرۃ خیار الفسخ بالبلوغ

او العلم بالنکاح[3] (درمختار)

تیسری یہ ہے کہ ولایت برادر حقیقی کی منقطع نہیں ہوتی کیونکہ فی زمانناملتان کے

دور نہیں کہ اگر انتظار رضا برادر کا کیا جاتا تو کفو جاتا رہتا اور اصح یہ ہے کہ غیبت منقطع وہ ہے

انتظار اجازت ولی اقرب کا کیا جاوے تو کفو ہاتھ سے جاتا رہے :-

قال فی التخیرۃ الاصح انہ اذا کان فی موضع

لو انتظر حضورہ او استطلاع رأیہ فات الکفو الذی

حضر فالغیبۃ منقطعۃ والیہ اشار فی الکتاب[4]

اور اسی طرح سے "تنجیر" میں "مجتبیٰ" سے لکھا ہے اور "مبسوط" میں "اصح" لکھا ہے اور

---

[1] درمختار، کتاب النکاح، باب الکفاءۃ، ج ۱، ص ۱۹۵ -

[2] ایضاً ، ، ، باب الولی ، ، ، ص ۱۹۲ -

[3] ایضاً ، ، ، ، ، ، ص ۱۹۲، ۱۹۳ -

[4] حاشیہ شامی، کتاب النکاح، باب الولی، ج ۲، ص ۳۱۵ -

اختیار اکثر مشائخ" کا لکھا ہے اور ابن فضل نے "صحیح" کہا ہے اور مدایہ میں "اقرب الی الفقہ" کہا ہے اور فتح القدیر میں "اشبہ بالفقہ" لکھا ہے۔ یہ کل شامی میں ہے۔

پس بنظر وجوہات بالا یہ نکاح مادر کا بلا اذن برادر حقیقی ولی کے غیر کفو با وجود نا راضی زوجہ کے ناجائز اور قابل فسخ کے ہے، برادر کو اور مزوجہ کو پہنچتا ہے کہ نکاح کو فسخ کرا دے۔ فقط

حررہ واجابہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی دہلوی

۲ر شوال المبارک ۱۳۰۳ھ ہجری

سوال ۵۲۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ ہندہ نے اپنی لڑکی نابالغہ کا نکاح بغیر مرضی اپنے خاوند زید کے بکر غیر کفو غیر پیشہ سے کر دیا، اس وقت تک خلوت صحیحہ نہیں ہوئی ہے۔ اب زید باپ زینب اپنی لڑکی کا نکاح دوسرے سے کر دینا چاہتا ہے۔ اس صورت میں کیا حکم ہے؟

الجواب

بصورت مرقومہ ہندہ نے اپنی لڑکی زینب کا نکاح بغیر مرضی اپنے خاوند زید کے بکر غیر پیشہ سے کر دیا اس صورت میں یہ نکاح ناجائز ہوا کما فی کنز الدقائق:۔

ولو زوج طفلہ غیر کفو او بغبن فاحش صح ولم یجز ذلک بغیر الاب والجد

اور نزدیک صاحبین کے عقد ان دونوں کا صحیح نہیں ہے:۔

انہ لا یجوز العقد عندھما (مستخلص) واللہ اعلم بالصواب

حررہ واجابہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی دہلوی

۱۹ر ذی الحجہ ۱۳۰۳ھ ہجری

شامی، کتاب النکاح، باب الولی، ج ۲، ص ۳۱۵۔

کنز، " " ، باب الاولیاء الخ، فصل فی الکفاءۃ، ص ۹۲۔

مستخلص، شرح کنز۔

سوال ۵۳

علمائے دین محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے یہ سوال ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی
ایک مرد غیر کے اپنی آنکھوں سے زنا کرتے دیکھا، آیا نکاح اس عورت کا ساقط اس مرد کے
اور اگر توبہ کرے وہ عورت تو اس کو رکھے یا نہیں، جواب دو اجر ہوگا۔

الجواب

واضح ہو کہ زنا سے نکاح نہیں جاتا ہے اگرچہ مرد اپنی آنکھوں سے دیکھے
توبہ کے عورت کو اپنے گھر میں رکھے چنانچہ آیت قرآنی وحدیث نبوی اس پر دال ہیں:-

واللّتی یاتین الفاحشۃ من نسائکم فاستشہدو
علیہن اربعۃ منکم فان شہدوا فامسکوہن فی
البیوت حتی یتوفٰہن الموت او یجعل اللہ لہن
سبیلا ۔ واللذٰن یاتینہا منکم فاذوہما فان
تابا واصلحا فاعرضوا عنہما ان اللہ کان
توابا رحیما [1]

اور سبیل کو اللہ تعالیٰ نے حق محصن میں رجم فرمایا ہے اور غیر محصن میں ہو
اور طلاق نہ فرمایا، پس ثابت ہوا کہ زنا سے نکاح نہیں ٹوٹتا۔ فقط

حررہ واجابہ خاکِ رہ محمد مسعود نقشبندی
المرقوم ۴ر رمضان شریف ۱۳۰۱ھ ہجری

سوال ۵۴

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ ایک شخص نے عورت زانیہ سے نکاح کیا
زید کہتا ہے کہ نکاح اس شخص کا باطل ہوا ہے کیونکہ عورت زانیہ پر عدت ہے اور جب

---

[1] سورۃ النساء، آیت ۱۵ -

۔۔۔ دوسرے نکاح صحیح نہیں ہے بلکہ زید یہ بھی کہتا ہے کہ جو حضار مجلس نکاح تھے ان کا نکاح
۔۔۔ اپنی زوجہ سے باطل ہوا، تجدید نکاح ضرور ہے اور عمرو یہ کہتا ہے کہ عورت زانیہ پر عدت
۔۔۔ ہے اور اس کا نکاح صحیح ہوا ہے اور نہ حضار مجلس کا نکاح باطل ہوا ہے۔
اب یہ عرض ہے کہ آیا زید حق پر ہے یا عمرو اور اس مسئلے کا کیا حکم ہے نکاح اس کا
۔۔۔ رہا یا نہیں؟ عدت زانیہ کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بصورت مسئولہ عورت زانیہ پر عدت واجب نہیں ہے، بلا عدت زانیہ سے نکاح
۔۔۔ ہے اگرچہ مزنیہ غیر کی ہو، لیکن اگر حمل غیر ناکح سے ہے اس وقت وطی کرنا ناکح کو ممنوع
۔۔۔ اگر ناکح سے بحالت زنا حمل رہا ہے، اس صورت میں وطی بھی اس کو جائز ہے کما
۔۔۔ حدیث :-

عن ابن عباس قال جاء رجل الی النبی صلی
اللہ علیہ وسلم ان لی امرأۃ لا ترد ید لامس
فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم طلقہا فقال انی
احبہا فامسکہا اذا رواہ ابوداؤد[1]

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ زنا سے نکاح نہیں جاتا اور نہ عدت آتی ہے،
۔۔۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فامسکہا فرمایا بلا قید عدت اور استبراء کے اور
۔۔۔ فرمایا کہ فامسکہا بعد العدۃ والاستبراء۔ پس ثابت ہوا کہ زنا سے
۔۔۔ نہیں آتی اور نکاح قائم رہتا ہے اور نکاح بھی مزنیہ سے بلا عدت جائز ہوا اور اس پر
۔۔۔ آیت قرآنی :-

والتی یاتین الفاحشۃ من نسائکم
فاستشہدوا علیہن اربعۃ منکم فان شہدوا
فامسکوہن فی البیوت حتی یتوفہن الموت او

---

[1] مشکاۃ، کتاب النکاح، باب اللعان، حدیث ۱۴، فصل ۲۔

يجعل الله لهن سبيلا [1]

اور اسی طرح ثابت ہوتا ہے حدیث الولد للفراش وللعاهر الحجر [2]
ولیکن بحالت نکاح کرنے مزنیہ غیر سے حمل ہوا، اس صورت میں وطی ممنوع ہے ک
الحديث :-

عن رویفع بن ثابت الانصاری قال قال رسو
الله صلی الله علیه وسلم یوم حنین لا یحل لامرئ
یؤمن بالله والیوم الآخر ان یسقی ماءه زرع غیره
یعنی اتیان الحبالی رواه الترمذی [3]

پس ان یسقی ماءه زرع غیره سے ثابت ہوا کہ غیر کے
سے وطی نہ کرے اور خود ہی سے حمل زنا کا ہو تو وطی درست ہے کیونکہ لفظ
وقت صادق آوے گا جب کہ حمل ہوا اور قبل از حمل زرع نہیں صادق آسکتا بکہ
ہوگا فاحفظ، اور اسی طرح ہے کتب فقہ میں :-

العدة تربص یلزم المرأة عند زوال النکـ
فلا عدة لزنا (در مختار) قوله فلا عدة لزنا بل یجو
تزوج المزنی بها وان کانت حاملا لکن یمنع الوط
حتی تضع [4] (شامی)

پس ہر دو احادیث سے پانچ مسئلوں کی (توضیح ہوگئی) :-

۱- ایک یہ کہ زنا سے نکاح نہیں جاتا،
۲- دوم یہ کہ مزنیہ پر عدت نہیں،
۳- تیسرے یہ کہ مزنیہ سے نکاح بلا عدت درست ہے،
۴- چوتھے یہ کہ بحالت حمل غیر کے وطی کرنی ناکح کو درست ہے،

---

[1] سورۃ النساء، آیت ۱۵ -

[2] بخاری، کتاب البیوع، باب تفسیر المشبهات، ج ۱، ص ۲۷۵ -

[3] (الف) ترمذی، کتاب النکاح، باب الرجل یشتری الجاریة الخ
(ب)، مشکاۃ، " ، باب الاستبراء، حدیث ۳، فصل ۲ -

[4] در مختار شامی، " ، باب العدة، ج ۲، ص ۵۸۹ -

پانچویں یہ کہ بحالت ہونے حمل کے ناکح سے نکاح اور وطی ہر دو ناکح کو درست ہے
زیرا کہ زرع غیر نہ ہوا۔

پس قول عمرو صحیح ہے اور نہ حضار مجلس کا نکاح باطل ہوا۔ واللہ اعلم بالصواب

حررہ واجابہ خاکپاے محمد مسعود نقشبندی دہلوی
۱۴ر جمادی الاولی ۱۳۰۱ھ ہجری

سوال ۵۵

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ زید اور ہندہ
نے دو شاہدان کے روبروئے باہم ایجاب و قبول کر لیا، پس اس صورت میں نکاح
ہوا یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بصورت مرقومہ نکاح صحیح ہے کیونکہ رکن نکاح کا کہ ایجاب اور قبول ہے اور شرط
دو شاہدان ہیں ہر دو بصورت ہذا پائی گئی پس نکاح بلا شبہ صحیح ہوا ھکذا فی
...ـفـ۔

حررہ واجابہ خاکپارہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی
۹ر جمادی الاولی ۱۳۰۱ھ ہجری

سوال ۵۶

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ مفصلہ ذیل میں :
ایک عورت کا نکاح جبکہ اس کی عمر تخمینًا تیرہ یا چودہ برس کی تھی، اس کے باپ نے
... کے ساتھ بحالت اکراہ کر دیا تھا اور روز نکاح سے چند سال تک وہ عورت
... سے ناراض ہو کر انکار کرتی رہی، پھر بعد چند سال کے باغوائے چند کس اس خاوند
... سے بایام حیض اس عورت نے خلوت کی۔ آیا یہ نکاح از روئے شرع شریف جائز
ہے یا نہیں ؟ اور یہ خلوت حرام ہے یا نہیں ؟ اور بعد خلوت مذکورہ وہ عورت مجاز نکاح ثانی کا

رکھتی ہے یا نہیں ؟ اور دین مہر اس کا واجب و لازم ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا

الجواب

بصورت مسئولہ اگر عورت مذکورۃ السوال بالغہ ہے پس اس حالت میں یہ نکاح ...
ہے کیونکہ بالغہ پر جبر بالنکاح درست نہیں ہے :-

لا تجبر البالغة البكر على النكاح لانقطاع الولاية
بالبلوغ [1] (در مختار)

لا يجوز نكاح احد على بالغة صحيحة العقل
من اب او سلطان بغير اذنها بكرا كانت او
ثيبا فان فعل ذلك فالنكاح موقوف على اجازتها
فان اجازته جاز وان ردته بطل كذا فى السراج
الوهاج (عالمگیری [2])

پس جبکہ سات سال تک انکار کرتی رہی، بلاشبہ نکاح باطل ہوا اور خلوت
کی در باب جواز نکاح معتبر نہیں ہے کما فی العالمگیریۃ :-

ولو كانت البكر قد دخل بها زوجها ثم
قالت لم ارض لم تصدق على ذلك وكان تمكينها
اياه من الدخول بها رضاء الا اذا دخل بها وهى
مكرهة فحينئذ لا يثبت الرضا انتهى [3]

وقتیکہ صحبت داری مکرہ کی رضا میں داخل نہیں کجا کہ خلوت حالت جبر
غیر صحیح ہے، بلا دخول معتبر نہ ہوگی، پس اس صورت میں نکاح باطل ہے اور اگر عورت

---

[1] در مختار، کتاب النکاح، باب الولی، ج ۱، ص ۱۹۱ -

[2] عالمگیری، ، باب الرابع فی الاولیاء، ج ۱، ص ۲۸۷ -

[3] ایضاً ، ، ، ، ، ص ۲۸۹ -

...صورت میں نکاح جائز ہوگا اور لازم ہو جائے گا اور عورت کو اختیار فسخ کا نہ ہوگا :-

وللولی انکاح الصغیر والصغیرة جبرا ولو ثیبا ولزم النکاح ولو بغبن فاحش او بغیر کفو ان کان الولی ابا او جدا لم یعرف منهما سوء الاختیار وان عرف لا له (تنویر الابصار)

قوله ولزم النکاح ای بلا توقف علی اجازة احد وبلا ثبوت خیار فی تزویج الاب والجد والمولی (شامی) ۲ے

...خلوت درمیان حیض کے فاسدہ ہے، صحیح نہیں ہے :-

والحیض والنفاس یمنع (عالمگیری) ۳ے

...اگر یہ عورت بالغہ ہے تو بعدہ خلوت مندرجہ سوال کے بلا عدت مجاز نکاح ثانی کا رکھتی ہے اور نہ عورت پر عدت آئیگی اور نہ مرد پر مہر لازم آوے گا :-

فلا عدة فی باطل وکذا الموقوف قبل الاجازة ۴ے (در مختار)

انما یجب فی مهر المثل والعدة بالوطی لا بمجرد العقد ولا بالخلوة لفسادها لعدم التمکن فیها من الوطی کالخلوة بالحائض فلا تقام مقام الوطی کما صرح بذلك فی الفتح والبحر وغیرهما فی باب المهر ۵ے انتهی ما فی الشامی۔

...تنویر و در مختار، کتاب النکاح، باب الولی، ج ۱، ص ۱۹۲ -

...شامی ، ، ، ، ج ۲، ص ۳۰۴ -

...عالمگیری

...در مختار ، ، باب العدة ، ج ، ص

...شامی ، ، ، ، ج ۲، ص ۶۰۷ -

واللہ اعلم بالصواب و الیہ المرجع والمآب

حررہ واجابہ خاکپا رہ محمد مسعود نقشبند

المرقوم ۱۸ جمادی الاولی ۱۳۰۱ ہجری

سوال ۵۷

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ ایک مسماۃ سن صغیرہ کا نکاح
اجازت متولی باپ کے، ساقۃ ایک شخص سے کردیا اور باپ متولی مسماۃ سن صغیرہ
اور نانی نے نکاح پڑھا دیا اور وہ شخص بعد نکاح کے فاسق فاجر معلوم ہوا ہے
سن صغیرہ کا کبھی سفر سے پھر آیا اور بہت ناخوش ہوا۔ آیا نکاح کرا دینا مسماۃ صغیر
بغیر اجازت باپ متولی کے درست ہے یا نہیں!

الجواب

بصورت مسئولہ اگر اس قدر سفر میں گیا ہے کہ خبر اور خط و کتابت کا
اس صورت میں ولایت باپ کی منقطع ہوگئی اور بحالت عدم موجودگی ولی عصبات
نکاح کرایا ہوا ہے، جائز ہے اور اگر ایصال اور وصول خبر کی ہو سکتی تھی اگرچہ
اس حالت میں بلا اجازت باپ کے یہ نکاح نانی کا کیا ہوا جائز نہ ہوگا:۔

قال فی الذخیرۃ الاصح انہ اذا کان فی موضع
انتظر حضورہ او استطلاع رأیہ فات الکفو الذی
حضر فالغیبۃ منقطعۃ والیہ اشار فی الکتاب (شامی
واختار فی الملتقی ما لم ینتظر الکفو الخاطب جوابہ
الباقانی ونقل ابن الکمال ان علیہ الفتوی[2] (در مختار
اور مبسوط میں اسی کو صحیح لکھا ہے اور اسی کو اکثر مشائخ نے اختیار کیا ہے، بذا

---

[1] شامی، کتاب النکاح، باب الولی، ج ۲، ص ۳۱۵۔

[2] در مختار، ″ ″ ″ ، ج ۱، ص ۱۹۴۔

[3] شامی، ″ ″ ″ ، ج ۲، ص ۳۱۵۔

پس دیار ہند میں ایسا کوئی شخص نہیں کہ مسافت منقطع متصور ہو الّا گم ہو جاوے اور اپنی خبر نہ بھیجے، واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ واجابہ خاکِ رہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی
المرقوم ۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۱ ہجری

سوال ۵۸

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ مادر دختر بالغہ کی اور ماموں چاہتے ہیں نکاح دختر بالغہ کا غیر کفو میں کریں اور فرزند چچا کے چاہتے ہیں کہ کفو میں شادی کریں۔ آیا فرزند چچا کو ممانعت اس امر میں پہنچتی ہے یا نہیں؟

الجواب

اول یہ امر ہے کہ ولایت برادر زادگان کی ہے، ان کی موجودگی میں والدہ یا ماموں کو ولایت نہیں پہنچتی ہے اور اگر بنظر بالغ ہونے دختر کے والدہ وغیرہ اس کی رضا سے غیر کفو میں نکاح کرنا چاہتے ہیں۔ اس صورت میں برادر زادگان کو کہ عصبہ بالغہ کے ہیں روکنا نکاح کا درست ہے اور کفو میں جس جگہ برادر زادگان چاہیں نکاح دختر بالغہ کا کریں باذن بالغہ:۔

ولہ ای للولی اذا کان عصبۃ ولو غیر محرم کابن عم فی الاصح الاعتراض فی غیر الکفو فیفسخہ القاضی ویجدد بتجدد النکاح لہ (درمختار)

واللہ اعلم بالصواب
حررہ واجابہ خاکِ رہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی
المرقوم ۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۱ ہجری

لہ درمختار، کتاب النکاح، باب الولی، ج ۱، ص ۱۹۱۔

سوال ۵۹

چہ فرمایند علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ نکاح دختر اہل سنت و جماعت
شیعہ امامیہ جائز است یا نے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

واضح باد کہ نکاح دختر اہل سنت با مرد شیعہ جائز نیست زیرا کہ کفو در دیانت
مرد فاسق زن صالحہ را کفو نمی باشد کما فی الدر المختار:۔

وتعتبر فی العرب والعجم دیانۃ۔ ای تقوی
فلیس فاسق کفواً لصالحۃ [1]

واہل شیعہ از مبتدعین ہستند۔ ہرگاہ کہ مرد فاسق کفو زن صالحہ نہ باشد مگر
سنت و جماعت گردد و بجہت عدم کفو در مذہب مختار مفتی بہ نکاح صحیح نمی گردد کما فی
زیرا کہ در ظاہر مذہب اعتبار کفو در لزوم نکاح است تا آنکہ وقت عدم کفو ولی را فسخ
است و بروایۃ حسن رحمۃ اللہ علیہ کہ مختار فتوے است نکاح صحیح نمی شود:۔

قالوا معناہ معتبرۃ فی اللزوم علی الاولیاء
حتی ان عند عدمہا جاز للولی الفسخ۔ اما علی روایۃ
الحسن المختارۃ للفتوی من انہ لا یصح فالمعنی معتبرۃ
فی الصحۃ انتہی [2]

وہمچنیں است در عالمگیری:۔

وروی الحسن عن ابی حنیفۃ ان النکاح لا ینعقد
وبہ اخذ کثیر من مشائخنا کذا فی المحیط والمختار
فی زماننا للفتوی روایۃ الحسن وقال الشیخ الامام

---

[1] درمختار، کتاب النکاح، باب الکفاءۃ، ج ، ص ۱۹۵۔
[2] شامی، " " ، ج ۲، ص ۳۱۷۔
[3] عالمگیری، " باب فی الاکفاء، ج ۱، ص ۲۹۲۔

شمس الائمة السرخسي رواية الحسن اقرب الى

الاحتياط كذا في فتاوى قاضي خان [۱]

پس نکاح زن اہل سنت وجماعت با مرد شیعہ جائز و درست نیست کما هو

حق عندی۔

حررہ واجابہ خاکپ رہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی

المرقوم ۹ شعبان المبارک ۱۳۰۱ھ ہجری المقدس

سوال ۶۰

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ زید نے دختر خورد سال اپنی کا نکاح کر دیا ساتھ
ص کے لیکن زید نے دختر اپنی کو رخصت نہیں کیا اپنے گھر سے ساتھ شخص منکوح مذکور کے،
ہنے کے مردمان چند اہل سنت والجماعت کے لوگوں نے (یعنی اہل محلہ اس شخص کے کہ جس
تھ زید نے اپنی دختر خورد سال کا نکاح کر دیا تھا اور تاہنوز رخصت نہیں کی) قسم کھا کر لوگوں
یان کیا آن کر زید کے پاس کہ "جس کے ساتھ تم نے دختر خورد کا نکاح کر دیا ہے وہ شخص
ضی ہے، آباء واجداد اس کے پکے رافضی تبرا کرنے والے صحابہ کرام کے ہیں اور یہ شخص
فضی ہے انہیں کے طریق پر"۔ اور زید بیچارہ پریشان ہو کر مستفتیین علماء اہل سنت و
عت کے ہوتا ہے کہ نکاح دختر خورد سالی میری کا ساتھ شخص رافضی مذکور کے درست ہے
ر صداقت رافضی ہونے اس کی کے بزبان لوگوں کے جو رہنے والے محلہ اس کے ثابت و
ہوئی کہ وہ شخص رافضی کٹا ہے اور رہنوز رخصت بھی نہیں کیا، دختر مذکورہ کا نکاح فاسد ہو گیا
ر ساتھ رافضی کٹا کے لڑکی سنت وجماعت کی کا نکاح کر دینا نزدیک شریعت محمدیہ
ہے یا نہیں؟ جواب تحریر فرمادیں، اجر ہوگا عنداللہ۔

الجواب

عورت سنت والجماعت کا نکاح ہمراہ رافضی تبرائی کے صحیح اور درست نہیں ہے کیونکہ

---

[۱] فتاوی قاضی خان، کتاب النکاح، فصل فی شرائط النکاح، ج ۱، ص ۳۳۵۔

سب شیخین کفر ہے :-

الرافضی اذا کان یسب الشیخین ویلعنہما العیاذ باللہ فھو کافر [۱] (عالمگیری)

اور اسی طرح درمختار میں ہے :-

او الکافر بسب الشیخین او بسب احدھما فی البحر عن الجوھرۃ معزیا للشہید من سب الشیخین او طعن فیہما کفر ولا تقبل توبتہ و بہ اخذ الدبوسی وابو اللیث وھو المختار للفتوی انتہی وجزم بہ فی الاشباہ و اقرہ المصنف قائلا انتہی [۲]

اور اسی طرح سے شرح فقہ اکبر میں خصوصاً اس حالت میں کہ سب شیخین کو موجب ... در اصل مذہب کا قرار دیوے :-

ان استحلال المعصیۃ صغیرۃ کانت او کبیرۃ کفر اذا ثبت کونہا معصیۃ بدلالۃ قطعیۃ [۳] (شرح فقہ اکبر)

سب مومن کا گناہ کبیرہ ہونا احادیث اور آیات قرآنی سے ثابت ہے :-

سباب المسلم فسق وقتالہ کفر [۴] الحدیث

و بئس الاسم الفسوق بعد الایمان [۵] الآیۃ

اور مابین کافر اور مسلم کے نکاح درست نہیں ہے :

لا یجوز نکاح المجوسیات وکل مذہب یکفر بہ

---

[۱] عالمگیری، کتاب السیر، باب ۹، مطلب موجبات کفر، ج ۲، ص ۲۶۴۔

[۲] درمختار، کتاب الجہاد، باب المرتد، ج ۱، ص ۳۵۷۔

[۳] شرح فقہ اکبر، ص ۱۸۶۔

[۴] مشکاۃ، کتاب الآداب، باب حفظ اللسان الخ، حدیث ۳، فصل ۱۔

[۵] سورۃ الحجرات، آیت ۱۱۔

معتقدہ ۱؎ (کذا فی فتح القدیر)

پس یہ نکاح ناجائز ہوا - واللہ اعلم بالصواب

۱۴ر جمادی الاولیٰ ۱۳۰۳؁ ہجری

سوال ۶۱

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ زید متولی نے اپنی لڑکی صغیرہ سن کہ پانچ برس
چھ برس کی تھی، ساتھ بکر کے نکاح کر دیا، پھر بکر نکاح کر کے چلا گیا کہیں سفر میں اور سن
صغیرہ لڑکی نے اپنی ماں کے پاس پرورش پائی اور زید متولی بھی فوت ہو گیا اور اب سن صغیرہ
کی سن بلوغ کو پہنچی ہے اور بکر بھی سفر دور دراز سے بعد مدت طویل کے آیا ہے، دعوے
زوجیت کا کرتا ہے اور لڑکی بالغہ اس کے ساتھ جانے کے لئے انکار کرتی ہے، کہتی ہے مجھے
نہیں معلوم کہ میرے باپ نے تیرے ساتھ میرا نکاح کیا ہے یا نہیں کیا، مجھ کو اصلاً ہوش نہیں
لڑکی تھا میرے باپ نے تو مجھ کو رخصت کر دیا، تیرے گھر میں میں ہرگز نہیں جانے کی
تیرے ساتھ، تو میرے نزدیک اجنبی مرد ہے، تو مجھ کو منظور نہیں۔

آیا نکاح درست رہا یا لڑکی کے کہنے سے نکاح فسخ ہو جاوے گا باعث انکار
کے، فقط۔

الجواب

لڑکی کے انکار سے نکاح فسخ نہیں ہونے کا کیونکہ نکاح کیا ہوا باپ کا بعد بالغ ہونے
کے فسخ نہیں ہو سکتا اگرچہ لڑکی ناراض ہو یا انکار کرے۔

ولزم النکاح ولو بغبن فاحش بنقص مہرھا وزیادۃ
مہرہ او زوجہا بغیر کفو ان کان الولی المزوج بنفسہ
بغبن ابا او جدا لم یعرف منہما سوء الاختیار مجانۃ
وفسقا وان عرف لا یصح النکاح اتفاقا (درمختار) ۲؎

۱؎ عالمگیری، کتاب النکاح، باب ۳، قسم ۶، ج ۱، ص ۲۸۱ - (ملخصاً)

۲؎ در مختار، کتاب النکاح، باب الولی، ج ۱، ص ۱۹۲-

قولہ ولزم النکاح ای بلا توقف علی اجازۃ
احد وبلا ثبوت خیار فی تزویج الاب والجد (شامی[1])
واللہ اعلم بالصواب

حررہ واجابہ خاک رہ محمد مسعود نقشبندی
۱۹ ر صفر ۱۳۰۲ ہجری

سوال ۶۲

شریعت کا کیا حکم ہے اس مندرجہ نکاح میں کہ :-

مسماۃ صغریٰ بنت عمدۃ النساء بعمر ۱۳ سال کے ابھی عرصہ ایک ماہ ہوا
کہ نانی وغیرہ ورثہ حقیقی نے بوجہ دھوکہ دہی مسماۃ بیاری کے بلا تحقیق نکاح مسماۃ مذکورہ
نثار احمد کے کر دیا، بعد عقد نکاح و آمد و رفت جانبین کے دریافت ہوا کہ والد و شوہر
اور نام بردہ بھی بوجہ صغر سنی کے کچھ خبر بہتری و بدتری کی نہیں رکھتا اور لڑکی یعنی صغریٰ
سے محض انکار کرتی ہے کہ مجھ کو ان کسبیوں میں جانا منظور نہیں۔

لہٰذا دریافت ہوتا ہے کہ اول تو دھوکہ کیا اور دوسرے
نکاح ہوا ہے وہ انکار کرتی ہے، آیا شریعت اس نکاح کو جائز رکھتی ہے یا نہیں
توجروا۔

الجواب

بصورت مسئولہ کے جو نکاح کیا ہوا نانی وغیرہ کا ہے اس لئے اگر مسماۃ صغریٰ
اس کو اور اگر بالغ نہیں اس کے ولیوں کو اختیار فسخ کا ہے کیونکہ یہ نکاح غیر کفو میں
لو انتسب الزوج لہا نسبا غیر نسبہ فان
ظہر دونہ وھو لیس بکفو فحق الفسخ ثابت للکل
وان کان کفوا فحق الفسخ لہا دون الاولیاء (شامی[2])

---

[1] شامی ، کتاب النکاح ، باب الولی ، ج ۲ ، ص ۳۰۴ -

[2] ایضاً ، " ، باب الکفاءۃ ، " ، ص ۳۱۷ -

لو تزوجت على انه حر او سنی او قادر على

المهر او النفقة فبان بخلافه او على انه فلان بن

فلان فاذا هو لقيط او ابن زنا لها الخيار، انتهى

ما فی الشامی [1] فقط

واللہ اعلم بالصواب

حررہ واجابہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی دہلوی

۶ر جمادی الثانیہ سنہ ۱۳۴۲ھ ہجری

چہار شنبہ

سوال ۶۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ مسمی رسول بخش ابن حسینی ساکن دہلی ترکمان
...تصل چاہ سنگھ والہ نے مسماۃ غورنا بنت الٰہی بخش سالی اپنی سے باوجود موجودگی زوجہ خود
... زوجہ رسول بخش مذکور بہن غورنا مذکورہ کی اب تک زندہ موجود ہے، عند الشرع نکاح
...بخش کا غورنا مذکورہ سے ہو گیا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بصورت مرقومہ مسمی رسول بخش ابن حسینی کا عقد مسماۃ غورنا سالی اپنی سے ناجائز ہے، اس
...تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے :-

وان تجمعوا بين الاختين الا ما قد سلف [2]

...صحبت سالی سے نہیں کی اس صورت میں اپنی زوجہ سے صحبت داری درست ہے
...سالی سے بھی صحبت داری کی ہے، اس صورت میں دونوں سالی اور زوجہ سے صحبت
...ہے تاوقتیکہ سالی کو علیحدہ کرے اور عدت بھی اس کی گزر جاوے، بعد گزرنے عدت
...سے صحبت داری درست ہو گی۔

---

[1] شامی، کتاب النکاح، باب الکفاءۃ، ج ۲، ص ۳۱۸ -

[2] ...سورۃ النساء، آیت ۲۳ -

وان تزوجهما معا اى الاختين او من بمعناهما

اوبعقدتين ونسي النكاح الاول فرق القاضي بينه

وبينهما (در مختار) [1]

فلو علم فهو الصحيح والثاني باطل وله وطی

الاول الا ان يطئ الثانية فتحرم الاولى الى انقضاء عدة

الثانية (شامی) [2]

والله اعلم بالصواب

حررہ واجابہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی

٨ شعبان ١٣٠٣ھ ہجری

سوال ٦٤

کیا فرماتے ہیں علمائے دین بیچ اس مسئلہ کے کہ زنا کرنے یا کرانے سے نکاح ٹ

ہے یا نہیں؛ جواب اس کا قرآن اور حدیث وروایات فقہاء سے تحریر فرمائیں۔ بین

الجواب

برماہران تفاسیر واحادیث وفقہ مخفی نہ رہے کہ زنا کرنے یا کرانے سے نکاح

چنانچہ آیات قرآنی واحادیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام وروایات فقہاء مبین کا اس

میں چنانچہ اللہ تعالے فرماتا ہے :-

واللتی یاتین الفاحشة ای الزنا لزیادتها

فی القبح علی کثیر من القبائح من نسائکم فاستشهدوا

علیهن اربعة منکم فان شهدوا بالزنا فامسکوهن

فی البیوت حتی یتوفهن الموت او یجعل الله لهن

---

[1] در مختار، کتاب النکاح، فصل المحرمات، ج ١، ص ١٨٩ -

[2] شامی ، ″ ″ ″ ، ج ٢، ص ٢٨٦ -

سبیلاً [1] (مدارک مختصراً)

معنی آیت کے یہ ہیں کہ :-

"اور جو کوئی بدکاری عورتوں تمہاری میں سے کرے تو شاہد لاؤ ان پہ
چار مرد اپنوں میں سے ، پھر اگر وہ گواہی دیں تو ان کو بند رکھو گھروں میں جبتک
لے لیوے ان کو موت یا کرے اللہ ان کی کچھ راہ "

اور اسی طرح سے تفسیر فاحشہ کی "زنا" جلالین میں واقع ہے - پس اس آیت میں باوجود
یت زنا کے اللہ تعالے نے عورت زانیہ کو بند کرنے کا گھر میں حکم دیا اور نکاح کو تاوقت مرگ
یں زوج وزوجہ کے برقرار رکھا اور آیت الزانی لا ینکح الا زانیۃ [2] منسوخ ہے آیت
نکحو الایامی منکم [3] الآیۃ سے کما فی التفسیر اور سبیل کو اللہ تعالے نے بحق غیر محصنہ
وذہ بیان کر دئے کما فی آیۃ النور اور بحکم محصنہ حکم رجم کا بیان کر دیا کما فی حدیث
جم اور نکاح کو قائم رکھا -

اور دوسری جائے (جگہ) اللہ تعالے درباب خلع فرماتا ہے کہ خلع درست نہیں ہے
گر بوقت زنا ونشوز :-

ولا تعضلوھن لتذھبوا ببعض ما اتیتموھن
الا ان یاتین بفاحشۃ مبینۃ [4] -

"اور نہ بند کرو ان کو تا کر لے لو ان سے کچھ اپنا دیا مگر جب وے (وہ)
کریں زنا صریح "

شوز: جیسا کہ تفسیر فاحشہ مبینہ کے جلالین اور تفسیر مدارک وغیرہا میں "زنا" آئی ہے - اور اسی طرح
ے حسن بصری سے مروی ہے کہ اگر عورت زنا کرے تو درست ہے مرد کو خلع کرنا :-

عن الحسن الفاحشۃ الزنا فان فعلت حل

---

[1] مدارک ، سورۃ النساء ، زیر آیت ۱۵ ، ج ۱ ، ص

[2] سورۃ النور ، آیت ۳ - [3] سورۃ النور ، آیت ۳۲ -

[4] سورۃ النساء ، آیت ۱۹ -

لزوجها ان یسألها الخلع (مدارک)[1]

پس اگر فقط زنا موجب فسخ نکاح کا ہوتا تو خلع کی کیا حاجت تھی؟

اور حدیث بخاری میں آئی ہے:۔

عن ابی ھریرۃ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الولد للفراش و للعاھر الحجر[2]

یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اولاد خاوند کی ہے اور زنا کرنے والے کو محرومی ہے۔

اگر کوئی شخص کسی عورت غیر سے زنا کرے اور اس کے نطفہ سے اولاد پیدا ہوئی اور اس زانی نے دعویٰ کیا تو وہ اولاد خاوند کی ہوگی اور زانی کو محروم اور رجم کیا جائے گا۔

اب اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اولاد بھی خاوند کی ہوتی ہے نہ کہ زانی کی، کجا کہ نکاح کا ٹوٹنا۔ اور دوسری حدیث بخاری میں سعد بن عبادہ سے یہ ہے:۔

لو رأیت رجلا مع امرأتی لضربتہ بالسیف غیر مصفح[3]

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ نکاح زانیہ کا برقرار رہتا ہے اور حدیث ابو داؤد اور نسائی سے جو کہ ابن عباس سے آئی ہے، صاف ظاہر ہے کہ نکاح زنا سے نہیں ٹوٹتا۔

عن ابن عباس قال جاء رجل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ان لی امرأۃ لا ترد ید لامس فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم طلقہا قال انی احبہا قال فامسکہا اذا (رواہ ابو داؤد والنسائی)[4]

یعنی ایک شخص نے حضرت سے عرض کیا کہ میری عورت ہاتھ زانی کو منع نہیں کرتی یعنی زنا کرواتی ہے، آپ نے فرمایا کہ طلاق دیدے۔ اس نے عرض کی کہ

---

[1] مدارک، سورۃ النساء، آیت ، ج ۱، ص

[2] بخاری، کتاب المحاربین، باب للعاہر الحجر، ج ۲، ص ۱۰۰۔

[3] ایضاً ، ، باب من رآی مع امراتہ الخ، ج ۲، ص ۱۰۱۲۔

[4] مشکاۃ، کتاب النکاح، باب اللعان، حدیث ۱۴، فصل ۲۔

میں اس سے بہت محبت رکھتا ہوں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تو محبت رکھتا ہے تو اس کو زنا سے روکے رکھو۔"

ی فاحفظها لئلا تفعل فاحشة[1] (مرقاۃ)

پس معلوم ہوا کہ زنا سے نکاح نہیں ٹوٹتا، نہیں تو حضرت طلاق کا حکم نہ فرماتے۔ اور
سی طرح سے ہے عالمگیری میں :۔

لا امرأة فاسقة لا تنزجر بالزجر لا يجب تطليقها كذا في القنية[2]

سی طرح سے آیا ہے درمختار میں :۔

لا يجب على الزوج تطليق الفاجرة[3] (درمختار) الفجور يعم الزنا وغيره وقد قال صلى الله عليه وسلم لمن زوجته لا ترد يد لامس وقد قال اني احبها استمتع بها[4] (شامی)

طرح کیا ہے اس کو شرح نظم وہبانیہ میں :۔

لو رأيت زوجته لا يقربها حتى تحيض لاحتمال علوقها من الزنا وقال في الكنز تزوج بامرأة الغير عالما بذلك ودخل بها لا تجب العدة عليها حتى لا يحرم على الزوج وطيها وبه يفتي لانه زنا والمزني بها لا تحرم على زوجها انتهى ما في الشامی[5] والطحطاوی[6]۔

---

[1] مرقاۃ، کتاب النکاح، باب اللعان، ج ۲، ص ۳۲۱۔
[2] عالمگیری، کتاب الکراہیۃ، باب ۳۰، ج ۵، ص ۳۷۲۔
[3] درمختار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، ج ۱، ص ۱۹۰۔
[4] شامی، ، ، ، ج ۲، ص ۲۹۲۔ (ملخصاً)
[5] ایضاً، ، ، ، ، ۲۹۲۔ (ملخصاً)
[6] طحطاوی، ، ، ، ، ص ۲۲۔

پس ان روایات سے ثابت ہے کہ زنا سے نکاح نہیں ٹوٹتا واللہ اعلم

بالصواب واللہ المرجع والمآب۔

حررہ واجابہ خاکپ رہ محمد مسعود نقشبندی

۱۲۸۵ ھ ہجری

سوال ۶۵

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ ایک مسجد کا امام

دیتا ہے کہ چار سال بعد زن مفقود الخبر کی تفریق جائز ہے۔ آیا یہ مسئلہ اسی طرح ہے

آیا اس امام کو مسجد میں امام بنانا ازروئے شرع شریف جائز ہے بینوا توجروا۔

الجواب

تفریق کرنی زن مفقود کی بعد چار سال کے کہ مذہب امام مالک رحمہ اللہ تعالے کا ہے

نہیں کیونکہ نص قرآنی سے ثابت ہوا ہے کہ خاوند والی عورتوں سے کسی کو نکاح کرنا درست

وہ عورتیں حرام ہیں :۔

والمحصنت من النساء[1] والمعنی وحرم علیکم

نکاح المنکوحات ای اللتی لھن ازواج (مدارک)

پس اس آیت سے معلوم ہوا کہ جب تک خاوند کسی عورت کا موجود ہو

کسی دوسرے کو نکاح کرنا اس سے درست نہیں ہے اور غیر محصنہ دو صورتوں میں ہوتی ہے

ایک بعد مرنے خاوند کے اور دوسرے[2] بعد فرقت کے کہ بباعث تباین دار کے ہو یا بباعث

وغیرہ کے ہو کہ آیات قرآنی در باب موت خاوند اور در باب طلاق وارد ہوئی ہیں۔ اور

کا بعد چار سال کے کسی آیت یا حدیث مشہور سے ثبوت کو نہیں پہنچا اور نہ شارع نے

آیت یا حدیث میں مدت چار سال کو در باب زن مفقود، فرقت قرار دی جبکہ ہر دو امر کسی

قرآنی یا حدیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت نہ ہوئے تو کیونکہ محض ظن اس

---

[1] مدارک، سورۃ النساء، آیت ، ج ۱، ص

مفقود مر گیا، بمصداق ان الظن لا یغنی من الحق شیئا[1] کے حکم نص کا باطل کیا جاوے تا وقتیکہ احتمال زندگی زوج کا باقی ہے، وہ عورت محصنہ ہے کیونکہ نکاح عورت کا مفقود کے یقینیات سے ہے اور موت مفقود بعد گزارنے چار سال کے ظنیات سے اور الیقین لا یزول بالشک قاعدہ اصول فقہ ہے کہ حدیث ابی ہریرہ کی :-

اذا وجد احدکم فی بطنہ شیئا فاشکل علیہ اخرج منہ شیئ ام لا فلا یخرجن من المسجد حتی یسمع صوتا او یجد ریحا رواہ مسلم[2]

پر دال ہے۔ پس کیونکہ ایک امر ظنی سے عورت مفقود کو غیر محصنہ قرار دیا جاوے تا وقتیکہ حکم موت کا نہ پایا جاوے اور وہ بعد نوے سال کے ہوتا ہے کہ عمر اس سے زیادہ کسی کی نادر ہوتی ہے اور وہ قابل اعتبار کے نہیں زیرا کہ للاکثر حکم الکل قاعدہ مقررہ ہے۔ اس حدیث ابی ہریرہ کو امام نووی نے قواعد عظیمہ سے لکھا ہے اور کہا ہے کہ وقتیکہ خلاف امر کا تحقق نہ ہو، وہ امر اپنے اصل پر رہے گا :-

وهذا الحديث اصل من اصول الاسلام و قاعدة عظيمة من قواعد الفقه وهي ان الاشياء يحكم ببقائها على اصولها حتى يتيقن خلاف ذلك ولا يضر الشك الطارئ عليها فمن ذلك من شك في طلاق زوجته وما اشبه هذه فلا اثر له[3] (شرح مسلم)

پس اس طرح سے اس مسئلہ خاص میں در باب موت مفقود شک واقع ہوا پس شک کیا جاوے گا اور عورت مفقود کی محصنہ قرار دی جاوے گی۔

اگر کوئی اعتراض کرے کہ یہ آیت مخصوص ہے بباعث استثناء کے، جواب اس کا حکم باب استثناء میں اوپر باقی کے ہوتا ہے جو کہ بعد استثناء کے رہتا ہے نہ کہ قبل استثناء

---

[1] سورۃ النجم، آیت ۲۸ -

[2] مشکاۃ، کتاب الطہارت، باب ما یوجب الوضوء، حدیث ۷، فصل ۱ -

[3] شرح مسلم، کتاب الحیض، باب الدلیل علی ان الخ، ج ۱، ص ۱۵۸ - ملخصاً

پس حکم اس آیت کا بعد نفی ہونے مستثنیٰ کے ہے اور وہ قاعدہ ہے غیر مخصوص کہ و...
عبد الغفور فی باب الاستثناء :-

وقال فی شرح الوقایۃ علی ان الاستثناء عند...
تکلم بالباقی بعد استثناء [1]

اور دوسرے یہ کہ الاصل بقاء ما کان علی ما کان قاعدہ اصول فقہ ...
اصل بضع میں تحریم ہے اور اباحت واسطے ضرورت کے ہے :-

الاصل فی الابضاع التحریم ولذا قال فی
کشف الاسرار شرح فخر الاسلام الاصل فی النکا...
الحظر والجواز للضرورۃ انتہی ما فی الاشباہ [2]

پس زن مفقود کی پیشتر مفقود ہونے کے محصنہ تھی، بعد فقدان کے بھی ...
گی تا وقتیکہ قطعی حکم موت کا نہ دیا جاوے کہ وہ میعاد نوے سال کی ہے ما...
قضاء حضرت علی رضی اللہ عنہ اور موافقت ابن مسعود با علی رضی اللہ عنہما اور مذہب
صاحبین اور امام احمد وغیرہ مؤید مذہب حنفیہ ہیں پس بمصداق حدیث اتبعوا ا...
الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار [3] کے کیونکر خلاف اس جم...
ایک مذہب امام مالک کے فتویٰ دیا جاوے کہ اصلے ندارد۔

قطع نظر اس کے قاعدہ اصول فقہ ہے کہ جب ایک عورت میں حل...
مقابل ہوں تو غلبہ حرمت کو ہوتا ہے :-

فاذا تقابل فی المرأۃ حل وحرمۃ غلبت
الحرمۃ [4] (اشباہ)

جب باوجود مساوی دلائل طرفین کے غلبہ حرمت کو ہوتا ہے تو جس صورت...

---

[1] شرح الوقایہ، کتاب الایمان، ج ۲، ص ۲۶۵۔

[2] الاشباہ، الفن الاول، القاعدۃ الثالثۃ کے تحت، ص ۶۷۔

[3] اس حدیث کی تخریج اور تحقیق مسئلہ تراویح میں صفحہ ۱۳۲ کے حاشیہ میں گزر چکی ہے۔

[4] الاشباہ، الفن الاول، القاعدۃ الثالثۃ کے تحت، ص ۶۷۔

صورت کو آیت قرآنی اور بکثرت مذاہب ہو بالاولیٰ غلبہ حرمت کو ہو گا جیسا کہ صورت متنازعہ میں اور نیز اس کی حدیث دارقطنی کی ہے :۔

قولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام فی امرأۃ المفقود انہا امرأتہ حتی یاتیہا البیان [1]

جبکہ برہان اور ادلہ مذہب حنفیہ کی معلوم ہوئی تو اب معلوم کرنا چاہیے کہ مدار مذہب امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ کا اس صورت خاص میں قضاء حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہے کہ بعد چار برس کے عورت مفقود کو حکم نکاح کا دیا اور صحت کو پہنچا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے قول سے رجوع کیا طرف قول حضرت علی رضی اللہ عنہ کے :۔

والصحیح ان عمر رضی اللہ عنہ رجع الی قول علی رضی اللہ عنہ فی امرأۃ المفقود و امرأۃ ابی کنف والمرأۃ التی تزوجت فی عدتہا [2]

اور قول حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ ہے :۔

روی عبد الرزاق اخبرنا محمد بن عبد اللہ الزہری عن الحکم بن العتبۃ ان علیا رضی اللہ عنہ قال فی امرأۃ المفقود ھی امرأۃ ابتلیت فلتصبر حتی یاتیہا الموت او الطلاق کذا فی العینی [3]

پس جب کہ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے قول سے رجوع کی تو مذہب مالک کے واسطے قول حضرت عمر رضی اللہ عنہ قابل سند کے نہ رہا بلکہ قول حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مؤید مذہب حنفیہ کا ہو گیا کیونکہ جب اصل دلیل کہ قول حضرت عمر رضی اللہ عنہ باطل ہو گئی تو فرع بالاولیٰ باطل ہوئی ، ماسوا اس کے قضاء حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی باعث

---

[1] دارقطنی ، باب المہر ، ج ۳ ، ص ۳۱۲ -

[2] فتح القدیر ، کتاب المفقود ، ج ۵ ، ص ۳۷۲ -

[3] ایضاً ، ، ، ، ، -

تغیر حکم نص کو نہیں ہو سکتی کما فی کتب الاصول اور اگر قضاء حضرت عمر رضی اللہ ع
مانا جاوے تو بھی تعارض ہوا مابین قضاء حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی
بحسب قاعدہ اصول اذا تعارضا تساقطا قضاء حضرت عمر رضی اللہ عنہ ک
نہ رہی اور باقی رہا حکم نص کا کہ عدم جواز تفریق ہے۔

اور قیاس امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایلاء اور عنینہ پر غیر صحیح ہے
ہے کیونکہ مساوات بین الاصول والفرع ضروری ہے اور مابین زن مفقود اور زن
عنین نہیں پائی جاتی :-

علة اثبات الحكم فى الفرع ليست الا الحك
بالمساواة بين الاصل والفرع فى العلة لتثب
المساواة فيهما فى الحكم كما فى التحقيق شر
الحسامى وغيره من كتب الاصول [1]

کیونکہ ایلاء میں خود شارع نے گزرنے چار ماہ کو طلاق قرار دیا ہے زیرا کہ طلاق
تھی مگر شارع نے اس کو مؤجل ٹھہرایا :-

قال ابن عباس فى تفسير هذه الآية للذين
يؤلون من نسائهم تربص اربعة اشهر فان
فاءو فان الله غفور رحيم وان عزموا الطلا
فان الله سميع عليم [2] الفيئ الجماع فى الاربعة
الاشهر وعزيمة الطلاق انقضاء الاربعة فاذا مض
بانت بتطليقة ولا يوقف بعدها وكان عبد الله
بن عباس اعلم بتفسير القرآن من غيره وهو قول
ابي حنيفة رحمه الله تعالى والعامة مثل عمر بن
الخطاب وعثمان بن عفان وزيد بن ثابت و

---

[1]

[2] سورۃ البقرہ، آیت ۲۲۶، ۲۲۷۔

[3] مؤطا امام محمد، باب الایلاء، ص

عورت مفقود کے کہ فقدان کو شارع نے طلاق قرار نہیں دیا اور نہ تعداد سال کی مقرر ہوئی پس قیاس عورت مفقود کا اوپر ایلاء کے قیاس مع الفارق ہے بلکہ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بعد گزرنے چار ماہ کے طلاق واقع نہیں ہوتی تا وقتیکہ مولیٰ طلاق نہ دیوے:

مالك عن جعفر بن محمد عن ابيه عن علي بن طالب انه كان يقول اذا الى الرجل من امرأته لم يقع عليه طلاق وان مضت الاربعة الاشهر حتى يوقف فاما ان يطلق واما ان يفيئ قال مالك وذلك الامر عندنا (موطا امام مالك)[1]

پس قیاس امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا در باب تفریق زن مفقود برایلاء درست نہ ہوا، صحیح قیاس یہ ہے کہ جیسا ایلاء میں بغیر طلاق مولیٰ کے عورت اس کی جدا نہیں ہوسکتی اسی طرح زن مفقود بغیر طلاق مفقود کے نکاح سے باہر نہ ہو اور یہ ہے مطلب ہمارا اور اسی طرح سے قیاس کرنا مفقود کا اوپر زن عنین کے صحیح نہیں کیونکہ علت تفریق کی عنینہ میں عدم وصول عنین کا اپنی زن سے ہے کہ مقصود اصلی نکاح سے یہ ہے جب کہ اصل مقصود نکاح کا کہ وصول تھا نہ پایا گیا تو نکاح بے فائدہ ٹھہرا اس لئے تفریق شارع نے جائز رکھی اور یہ تفریق بالفور ہے ولیکن بوجہ احتمال اس امر کے کہ شاید کسی بیماری سے عاجز ہوگیا ہو مدت ایک سال کی قرار دی تاکہ علاج میں مصروف ہو ورنہ حکم تفریق کا بالفور ہے جیسا کہ مفہوم ہوتا ہے کتب فقہ سے مثلاً ہوے :-

ان العنين يضرب له اجل سنة من مرافعة الى السلطان لاحتمال انه عجز لعارض يزول بمرور فصول السنة عليه ثم ان لم يزل فالفسخ بعد السنة على الفور والاختيار لها في العنينة الطارية بعد الدخول[2] (مسوى شرح الموطا للشاہ ولی اللہ

---

[1] موطا امام مالک : باب الایلاء ، ص ۲۰۱
[2] مسوی ، شرح الموطا ، باب امرأۃ العنین ، ج ۲ ، ص ۳۲ -

المحدث الدهلوی۔

برخلاف عورت مفقود کے کہ مفقود نکاح کہ وصول ایک بار سے عورت مفقود کو ہو چکا ہے
فی کتب الفقہ، پس کیونکر قیاس عورت مفقود کا اوپر زن عنین[1] کے صحیح ہو؟ بلکہ
قیاس زن مفقود کا اوپر عنینہ طاریہ کے صحیح اور درست ہے جیسا کہ زن عنین کو بعد دخول
فسخ کا نہیں رہتا اسی طرح سے زن مفقود کو بھی بعد دخول کے اختیار فسخ کا نہیں ہے
مستوی سے مفہوم ہوتا ہے اور کما عالمگیری میں در باب عنین :۔

لو وصل الیہا مرۃ ثم عجز لا خیار لہا کذا
فی التبیین [2]

پس جبکہ بموجب اس قیاس کے تفریق زن مفقود کی ناجائز ٹھہری تو نکاح
سے کیوں کر جائز ہوگا ھذا ھو الصحیح کما فی کتب الفقہ۔

ولنا قولہ علیہ السلام فی امرأۃ المفقود ھی
امرأتہ حتی یاتیہا البیان وقول علی رضی اللہ عنہ
ھی امرأۃ ابتلیت فلتصبر حتی یستبین موت او طلاق
فھذا ھو المراد بالبیان المذکور فی الحدیث
المرفوع لان النکاح عرف ثبوتہ والغیبۃ لا توجب
الفرقۃ والموت فی حیز الاحتمال فلا یزال النکاح
لشک وقد صح رجوع عمر رضی اللہ عنہ الی قول
علی رضی اللہ عنہ والاعتبار بایلاء غیر سدید لانہ
کان طلاقا معجلا فجعلہ الشرع مؤجلا فکان موجبا
للفرقۃ وکذا الاعتبار بالعنۃ ایضا غیر سدید لان
العنۃ یعقب الرجوع والعنۃ اذا کانت خلقیۃ لا تقلب

---

[1] عنین اس کو کہتے ہیں جس سے بعد نکاح کے ایک دفعہ بھی صحبت داری نہ ہو سکی ہو اور عنینہ طاریہ اس کو کہتے ہیں کہ بعد نکاح کے ایک بار یا دو بار صحبت داری کی ہو اور بعد اس کے نامرد ہو گیا ہو (منہ)

[2] عالمگیری، کتاب الطلاق، باب فی العنین، ج ۱، ص ۵۲۳۔

فحول باعتبار غالب العادة والتوقف فیہا لاستظہار
کونہا خلقیۃ او عارضیۃ (عینی وغیرہ کتب فقہ مثل ھدایہ[1]
وکفایہ[1] وفتح القدیر[1])

اور اگر یہ حجت پکڑی جاوے کہ درصورت عدم نکاح زن مفقود بعد از چار سال حرج واقع
ہے، یہ بھی مدفوع ہے بچند وجہ کیونکہ اعتبار حرج کا اس جا کیا جاتا ہے جس جائے کہ مخالف نص
حرج نہ پایا جاوے:۔

المشقة والحرج انما یعتبران فی موضع لا نص فیہ
واما مع النص بخلافہ فلا (اشباہ)[2]

اس صورت خاص میں حرج مخالف نص کے ہے اس واسطے اس صورت خاص میں یہ حرج
... ہوگا۔

ماسوا اس کے اگر ایک شخص کسی جائے بعید مسافری کو چلا گیا اور تا مدت زیادہ از چار سال
... خرچ بھیجا ولیکن یہ معلوم ہے کہ وہ زندہ ہے۔ آیا اس صورت میں بھی نکاح اس عورت کا
... کیونکہ اس صورت میں بھی وہی حرج مثل زنا و تنگی خرچ وغیرہ کے ہیں جو کہ درصورت مفقود ہونے
... حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں۔ پس بایں وجوہات مرقومہ بالا نزد فقیر متحقق ہوا کہ مسئلہ تفریق زن
... کا بعد چار سال کے اصل نہیں رکھتا اور نہایت ضعیف اور مرجوح ہے اور قول مرجوح اور ضعیف
... دینا جہل اور خلاف اجماع ہے وان الحکم والفتیا بالقول المرجوح جہل وخرق الاجماع (درمختار)[3]

پس ثابت ہوا کہ تفریق زن مفقود کی بعد چار سال کے عند الشرع ناجائز اور نادرست ہے کہ اس
... سے حرج واقع ہوتے ہیں پس شخص مندرج سوال کو امام بنانا نہ چاہئے۔ ھذا ما وفقنی
... من التوفیق والتحقیق ومنہ الھدایۃ والرشاد والتوفیق وھو ملھم
... صواب والیہ المرجع والمآب۔

حررہ شیخ رحیم بخش دہلوی الملقب محمد مسعود نقشبندی مجددی

---

[1] فتح القدیر مع الکفایۃ، کتاب المفقود، ج ۵، ص ۳۷۲، ۳۷۳۔

[2] الاشباہ، الفن الاول، القاعدۃ الرابعۃ، ص ۸۳۔

[3] درمختار، رسم المفتی، ج ۱، ص ۱۵۔

سوال ٦٦

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرح متین اس امر میں کہ زید نے اپنی بی بی کو غصہ میں بایں الفاظ کہ " جا کُتی رانڈ طلاق طلاق طلاق تین طلاق، میں نے قاضی صاحب کے روبروئے طلاق دی " اور اس کی نیت طلاق دینے کی نہ تھی بلکہ یہ غرض تھی کہ ... سے ہٹ جاوے۔ اس بات کو تخمیناً تین سال گزر گئے۔ اب زید بوجہ رسم برادری ... ملامت قوم یہ چاہتا ہے کہ بموجب حکم شریعت غرّا بلا نکاح کرنے زوج ثانی سے پھر ... مجھ پر حلال ہو جاوے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

بصورت مسئولہ طلاق واقع نہیں ہوتی، نہ طلاق بائن اور نہ رجعی، اگرچہ لفظ ... 'اذهبی' کے ہے مگر لفظ 'اذهبی' جواب اور رد کی صلاحیت رکھتا ہے اور جو ... صلاحیت جواب اور رد کی رکھتے ہیں ان میں بحالت مذاکرہ طلاق بھی بلا نیت طلاق ... ہوتی :-

وفی حالة مذاکرة الطلاق یقع الطلاق فی سائر الاقسام بنیة الا فیما یصلح جوابا و ردا فانه لا یحمل طلاقا (کذا فی الکافی) [1]

اور اسی حالت غصہ میں بھی بلا نیت طلاق واقع نہ ہو گی :-

وفی حالة الغضب یصدق فی جمیع ذلک لاحتمال الرد والسب الا فیما یصلح للطلاق ولا یصلح للرد والشتم (کذا فی الهدایة) [2]

اور صورت سوال میں زید نیت طلاق سے منکر ہے پس سچا کیا جاوے گا اور طلاق ...

---

[1] الکافی فی فروع الحنفیة :

[2] الهدایہ شرح البدایہ :

لفظ طلاق میں اضافت بالاشارہ موجود نہیں ہے، اس جہت سے ان الفاظ سے بھی طلاق واقع نہ ہوگی وھو الحق عند المحققین۔

واللّٰہ اعلم بالصواب و الیہ المرجع والمآب

حررہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی دہلوی

۷ رجادی الثانیہ ۱۳۰ھ ہجری

سوال ۶۷

چہ فرمایند علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ زید یہ دعوی کرتا ہے کہ شوہر ش نے پیش چند کس مردماں برادری وغیرہ کے یہ الفاظ کہے کہ "میں نے تیری تین طلاق دیں" چنانچہ گواہوں نے گواہی صدور لفظ طلاق کے بہماں الفاظ ادا کئے شوہر مساۃ اس سے منکر ہو کے نہ دینا طلاق کا بیان کرتا ہے۔ صورت مرقومہ بالا میں طلاق ہوگئی یا نہیں؟ اور کس فریق کے گواہ معتبر ہوں گے؟ یہاں کے مولویوں سے جو یہ مسئلہ استفسار کیا گیا تو بعضوں نے یوں فرمایا کہ طلاق واقع ہوگئی اور اس واسطے کہ گواہ طلاق کے مقدم ہیں کیونکہ وہ اثبات طلاق کرتے ہیں اور بعض کہتے ہیں طلاق نہیں ہوتی کیونکہ گواہ نکاح مقدم ہیں اس واسطے کہ نکاح اثبات ہے اور طلاق نفی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ گواہ عادل ہونے چاہئیں اور اس زمانے میں گواہوں کا عادل ہونا معلوم، بحوالہ کتب فقہ جواب مرحمت فرماویں بینوا توجروا۔

الجواب

بصورت مرقومہ تین طلاقیں مغلظہ واقع ہوئیں کیونکہ گواہ مثبت طلاق کے معتبر ہیں نفی طلاق کے معتبر نہ ہوں گے اگرچہ نفی معنًی ہو یا صورۃً کما ھو فی الاشباہ و النظائر لہ:۔

بینۃ النفی غیر مقبولۃ انتھی و من الشھادۃ علی

لہ الاشباہ والنظائر :

النفی مالو شہد انہ استقرض من فلان فی یوم کذا فبرھن علی انہ لم یکن فی ذلک المکان بل کان فی مکان آخر لا تقبل لان قولہ لم یکن فیہ نفی صورۃ ومعنی قولہ بل کان فی مکان کذا نفی معنی واصلہ ماذکر فی النوادر عن الثانی شہدا علیہ بقول او فعل یلزم علیہ بذلک اجارۃ او کتابۃ او طلاق او عتاق او قتل او قصاص فی مکان وزمان وصفات فبرھن المشہود علیہ انہ لم یکن ثمہ یومئذ لا تقبل کذا النفی لا تقبل (حموی) [1]

اور ایسا ہی ہے عالمگیری میں:-

اقامت امرأۃ رجلین ان فلانا طلق امرأتین یوم النحر بالکوفۃ واقام فلان البینۃ انہ کان فی ذلک الیوم حاجا بمنی فالبینۃ بینۃ المدعی لا یلتفت الی بینۃ المدعی علیہ انتہی [2]

اور اسی طرح سے ہے شامی میں اور بعد نقل کرنے عبارت نوادر کے مطابق یہ بھی زیادہ کیا ہے:-

وکذا کل بینۃ قامت علی ان فلانا لم یقل ولم یفعل ای لا تقبل انتہی [3]

پس ثابت ہوا کہ گواہ عدم طلاق کے معتبر و مقبول نہ ہوں گے جیسا کہ کلمہ لو نفی سے صاف ثابت ہے۔

اور یہ کہنا کہ گواہ نکاح کے مقدم ہیں اس واسطے کہ نکاح اثبات ہے اور طلاق

---

[1] شرح الاشباہ والنظائر :

[2] فتاوے عالمگیری : کتاب الشہادات ، باب ۹ ، ج ۳ ، ص ۵۱۴ -

[3] ردالمحتار :

ہے زیرا کہ طلاق نفی نہیں ہے بلکہ طلاق مثبت نکاح ہے اقتضاءً کیونکہ طلاق رفع قید نکاح کو ہے اور یہ ظاہر ہے کہ رفع شئے اس حالت میں ہوتا ہے کہ وجود شئے کا ہو جس وقت کہ نکاح کا ہو گا اسی وقت رفع نکاح کا ہو گا پس طلاق کا کہنا عین اثبات نکاح کا ہے پس گواہ مثبت اثر نکاح کو ہوئے نہ کہ نفی کے ہوئے،

اور عدالت گواہاں واسطے وجوب قضاء کے ہے یعنی بحالت گواہی گواہاں عادل قاضی پر واجب ہے کہ بگواہی ان کے حکم دیوے اور اس امر کی شرط نہیں ہے کہ اگر قاضی گواہان فاسقین پر حکم دے تو حکم نافذ نہ ہو گا، حکم قاضی کا بہ گواہی فاسقوں کے بھی نافذ ہو جاتا ہے :-

والعدالۃ لوجوبہ لا لصحتہ فلو قضی بشہادۃ فاسق نفذ لہ (تنویر الابصار) ای لوجوب القضاء علی القاضی [2] (شامی)

اور عدالت میں اس قدر کافی ہے کہ صلاحیت گواہ کی زیادہ ہو بہ نسبت فساد کے اور صواب خطا سے زیادہ ہو اور گناہ کبیرہ کو نہ کرتا ہو اور اصرار گناہ صغیرہ کا نہ کرتا ہو کما فی الشامی :-

تفسیر العدالۃ ان یکون مجتنبا عن الکبائر ولا یکون مصرا علی الصغائر فیکون صلاحہ اکثر من فساد وصوابہ اکثر من خطائہ انتہیٰ [3]

خلاصہ مرام کا یہ ہے کہ حاکم بصوابدید اگر بگواہی گواہان فاسقین کے حکم کر دے گا وہ حکم جاری ہو جائے گا واللہ اعلم بالصواب

حررہ واجابہ خاکِ رہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی

۱۲ رجب ۱۳۰۳ھ ہجری

سوال ۶۸

ایک شخص نے اپنی زوجہ کو اس کے باپ کے گھر پر مجمع عام میں کہ اس وقت بہت سے مرد

---

[1] تنویر و درمختار، کتاب الشہادات، ج ۲، ص ۹۱ -

[2] شامی ، " ، ج ۴، ص ۳۷۲ -

[3] ایضاً ، " ، " ، " ، " -

اور عورت جمع تھے اور برو بیرا اور مادر کے دشنام دے کے تین مرتبہ طلاق دے
کہا کہ "سب سن لو میں نے اس کو طلاق دے دی، میرا اس سے واسطہ نہیں رہا
لفظ کو بہت مردمان موجود نے سنا ہے، اب وہ شخص طلاق دینے سے انکار کرتا ہے
شریف اٹھاتا ہے اب وہ عورت اس پر جائز ہو سکتی ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

بصورت مرقومہ بحالت موجودگی نصاب شہادت، انکار خاوند کا اگرچہ قسم کے
اعتبار نہیں ہے، پس تین طلاق واقع ہوئیں بغیر حلالہ کے اس شوہر پر حلال نہیں ہے
حکم الشرع فقط (واللہ اعلم بالصواب)

حررہ واجابہ خاکپا رہ محمد مسعود نقشبندی

۲۹ رجب المرجب ۱۳۰۳ھ ہجری

سوال ۶۹

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ ایک شخص
نے اپنے ہوش وحواس اور عقل کی درستی اور ثبات میں اپنی زوجہ نکاحتا کو تین بار طلاق
دی کہ "میں نے تجھ کو بحکم خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم طلاق شرعی دی" اور عرصہ دس
ہے کہ پھر وہ دونوں میاں بیوی نکاح ثانی کرنے پر راضی ہیں، پس آیت وحدیث
پہلے سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بر ماہران فقہ وکلام الٰہی مخفی نہ رہے کہ الفاظ طلاق السنۃ اور فی السنۃ اور
و طلاق السنۃ والعدۃ وطلاق عدۃ اور شرعی وغیرہ ایک ہی ہیں جیسا کہ مفہوم ہوتا ہے
اور در مختار سے، پس جب کہ خاوند نے تین طلاقیں اپنی عورت کو بایں الفاظ دیں کہ "میں
خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم طلاق شرعی دی"، تو بلا ریب وشک تین طلاق سنی واقع ہوں
طلاق ایک طہر میں اور دوسری طلاق دوسرے طہر میں اور تیسری طلاق تیسرے طہر میں اور

تین طہروں کے بائن ، مغلظہ ہوگئی ، اب بغیر حلالہ کے درست نہیں اور یہ طلاق شرعی ہے بلا کراہت
کے اور طلاق بدعی نہیں ہے تاکہ کوئی مخالف اعتراض کرے
اور طلاق شرعی کہنے سے حرمت سہ طلاق ایک ہی ہوجاتی رہے ہے :-

ولو قال لامرأته المدخولة وهي ذوات الاقراء انت طالق ثلاثا للسنة فهو على وجوه ان نوى ان يقع عند كل طهر تطليقة فهو على مانوى و كذلك ان لم ينو شيئا فهي طالق عند كل طهر تطليقة وان نوى ان يقع الثلاث جملة للحال صحت نيته لان وقوع الثلاث جملة عرف بالسنة وان نوى ان يقع عند رأس كل شهر تطليقة فهو على مانوى له (عالمگیری و درمختار و هدایه)

اسی طرح کلام الٰہی میں ہے :-

الطلاق مرتان فامساك بمعروف او تسريح باحسان (الى) فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره ؎

اور سوال سے ظاہر ہے کہ طلاق کی نیت نہ نزدیک ہر طہر کے ہے اور نہ ثلاث کی ہے ،
پس ہر طہر میں ایک ایک طلاق واقع ہوگی اور بعد گزرنے سہ حیض یا سہ ماہ کے مغلظہ ہوگئی
بعد سہ ماہ ، اور اگر اس عورت کو حیض نہیں آتا ہے تو بھی یہی حکم ہے ہر ایک ماہ میں ایک طلاق
ہوگی هذا هو الحق عندی وعلم الصواب عند ربی .

حررہ واجابہ خاکپا محمد مسعود نقشبندی دہلوی
۱۴ رجب المرجب ۱۳۰۳ھ ہجری

؎ عالمگیری ، کتاب الطلاق ، ج ۱ ، ص ۳۵۰ -
؎ سورۃ البقرہ ، آیت ۲۲۹ ، ۲۳۰ -

سوال ۷۰

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے
زوجہ اپنی کو بذریعہ تحریر اپنے دستخط کے لکھا ہے کہ :-
"میں نے ہندہ لڑکی تمہاری کو چھوڑ دیا ہے اور لفظ تلاق بھی کہہ دیے ہیں
اس تلاق کے رقعہ کو بطور رسید کے اپنے پاس رکھیں"
اور پہلے اس کے زید نے اپنی نابینا ساس کے روبرو بھی یہی کلمے کہے تھے، آیا
ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

واضح ہو کہ خط مرسل بسوئے پدر زوجہ خود بہ تحریر خود درباب طلاق معتبر ہے
مرسوم ہے اور چونکہ "چھوڑ دیا" "سرحت" کے معنی میں ہے اور اس لفظ سے حالت
طلاق میں طلاق واقع ہوتی ہے :-

ولو قال فی حالة مذاکرة الطلاق باینتک
او ابنتک او ابنت منک او لا سلطان لی علیک
او سرحتک یقع الطلاق وان قال لم انو الطلاق
لا یصدق قضاء (عالمگیری مختصرا) [1]

اور اس لفظ کے ساتھ خطاب اور اسم اپنی عورت کا کہا ہے اور مذاکرہ طلاق
ہے کیونکہ زید خبر دیتا ہے اپنے قول سابق کی کہ روبروئے نانی زوجہ کے کہے تھے
تجھ کو چھوڑ دیا اور طلاق دی اور تمام تحریر رقعہ کی مذاکرہ اور طلاق سے بھری ہوئی
لہذا طلاق بائن ہوئی کہ تجدید نکاح لازم ہے اگر ہر دو زوجین چاہیں۔
اور جو یہ کہا ہے کہ لفظ تلاق بھی کہہ دیے ہیں اگرچہ بسبب عدم موجود ہو
صریح کے ان الفاظ سے طلاق نہ ہوگی اگرچہ طلاق صریح طلاق بائن کو لاحق ہوتی ہے

---

[1] عالمگیری، کتاب الطلاق، فصل فی الکنایات، ج ۱، ص ۳۷۵۔

شارہ بسوئے زن خود شرط وقوع طلاق ہے :-

وقال ایضا فیہ الصریح اللاحق للبائن بکونہ خاطبہا واشار الیہا للاحتراز عما اذا قال کل امرأۃ لطالق فانہ لا یقع علی المختلعۃ لہ (شامی)

اور صورت مسئولہ میں ساتھ لفظ طلاق کے خطاب یا اشارہ موجود نہیں اور قرینہ باب وقوع طلاق میں اعتبار نہیں اور اگر بالفرض والتقدیر اس کو طلاق رجعی بھی قرار دے دیں تو بھی مجموعہ طلاق بائن اور رجعی کا طلاق بائن ہوگا کہ تجدید نکاح لازم ہے :-

واذا لحق الصریح البائن کان بائنا لان البینونۃ السابقۃ علیہ تمنع الرجعۃ لہ (کما فی الخلاصۃ، شامی)

صورت "" کا اعتبار نہیں ہے، کہنا 'تلاق' اور 'طلاق' ایک ہی حکم رکھتا ہے کما فی عالمگیری والدر المختار وغیرہا فقط واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

حررہ واجابہ خاکپائے محمد مسعود نقشبندی دہلوی
۱۲ شعبان ۱۳۰۰ھ ہجری

سوال ۷۱

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ ایک عورت مدعی ہے کہ شادی کے مجمع میں تمام برادری کھانا کھا رہی تھی، اس نے کہا کہ میں فریادی پنچوں کے پاس آئی ہوں میرا شوہر بہت تکلیف دیتا ہے۔

میرے شوہر اور برادر شوہر خدا بخش نے جب مجھ کو دیکھا تو خدا بخش نے میرے شوہر سے کہا کہ " اس کو طلاق دے دے " اس نے بموجب کہنے اپنے بھائی خدا بخش کے تین دفعہ کہا کہ " میں نے تجھ کو چھوڑ دیا اور طلاق دی اور تو میرے کام کی نہیں ہے، تڑکری طلاق

لہ شامی، کتاب الطلاق، باب فی الکنایات، ج ۲، ص ۶۹۴ -

لہ ایضاً ، ، ، ، ، ، ،

کی ہو جاوے" اور شوہر اس کا انکاری ہے کہ میں نے اس کو طلاق نہیں دی۔

اس شادی کے مجمع کے لوگوں سے ہر دو فریق کے گواہ پیش ہوئے، البتہ

مدعیہ شہادت دیتے ہیں کہ ہمارے روبرو عورت مدعیہ بیچوں سے شکایت تکلیف

کی یعنی اپنے شوہر کی خدا بخش برادر مدعا علیہ نے کہا" اس کو طلاق

بلکہ بعض گواہ یہ کہتے ہیں کہ خدا بخش نے مدعا علیہ کے شوہر کے دو تین مکے مارے کہ

دے دے۔ اس کے کہنے کے بموجب مدعا علیہ نے تین چار مرتبہ اپنی عورت کو کہ

نے تجھ کو طلاق دی۔

اور دس بارہ گواہ مدعا علیہ کے کہتے ہیں کہ ہم نے طلاق کا دینا نہیں سنا

میں از روئے احکام شرع شریف کیا حکم ہے، آیا طلاق ہوئی یا نہیں ؟ اگر طلاق ہو

قسم کی طلاق ہوئی ؟ رجعت ہو سکتی ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بصورت مسئولہ گواہ مدعیہ کے درباب طلاق دینے کے مقبول ہیں اور طلاق مغلظ

ہو گئی جیسا کہ کلام الٰہی اور احادیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہے، اور گواہ

غیر مقبول ہیں کذا فی کتب الفقہ۔

حررہ واجابہ خاکِ رہ محمد مسعود نقشبندی

۲۳ رجب المرجب ۱۳۰۱ھ ہجری المقدس

سوال ۷۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے ائمہ دین ہمارے، کیا حکم ہے اس باب میں کہ باہم زوجہ اور زوج کے مکان

میں نزاع لفظی پیش آئی، زوجہ اپنی ساس (کے) پاس برابر کے مکان میں چلی گئی، زوج

ساس زوجہ نے کہا کہ" میری بہو ہے میرے پاس رہے گی"۔ زوج کہ علم سے بہرہ

اپنی جاہلیت سے حالت غصہ و طیش میں یہ کہہ بیٹھا کہ" اگر اس مکان مسکونہ سے کسی طرح

رکھے تو تین طلاق ہیں"۔

اس گفتگو میں مخاطب والدہ زوج تھی اور زوجہ علیحدہ ایک جانب بیٹھی تھی، ایسی صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ عورت پر عدت واجب آئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بصورت تحریر ہذا کوئی وجہ وقوع طلاق کی نہیں پائی جاتی کیونکہ شرائط ایقاع طلاق بصورت ... مفقود ہیں اور فقط کہنے لفظ طلاق سے طلاق واقع نہیں ہوتی ھکذا فی کتب ...

حررہ واجابہ محمد مسعود نقشبندی
۲۱ جمادی الاولی ۱۲۹۸ھ ہجری

۱۲۷۹ جنعفی لہ الرحیم فہو مسعود محمد	۱۲ ۸۷ دار د امید شفاعت محمد یعقوب

جواب سوال مذکور کا یہ ہے کہ قول زوج کا "اگر اس مکان مسکونہ سے کسی طرح کا تعلق ... طلاق ہیں" (انتہیٰ) صریح تعلیق تین طلاق ہیں لیکن ——— اس قول "کسی طرح کا تعلق رکھے" ابہام ہے، پس دریافت کیا جاوے زوج سے کہ تمہاری مراد ... اپنی زوجہ ہے یا کوئی اور؟ پس اگر مراد زوجہ رکھی ہے تو تین طلاق مغلظہ واقع ہوجاویں گی ... موجود ہوجانے شرط تعلیق کے، قال فی البزازیۃ [۱]:-

قال لہا لا تخرجی من الدار الا باذنی فانی حلفت بالطلاق فخرجت لا یقع لعدم ذکر حلفہ بطلاقہا ویحتمل الحلف بطلاق غیرہا فالقول لہ انتہیٰ ومثلہ فی الخانیۃ وقال فی البحر لو قال طالق فقیل لہ من عنیت فقال امرأتی طلقت امرأتہ انتہیٰ [۲] ھکذا فی الشامی شرح در المختار [۳] مع زائد

---

[۱] ... بزازیہ،

[۲] ... رائق، باب الطلاق الصریح، ج ۳، ص ۲۷۳۔

فی تائیدہ۔

واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

۱۲۸۵ھ
ہست ور دو جہاں
محمد شاہ

جواب مجیب ثانی کا صحیح اور درست ہے مگر یہ بات ہے کہ اس کے استف
ضرورت نہیں کیونکہ قرائن کے وقت بیان کی ضرورت نہیں ہوتی، دیکھو کنایات میں جو بغیر نیت
نہیں کرتے باوجودیکہ دلالت ——— نیت طلاق ہو جاتی ہے ردی

لو قال امرأة طالق او قال طلقت امرأة ثلاثا
وقال لم اعن امرأتی یصدق و یفهم منه انه
لو لم یقل ذلك تطلق امرأته لان العادة ان
من له امرأة انما یحلف بطلاقها لا بطلاق
غیرها کذا فی الشامی [1]

پس یہ تصریح ہے اگر کوئی شخص یوں کہے کہ عورت کو طلاق اور خطاب
طلاق واقع ہو جاتی ہے لدلالة العادة اور صورت مسئولہ میں ظاہر ہے
تعلیق اپنی زوجہ کی ہے نہ کہ کسی ہمسایہ کی عورت کی، پس جب شرط پائی گئی تو طلاقیں
واقع ہو گئیں کما لا یخفی علی من ادنی مسکة فی العلم اور جواب مجیب
کا بالکل غلط ہے۔

حررہ ابو محمد عبد الحق عفی عنہ

محمد عبد الله

بیشک صورت مذکورہ میں طلاقیں ہو گئیں اور حاجت استفسار نہیں خود قرینہ
ہے تعلیق زوجہ پر۔ واللہ اعلم بالصواب

---

[1] شامی، کتاب الطلاق، باب الصریح، ج ۲، ص ۴۳۰۔

حررہ محمد عبداللہ عفی عنہ

۱۲۹۶ غلام محمد	۱۲۹۸ محمد چراغ شاہ

بتوفیقہ تعالےٰ معلوم کرنا چاہیے کہ شرط وقوع طلاق کی یہ ہے کہ لفظ طلاق کے ساتھ
ضافت زوجہ کی طرف قصداً ہو۔

ولکن لابد فی وقوعہ قضاء و دیانۃ من قصد اضافۃ لفظ الطلاق الیہا عالما بمعناہ ولم یصرفہ الی ما یحتملہ[1] انتہی ما فی الشامی ویشترط لقصدها بالخطاب[2] (طحاوی)

پس اگر لفظ طلاق کے ساتھ اضافت نہ ہو گی تو طلاق نہیں پڑنے کی اگرچہ شبہ اور کی
ورت ہو جیسا کہ اس صورت میں :-

ولو قالت طلقنی فضربها وقال الیک طلاق لا یقع ولو قال ـــــ طلاق یقع[3] (عالمگیریۃ)

اب غور کرو کہ صورت ہذا میں لفظ طلاق کے ساتھ زوجہ کی طرف اضافت نہ کی فقط "الیک"
طلاق واقع نہیں ہوئی باوجودیکہ قرینہ اضافت کا کلمہ طلقنی سے پایا جاتا ہے پس ہباءً منثوراً
قول شخص ثانی کا کیونکہ قرائن میں بیان کی ضرورت نہیں ہوتی آخر تک ، اور ثابت ہو گیا کہ درباب
ضافت طلاق قرائن کا اعتبار نہیں ہوتا جیسا کہ کہا ہے فتح القدیر میں :-

ولابد من القصد بالخطاب بلفظ الطلاق عالما بمعناہ او النسبۃ الیہا[4] انتہی۔

یعنی اگر زوج نے وقت تلفظ انت طالق کے قصد اضافت اپنی عورت کی طرف

---

[1] شامی، کتاب الطلاق، باب الصریح، ج ۲، ص ۴۳۱ -

[2] طحاوی، کتاب الطلاق، باب الصریح، ج ۲، ص ۱۱۲ -

[3] عالمگیری۔

[4] فتح القدیر، کتاب الطلاق، باب ایقاع الطلاق، ج ۳، ص ۳۵۱ -

دکیا، طلاق واقع نہ ہوگی باوجودیکہ اضافت ظاہر موجود ہے :۔

ولو کرر مسائل الطلاق بحضرة زوجته ویقول

انت طالق ولا ینوی طلاقا لہ انتہی ما فی فتح القدیر

اور تیسری مثال غور کرو :۔

انہ امرأة طلبت الطلاق من زوجہا فقال لہا "سہ طلاق

بردار و رفتی" لا یقع و یکون ھذا تفویض الطلاق الیہا و لو

نوی یقع و لو قال لہا سہ طلاق خود بردار و رفتی یقع بدون

النیة ۲ہ (عالمگیری)

دیکھو اس صورت میں باوجودیکہ مرتبہ کے بلا قصد طلاق واقع نہ ہوئی ...

ساتھ اڑگیا قول معترض کا اور معاون معترض کا اور وہ یہ ہے کہ پس یہ تصریح ...

یوں کہے کہ عورت کو طلاق اور خطاب نہ کرے، طلاق آجاتی ہے بدلالة ...

یہ کہنا لبعض الناس کا کہ بلا خطاب یا بلا اشارة، طلاق ہوجاتی ہے، غلط ہے ...

بکتب الحنفیة اور جو کہ مسئلہ سے معترض نکھی ہے اس میں ...

ہے وہ لفظ امرأة کا ہے کیونکہ لفظ امرأة کا اضافت میں سے ہے :۔

قولہ لترکہ الاضافة ای المعنویة فانہا ...

والخطاب من الاضافة المعنویة وکذا الاشارة

نحو ھذہ طالق وکذا نحو امرأتی طالق انتہی ما

فی الشامی ۳ہ

مگر چونکہ لفظ "امرأة" کا محتمل عورت غیر کو ہے اس لئے نیت اور غیر ...

نہ ہوئی کیونکہ قرینہ محتمل میں ہوتا ہے نہ کہ غیر لفظ یا لفظ غیر محتمل میں برخلاف صورت

کہ اس میں لفظ طلاق ساتھ اضافت کے قصداً ذکر نہیں فقط یہ کہا کہ "تین طلاق ...

لہ فتح القدیر، کتاب الطلاق، باب ایقاع الطلاق، ج ۳، ص ۳۵۱ -

۲ہ عالمگیری، " " فصل ۷، ج ۱، ص ۳۸۲ - د بالالفاظ الفارسیہ

۳ہ شامی " " باب الصریح، ج ۲، ص ۴۲۹ -

قیاس مع الفارق ہے صورت بحر یہ صورت مسئولہ کو قیاس کرنا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ولا الجہل کا ہے
بتہ اگر صورت مسئولہ میں اضافت مبہم قصداً مذکور ہوتی تو قیاس صورت بحر یہ پر کرنا درست ہوتا او
نیت کا بھی اعتبار ہوتا : ھٰذا الاصل ولا تکن من الجاھلین وان من قبل
نسیت ۔

والحاصل انہ اذا قصد بسبب عالما بانہ
سبب رتب الشرع حکمہ علیہ ارادہ او لم یردہ
الا انہ اراد مایحتملہ واما انہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
فیثبت الحکم علیہ شرعا وھو غیر راض بحکم
اللفظ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ [1]

پس جب کہ لفظ اضافت کا قصد اکہاہی نہیں، تو حکم اوپر کی طرف ہوگا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
کیونکہ قرائن کے وقت بیان کی ضرورت نہیں ہوتی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ معانی ہوتے
ہیں بسبب قرائن کے ترجیح ایک معنی کو ہو جاتی ہے ۔

اس صورت مسئولہ میں کون لفظ محتمل دو معانی کا ہے؟ آیا لفظ "تین" کا یا لفظ "طلاق"
کیونکہ زوج نے لفظ "تین" طلاق میں کہا ہے پس کیونکہ اضافت کو اس جگہ سے ایجاد کیا،
یہ ایجاد فقیر ہوا! دیکھو درمختار کو :-

ان خرجت یقع الطلاق او لا تخرجی الا باذنی
طلقت بالطلاق ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ لم یقع لترکہ الاضافۃ
الیھا (درمختار) [2]

صورت ہذا میں باوجود قرینہ اضافت کا جو کہ شرط میں ہے، موجود ہے پھر بھی بجہت
نہ ہونے اضافت کے ساتھ لفظ طلاق کے، طلاق واقع نہ ہوئی اور جو کہ معترض اول نے
روایت بزازیہ کو در باب نیت سند پکڑی ہے یہ سند پکڑی ہے اور عدم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کتب
معتبرہ پر دلالت کرتی ہے کہ باوجود ترجیح ہونے شرح کے اوپر حاشیہ کے روایت
کے غیر معتبر ہے کیونکہ روایت صاحب بزازیہ کی مخالف ہے روایت فتح القدیر کو اور

---

[1] ۔

[2] درمختار، کتاب الطلاق، باب الصریح، ج ۱، ص ۲۱۸ ۔

جامع الصغیر کو چنانچہ عنقریب آئے گی، اور دلیل پکڑی صاحب ردالمحتار کے ساتھ
بحر کی ------ :

لو قال طالق فقیل لہ من عنیت فقال امرأتی
طلقت [1]

اور اسے ------ کرنا :-

ویلزم کون الاضافة صریحة کلامہ غیر صـ
ولا یعقف علیہ [2]

کے خلاف تحقیق محققین ماہرین بالفقہ کے ہے چنانچہ نقل سے ثابت کیا گیا ہے کہ
لفظ طلاق کے قصداً شرح شرط ایقاع طلاق کی ہے، سوا اس کے، نظر کرو فتح القدیر

وفی الحاوی معزیا الی الجامع الاصغر ان
اسدا سئل عمن اراد ان یقول زینب طالق فجری
علی لسانہ عمرة طالق ایتہما یقع الطلاق فقال فی
القضاء تطلق التی سماہا وفیما بینہ وبین اللہ
تعالی لا تطلق واحدة منہما اما التی سماہا فلانہ
لم یردہا واما غیرہا فلانہا لو طلقت بمجرد النیة
فہذا صریح انتہی مافیہ [3]

اس روایت فتح القدیر سے یہ ثابت ہوا کہ مجرد نیت کا بالکل اعتبار نہیں، جب تک
صریح نہ ہو ورنہ زینب کو طلاق ہو جاتی کیونکہ نیت زینب کی طلاق کی تھی، اس پر طلاق
ثابت ہوا کہ روایت بحر کی بمجرد طلاق کے بحالت نیت طلاق ہو جاتی ہے، قابل اعتبار
لا یخفی علی من لہ ادنی نظر فی الفقہ۔

جبکہ مقیس علیہ صاحب بزازیہ کا پائے اعتبار سے ساقط ہوا قول صاحب

---

[1]

[2]

[3] فتح القدیر، کتاب الطلاق، باب ایقاع الطلاق، ج ٣، ص ٣٥٢ -

ویلزم کون الاضافۃ صریحۃ فی کلامہ ؐ کا معلوم ہوا اور سند کچی فی روایت بزازیہ درست نہ ہوئی اور نہ مجرد نیت کا اعتبار الخ کیونکہ نیت کا اعتبار اس جگہ ہوتا ہے جس جگہ نیت مبہم ہوتی ہے اور صورتِ مسئولہ میں (نیت) کا ذکر بھی نہیں پس نیت کی خبر ترک کرو، المذکورہ کو اور نظر کرو جامع الصغیر امام محمد رحمۃ اللہ علیہ پر :-

قال محمد عن یعقوب عن ابی حنیفۃ رحمہم اللہ تعالیٰ وان قال لہا انت طالق ان شئت فقالت قد شئت ان شئت قال قد شئت ینوی الطلاق لم یقع الا ان یقول مجیبا لہا قد شئت طلاقک فیقع حینئذ انتہیٰ [۲]

اس روایت سے رد ہوگئی تحریر ہر دو معترض کی، معترض ثانی اس کی وجہ سے کہ باوجود ... کے نیت کا اعتبار نہ ہوا اور بدون اضافت صریحہ کے ساتھ لفظ طلاق کے، طلاق واقع ...

اور وجہ تردید معترض اول کی یہ ہے کہ تقدیر کلام کی اس طرح ہوتی :-

انت طالق ان شئت طلاقک فقالت قد شئت طلاقی ان شئت طلاقی فقال الزوج قد شئت یعنی طلاقک

... نیت طلاق کی بھی ہے اور قرینہ بھی، طلاق واقع نہ ہوئی تا وقتیکہ قد شئت طلاقک ... کے چنانچہ صدر شہید کہتا ہے :-

ولو قالت قد شئت ان شئت فقال الزوج مجیبا لہا قد شئت ینوی الطلاق لا یقع الطلاق الا ان یقول الزوج شئت طلاقک یکون ھذا ایقاعا

---

[۱] شامی، کتاب الطلاق، باب الصریح، ج ۲، ص ۴۲۹ -

[۲] جامع الصغیر، کتاب الطلاق، باب المشیئۃ، ص ۵۲، ۵۳ -

ابتداء فیقم انتہٰی لہ

حررہ واجابہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی
بتاریخ یکم جمادی الثانیہ ۱۲۹۸ھ ہجری
بقلم ابوالمنصور فضل

سوال ۷۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ زید نے نکاح
چنانچہ بعد نکاح ثانی چند عرصہ بعد زوجہ زید نے یہ بات مشہور کی کہ میرا شوہر نامرد ہے
پر قادر نہیں ہو سکتا حالانکہ زید مذکور کی زوجہ اولیٰ سے اولاد باقی ہے اور وہ اولاد
ہے۔ شریعت میں اس امر میں کیا حکم ہے اور زید اپنی مردیت کا اقرار بھی کرتا ہے چ
کی مردیت کا اقرار اور ثبوت اولاد سے ہے فقط

دیگر یہ بات ہے کہ زید کی زوجہ زید مذکور سے علیحدگی چاہتی ہے، اس میں کیا حکم

الجواب

زید کی اولاد زوجۂ اول سے ہونی زوجۂ ثانیہ کے حق میں مردیت پر دلالت نہیں
نہ زوجہ ثانیہ کے حق میں مردیت پر حجت ہو سکتی ہے۔ زوجہ ثانیہ سے صحبت یعنی وطی نہ
بلاشک اس کے حق میں وہ نامرد ہے اور مجرد اقرار کرنا زید کا مردیت پر عندالشرع معتبر
کیونکہ شرع میں نامرد اس کو کہتے ہیں جو کہ اپنی عورت کے فرج میں جماع نہ کر سکے اگر چہ
عورت سے جماع کر سکے اور جو باکرہ سے جماع نہ کر سکے اور ثیبہ سے کر سکے وہ بھی
نامرد ہے، درمختار میں ہے نامرد شرعاً :-

من لا یقدر علی جماع فرج زوجتہ ۲

اور شامی میں لکھا ہے کہ زوجہ کی قید سے وہ شخص خارج ہو گیا جو کہ غیر سے وطی کر سکتا

۱

۲ درمختار، کتاب الطلاق، باب العنین، ج ۱، ص ۲۵۳ -

...اپنی عورت سے نہیں کر سکتا :-

واخرج ایضا ما لو قدر علی جماع غیرھا دونہا

او علی الثیب دون البکر (شامی) [1]

...دوسری جائے شامی میں ہے :-

فھو عنین فی حق من لا یصل الیہا لفوات

المقصود فی حقہا انتہیٰ [2]

پس نامردیت زید کی حسب شرائط شرع ثابت کی جاوے گی۔ چونکہ زوجہ زید ...ہے اور مدعیہ نامردیت زوج اپنی کی ہے لہٰذا ایک عورت دائی عادلہ اور بہتر ہے کہ دو عورت ...سے عورت کو دکھلاویں اور اپنے ایمان سے اس کا حال بیان کریں، اگر دونوں نے ...عورت ثیبہ ہے اس حالت میں کہنا زید کا قسم کے ساتھ معتبر ہوگا :-

فان قلن انہا ثیب فالقول قولہ مع یمینہ

انہ وصل الیہا کذا فی السراج الوھاج [3]

...اور اگر دو عورتوں نے کہا کہ یہ عورت باکرہ پس قول عورت کا بلا قسم معتبر ہوگا :-

وان قلن ھی بکر فالقول قولہا بلا یمین [4] (عالمگیری)

پس بعد اس کے حاکم وقت یا جن کو طرفین منصف قرار دیں، مرد کو ایک سال شمسی کامل ...واسطے علاج کے مقرر کریں اور اس برس کے اندر ایام مرض مرد اور عورت کے محسوب ...گے، جس قدر مرض کے دن ہوں گے اسی قدر زیادہ ایک برس پر حاکم مقرر کرے گا اور ...ایام حج کرنے مرد کے اور غائب ہونے کے محسوب نہ ہوں گے اور ان ایام برس میں ...عورت اور مرد کو تنہا مکان میں کہ کوئی امر مخل وطی کا نہ ہو شرعی جو سوا روزہ اور ایام حیض کے ...حیا عورات دیگر ان کا ہو، جمع رہنا لازم ہے۔

بعد گزرنے ایک سال کے اگر عورت نے پھر دعویٰ کیا کہ خاوند نے جماع نہیں کیا،

---

[1] شامی، کتاب الطلاق، باب العنین، ج ۲، ص ۵۹۳۔

[2] شامی،

[3] عالمگیری، کتاب الطلاق، باب ۱۲، ج ۱، ص ۵۲۲۔

[4] ایضاً۔

. . . .

حاکم یا منصف پھر دوبارہ دو عورت سے عورت کو دکھلادیں، اگر دونوں نے کہا کہ عو
ہے، اس صورت میں قول مرد کا ساتھ قسم کے معتبر ہوگا اور عورت کا اختیار جاتا رہے
انہوں نے کہا کہ یہ بکر ہے یا مرد نے انکار وطی سے کیا۔ اس صورت میں حاکم عورت کو
اگر عورت نے مرد کو اختیار کیا پس عورت کا اختیار فرقت کا باطل ہوجائے گا اور اگر فرقت
اس حالت میں حاکم مرد سے کہے کہ اس کو طلاق دے، اگر طلاق دے دے فبہا ور
حکم طلاق کا کرے، طلاق بائن ہوجائے گی اور مرد کو تمام و کمال مہر دینا آئیگا اور عورت
بالاجماع -

اور معلوم رہے کہ مدت ایک سال کی مقرر کرنے کا حاکم یا منصف کو منصب ہے
ان کے جو مقرر کرے گا اس مدت کا عند الشرع اعتبار نہ ہوگا ھکذا فی العالمگیری

حررہ واجابہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی

۱۳ر جمادی الاولی ۱۳۰۲ سنہ ہجری

سوال ۷۴

ایک شخص نے تحریر کردی کہ "اگر میں نان و نفقہ نہ دوں تو میری زوجہ کو اختیار ہے
نفقہ نہیں دیا، آیا اس صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بصورت مذکورہ اگرچہ لفظ "اختیار" بحالت ذکر طلاق موجب وقوع طلاق کا
شرط کے ہے ولیکن قید مجلس کی شرط ہے یعنی فی الفور بوقت موجودگی شرط طلاق کو
اگر تبدل مجلس کے ساتھ قیام یا کلام اجنبی وغیرہما کے ہوا اس صورت میں اختیار جاتا

واذا قال لامرأته اختاری ینوی بذلک الطلاق
او قال لها طلقی نفسک فلها ان تطلق نفسها ما
دامت فی مجلسها ذلک فان قامت منه او اخذت
فی عمل آخر خرج الامر من یدها ...... ویبطل خیارها بمجرد القیام

؎ ہدایہ، کتاب الطلاق، باب تفویض الطلاق، ج ۲، ص ۳۵۶۔

لفظ اختیار مطلق میں نیت طلاق کی شرط ہے لیکن چونکہ طلب طلاق میں اختیار کا لفظ واقع ہوا ہے اس لئے نیت کی حاجت نہیں رہی :-

اما فی حالة الغضب او المذاکرة فلا یصدق قضاء فی انہ لم ینو الطلاق لانہما مما تمحض للجواب (شامی) لہ

پس جو کہ صورت سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ مجلس اختیار گزر گئی اس لئے بصورت مسئولہ طلاق واقع نہ ہوئی اور تحریر کا اعتبار نہیں ہے تاوقتیکہ شخص مذکور نے اپنی زبان سے یہ کلمہ مندرجہ السوال کہے ہوں اور اگر زبان سے نہیں کہے اور فقط یہی کہا کہ لکھ لو اور اس کو سنایا نہیں یا وقت سنانے کے قبول نہیں کیا، ان حالتوں میں طلاق واقع نہ ہو گی اگرچہ عورت نے اختیار کر لیا ہو کما فی کتب الفقہ۔

حررہ واجابہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی
۱۰ شعبان ۱۳۰۳ھ ہجری

سوال ۷۵

چہ فرمایند علماء دین متین و مفتیان شرع مبین کہ زید از بنت عمرو مسماۃ ہندہ نکاح کردہ و نمود کہ بعد از یک ماہ یا دو ماہ از مسکن خود کہ بفاصلہ در صد کروہ است آمدہ زوجہ خود را از خانہ والدین او و داع کنانیدہ ہمراہ خود خواہد برد، مدت دو سال می گذارد کہ زید مذکور از مسکن خویش نہ نمودہ و صدائے از جانب او برنخاست حالانکہ عمرو بار بار تقاضائے آمدن بہ زید برائے زوجہ او نمودہ و زید تا حال لیت و لعل نمودہ و از قسم نان نفقہ و پارچہ ہیچک امدادے نہ نمود در صورت مذکورہ بالا بعد گذشتن یک ماہ یا دو ماہ موعودہ حق نان نفقہ زوجہ مسماۃ ہندہ مسطور واجب است یا نہ؟ فقط۔

الجواب

اگر زوجہ بالغہ باشد بشرط مطالبہ وے نفقہ بر زید واجب است و الا نہ، اگرچہ بجانہ

لہ رد المحتار :

والدین باشد یا شوہر شب زفاف شدہ باشد یا نہ :-

المرأة اذا كانت صغيرة مثلها لا توطأ ولا تصلح للجماع فلا نفقة لها عندنا حتى تصير الى الحالة التي تطيق الجماع سواء كانت في بيت الزوج او في بيت الاب هٰكذا في المحيط الكبير اذا طلبت النفقة وهي لا تزف الى بيت الزوج فلها ذلك انتهى ما في العالمگيرية ۔[1]

حررہ ۲ رشعبان ۱۲۹۹ھ ہجری

سوال ۷۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ ایک مکان میں زید ربع سے شریک اپنے بھائی عمرو کا تھا اور وہ حصہ منقسم بھی نہیں ہوا تھا کہ زید نے اپنا ربع حصہ اپنی عوض نان نفقہ کے ہبہ کہہ کر ہبہ کیا کہ جس طرح اس کی آمدنی کرائے میں سے میں تجھ کو بابت نان نفقہ وغیرہ کے دیتا تھا اب بطور خود آمدنی اپنی جائداد موہوبہ سے مع اپنی اولاد بسر کرو اور اب مجھ سے کسی طرح کا مطالبہ بابت نان نفقہ وغیرہ کے باقی نہیں رہا۔ نے بمضمون مصرح بالا بطیب خاطر قبول ومنظور کیا اور اس مضمون کا ایک ہبہ نامہ بھی سرخط اس مکان کا واسطے قبضے کے بشراکت نام عمرو اپنی زوجہ کے نام کا لکھوایا۔ پس چند سوال ہیں :-

۱- اول یہ کہ آیا یہ ہبہ مشاع ہبہ بالعوض نان نفقہ کے جائز و درست ہے یا

۲- دوسرے یہ ہبہ جو لعوض نان نفقہ ہے حین حیات بہ البقار نکاح زوجہ تک موہوبہ الیہا مالک مستقل ہو گئی ؟

۳- تیسرے یہ کہ ایسے ہبہ کا رجوع بھی ہو سکتا ہے یا نہیں اور رجوع کے لئے کوئی میعاد معین ہے یا نہیں ؟

---

[1] فتاوے عالمگیری ، کتاب الطلاق ، باب ۱۷ ، ج ۱ ، ص ۵۴۵ -

اور چوتھے بعد مرنے موہوبہ یہ جائداد صرف شوہر پر منتقل ہو گی یا جملہ ورثا ہیں۔

پانچویں " وغیرہ " کا لفظ جو شوہر نے لکھا ہے، اس سے شوہر دین مہر سے بھی بری ہو گیا۔

چھٹے جو سر خط اپنی زوجہ کے نام بشراکت نام عمر و لکھ دیا ہے، اس سے قبضہ ثابت ہو گا یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

واضح ہو ہبہ عوض کا دو قسم پر ہوتا ہے :۔

ایک ہبہ ساتھ شرط عوض کے جو کہ حرف " علی " کے ساتھ ہوتا ہے وہ ابتداء میں ہبہ ہوتا ہے اور انتہا میں حکم بیع کا رکھتا ہے اور اس قسم میں قبض اندر مجلس کے شرط ہے اور شیوع اس قسم ہبہ کو باطل کرتا ہے :۔

واذ وهب بشرط العوض اعتبر التقابض في المجلس من العوضين ويبطل بالشيوع (هداية) [1]

اور دوسرا ہبہ بدلہ عوض کے ہوتا ہے ساتھ حرف " بار " کے ثمن پر واقع ہوتی ہے۔ یہ قسم ابتداء انتہا میں حکم بیع کا رکھتی ہے چنانچہ کفایہ حاشیہ ہدایہ میں لکھا ہے :۔

ذكر الامام المحبوبي في الجامع الصغير هذا الذي ذكره فيما اذا ذكر بكلمة على واما لو ذكره بحرف الباء بانى قد وهبت لك هذا العبد بثوبك هذا او بالف درهم وقبله الآخر يكون بيعا ابتداء وانتهاء بالاجماع انتهى ما فيه [2]

اسی طرح در مختار میں لکھا ہے :۔

واذا وقعت الهبة بشرط العوض المعين

---

[1] ہدایہ، کتاب الہبۃ، باب ما یصح رجوعہ الخ، ج ۳، ص ۲۷۳۔

[2] کفایہ، شرح ہدایہ، کتاب الہبۃ، باب الرجوع فی الہبۃ، ج ۷، ص ۵۰۹۔

فهو هبة ابتداء فيشترط التقابض فی العوض
ویبطل بالشیوع بیع انتهاء فترد بالعیب خیار
الرؤیة وتوخذ بالشفعة هذا اذا قال وهبتك
علی ان تعوضنی کذا اما لوقال وهبتك بکذا فهو
بیع ابتداء و انتهاء انتهی ما فیہ ۔ [1]

اور ہبہ نامہ کو جو دیکھا گیا تو اس میں عوض بر حرف " بار " کا لکھا ہے یعنی بعوض
وغیرہ ہبہ کیا، پس ثابت ہوا کہ یہ من وجہ ہبہ نامہ اول وآخر حکم بیع میں ہے بشرط عوض
جبکہ ہبہ مذکورۃ السوال اول وآخر حکم بیع میں ہوا تو اس میں قبضہ شرط نہ ہوا اور شیوع
ہوگا اور وہ مکان ملکیت زوجہ میں ہوگا :-

فیثبت لکل منہما الملك فی حقہ ولا یمنع
من التسلیم ولا یشترط قبض ولا یضر شیوع
(طحطاوی) [2]

جبکہ یہ امر محقق ہوا کہ یہ مندرجہ سوال حکم بیع میں ہے پس جواب

۱۔ سوال اول کا یہ ہے کہ ہبہ بالعوض نان نفقہ کے بعد قبول زوجہ کے جائز
ہے :-

ولو قال الرجل لآخر وهبت منك هذا العبد
بالف درهم وقال الآخر قبلت صح البیع کذا فی
الخلاصة (فتاوی عالمگیری) [3]

اور چونکہ نان نفقہ زوجہ کا ذمہ پر زوج کے ہوتا ہے اور جو ذمہ ہو اس کے
درست ہے :-

واذ قال الدائن جعلت لك هذا بدینك

---

[1] درمختار، کتاب الهبة، باب الرجوع فی الهبة، ج ۲، ص ۱۶۴ -

[2] طحطاوی،

[3] عالمگیری، کتاب البیوع، باب ۲، ج ۳، ص ۴ -

كان بيعا وهو الصحيح[1] (عالمگیری)

اور بیع اپنے حصے کی مکان سے جائز ہے جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے :-

واجمعوا على ان لو باع سهما من

عشرة اسهم من هذه الدار انه يجوز[2]

دوسری جگہ لکھا ہے :-

رجل قال بعت منك نصيبي من هذه

الدار هكذا اجاز[3]

اور جواب سوال دوم یہ ہے کہ موہوبہ مالک مستقل ہو گی جیسا کہ روایت طحطاوی سے ثابت ہے جو کہ گذری۔

اور جواب سوال سوم کا یہ ہے کہ زوجیت مانع رجوع ہبہ کو ہے اگرچہ بعد ہبہ کے انقطاع زوجیت کا کسی وجہ سے ہو جاوے :-

واذا وهب احد الزوجين لصاحبه لا يرجع

في الهبة وان انقطع النكاح بينهما[4] (عالمگیری)

دوسرے عوض بھی مانع رجوع کو ہے و منها العوض كذا في البدائع ولیکن ملکیت زوجہ کی ہو گیا تو رجوع کجا ؟

اور جواب سوال چہارم کا یہ ہے کہ جب مکان ملکیت زوجہ کی ہو گیا پس بعد انتقال کے ورثاء بقدر حصص شریعت مستحق لینے کے ہوں گے۔

جواب سوال پنجم کا یہ ہے "وغیرہ" کہنے سے خاوند مہر سے بری نہیں ہو سکتا۔ "وغیرہ" سے مراد دوسرے اخراجات خانہ داری کے ہیں اور مہر ایک علیحدہ دین مستقل ہے، ضمن نہیں ہے اور اگرچہ سر خط سے قبضہ متصور ہوتا ہے مگر بصورت مسئولہ مشاع میں قبضہ

---

[1] عالمگیری، کتاب البیوع، باب ۲، ج ۳، ص ۷۔

[2] ایضاً۔

[3] ایضاً۔

[4] ایضاً۔ کتاب الہبۃ، باب ۵، ج ۴، ص ۳۸۶۔

نہیں ہو سکتا مشاع مانع قبضہ کو ہے تاوقتیکہ تقسیم نہ ہوا و رحد ود علیحدہ نہ کئے ہوں اور ...
متحقق نہیں۔

واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

حررہ واجابہ خاک رہ محمد مسعود نقش...
۴ر شعبان سنہ ۱۳...ہجری

سوال ۷۷

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ زید نے فاطمہ سے نکاح ...
روپیہ معجل کے، بعد ایک ماہ کے زید نے ایک عورت بازاری فاحشہ کے یہاں رہنا ش...
چند روز کے اس کو گھر میں ڈال لیا، نہیں معلوم کہ نکاح کیا یا نہ کیا اور اس سے اولاد ...
سات برس سے فاطمہ کو نان نفقہ نہیں دیتا، اپنے باپ کے یہاں وہ بیٹھی ہے۔ زید ...
کہتے ہیں وہ کہتا ہے کہ اس عورت بازاری کے ساتھ رہ، نان نفقہ لے۔

اس میں فاطمہ کو طرح طرح کے اندیشے ہیں اور زید اکثر لوگوں کے سامنے کہتا ...
فاطمہ کو طلاق دے دوں گا۔ اکثر زید سے کہتے ہیں کہ مکان علیحدہ لے رکھ، یہ نہیں ...
صورت میں فاطمہ اول مہر چاہتی ہے، بعدہ نان نفقہ۔ اس میں جو شرع کے موافق ہو ...

الجواب

اگر مہر معجل ہے تو عورت کو پہنچتا ہے کہ بلا ادا مہر اس کے گھر میں نہ جاوے ...
نفقہ خاوند سے لے لیوے اگرچہ اپنے باپ کے گھر میں ہو:۔

لها منعه حتى تقبض ولها النفقة بعد
المنع[1] (در مختار) وكذا لو امتنعت من النفقة الى
بيته فلها النفقة وكذا في الدر المختار[2]

---

[1] درمختار :
[2] ایضاً :

اور خاوند کو لازمی ہے کہ اپنی زوجہ کو علیحدہ گھر میں بلا شرکت عورت بازاری کے حسب حیثیت زوجہ رکھے اور اگر عورت بازاری کے پاس رہنا نہیں چاہتی ہے تو نہ رہے، الگ رہنے پر نفقہ خاوند کو دینا آئے گا کیونکہ اس صورت میں ناشزہ قرار نہ دی جائے گی :-

وکذا تجب لها السکنی فی بیت خال عن اهله واهلها (در مختار) لہ

جب کہ اہل خاوند سے گھر خالی ہو تو زن فاحشہ سے بالا ولی خالی ہونا چاہئے۔

واللہ اعلم بالصواب

حررہ واجابہ خاک رہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی

سوال ۷۸

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین رحمہم اللہ اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنی زوجہ اور باپ اور بھائی اور تین لڑکے بعمر بیس وسات وچار سال کے چھوڑ کے فوت ہو گیا۔ اس میت کے باپ اور بھائی نے اس کی زوجہ سے لڑکوں کو چھین لیا ہے تو اس صورت میں مسماۃ مذکورہ نان و نفقہ و دین مہر کس ترکہ سے طلب کرے؟ اور لڑکوں کا مالک کون ہو گا؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بصورت مسئولہ نان ونفقہ پہلے لینے کی تو مستحق نہیں ہے البتہ اپنے مہر اور آٹھواں حصہ شوہر سے لینے کی مستحق ہے اور چار سالہ لڑکے کی پرورش ماں کو پہنچتی ہے اور اس کا نان و نفقہ مال نابالغ یا مال دادا سے ملے گا۔

واللہ اعلم بالصواب

حررہ واجابہ خاک رہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی

۱۰ ر ذیقعدہ ۱۳۰۲ھ ہجری

سوال ۷۹

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین کہ زید نے مسماۃ خالدہ کے ساتھ نکاح کیا مگر

لہ در مختار :

وداع نہیں ہوئی، بابت ادائے مہر کے کبین نامہ میں یہ الفاظ لکھے گئے :-

" بعوض ہفت صد روپیہ کہ نصف آں سہ صد و پنجاہ روپیہ سکہ رائج الوقت عند الطلب کہ واجب الادا ، اندر عقد درآورد "

اب ورثائے مسماۃ نصف مہر قبل از وداع طلب کرتے ہیں، آیا شرعاً ان کو یہ نصف مہر ... یا نہیں ؟ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے جواب دینے والوں کو، فقط۔

الجواب

مسماۃ یا ولی صغیرہ کو نصف مہر پہلے وداع کے طلب کرنا پہنچتا ہے اور خاو... ہے کہ تا وصول مہر معجلہ وقت عقد نکاح یا عرفی، اگر تعیین نہیں ہوا ہو، خانہ زید میں ... اور باقی امورات میں مانع ہوں :-

و لہا منعہ الوطئ و دواعیہ رشرح مجمع و السفر بہا ولو بعد وطئ وخلوۃ رضیتہما لان کل وطئ معقود علیہا فتسلیم البعض لایوجب تسلیم الباقی لاخذ ما بین تعجیلہ من المہر کلہ او بعضہ او اخذ قدر ما یعجل لمثلہا عرفا بہ یفتی لان المعروف کالمشروط (در مختار[1])

قولہ اخذ قدر ما یعجل لمثلہا عرفا ای ان لم یبین تعجیلہ او تعجیل بعضہ فلہا المنع لاخذ ما یعجل لہا منہ عرفا (شامی[2])

وکذا الولی الصغیرۃ المنع المذکور حتی یقبض مہرھا وتسلیمہا نفسہا غیر صحیح فلہ استردادھا و لیس لغیر الاب والجد تسلیمہا قبل قبض المہر من ...

---

[1] در مختار، کتاب النکاح، باب المہر، ج ۱، ص ۲۰۲۔

[2] شامی ، 〃 ، 〃 ، 〃 ، ج ۱ ، ص ۳۵۸۔

ولایۃ قبضہ فان سلمہا فہو فاسد و اشار الی انہ لا یحل لہ وطئہا علی کرہ منہا ان کان امتناعہا لطلب المہر عندہ وعندہما یحل (کما فی المحیط) (بحر)

وینبغی تقیید الخلاف بما اذا کان وطئہا اولا برضاہا اما اذا لم یطأہا او لم یحل بہا فلا یحل اتفاقا (نہر) انتہی ما فی رد المحتار[1]

صورت مسئولہ میں بالاتفاق اختیار منع کار کھتے ہیں کہ اس میں خلوۃ اور وطی متحقق نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

المرقوم ۶ شعبان ۱۲۹۹ھ ہجری

سوال ۸۰

چہ فرمایند علمائے دین متین اندریں کہ مسماۃ کریمہ کا نکاح عرصہ ۴۶ سال سے زید کے ... ہے اور عرصہ ۳۱ سال کا ہوا کہ مسماۃ مذکورہ بلا اجازت خاوند بخانہ والدین چلی گئی بلکہ اب ... نشوز دعویٰ بابت مہر معجل عدالت انگریزی میں کیا اور وہ سپرد منصفان شرعی ... پس یہ رجوع دعویٰ بپیش قاضی حاکم شرعاً جائز ہے یا نہیں یعنی بوقت صحابہ یا تابعین یا تبع ... یا فقہائے حنفیہ رضوان اللہ علیہم اجمعین یہ صورت وقوع میں آئی اور فقہاء نے قبول وجائز ... یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

دعویٰ مہر معجل کا جس وقت چاہے عورت کرے گی، مستحق ہے اور حاکم شرع پر لازم ہے ... ثبوت دلا دیوے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے واتوا النساء صدقٰتہن نحلۃ[2]

---

[1] شامی، کتاب النکاح، باب المہر، ج ۲، ص ۳۵۸۔

[2] سورۃ النساء، آیت ۴۔

(دوم عورتوں کو مہران کے خوش ہو کر)۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خطاب ازواج کی طرف مطلق کیا ہے

قبل از طلاق ہو یا بعد از طلاق، اور جبکہ تعجیل کل مہر کی یا بعض کی کہی گئی تو لازم ہو

کما فی القرآن :۔

واوفوا بالعهد ان العهد كان مسئولا [1]

اور صحابہ کے وقت رواج تھا کہ بعض مہر سے دے دیتے تھے جیسا کہ مرقاۃ میں

وذلك لان العادة عندهم كان تعجيل بعض
المهر قبل الدخول [2] وهكذا في الشامي۔

اور در مختار میں لکھا ہے کہ :۔

وتطالب ايا شارت [3]

اور طلب کرے مہر کو جیسے چاہے خاوند سے یا ولی خاوند سے اگر ضامن ہو

اور خانہ والدین میں رہنا واسطے طلب مہر معجل کے نشوز نہیں ہے، عورت کو مجاز

تمام و کامل مہر معجل نہ لیوے، وطی اور خلوت اور سفر وغیرہ میں سے مانع آوے

تک برضائے خود صحبت داری خاوند میں رہی ہو :۔

ولها منعه من الوطئ ودواعيه والسفر به
ولو بعد وطئ وخلوة رضيتهما [4] (رد مختار)

اور اس صورت میں تاوقت ادائے مہر معجل خاوند کو نفقہ زوج دینا آوے گا گر

خانہ والدین میں ہو اور خاوند کے گھر نہ جاوے :۔

وكذا لو امتنعت من النقلة الى بيته فلها
النفقة [5] (شامی) وهكذا في الدر المختار۔

---

[1] سورۃ الاسراء، آیت ۳۴۔

[2] مرقات، کتاب النکاح، باب الصداق، ج ۶، ص ۲۴۲۔

[3] در مختار، ″ ″ ، باب المہر، ج ۱، ص ۲۰۲۔

[4] ایضاً ″ ″ ″ ″

[5] شامی، ″ ″ ″ ″، ج ۲، ص ۳۵۹۔

حررہ واجابہ خاکپارہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی
۱۲ رمضان ۱۳۰۰ھ ہجری

سوال ۸۱

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین درباب اس امر کے کہ مسماۃ ہندہ کا [illegible] ہمراہ خالد جس کی عمر تخمیناً ۴۰ برس کی ہے، ہوا اور ۳۶ روپیہ کا مہر معجل یعنی عند الطلب [illegible] ہوا، بعد نکاح کے مسماۃ تخمیناً ۳ مہینے تک شوہر کے ساتھ رہی، بعد ازاں بوجہ اتفاقی [illegible] ہندہ اپنے رشتہ داران والدین کے گھر آگئی اور مہر مقررہ اپنا شوہر سے طلب کرتی ہے [illegible] کی جانب سے یہ عذر ہے کہ زر مہر نامرد کے ذمے واجب نہیں ہے کیونکہ شوہر مذکور [illegible] ہے، خلوت صحیح نہیں ہوئی، بغیر ہونے خلوت صحیح کے مہر واجب الادا نہیں ہوتا۔ [illegible] ہوئے شرع شریف ایسے عذر شوہر سے مسماۃ کا زر مہر واجب ہے یا کیا؟

الجواب

شوہر اگرچہ نامرد ہے ولیکن اگر خلوت صحیحہ یعنی اجتماع عورت اور مرد کا تنہا مکان میں [illegible] نع طبعیہ و شرعیہ کے ہوا ہے تمام و کمال مہر شوہر پر واجب الادا ہے اور عدت عورت [illegible] اور اگر خلوت صحیحہ نہیں ہوئی ہے اور بدون خلوت صحیحہ کے طلاق یا فسخ نکاح ہوا [illegible] عورت میں نصف مہر دینا آئے گا اور عدت عورت پر نہ آئے گی:

ولها المهر كاملا و عليها العدة بالاجماع ان كان الزوج قد خلا بها و ان لم يخل بها فلا عدة عليها و لها نصف المهر ان كان سمى لها (عالمگیری)

واللہ اعلم بالصواب

حررہ واجابہ خاکپارہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی
۱۴ ربیع الاول ۱۳۰۲ھ ہجری

[illegible] فتاوی عالمگیری :

سوال ۸۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ مسما
ایام غدر میں لٹ گیا، گواہان مہر بھی مر گئے اور کوئی مسماۃ قبیلہ والدین سے بھی
اور زوج ہندہ کا فوت ہو گیا اور ورثہ کلام کرتے ہیں اس طور پر کہ احتمال ہے ک
مہر وصول کر لیا ہو اور حق مہر پچیس ہزار روپے کا قرار پایا تھا اور کہتے ہیں کہ شاید
ہو بلکہ کم ہو اور ورثہ کے پاس بھی ان احتمالات کی سند نہیں۔

پس بموجب شرع شریف مہر ہندہ کا قیاس دیگر مستورات شہر پر ہو سکتا
جب کہ فقہاء نے درباب مہر مثل کے بحسب اتفاق اوصاف مذکورہ فی الکتب
ہے۔ بہرکیف درصورت مذکورہ بالا کے مہر کامل یا کم مقررہ سے پہنچ سکتا ہے

بینوا توجروا

الجواب

واضح ہو کہ اس شہر دہلی میں عرف قدیم یہی رہا ہے خصوصاً قبل ایام غدر کہ مس
وصول نہیں کرتی تھیں بلکہ پیش ایام غدر وصول کرنا مہر کا معیوب جانتی تھیں اور عرف
کے ہوتا ہے کما فی الاشباہ والحموی:

والمعروف عرفا کالمشروط شرعا انتہی [۱]

پس حسب قاعدہ ہذا کے احتمال وصول مہر کا ساقط الاعتبار ہے اور یہ اختلاف
ہزار ہے یا کم، اس مقدار سے ہے۔ اس صورت میں قول ورثہ زوج کا ساقط ہیں
وان مات الزوج ووقع الاختلاف بین الورثۃ فی مقدار المہ
فالقول قول ورثۃ الزوج [۲] (عالمگیری)

---

[۱] اشباہ، القاعدۃ السادسۃ، المبحث الثالث، ص ۱۹ -

[۲] عالمگیری، کتاب النکاح، باب المہر، فصل ۱۲، ج ۱، ص ۳۲۱ -

اور بحالت نہ ہونے قبیلہ والد کے مہر مثل دیگر قبیلہ اجانب پر کہ مثل قبیلہ باپ کے ہو، ... ہے :-

فان لم یوجد فمن الاجانب من قبیلۃ ہی مثل قبیلۃ ابیہا کذا فی التبیین (عالمگیری[1])

فان لم یوجد من قبیلۃ ابیہا فمن الاجانب ای فمن قبیلۃ تماثل قبیلۃ ابیہا فان لم یوجد فالقول لہای للزوج فی ذٰلک بیمینہ[2] (در مختار)

پس بموجب عرف اور عادت اس دیار کے احتمال وصول مہر کا ساقط اور مہر مثل اوپر ... ت اجانبہ کے کہ مثل قوم باپ کے ہوں، مقرر کر کے دلوایا جائے اور اگر مہر مثل ... ت اجانبہ کے بھی متحقق نہ ہو، اس حالت میں درباب تعین مہر قول ورثہ زوج کا قسم کے ... قبول ہوگا، واللہ اعلم بالصواب، فقط۔

حررہ واجابہ خاکپارہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی

۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۴ھ ہجری

سوال ۸۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ زید حالت مرض ... میں اپنی زوجہ حاملہ سے درہم برہم ہوا، میاں بی بی میں لڑائی رہی، زید نے غصہ میں آکر ... حمل تیرا مجھ سے نہیں بلکہ عمرو سے ہے" اور اسی یعنی زوجہ حاملہ نے کہا "نہیں یہ ... سے ہے" بعد چند ایام کے زید نے اپنی زوجہ حاملہ کو تین طلاقیں دیں، ہر ایک شخص ... ور چند آدمیوں کے زید سے کہا "یہ تم نے کیا ستم کیا کہ عمرو کی نسبت اتہام یعنی تہمت زنا ... وہ شخص ایسا نہیں ہے" زید نے کہا "بھائی مجھ سے قصور ہوا، غصہ میں یہ کلمہ میری ... سے نکل گیا، میں خوب جانتا ہوں کہ عمرو آدمی نیک ہے"

---

[1] عالمگیری،

[2] درمختار، کتاب النکاح، باب المہر: ج ۱، ص ۲۰۲ -

زید نے اول انکار حمل کیا اور نسبت زنا کی طرف اپنی زوجہ کے عمرو سے کی ... نفس کیا۔ ازاں بعد ایام عدت میں زید مر گیا۔ پس بموجب شرع شریف کے نسب حمل ... سے ثابت ہوا یا نہیں اور مال متروکہ زید میں سے حصہ حمل کا چاہیئے یا نہیں؟

بینوا توجروا۔ فقط

الجواب

واضح ہو کہ بصورت مسؤلہ انکار کرنا زید کا حمل زوجہ سے عند الشرع معتبر نہیں ... حمل مسؤلہ کا زید سے ثابت ہے :-

لثبوت النسب ثلث مراتب احدها النکاح الصحیح و ما هو فی معناه من النکاح الفاسد و ... به انه یثبت النسب من غیر دعوة و لا ینتفی بمجرد النفی وانما ینتفی باللعان فان کا... ممن لا یعان بینهما لا ینتفی نسب الولد کذا فی المحیط۔[1]

پس جبکہ نسب حمل کا ثابت ہوا، بالضرور مال متروکہ زید میں سے حصہ حمل ... اور جو زید ایام عدت میں مر گیا ہے لہٰذا عورت مطلقہ کو بھی حصہ وراثت سے ... کتب الفقہ۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ واجابہ خاک رہ محمد مسعود نقشبندی
۲۶ جمادی الاولی ۱۳۰۲ ہجری

سوال ۸۴

کیا فرماتے ہیں علماء دین و شرع متین اس صورت مسؤلہ میں :

۱۔ عورت اگر والدین کے گھر میں ہوئے اور خاوند اس کا اپنے گھر بلاوے ...

---

[1] محیط سرخسی

اس کے روکیں، آیا اب عورت کے اوپر خاوند کا کہنا ماننا چاہیے یا والدین کا؟
اگر عورت خاوند کے گھر میں ہے اور والدین اس کے بلا دیں تو بغیر اجازت خاوند کے جانا درست ہے یا نہیں؟
اور اگر عورت خلاف شرع بہت سے کام کرتی ہے جیسا کہ باریک کپڑا پہننا اور راگ سننا اور محلے میں ہمسایوں کے گھروں میں پھرنا، خاوند اس کی ممانعت کرتا ہے، وہ باز نہ آوے تو خاوند کے واسطے کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

بصورت مسئولہ اگر روکنا والدین کا بالعوض مہر معجل یا بالعذر شرعی نہیں ہے تو کہنا اور رام خاوند کا مقدم ہے ورنہ نافرمان خاوند کی ہوگی جس میں نفقہ پانے کی مستحق نہیں ہے اور موجب گناہ کے ہے۔
بغیر اجازت خاوند کے والدین کے گھر میں جانا درست نہیں ہے اور اگر بلا اذن خاوند کے جائے گی تو تا وقت واپسی فرشتے اس پر لعنت کرتے رہیں گے۔

ومن حقہ ان لا تخرج من بیتہ الا باذنہ فان فعلت لعنتہا الملٰئکۃ حتی ترجع الی بیتہا [1]

(جیسا کہ مجالس الابرار میں ہے گا)
اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں ایک عورت کو الٹے لٹکے ہوئے دیکھا [جو عو]رت بلا اذن خاوند کے چلی جاتی تھی (یہ بھی مجالس میں لکھا ہے) ولیکن خاوند کو جائز ہے کہ ہفتہ [میں ایک] بار دن کو اجازت واسطے زیارت والدین کی، اگر نیک ہوں، دے دیا کرے یا ایک ماہ میں [اور عو]رت کو اس میں زبردستی نہیں پہنچتی۔

یجوز للزوج ان یاذن لہا بالخروج الی سبعۃ مواضع زیارۃ الوالدین وعیادتہما وتعزیتہما او احدہما [2] (مجالس)

اور جس عورت میں عادت خلاف شرع اور بدعت کی ہو اس کو اول آہستہ سے منع کرے

---

[1] مجالس الابرار، المجلس الثامن والثمانون، ص ۵۶۷۔
[2] ایضاً ، ، ص ۵۶۲۔

اور اعتقادات اہل سنت وجماعت کے سکھائے، اگر نہ مانے تو اس پر خفا ہوے

کو سوتے وقت پیٹھ پھیر کے سوئے یا اس سے علیحدہ ہوئے تین شب یں ولیکن

بھی نہ مانے تو اس کو ہلکا ماریں کہ خون نہ نکلے اور زخم نہ آوے اور ہڈی شکستہ

اور منہ پر نہ مارے، اگر اس پر بھی نہ مانے تو چاہیے طلاق دے دیوے

طلاق نہ دیوے، طلاق دینی واجب نہیں ہے کما فی الحدیث۔

رہے، خاوند گناہ سے بری رہے گا اور عورت پر دو گناہ رہیں گے، ایک

کا اور دوسرا گناہ نافرمانی خاوند کا هذا كله في مجالس الابرار[1] - و

بالصواب واليه المرجع والمآب۔

حررہ واجابہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی

٢٥ جمادی الثانیہ ١٣٠٠ھ ہجری

سوال ٨٥

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ :-

١- زید کو اپنی عورت کا دودھ پینا درست ہے یا نہیں ؟

٢- لڑکوں کی جو دودھ پینے کی مدت مقرر ہے اس مدت سے اگر تجاوز کیا تو اب میں پینا دودھ کا حرام ہے یا حلال ؟

٣- اکثر یہ قاعدہ ہے کہ جب بچہ فوت ہو جاتا ہے تو اس کی ماں کے دودھ کی بہت ہوتی ہے اور اس کثرت کے باعث سے اس کو نہایت تکلیف ہوتی ہے حالت میں اس کو کیا کرنا چاہیے ؟ آیا اس دودھ کو نکال دے یا کسی غیر کے لڑکے یا اپنے شوہر کو پلا دے - الغرض اس کی رفع تکلیف کی صورت تحریر کی جاوے

٤- اگر کوئی شخص حالت شہوت میں اپنی زوجہ سمجھ کر بیٹی کے سر کے بالوں کو ہاتھ لگا تو اس کا کیا حکم ہے بینوا و توجروا۔

الجواب

١- زید کو اپنی عورت کا دودھ پینا درست نہیں ہے اور اگر اتفاقاً بعد مدت رضاعت

---

[1] مجالس الابرار، المجلس الثامن والثمنون، ص ٥٤٣ -

تو حرمت ثابت نہ ہوگی۔

بعد گزارنے میعاد رضاعت کے لڑکوں کو دودھ پلانا حرام لکھا ہے :-

ولم یبح الارضاع بعد مدتہ لانہ جزء آدمی و

الانتفاع بہ لغیر ضرورۃ حرام علی الصحیح ؎ (در مختار)

وقت کثرت شیر کے گرم پانی سے پستانوں کو دھارنا چاہیئے یا شیشہ لگا کے شیر کو اتارنا چاہیئے ماسوا اس کے اور تراکیب ہیں کہ مستعمل ہیں اور کسی کو پلانا نہ چاہیئے کہ منع ہے نہ خاوند کو اور کسی طفل زیادہ دو نیم سالہ کو اور کم از دو سالہ ہو تو مضائقہ نہیں مگر اذن خاوند کا شرط ہے۔

بصورت سوال بال اس لڑکی کے اس شخص پر ہمیشہ تک حرام ہو جائیں گے مگر چوٹی کے بال نہ چھوئے ہوں اور اگر چوٹی کو چھوا ہوگا تو حرمت ثابت نہ ہوگی :-

واصل ممسوسۃ بشہوۃ ولو بشعر علی الرأس

بحائل لایمنع الحرارۃ ؎ (در مختار)

[illegible] لباس ڈھیلے پر قید حائل کے غیر معتبر ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

۱۸ رمضان ۱۲۹۷ھ ہجری

سوال ۸۶

[illegible] : ایک عورت روٹی پکا رہی ہے بچہ اس کا دودھ پی رہا ہے، دودھ کی بوند آٹے میں گر پڑی، خاوند اس کا وہ روٹی کھا دے یا نہیں ؟

[illegible] : ایک وقت میں مرد گھر میں نہیں ہے گا، گائے یا بکری وغیرہ جانور مسلمان کا مرا جاتا ہے، عورت حیض والی وغیر حیض والی موجود عورت کا ذبیحہ جانور درست ہے یا نہیں ؟

[illegible] : میاں بیوی ہم بستر ہوئے، خاوند بجوش شہوت کے چھاتی بیوی کا منہ میں لی اور دودھ منہ میں خوب چلا گیا، چوسنا دودھ کا حرام ہے یا حلال ؟

[illegible] در مختار، کتاب النکاح، باب الارضاع، ج ۱، ص ۲۱۲ -

[illegible] ایضاً ، ، باب فی المحرمات، ج ۱، ص ۱۸۸ -

چہارم: ایک شخص کے ہاں کام خراب کثرت سے ہوتا ہے اور سود بھی کھاتا ہے
بھی کرتا ہے، ایسے شخص کے گھر کی دعوت کھانا درست ہے یا نہیں؟ تحر

الجواب

جواب سوال اول: روٹی مسو کہ کھانا درست ہے:-

واذا اختلط اللبن بالطعام فان كانت ال
قد مست اللبن و انضجت الطعام حتى تغير
فلا يحرم [1] (عالمگیری)

جواب سوال دوم: ذبیحہ عورت حیض والی کا جائز ہے کما فی الحدیث
جواب سوال سوم: جو سنا دودھ کا حرام ہے:-

ولم يبح الارضاع بعد مدته لانه جزء آدمی
والانتفاع لغير ضرورة حرام [2] (در مختار)

جواب سوال چہارم: جو شخص سود کھاتا ہے اور سب حرام (کرتا ہے) اس کی
کرنی منع ہے کما فی الحدیث و الفقہ۔

حررہ واجابہ خاکپائے محمد مسعود نقشبندی
۲۰ رجب المرجب سنہ ۱۳۰۱ ہجری

سوال ۸۷

اس امر کا جواب مجھے ملنا چاہیے کہ جب عورت شوہر سے برخلاف بدچلن ہو
فسق و فجور میں رہے اور طفل سے بے رحمی کے ساتھ پیش آوے بلکہ طفل کے خوف
ہو تو کیا طفل شوہر کو مل سکتا ہے، آیا فی الفور یا بعد ہفت سال کے بحوالہ حدیث شر
کا جواب مجھ کو ملنا چاہیے۔

---

[1] فتاوے عالمگیری:

[2] در مختار، کتاب النکاح، باب الارضاع، ج ۱، ص ۲۱۲۔

الجواب

بصورت مسئولہ حق ماں کا بہ سبب فسق و فجور کے درباب پرورش ولد صغیر ساقط ہو گیا کیونکہ حق مادر کا درباب پرورش بجہت شفقت مادری کے ہے اور جبکہ بے رحمی ظاہر ہوئی بلاشبہ حق جاتا رہا اور خوف ہے کہ اس صحبت میں ولد صغیر بھی ابتر ہو جاوے جیسا کہ درمختار میں ہے :-

الحضانة تثبت للام ولو بعد الفرقة الا ان تكون مرتدة او فاجرة فجورا يضيع الولد به كزنا وغناء وسرقة ونياحة كما في البحر والنهر بحثا قال المصنف والذي يظهر العمل باطلاقهم كما هو مذهب الشافعي ان الفاسقة بترك الصلوٰة لاحضانة لها او غير مامونة ذكره في المجتبى بان تخرج كل وقت وتترك الولد ضائعًا انتهى [1]

اور ایسا ہی حدیث سے ثابت ہوتا ہے :-

عن عمرو بن شعيب ....

فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم انت احق به ما لم تنكحي [2] (رواه احمد وابوداؤد)

حدیث ہذا صریح سے ثابت ہے کہ مادر کا حق پرورش کا جب تک رکھتے ہیں کہ نکاح غیر محرم سے نہ کرے اور اگر بعد طلاق کے نکاح غیر محرم سے کرے گی تو حق ساقط ہو جاوے گا بعلت اس کے کہ شفقت مادری جاتی رہے گی ، پس معلوم ہوا کہ علت حق پرورش شفقت ہے اور ظاہر ہے کہ بحالت فسق و فجور شفقت کہاں ؟ پس حق پرورش بھی ساقط ہو گیا ، فقط واللہ اعلم بالصواب

خاکِ رہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی

۶ ربیع الاول ۱۳۰۳ھ ہجری

---

[1] درمختار کتاب الطلاق ، باب الحضانة ، ج ۱ ، ص ۲۶۴ -

[2] مشکوٰۃ : کتاب النکاح ، باب بلوغ الصغیر الخ ، فصل ثانی

سوال ۸۸

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندریں استفسار کہ مابین پسر زید اور دختر عمرو کے
۱۷ سال قرار یافتہ تھی اور اس عرصہ مزید میں زید کی جانب سے داد و دہش از نقد و لباس
زیور وغیرہ برابر جاری رہا اور کسی قدر جنس نقدی سے عمرو کی جانب سے لڑکے زید کو آئی۔
اب عمرو نے اپنی لڑکی کا نکاح بدوں اطلاع زید اور جا پر کر دیا ہے اور وہ
مذکور کہ جانب زید سے عمرو کو پہنچا تھا، واپس نہ کیا، اور قوم عمرو زید میں یہ عرف قرار
کہ جب لڑکے والا اپنے لڑکے کا نکاح اور جا بغیر منگنی کرنا چاہے تو ضرور وہ اسباب
والوں کی طرف سے لڑکی کے ورثا کو پہنچا تھا، واپس کرتا ہے، بعد کو نکاح اور جا کر
لے کر جو مال لڑکے والوں کی طرف سے ورثا لڑکی والوں کو جاتا ہے، وہ امانۃ
بالفرض اگر اس میں تلف ہو جاتا ہے تو عین النکاح اور وداع کے دینا پڑتا ہے اور
کی طرف سے جو لڑکے کے پاس آتا ہے اس کا ذکر نہ وقت نکاح نہ وقت وداع
وہ محض تبرع اور زیادتی رغبت و رضا اور خوش کرنے لڑکے کو دیا جاتا ہے، امانت سمجھی
اب زید اگر دعوے کرے کہ میرا مال جو عمرو کے پاس پہنچا ہے اور منگنی جاتی رہی،
ملے سو عند الشرع مطابق عرف قوم زید و عمرو مل سکتا ہے یا نہ؟ بینوا توجروا

الجواب

بصورت مسئولہ واضح ہو کہ سوال میں مستفتی مال مرسولہ از جانب دولہا بطرف
لکھتا ہے حالانکہ امانت ثابت نہیں ہوتا کیونکہ مال امانت کا بحالت تلف واپس نہیں
اور خود لکھتا ہے کہ اگر کچھ اس میں سے تلف ہو جاتا ہے تو عین النکاح اور وداع کے
ہے کہ خلاف حکم امانت کے ہے پس اگر واقعی عرف اس قوم میں امانت شمار کیا جا
موجودگی مال واپس کرنا ہر دو فریق کو اپنا اپنا دیا ہوا آوے گا کیونکہ امر نہیں ہو سکتا کہ
امانت متصور ہو اور دوسرے فریق کا امانت نہ ہو، اور اگر یہ لین دین بطور عادیت کے
صورت میں اگر لڑکے والا پھیرے گا تو لڑکی والا بھی مستحق واپس لینے عوض کا ہے
ولو عوضت ثم ادعاه عارية فلها ان تسترد

العوض من جنسہ لہ (زیلعی)

پس در اصل صورت مسئولہ میں لین دین ہدیہ ہے کہ جس میں رجوع کرنا ہر ایک فریق کو

ہے:

خطب بنت رجل وبعث الیہا اشیاء ولم یزوجہا ابوھا فما بعث للمہر یسترد عینہ قائما فقط و ان تغیر بالاستعمال او قیمتہ ھالکا لانہ معاوضۃ ولم تتم فجاز الاسترداد وکذا یسترد ما بعث ھدیۃ وھو دون الہالک والمستہلک (درمختار) ؎

اور ایسا ہی پھیرنا آتا ہے لڑکی والے کو کہ اپنی شے دی ہوئی واپس کرلے کیونکہ عوض ہے:

لو بعث ابوھا من مالہ فلہ الرجوع لو قائما او الا فلا (شامی) ؎

پس ثابت ہوا کہ لڑکے والے اپنی اشیاء دی ہوئی واپس کرلیں اور لڑکی والے اپنی دی ہوئی واپس کرلیں خواہ نقد ہو یا مال اسباب ہو ھکذا حکم الشرع۔

حررہ واجابہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی دہلوی

۲۹ شوال ۱۳۰۳ ہجری

سوال ۸۹

کیا فرماتے ہیں علمائے دین:

کہ مسماۃ ہندہ بحیات اپنے شوہر اور اس کے والدین کے اور اپنی ماں اور تین بھائیوں اور دو بہن کے دو دختر اپنی صغیر سن شیر خوار چھوڑ کر وفات پاگئی تو اس صورت میں دختران کس کی ولایت میں رہنی چاہییں؟

دوسرے جو زیور کہ ہندہ کے شوہر نے ہندہ کو پہننے کو دے رکھا تھا، اب وہ کس

؎ [در] مختار، کتاب النکاح، باب المہر، ج ۱، ص ۲۰۳ -

؎ [ا]یضاً ، ، ، ، ، ، ، -

؎ شامی ، ، ، ، ج ۲ ، ص ۳۶۴ -

کی ملک سمجھا جاوے اور جو زیور وغیرہ اور کپڑے مسماۃ ہندہ کے جہیز کے
کا مالک اب کون ہے ؟

۳- تیسرے ہندہ کے ترکہ ورثہ میں جو روپیہ اور مکان اس کے باپ کے رشتہ
داران سے ہندہ کو پہنچا تھا اس کا اب کون مالک ہو سکتا ہے ؟

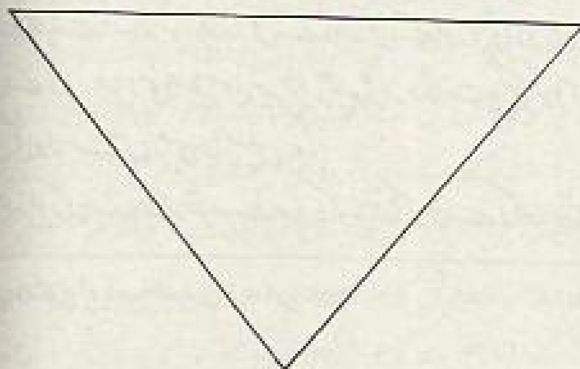
الجواب

بصورت مسئولہ

۱- ولایت پرورش صغیرہ نابالغہ کی نانی صغیرہ کو ہے اور ولایت حفاظت مال
صغیرہ کے باپ صغیرہ کو ہے اور صرف نان و پوشیدنی صغیرہ کا اس کے مال
سے ہے ورنہ باپ کے ذمہ ہے۔

۲- اور جو زیور کہ ہندہ کو اس کے شوہر نے واسطے پہننے کے بعد از شب زفاف
رکھا تھا وہ ملک شوہر کی ہے بشرطیکہ ہبہ نہ کر دیا ہو اور جو زیور وغیرہ کہ جہیز
کے آیا ہے اور جو جیز تھا وہ از جانب شوہر قبل از شب زفاف آیا ہے یہ سب
سب ملک ہندہ متوفیہ کا تھا بعد وفات کے مالک اس کے وارث ہیں

۳- اور جو روپیہ یا مکان کہ ہندہ کو باپ کے رشتہ داران سے پہنچا تھا وہ ملک
تھا بعد وفات کے ملک اس کے ورثاء اور حصص وارثین کے ہیں۔



باب ۴

معاملات

(بین المسلمین)

مسئلہ

زوج	ام	بنت	بنت	اخ	اخ	اخ	اخت
۳	۲	۴	۴	ــہ	ــہ	ــہ	ــہ

بعد تقدیم ما تقدم کے کل مال ہندہ متوفیہ کا ۱۳ سہام پر تقسیم کر کے اس میں
کو اور ۲ سہام مادر کو اور ۴، ۴ سہام ہر ایک دختر کو دینے چاہئیں۔ فقط واللہ علم
حررہ واجابہ خاکسار محمد مسعود
۹ رمضان المبارک

سوال ۹۰

خیراتی خاں مورث اعلیٰ دو گاؤں سالم یعنی چالیس بسوہ کا بذات خود مالک تھا
اس نے ایک زوجہ اور دو پسر وارث چھوڑے :-

۱- بجو خاں بڑا بیٹا لاولد فوت ہوا۔
۲- مسمی خالق داد خاں (برادر خورد)
۳- مسماۃ عنایت خاتون (والدہ)

وارث ہوئے۔ بعد اس کے خالق داد خاں بھی مرگیا۔ خالق داد خاں نے دو پسر

۱- ایک مسمی اللہ داد خاں
۲- اور دوسرا رازق داد خاں
۳- و مسماۃ عنایت خاتون (والدہ)

وارث چھوڑیں۔ ۴- نیز ایک زوجہ اپنی

بعدہ رازق داد خاں بعمر ۴ سال کے فوت ہوا، اس نے ایک بھائی
خاں کی پہلی منکوحہ سے ہے اور یہ مسماۃ اپنے شوہر یعنی خالق داد خاں کے رو برو فوت
اور ایک والدہ اپنی حفیظ بیگم و مسماۃ عنایت خاتون (جدہ) وارث چھوڑی۔ اب
(زوجہ خالق داد خاں) اپنے حصہ شوہری و پسری کی خواستگار ہے۔
بروئے فرائض شرعی مسماۃ حفیظ بیگم کو کس قدر حصہ ترکہ شوہری اور
ترکہ پسری سے پہنچے گا اور زوجہ بجو خاں (پسر کلاں) بعد وفات اپنے شوہر

کے حصہ شرعی پا چکی، بعد منہائے اس کے حصے کے خاص جائداد مذکورہ بالا سے کس قدر حصہ
کہ شوہر اور پسر اس کے سے مسماۃ حفیظ بیگم کو پہنچے گا، اس کا ارشاد ہو۔ فقط

الجواب

۲۷۶۴۸

مسئلہ ۱۲ خیراتی ... بچو خاں

زوجہ	ابن	ابن	زوجہ	ام	اخ
عنایت خاتون	لاکا	خالد داد خاں	ہدایۃ النساء	عنایت خاتون	خالق داد خاں
۱/۲		۷	۳	۴	۵
۲۴		۸۴	۲۱	۲۸	۳۵
۱۱۵			۰۸		
۳۴			۳۰۲۴	۴۰۳۲	

بیدہ ۱۱۹

مسئلہ ... خالق داد خاں مسئلہ ۳

...	ام	ابن	ابن	ام	اخ علاتی
...	عنایت خاتون	الہ داد خاں	رازق داد خاں	حفیظ بیگم	اللہ داد خاں
	۴	۱۷	۱۷	۱	۲
	۸	۲۰۲۳	۲۰۲۳	۲۰۲۳	۴۰۴۶
	۹۵۲	۶۰۶۹			
	۲۸۵۶				

۲۷۶۴۸ — ۲۰ بسوہ

عنایت خاتون	ہدایۃ النساء	حفیظ بیگم	اللہ داد خاں
۱۰...	۳۰۲۴	۴۱۶۵	۱۰۱۱۵
... بسواسے	۴ بسوہ ۷ بسواسے ۱۰ کچواسے	۶ بسوہ ۱/۴ ۱۰ کچواسے	۱۲ بسوہ ۱۲ بسواسے ۳/۴ ۱۳ کچواسے

بسوہ: ۲۰ بسواسیاں — یک بسواسی: ۲۰ کچواسیاں

بعد تقدیم ما تقدم کے حفیظ النساء کو ۲۰۲۳ سہام اپنے پسر کے حصے سے
سہام اپنے زوج کے حصے سے، کل ۴۱۶۵ سہام (۶ بسوہ ½ ۱۰ کچوانسیاں) ملیں گے
کو ۳۰۲۴۴ سہام، (۴ بسوہ، ۷ بسوانسے، ۱۰ کچوانسے) اور عنایت خاتون کو ۴۴
(۴ بسوہ، ۱۹ بسوانسے، ۶ کچوانسے) اور اللہ داد خاں کو ۱۰۱۱۵ سہام ۱۴ بسوہ
¾ ۱۳ کچوانسے) اور عنایت خاتون کا حصہ ۱۰۳۴۴ سہام متنا ہوں گے جو کہ یا حکم
فی کتب الفرائض۔

حررہ واجابہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی
۲۳ رجب ۱۳۰۰ھ ہجری

سوال ۹۱

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ ہندہ
اور عقب میں تین بیٹے اور ایک دختر شوہر سابقہ کے نطفے سے دوسری زوجہ کے
چھوڑے اور تین بھائی حقیقی اور ایک بہن حقیقی شوہر ثانی کی چھوڑی اور ترکہ ہندہ متوفیہ
شوہر سابق کی ملک سے ہے۔ اب یہ ترکہ ہندہ متوفیہ کا وارثان شوہر سابق کو ملنا چاہیے
شوہر ثانی کو اور اگر دونوں کو ملنا چاہیے تو کس حصص کے موجب تقسیم ہوگا؟

الجواب

واضح ہو کہ بصورت مسئولہ ترکہ ہندہ متوفیہ کا شوہر سابق کی کمائی کا ہبہ
ہو چکا ہے یعنی متوفیہ کے خاوند سابق نے ہبہ کر دیا تھا، اس حالت میں
کا ہے، اس میں سے نہ اولاد و اقربا شوہر سابق کو پہنچتا ہے اور نہ برادران
شوہر ثانی کو پہنچتا ہے بلکہ متوفیہ کے ورثہ کو پہنچتا ہے اور بحالت نہ ہونے کسی
کے مساکین کا حق ہے ------ ترکہ متوفیہ کو دے دلویں۔
اور اگر ترکہ متوفیہ کا عاریۃً ہے یعنی شوہر سابق نے عاریۃً واسطے استعمال
کو دیا تھا، اس صورت میں یہ ترکہ حق اولاد شوہر سابق کا ہے۔ ۸ حصے کر کے
ہر ایک بیٹے کو اور ایک حصہ دختر کو دینا چاہئے اور ایک حصہ زوجہ شوہر سابق

...نا چاہیئے هکذا حکم الشرع ۔ فقط

حررہ واجابہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی دہلوی
المرقوم ۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۱ھ ہجری

سوال ۹۲

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اندر اس مسئلے کے مسماۃ پپیا فوت ہوگئی اور مسمیان عبداللہ اور قادر علی اور نثار علی، مسمات قادری وعبادی اور پانچ برادر زادہ اور برادر زادیاں حقیقی اپنی چھوڑی ہیں۔ ترکہ مسماۃ متوفیہ کا مذکورہ بروئے شرع شریف پانچوں ...ر باہم کیونکر تقسیم کریں بینوا توجروا۔

الجواب

مسئلہ

ابن الاخ	ابن الاخ	ابن الاخ	بنت الاخ	بنت الاخ
عبداللہ	قادر علی	نثار علی	قادری	عبادی
۱	۱	۱	م	م

بعد تقسیم ماتقدم کے مال مابقی کو تین سہام پر تقسیم کر کے ایک ایک سہم برادر زادہ کو دینا ...ئے اور برادر زادیاں محروم الارث ہیں هکذا حکم الشرع۔

حررہ واجابہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی دہلوی
المرقوم ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۱ھ ہجری
بقلم نور محمد

سوال ۹۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ زید کی دو بیوی اور ایک ...تھا اور ہر دو بیوی ولڑکا زید کی زندگی میں مرگئے اور اب عرصہ ۲۵ روز کا ہوا کہ زید بھی

بقضائے الٰہی مرگیا اور چھوڑ گیا وارثین میں سے ایک حقیقی بھائی اور دوسرے بھائی سوتیلے
بیویوں کا زر مہر اس کے ذمہ تھا، ادا نہیں کیا، آیا زر مہر وارثان عورت کو از روئے شرع
ترکہ زید سے پہنچتا ہے یا کہ نہیں؟ اور اگر شرع محمدی سے ترکہ زید کا پہنچتا ہے تو کس
پر تقسیم ہونا چاہئے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بصورت راستی سائل اول بعد تقدیم ما تقدم کے مہر ہر دو زوجہ کا ہر دو زوجہ
ورثاء کو دینا چاہئے اور بعد ادائے مہر ہر دو زوجہ کے جو باقی رہے اس کو برادر حقیقی
کو دینا چاہئے۔ ھٰکذا حکم الشرع۔

حررہ واجابہ خاکپا رہ محمد مسعود نقشبندی
۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۱ہجری

سوال ۹۴

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر اس مسئلے کے جو کہ ہندہ
میں چند قطعہ مکانات زر خریدہ ہندہ کے ہیں، بعد مر جانے ہندہ کے زید شوہر ہندہ نے
مکانات خاص اپنے اقرار سے قبالہ جائداد متوفیہ بنام اولاد خود بحصہ مساوی
تقسیم کر دی۔ ایک لڑکا زید و ہندہ کے روبرو مر گیا تھا، اس کی اولاد کے نام قبالہ
اور دو لڑکی کہ زوجہ زید باپ اپنی کے فوت ہوئی تھیں، اول کی اولاد کے نام
غفیہ دو فرزندان کے، اور جس قدر حصہ فرزندان کو جائداد مادری سے زید نے تقسیم
قدر پوتوں کو دیا۔ از روئے شرع شریف زید نے جو قبالے ملکیت ہندہ زوجہ اپنی کے
وہ جائز ہے یا نہیں؟
دوسرے حصہ بیٹوں اور پوتوں کو اور ایک حصہ دختر اپنی کو حصہ مساوی دیا
میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

در اصل بعد انتقال ہندہ کے جو ملکیت ہندہ کی تھی، وہ حق اولاد زندگان کا ہے

اولاد کہ قبل از مسماۃ ہندہ کے مرگئی۔ اس کی اولاد محروم رہی اور بیٹوں کی حیات میں پوتے
محروم الارث، پس تقسیم مذکور السوال اگر حسب رضامندی اولاد ہر دو فرزنداں جو کہ وقت
انتقال ہندہ کے زندہ تھے، ہوئی ہے۔ اس حالت میں یہ تقسیم جائز اور صحیح ہے ورنہ
بلا رضامندی اولاد ہر دو فرزندگان کے یہ تقسیم مساوی حصص یہ بہ نسبت نبیرگان، غیر جائز ہے،
باپ اس قسم کی تقسیم کا مجاز نہ تھا اور نہ صبیہ کو مساوی حصہ دینے کا مجاز تھا، پس یہ تقسیم باطل
ہے۔ فقط ھکذا حکم الشرع۔

حررہ و اجابہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی دہلوی
المرقوم ۲ر جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۰۱ ہجری

سوال ۹۵

مورث اعلیٰ
نظام الدین

- کریم الدین
  - ...حسین
    - ...حسین (روبرو حمزہ علی مرگیا)
      - ...حسین (موجود)
      - صادق حسین (موجود)
  - غلام حسن
    - ...علی (روبرو حمزہ علی مرگیا)
      - ...علی (موجود)
      - محمد اسحٰق (موجود)
    - علی حسن
    - یسین علی (روبرو حمزہ علی مرگیا)
      - عاشق حسین
        - شریف الحسن (موجود)
    - فیض الحسن (موجود)
  - عزت علی
    - بیگم
- مدد علی
  - حمزہ علی (بحالت داشتن زوجہ لاولد فوت)
  - خیرات علی
    - کرامت علی
      - دختر
      - دختر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ مظفر حسین و محفوظ علی و علی حسن
کرامت علی روبرو حمزہ علی فوت ہوئے اور حمزہ علی روبروئے فیض الحسن و خیرات علی کے
پھر خیرات علی بلا گزاشتن اولاد ذکور، دو پوتیاں چھوڑ کر مر گیا اور حمزہ علی مرد مفلس
برس تک فیض الحسن نے حمزہ علی مع زوجہ خبر گیری نان نفقہ کی رکھی۔ مرور تخمیناً عرصہ
حمزہ علی نے اپنے مرنے سے پہلے روبروئے اہل محلہ فیض الحسن کو وصیت کر دی
ترکہ جدی مشترکہ اولاد جدی کا ہر طرح تو ہی مالک ہے۔ میں نے اپنا حصہ ترکہ جدی
تو مالک ہے اور از روئے پیمائش زمین میرے حصے کی بعد حاصل کرنے کا غذ
وقت مجھ کو خرچ کی تکلیف ہے، کچھ خرچ کی مدد کر دے اور بر تقدیر میں مر جاؤں
خراب نہ ہونے دینا، میرا تجہیز و تکفین اور فاتحہ و ختم مروجہ کر دینا چنانچہ فیض الحسن
اور روبروئے اہل محلہ دس روپے حمزہ علی کو مدد خرچ کے دئے اور کہا کہ اگر ضرورت
ہنوز نوبت پیمائش مکانات متروکہ حمزہ علی کی نہیں پہنچی تھی کہ قضا کار حمزہ علی بیمار ہوا اور
گیا، پانچ روپے بیماری میں بھی لئے اور مرنے سے چار پانچ روز پہلے حمزہ علی نے
کو اپنے پاس بلا کر مکرر یہ وصیت کی ہے کہ میں نے اپنا ترکہ مشترکہ تجھ کو دیا ہے اور
جان بری کی امید نہیں۔ دیکھو برائے خدا میری موت خراب نہ ہونے دینا، میرا تجہیز
فاتحہ و ختم، سب ادا کرا دینا۔ فیض الحسن نے مکرر تسلیم کر لیا کہ جس طرح تو کہتا ہے
چوتھے روز حمزہ علی جاں بحق ہو گیا۔ فیض الحسن نے روبروئے جملہ مرداں قوم اس کا تجہیز
فاتحہ و ختم و خرچ مستورات برادری تا چہلم معرفت اس کی زوجہ کے، کرا دیا اور اس
مشترکہ اولاد جدی پر قابض ہوا اور ترکہ خرچ سے کچھ زائد نہیں، قریب قریب ہے
چار پانچ برس کے بعض ذوی العصبات اور اس کی زوجہ باغوائے مردم مفسدین
کے بابت ترکہ حمزہ علی دعوے کرتے ہیں، پس جبکہ متوفی اپنی حیات میں اپنا ترکہ دے
میں شرع شریف کا کیا حکم ہے ذوی العصبات یا اس کی زوجہ مندرجہ شجرہ نسب پیشانی
ہیں یا نہیں؟ خصوص اولاد مظفر حسین و محفوظ علی و حسن علی و یسین علی، دختر عنایت علی،
کرامت علی جو روبروئے حمزہ علی مر گئی ہیں، حقدار ہو سکتی ہیں یا نہیں؟

الجواب

واضح ہو کہ بصورت مسئولہ وصیت حمزہ علی کی فیض الحسن کو تہائی مال میں بعد تجہیز و تکفین
ادائے دیون اور مہر زوجہ کے جاری ہوں گے۔ جو حصہ کہ حمزہ علی کا ہے اس میں سے اول تجہیز و
تکفین بلا زیادتی اور کمی کے خرچ کیا جاوے اور بعدہ اگر قرض ہے اور مہر زوجہ کا جس قدر ہے
ادا کیا جاوے گا، بعد ادائے دین مہر کے جو باقی رہے اس کو تین حصے کر کے ایک حصہ فیض الحسن
کو بابت وصیت کے دیا جاوے، بعدہ دو تہائی میں سے چوتھا حصہ اس کی زوجہ کا ہوگا اور
باقی تین چوتھائی کو عصبات میں مساوی تقسیم کر لیں مگر جو عصبہ پہلے حمزہ علی کے مرگئی ہے جیسے
مظفر حسین اور محفوظ علی وغیرہما ان کی اولاد کو کچھ نہیں ملے گا، جو کہ ایک درجہ میں ہیں ان کو ملیگا
کذا فی کتب الفقہ۔

حررہ واجابہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی دہلوی
۲۸ رجب المرجب ۱۳۰۱ ہجری المقدس

سوال ۹۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ دو بھائی مثلاً زید و عمرو
نے باہم دو مکانوں کا کہ ایک کہنہ تھا اور ایک جدید، اس طرح یہ فیصلہ کیا بطور ثالثان کر۔۔۔
نے کہا کہ مجھ کو یہ مکان کہنہ منظور ہے، مجھ کو دوسرے مکان جدید سے کوئی دعویٰ نہیں
ہے اور میری اولاد و دیگر وارث دعویٰ مکان جدید پر نہ کریں اور اس پر اس نے تمسک تحریر
کیا۔ اب دونوں بھائی جنہوں نے یہ فیصلہ کرایا تھا، مرگئے، جس کے حصے میں جدید آیا تھا اسکی
یعنی فرزند اس کے دعویٰ مکان کہنہ کا کرتے ہیں۔ آیا یہ دعوے شرعاً منظور ہے یا نہیں؟
بینوا توجروا۔

الجواب

واضح ہو کہ بصورت مرقومہ اولاد متوفی مالک مکان جدید کو مکان کہنہ کا دعویٰ نہیں پہنچتا
کیونکہ جب فیصلہ ثالثان کا طرفین نے برضا و خود قبول کر لیا اور اقرار (نامہ) رضامندی کا

لکھ دیا، اب حکم ثالثان کا بلا خلاف ورزی قواعد شریعت اور بعد موت احد الفریقین منسوخ نہیں
ہوسکتا، یہ حکم لازم ہے کیونکہ ثالثان حکم حَکَم میں ہیں اور حکم حکم کا لازم ہوتا ہے :-

فان حکم لزمهما ولا يبطل حکمه بعزلهما

لصدوره عن ولاية شرعية [1] (در مختار)

حکما رجلا فحکم بينهما ببينة او اقرار

او نکول ورضيا بحکمه صح [2] (در مختار)

اور ماسوا اس کے حکم حَکَم کا بمنزلہ صلح کے ہوتا ہے :-

الاصل ان حکم المحکم بمنزلة الصلح [3] (در مختار)

اور حکم صلح کا برارۃ دعوے سے ہے اور وہ شے جس پر صلح ہو ملک میں ہو جاتی
بیع کے جیسے بیع میں ملک مشتری میں مبیع ہو جاتی ہے جیسا کہ لا دعویٰ اپنے اقرار نامے
زید و عمرو نے لکھا ہے :-

وحکمه وقوع البراءة عن الدعوى و وقوع

الملك فى مصالح عنه و عليه لو مقرا و هو صحيح

مع اقرار او سكوت او انكار فالاول حکمه کبيع

انتهى ما فى الدر المختار [4]

جیسا کہ مکان کہنہ ملک میں کسی کے آگیا بس سوائے وارثان اس کے
اس مکان پر دعویٰ نہیں پہنچتا طرف ثانی کے اولاد کو مکان کہنہ میں کچھ دعویٰ نہیں

واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

حررہ واجابہ خاکپائے محمد مسعود نقشبندی
المرقوم ۲۲ شوال ۱۳۰۱ھ ہجری

---

[1] در مختار، کتاب القضاء، باب التحکیم، ج ۲، ص ۸۲ -

[2] ایضاً ، ، ، ، -

[3] ایضاً ، ، ، ، -

[4] ایضاً ، کتاب الصلح ، ج ۲ ، ص ۱۴۱ -

سوال ۹۷

حامداً و مصلیاً

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس صورت میں کہ حاجی بیگم نام ایک ضعیفہ جاگیر وارث موروثی سے صاحب جائداد صاحب عصار بہنیں ان کے دو فرزند تھے۔ میر محمد احسن اور میر محمد محسن، میر محمد محسن نے اپنی والدہ کے روبرو انتقال کیا اور ایک لڑکا چھوٹا میر محمد احسان، اور میر محمد احسن زندہ ہے اور حاجی بیگم نے اپنی زندگی میں اپنے پوتے محمد احسان کی منگنی کردی ساتھ فخر النساء عرف آبادی بیگم کے۔ والدہ فخر النساء نے کہا کہ پیاری جان محروم وراثت ہیں۔ پس آپ فخر النساء کے واسطے اپنی جاگیر سے کچھ لکھ دو تو نسبت ہو جاوے گی۔ حاجی بیگم نے اس بات کو قبول کیا اور جاگیر موروثی سے پچیس روپے ماہوار کی فخر النساء کے نام وصیت کی اور لکھا کہ:

"بعد تحقیق نکاح پچیس ۲۵ روپے ماہوار آمدنی جاگیر سے ماہ بہ ماہ
آبادی بیگم کو نسلاً بعد نسل و بطناً بعد بطن ملا کریں۔"

چنانچہ بعد وقوع وصیت منگنی ہوئی، منگنی ہونے کے چند روز حاجی بیگم صاحب انتقال کر گئیں۔ حسو میاں مالک جائداد تو ہوئے۔ جب شادی کی نوبت آئی اور تیاری ہوئی والدہ فخر النساء نے حسو میاں سے کہا کہ جو حاجی بیگم نے دستاویز کرایا تھا وہ آتشزدگی میں جل گیا اب آپ اگر حاجی بیگم مرحومہ کی وصیت پر عمل پذیرا ہوں گے اور اجرائے وصیت کریں گے تو نکاح کے لئے مہیا ہوں۔ حسو میاں اجرائے وصیت پر آمادہ ہوئے اور اپنی والدہ کے وصیت پر عمل پذیرا ہوئے، اور مجدداً اپنی طرف سے ایک دستاویز جو اس استفتاء کے ضمیمہ میں شامل ہے، لکھ دیا اور پیاری جان کا نکاح ہوا۔ صورت دستاویز یہ ہے:۔

منکہ حسو میاں ------

تحریر سنہ ۱۲۷۹ ہجری روز شنبہ

نوشتہ بالا صحیح و منظور است

(دستخط)

سید محمد احسن رضوی ولد سید محمد حسین

۱۔ گواہ شد سید کمال الدین از دستخط برہان الدین چشتی

۲۔ گواہ سید سید نور الدین حسین ۳۔ گواہ شد محمد حسین ۴۔ گواہ شد فضل علی

القصہ حسو میاں کے اس نوشتہ پر بنا بر بزرگی ان کی قناعت ظہور پذیر ہوئی

طوالت نہ دیا گیا اور ماہوار مرقوم آبادی بیگم کی پہنچتا رہا تا آنکہ حسو میاں نے قضا کی

عرف محمد میاں فرزند حسو میاں وارث ہوئے محمد میاں نے بھی ماہوار مذکور بدستور

رکھی تا آنکہ کچھ منہ چڑھ گئے تھے اور محمد میاں اس کی ادا سے گریز کیا چاہتے تھے

چلا اور آبادی بیگم نے ان کی بار تجدیداً للعہد السابق ان سے صاف نوشتہ کرایا کہ "

بنا بر وصیت حاجی بیگم مرحومہ جاری ہے۔" اور حسو میاں ادائے مبلغ مذکور بنا بر تعمیل

حاجی بیگم کیا کرتے تھے۔ یہ کوئی حسو میاں کی بخشش نہیں ہے چنانچہ میر محمد حسین

نے یہ نوشتہ لکھ دیا بصورت دستاویز :-

مسکہ فلاں الخ

(صحیح دستخط خود نہ کردہ شد)

(۱) محمد حسین ولد حسو میاں (۲) میر باقر علی ولد سرفراز

(۳) گواہ شد رشید بیگ (۴) راقم الحروف محمد ضیاء الحق عباسی ، انتہی

الحاصل آبادی بیگم نے اس نوشتہ میں صراحتاً ان سے اقرار کرایا اور

لکھوایا کہ ماہوار عطیہ حاجی بیگم مرحومہ اور ان کی وصیت و نوشتہ کے موجب حسو میاں

تھے اور حاجی بیگم کی تنفیذ وصیت کیا کرتے تھے، چنانچہ عبارت دستاویز بآواز بلند گو

دیتی تھی۔

نہایت کار آنکہ محمد میاں بھی بدستور ماہوار مذکور بموجب وصیت حاجی بیگم

کو پہنچاتے رہے اور مدام دیا کیے۔ قضا کار محمد میاں قضا کر گئے اور محمد میاں کے

وارث ہیں۔ ماہوار مذکورہ کا بقایا کچھ محمد میاں مرحوم کے ذمہ کا اور کچھ ان کے ذمہ کا

صاحب اس کے ادا میں پس و پیش کرتے تھے اور گویا ان کے ذہن میں ہے کہ یہ ارث

نہیں اور ادا کرنا ان کا ان کے ذمہ لازم نہیں ہے باوجودیکہ حسو میاں مرحوم حاجی

کے منفذ ہیں چنانچہ اسی جاگیر سے دینا جو حاجی بیگم کی ملک موروثی ہے اور بھی اسے

کا دینا جو حاجی بیگم نے وصیت کی تھی اور قرینہ صاف دلالت کرتا ہے کہ اگر حاجی بیگم

...تو حسو میاں کیوں تخصیص ماخذ کرتے بلکہ اجمالاً مبلغ معین دیتے اور بالائے بر ہمہ محمد میاں کا
...نوشتہ سے صاف اقرار کرنا کہ بموجب نوشتہ حاجی بیگم کے حسو میاں دیا کرتے تھے اور دیگر اقرار
...میں بھی بنا بر بیان وصیت دیا کرتا تھا اور اس کے ادا کا اقرار کرنا، علانیہ باواز بلند کہہ رہا
...کہ یہ وصیت حاجی بیگم ہے اور حسو میاں اور محمد میاں اس وصیت کے تنفیذ کرنے والے
...تھے اور بس۔ پس دریں صورت غرض اس استفتاء سے یہ ہے کہ :-

صورت حاجی بیگم مرحومہ کی وصیت کی ہے یا نہیں ؟ اور ثانیاً

بالفرض والتقدیر محاساۃ بلیغم تسلیم کیا جائے کہ حاجی بیگم صاحبہ سے اس نزع کو کوئی
...صیت نہیں ہے بلکہ ابتداء اس نزع کی حسو میاں مرحوم سے ہے تو بھی نوشتہ حسو میاں
...عتبار اندراج غرض مدام و استمرار لعد موتی نسلاً بعد نسل و بطناً بعد بطن و علی ہذا القیاس :

" ولبعد من وارثان من نیز بہ سماۃ مذکورہ و ورثاءش ہمیشہ رسانیدہ
خواند ماند "

...مفہوم ہوتا ہے کہ حسو میاں کی طرف سے وصیت ہے یا نہ اور وصیت کے واسطے وجود
...وصیت کا شرط ہے یا مجرد افادہ مفہوم عقد وصیت کا عقد کے موجود بہ وجود شرعی ہونے کے
...سے کافی ہے؟ اور ثالثاً :

وصیت شرعاً جائز ہے یا نہیں ؟

جواب ان امور کا حسب شرع شریف عنایت ہو واجرھم علی اللہ تعالیٰ۔

الجواب

واضح ہو کہ وصیت میں وہ الفاظ ہونے چاہئیں جو کہ تملیک مضاف لبعد موت موصی
...ثابت کریں :-

الایصاء فی الشرع تملیک مضاف الی بعد الموت یعنی بطریق التبرع سواء کان عینا او منفعۃ کذا فی التبیین [1]

---

[1] عالمگیری ، کتاب الوصایا ، باب ۱ ، ج ۶ ، ص ۹۰ ۔

اور یہ امر حاجی بیگم کی تحریر سے واضح نہیں ہوتا کیونکہ وہ لکھتی ہیں :-

"بعد تحقیق نکاح مبلغ صعہ روپیہ ماہوار آمدنی جاگیر سے آبادی
کو نسلاً بعد نسلٍ ملا کریں"

اس تحریر سے تملیک بعد تحقیق نکاح صاف ظاہر ہے اور تملیک بعد موت
ہے پس یہ تحریر وصیت نہیں ہوئی چنانچہ حسو میاں پسر حاجی بیگم بھی اس کو وصیت
نہیں دیتے کیونکہ وہ اپنی دستاویز میں لکھتے ہیں :-

"بو من متر وکہ والدہ صاحبہ مرحومہ اعنی جناب حاجی بیگم صاحبہ مغفورہ
دیہات یونہ وغیرہ میراث رسیدہ است ازاں جملہ الخ"

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ حسو میاں نے تمام جاگیر کو میراث اپنی قرار
کوئی کسی قسم کا حوالہ وصیت حاجی بیگم کا نہیں دیا۔ پس اعتبار اس عطیہ کا حسو میاں
ہوگا اور ان کی تحریر میں بھی تملیک بعد موت موصی پر کوئی لفظ دلالت نہیں کرتا
برخلاف اس کے لکھتے ہیں کہ :-

"من مقر تا حیات بہ مسماۃ مذکورہ دادہ خواہم ماند"

کہ یہ تحریر خلاف وصیت ہے کیونکہ اجرائے وصیت کا بعد موت موصی ہوتا ہے
بھی از جناب وصی بعد موت موصی معتبر ہے قبل از موت موصی معتبر نہیں ہے۔ غایت
وصیت ہوتی عمل درآمد اور اجرائے وصیت بعد از موت حسو میاں ہوتا جس صورت
عمل درآمد بحیات موصی ہوا، وصیت نہ ہوئی :-

قبول الوصیۃ انما یکون بعد الموت فان
قبلہا فی حال حیوۃ الموصی او ردہا فذلک باطل
ولہ القبول بعد الموت[1] کذا فی السراجیۃ۔

بہر حال دستاویز حسو میاں میں کسی قسم کے الفاظ ایسے نہیں کہ وصیت
کریں کیونکہ دستاویز حسو میاں میں نہ لفظ وصیت کا ہے نہ وہ لفظ جو دلالت کرے
موصی پر :-

[1] عالمگیری، کتاب الوصایا، باب ۱، ج ۶، ص ۹۰ -

عبدی هذا لفلان ولم یقل وصیة ولا

فی ذکرها ولم یقل بعد موتی کانت هبة قیاسا و

استحسانا [1] (عالمگیری)

ہو نہیں سکتا لفقد تعریفہا و شرائطہا ونسلا بعد نسل اور بطنا بعد بطن سے

ملیک بعد موت موصی ثابت نہیں ہوتی بلکہ حق ورثا موصی لہ بعد از موت موصی لہ مفہوم

ہے اور یہ وصیت اور ہبہ میں لغو ہے، اس کا اعتبار نہیں :۔

ولو قال هذه هبة لك و لعقبك من

بعدك فهو هبة و ذكر العقب لغو و كذالك اذا قال

هی لك و تعقبك بعدك [2] كذا فی المحيط۔

البتہ اس عبارت خصوصیاں سے "مقرر و جاری نمودم" تملیک پائی جاتی ہے

یفہم من العالمگیریة :۔

رجل قال لابنه الصغير ایں مال ترا کردم او بنام

تو کردم او آں تو کردم یکون تملیكا [3] انتهی

ہری جائے کتاب الہبہ میں لکھا ہے (عالمگیری میں) :۔

رجل قال جعلت هذا لولدی فلان

كانت هبة ... و قال لابنه ایں مال ترا کردم او قال بنام تو

کردم او آں تو کردم او تكلم بكلام یجری مجراه فانه

تمليك من الاب انتهی ما فيه [4]

ہے کہ جعلت سے ہبہ ثابت ہوتا ہے، وصیت پر لفظ جعلت دلالت نہیں کرتا

کوئی دوسرا کلمہ دال بر وصیت مقترن نہ ہو کقولہ :۔

---

[1] عالمگیری، کتاب الوصایا، باب ۲، ج ۶، ص ۹۴ -

[2] عالمگیری، کتاب الہبہ، باب ۱، ج ۴، ص ۳۷۵ -

[3] ایضاً ، ، ، ، ، ص ۳۷۶ -

[4] ایضاً ، ، ، ، ، ، -

وهبت هذا الشیئ لك او ملكت منك
جعلت لك او هذا لك او اعطيتك او نحلتك
هذا فهذا كله هبة (عالمگیری)

اور چونکہ تملیک میں بصورت ہذا ثابت نہیں ہو سکتی لہٰذا صدقہ اور تبرع حسو میاں کا
ہوگا اور اس تحریر حسو میاں سے کہ "بعد من وارثان بہ مسماۃ مذکورہ و ورثاش بحیثیت
خواہد ماند" استمرار صدقہ ہوگا نہ کہ وصیت وان يرد الهبة يصدق ك
الملتقط ۔ اور جس حالت میں حسو میاں نے اس صدقے کو اپنی حیات میں
بعد ان کے پسران کے سنے بھی اس لئے رجوع اس صدقہ کا کسی اولاد کو مابعد حسو میاں
نہیں ہے :-

ويستوى ان تصدق على غنى او فقير في ا
لا رجوع فيها (عالمگیری) اذا قال جعلت غلة داری
هذه صدقة فى المساكين او قال دارى هذه صد
فى المساكين فمادام يؤمر بالتصدق واذا مات قبل
تنفيذ الصدقة والدار والغلة ميراث عن
كذا فى الذخيرة وان كان حيا وتصدق بقيمة
اجزاه كذا فى المبسوط [2]

خلاصہ مرام آنکہ مسماۃ آبادی بیگم سے یہ تبرع اور صدقہ رجوع نہیں ہو سکتا
اعلم بالصواب واليه المرجع والمآب۔
حررہ واجابہ خاکپا رہ محمد مسعود نقشبندی

سوال ۹۸

کیا فرماتے ہیں اہل علمائے دین اس مسئلے میں کہ شیخ احمد صوبہ دار نے دو لڑکی

---

[1] عالمگیری، کتاب الہبہ، باب ا، ج ۴، ص ۳۷۵ -

[2]

ے گئے، زوجہ اول سے ایک لڑکا جس کا نام شیخ وزیر ہے، پیدا ہوا اور وہ لڑکا جوان ہوگیا
ب زوجہ اول نے بقضائے الٰہی وفات کی، تب شیخ احمد مرحوم نے دوسرا نکاح کیا جس سے
وجہ حیات کوئی اولاد پیدا نہ ہوئی، صرف زوجہ اول کا لڑکا مسبوق الذکر تھا اس کو بہ سبب اتفاقی
ثانی کے ایک مکان علیحدہ میں رکھ دیا۔ بعد چند روز کے شیخ وزیر بذریعہ روزگار دوسری
سی دوسرے شہر میں چلا گیا۔ اس اثنا میں شیخ احمد عدم ثبات حیات ناپائدار
کل جائداد خود پیدا کردہ و آبائی اپنی بحالت عدم موجودگی مسمی شیخ وزیر فرزند زوجہ اول
زوجہ ثانی کو بعوض مہر ہبہ کر دی اور کاغذی سند رائج الوقت پر ہبہ نامہ لکھا کر رجسٹری
دی اور بعد چند روز کے شیخ احمد نے انتقال کیا۔

شیخ وزیر، شیخ احمد مرحوم بحالت حیات اپنے باپ کے سفر سے واپس آیا تو اکثر
احمد مرحوم اپنے لڑکے شیخ وزیر سے کہا کرتے تھے کہ اگرچہ میں نے کل مملوکہ اپنا تمہاری
موجودگی میں تمہاری والدہ غیر حقیقی کو لکھ دیا ہے مگر بعد مرے سوا تمہارے کون مالک ہوگا؟
کسی قسم کی تحریر اس شخص کے پاس نہیں ہے۔

اب مسمی شیخ وزیر پسر شیخ احمد ترکہ اپنے باپ کا چاہتا ہے پس ترکہ مابین مسمی شیخ وزیر
شیخ احمد مرحوم و والدہ غیر حقیقی زوجہ ثانی مرحوم کے از روئے شرع تقسیم ہو سکتا ہے یا نہیں؟
تقسیم ہو سکتا ہے تو کیونکر چاہیئے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بصورت مذکورہ بحالت عدم مرض موت اگر ہبہ بالعوض مہر بصحت و تندرستی کیا گیا ہے
قبضہ کامل بھی موہوب لہا کا ہو گیا ہو، اس حالت میں یہ ہبہ صحیح اور درست ہے اور ملک میں
موہوب لہا کے جائداد موہوبہ آگئی اور تقسیم ترکہ سے خارج و لیکن تحریر کاغذ و سند ہبہ نامہ و رجسٹری
بے قبضہ کو نہیں ہو سکتی اور اگر قبضہ شرعیہ نہیں ہوا ہے اس حالت میں ہبہ باطل ہے اور تقسیم
ترکہ ورثا پر بعد ادا مہر ہر دو زوجہ کے ہوگی:-

فان كانت الهبة بشرط العوض شرط لها
شرائط الهبة فى الابتداء حتى لا يصح فى
المشاع الذى يحتمل القسمة ولا يثبت بها

الملک قبل القبض لہ (عالمگیری)

اور اگر ہبہ مذکورۃ السوال حالت مرض الموت میں وارد ہوا ہے جیسا کہ سوال سے
اور قبضہ واہبہ شیخ احمد ماسۃ کو نہیں دیا ہو چنانچہ ظاہر سوال عدم قبض پر دال ہے پس
میں ہبہ باطل ہو گا اور تقسیم جاری ہو گی اور اگر شیخ احمد نے بحالت مرض الموت ہبہ
بھی کامل دے دیا ہو، اس صورت میں بحکم وصیت تہائی مال میں جاری ہو گا بشرطیکہ
اجازت ہو اور اگر ورثا کی اجازت نہ ہوگی تو حکم وصیت بھی نہ ہو گا اور تمام مال میں تقسیم

ولا یجوز ھبۃ المریض ولا صدقتہ الا مقبوضۃ

فاذا قبضت فجازت من الثلث واذا مات الواھب

قبل التسلیم بطلت لہ (عالمگیری)

ولا تجوز الوصیۃ للوارث عندنا الا ان

یجیزھا الورثۃ لہ (عالمگیری)

پس بادی الرائ میں بصورت ظاہر سوال ہبہ مندرجہ سوال باطل ہے اور تقسیم
اور بصورت حصر ورثہ بعد ادائے مہر ہر دو زوجہ ما بقی مال میں سے ایک حصہ آٹھویں حصہ
زوجہ کو ملے گا اور باقی ۷ سہام شیخ وزیر پسر شیخ احمد کو ملیں گے ھکذا الحکم الشرع
حررہ واجابہ خاکِ رہ محمد مسعود نقشبندی

سوال ۹۹

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ:-

۱- زید مورث عالی نے انتقال کیا اور اس نے وارث چھوڑے یہ کہ ایک زوجہ
اور ایک دختر، از آں جملہ کچھ چیز ساتھ نام زوجہ کے لکھ دی اور قبضہ نہ دیا
مرقومہ تقسیم کی جاوے گی یا نہیں؟ اور اسی وجہ سے ساتھ نام بیٹے نابالغ کے

لہ عالمگیری، کتاب الہبہ، باب ۷، ج ۴، ص ۳۹۲۔

لہ ایضاً ، ، ، باب ۱۰، ، ص ۴۰۰۔

لہ ایضاً ، ، ، باب ۱، ، ، ص ۹۰۔

...کا ہنوز بباعث نابالغگی متصرف قابض نہ تھا اور جو چیز کہ لڑکے کے نام تھی اس میں سے کچھ فروخت ... ہوگئی ساتھ رضامندی لڑکے کے، عمر اس کی تخمیناً ۱۶ برس کے ہے۔ آیا یہ چیز تقسیم ہونی چاہیے ... ؟ اور خلاصہ کل تقسیم کس صورت سے ہونی چاہیے؟

اور اب وہ لڑکا مذکور حج کا ارادہ رکھتا ہے اور اپنی والدہ اور اپنی زوجہ کو چھوڑ کر اور جائداد ... کو فروخت کر کے جاتا ہے سو خرچ راستہ کا اپنے حصے سے لیوے یا کل جائداد میں سے ... جو کچھ حکم ہووے ارقام فرماویں۔

الجواب

جو اشیا کہ زوجہ کو زید نے اپنی حیات میں دے دی تھی اور قبضہ نہ دیا تھا وہ ملکیت ... ہے۔ اس میں تقسیم ترکہ ہوگی اور جو اشیا کہ لڑکے نابالغ کو ہبہ کر دی تھی وہ ملکیت لڑکے ... اگرچہ لڑکا نابالغ قابض نہ ہوا تھا کیونکہ قبضہ باپ کا بعینہٖ قبضہ نابالغ کا ہے پس تقسیم ... سے ہونی چاہیے :-

کہ کل مال مابقی کو بعد تقدیم ما تقدم کے اور ادا مہر زوجہ کے ۲۴ سہام پر تقسیم کر کے اس میں سے ۳ سہام زوجہ کو اور ۱۴ سہام فرزند کو اور ۷ سہام دختر کو دینے چاہئیں۔

اور خرچ راستہ حج کا اپنے حصے میں سے لیوے، کل جائداد میں سے نہ لیوے۔ ... حکم الشرع۔ فقط

حررہ واجابہ خاکپائے محمد مسعود نقشبندی دہلوی
سنہ ۱۳۰۴ ہجری

سوال ۱۰۰

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس سوال میں مسماۃ صاحب جان عرف شبو بنت محمد بخش ... قوم شیخ) نے بحین حیات خود ایک حویلی (پختہ مملوکہ مقبوضہ موروثی خود بلا شرکت دیگیرے) بنام ... دختر شکم خود زوجہ عبدالعزیز بن قصاب (ساکن پہاڑی دھیرج گڑ پہاڑ گنج) کے ہبہ کر دی ... اور قبضہ موہوب الیہا میں دے دی اور ملک ... کی کر دی تا کہ تا فی الحال کسی وابستگان

دوری یا نزدیکی میری کو کسی طرح کی حقیت و شراکت و مداخلت باقی نہیں رہے۔ اور دو ...
عرصہ چند ماہ کے بعد ایک لڑکی چھوڑ کر فوت ہو گئی اور اس کے بعد والدہ اس دختر موہوب ...
بقضاء الٰہی فوت ہو گئی، آیا وہ حویلی مذکورہ موہوب الیہا کی اولاد کو از روئے شرع شریف ...
نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

بصورت مرقومہ جب کہ ایک شخص عاقل بالغ نے بصحت خود اپنی ملکیت کو ہبہ کر ...
کے کر دی اور قبضہ بھی کہ شرط صحت ہبہ کو ہے اوسے دیا۔ پس بحیثیت شرائط شرع وہ ...
اور بعد مرنے واہب اور موہوب الیہا کے رجوع ہبہ میں منع ہو گیا۔ اب وہ حویلی اولاد موہو...
حق ہے بلا شرکت ہونے دیگر ورثا کے۔ واللہ اعلم بالصواب فقط

حررہ واجابہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی
۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۱ ہجری
(بقلم نور محمد)

سوال ۱۰۱

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت ...
اور اگر وہ قسم کھاتی ہے کہ میرا خاوند فوت ہو گیا ہے اور دو لڑکے اس کی بیٹی اس کے ...
کہتے ہیں کہ ہمارا باپ فوت ہو گیا ہے تو اس کا نکاح کسی شخص سے ہو گیا، اس شخص کو ...
جا، بعد اس کے معلوم ہوا کہ اس کا خاوند ہے، آیا وہ لڑکا ورثہ یکہ تاب سے شوہر اول ...
بینوا توجروا۔

الجواب

بصورت مرقومہ نسب لڑکے کا شوہر اول سے ثابت ہوگا کیونکہ شوہر اول صاحب ...
صحیح کا ہے اور شوہر ثانی صاحب فراش فاسد کا ہے، پس بحالت تقابل فراش صحیح فر...
فراش صحیح کو ترجیح ہوگا اور عمل ہوگا اس حدیث پہ :-

الولد للفراش ای صحیح الفراش [1]

...ال بدلہ مضاف محذوف کے ہے کما قال ابو حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ :۔

فی المرأۃ التی نعی الیہا زوجہا ای اخبرت بموت فاعتدت و تزوجت بزوج اخر فجاءت بولد ثم جاء الزوج الاول حیا ان الولد للزوج الاول لانہ صاحب فراش صحیح لقیام النکاح بینہما [2]

جبکہ نسب ولد کا شوہر اول سے ثابت ہوا تو وارث بھی شوہر اول کا ہوگا شوہر ثانی ...د ہوگا ۔ واللہ اعلم بالصواب ۔

حررہ واجابہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی دہلوی
۱۵ ذیقعدہ ۱۳۰۳ھ ہجری

سوال ۱۰۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ہذا میں مثلاً مسماۃ ہندہ لاولد ...حب جائداد مرض موت میں مبتلا تھی بہ ترغیب شوہر خود تمام جائداد بلا ضرورت ادائے قرض ...وریات یومیہ شوہر کے بنام اولاد ہمشیرہ حقیقی کلاں اپنی کے جو اس شوہر سے تھی بجلیہ بیع کر ان ...سرح ...مر کے بعد از اں اسی مرض میں انتقال ہوگیا اور وارث خاوند اور دو فرزند برادر حقیقی ...چھوڑے ، آیا بیع مسماۃ مذکورہ کی جائز ہے یا نہیں ؟ بتقدیر عدم جواز وارثان مذکور مذکورین ...کو کس قدر پہنچے گا ؟ اور اولاد ہمشیرہ زید مذکور کو بھی شرعاً کچھ مل سکتا ہے یا نہیں ؟ ...بینوا توجروا ۔

الجواب

بصورت مسئولہ بیع کرنا مسماۃ کا حالت مرض الموت میں اندر ثلث مال کے بعد اخراجات

---

[1] ...ود : باب الولد للفراش ، ص ۳۱۷ (ب) الجامع الصغیر : جز ثانی ، ص ۱۹۷

[2] ...الانوار فی شرح المنار : ص ۲۱۷

تجہیز و تکفین اور ادائے دیون کے جائز ہوگا کیونکہ نفاذ تصرفات انشائیہ کا حالت مرض میں حکم وصیت کا رکھتا ہے :-

وما نفذه من التصرفات فالمعتبر فيه حالة العقد فان كان صحيحا فهو من جميع المال وان كان مريضا فمن الثلث له (هدایہ وهكذا في الدر المختار)

اور بیع بھی انشاء تصرف ہے لان البيع انشاء التصرف (هدایہ) ایسے کا ثلث مال میں جاری ہوگا جیسا کہ تصریح کی ہے ساتھ اس کے عالمگیری میں اور ہدایہ میں :-

ومن اعتق في مرضه او باع او حابى او وهب فذلك كله جائز وهو معتبر من الثلث ويضرب مع اصحاب الوصايا (عالمگیریہ وهدایہ وهكذا في الدر المختار)

اور اجازت مفہومہ ترغیب شوہر سے قبل از مرگ مسماۃ معتبر نہیں ہے بلکہ اجازت بعد موت کے معتبر ہوتی ہے :

لا يعتبر اجازتهم في حيوة الموصي حتى كان لهم الرجوع بعد ذلك (كذا في فتاوى قاضيخان)

پس بقدر تہائی مال کے بیع میں جن مشتریان کا ہے اور دو تہائی میں سے حق خاوند پسران برادر کا یعنی دو تہائی میں سے دو سہام من جملہ سہاموں کے زوج کو ملیں گے

له ہدایہ شرح ہدایہ

٢ه عالمگیری، کتاب الوصایا، باب ۵، ج ۶، ص ۱۰۹ -

٣ه اور محمد امین شامی نے کتاب انوار میں لکھا ہے :-

وفي الخلاصة نفس البيع من الوارث لا يصح الا باجازة الورثة يعني في مرض الموت وهو الصحيح - محمد مسعود نقشبندی دہلوی

٤ه عالمگیری، کتاب الوصایا، باب ۱، ج ۶، ص ۹۰ -

ایک سہم من جملہ ۴ سہام کے ہر ایک ابن الاخ کو ملے گا اور اولاد ہمشیرہ کو وراثت نہیں ملے گی کیوں کہ محروم الارث ہیں مگر ثلث مال میں سے وصیۃ مع جمیع مشتریان کو ملے گا جیسا کہ گزرا واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

حررہ واجابہ خاکپا رہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی
۱۳ رجب المرجب ۱۳۷۰ھ ہجری

سوال ۱۰۳

علمائے دین ومفتیان شرع متین اس صورت میں کیا فرماتے ہیں:

مثلاً متولی محمد زمان مرحوم کا ایک مکان جس میں متولی جلال الدین کرم احمد و متولی رؤف احمد متولی محمد زمان مرحوم کے ہر سہ پسر از روئے ارث پدری ایک ثلث کے شریک تھے متولی جلال الدین نے اس مکان مشترکہ کے آثار بوجہ اتحاد و اتفاق باہم بے تفریق و تقسیم منہدم کر کے اپنی ذاتی کمائی خاص اپنے غیر مشترک روپے سے ایک عمارت پختہ اسی بنیاد و زمین و حدود مشترکہ پر بنوائی متولی کرم احمد و متولی رؤف احمد و متولی جلال الدین کے متعلقات متولی جلال الدین کی حیات کی حیثیت سے اس مکان میں رہا سہا کئے اور ہر سہ برادران حقیقی کے انتقال کے بعد اب تک طرح اس مکان میں ان کی اولاد رہتی تھی۔

متولی جلال الدین نے اپنی ذاتی کمائی اور بلا شرکت اپنی خاص روپے سے اس مکان مشترکہ کے آثار بھی تفریق و تقسیم کر کے اسی بنیاد و زمین و حدود مشترکہ پر جو عمارت بنوائی، شرع وہ عمارت بلا شرکت متولی جلال الدین کے ہو گی یا متولی کرم احمد و متولی رؤف احمد بھی اس عمارت میں شریک ہو کر حصہ پاویں گے اور حصہ پاویں گے تو بھی ایک ایک یا کم و بیش اپنے باپ کے ثلث سے یا جس جس قدر شرعاً حصہ ہو، متولی کرم احمد و متولی رؤف احمد کی اولاد بھی اس مکان میں حصہ پاوے گی یا متولی امین الدین خلف متولی جلال الدین سے اس کل مکان کے بالذات واحد مالک ہوں گے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

بصورت مرقومہ اگر جلال الدین نے اپنے ذاتی روپے سے کروہ روپیہ مشترکہ آمدہ دیہات

کا نہ ہو وہ مکان بنوایا ہے۔ اس صورت میں زمین مکان کی مشترکہ ہوگی اور عملہ خاص ...
اور اگر یہ گواہی گواہان ثابت ہو کہ متولی جلال الدین نے آمد فی مشترکہ سے مکان بنوایا ...
حالت میں عملہ بھی مشترک ہوگا اور ایک ایک ثمث کے مالک ہوں گے۔ متولی امین ...
حصہ کا ضمان دے دیوے کما فی الفتاوی الحانوتی :-

اذا كان سعيهم واحدا ولم يتميز ما حصله
كل واحد منهم بعمله يكون ما جمعوه مشتركا
بينهم بالسوية وان اختلفوا في العمل والرأي
كثرة وصوابا كما افتى به في الخيرية وما اشتراه
احدهم لنفسه يكون له ويضمن حصة شركائه
من ثمنه اذا دفعه من المال المشترك وكل
ما استدانه احدهم يطالب به وحده
وقد سئل في الخيرية من كتاب الدعوى من
اخوة اشقاء عائلتهم وكسبهم واحد وكل مفوض
لاخيه جميع التصرفات ادعى احدهم انه اشترى
بستانا لنفسه فأجاب اذا قامت البينة على انه
من شركة المفاوضة تقبل وان كتب في صك التبايع
انه اشترى بستانا لنفسه [1] (شامی) فقط

حررہ واجابہ خاکپا رہ محمد مسعود نقشبندی
یکم ذی الحجہ ۱۳۰۱ ہجری

سوال ۱۰۷

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ :-

۱- جو شخص واسطے ثواب پہنچانے روح کسی موتی کے خواہ اس موتی کی وصیت ...

[1] شامی، کتاب الشرکۃ، شرکۃ المفاوضۃ، ج ۳، ص ۳۳۸ -

ے قربانی کرے، آیا گوشت اس قربانی کا اس کو اور اس کے اہل بیت کو کھانا جائز ہے یا کل تقسیم

کردے۔

اور دوسرے اگر کئی برادر زراعت یا تجارت میں شامل ہوں اور ایک شخص ان میں کا پدر

یا در مختار کل ہے، اس کا ساختہ پرداختہ سب کو منظور ہے۔ اس مال شراکت سے ایک حصہ

گاؤ یا بچھڑے کر قربانی کرے اور ثواب اس کا کسی ایک روح کو پہنچانا چاہیں یا خود

برادران و مساکین میں صرف کریں، جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بصورت مرقومہ اگر کسی شخص نے قربانی موتی کی طرف سے حسب وصیت کی ہے، گوشت

اس کو تمام صدقہ مساکین کو کردے اور آپ نہ کھاوے اور اگر بلا وصیت اور بلا امر موتی کے اپنی

طرف سے مروۃً واحساناً قربانی کی ہے، گوشت اس کا کھانا اس کو اور اہل بیت اس

کے کو درست ہے کیونکہ قربانی اس کی ملک میں واقع ہوئی اور ثواب میت کو ہے:۔

لو ضحی عن میت وارثہ بامرہ الزمہ بالتصدق

بہا و عدم الاکل منہا وان تبرع بہا عنہ لہ الاکل

لانہ یقع علی ملک الذابح والثواب للمیت [1]

(شامی و درمختار)

اور یہی مختار ہے۔

اور جواب دوسرے سوال کا یہ ہے کہ اگر مختار نے وقت خریدنے بقر نے نیت شراکت

برادران کی کرلی ہے، پس اس صورت میں سب کی طرف سے بلا کراہت قربانی جائز ہوگی اگر

سات سے زیادہ کی نیت نہ ہو اور ثواب بھی سب کو پہنچے گا اور اگر وقت خریدنے کے نیت

اپنے واسطے کی ہے اور پھر برادران کو شریک کیا اور اطلاع بھی کردی اور وہ راضی بھی ہوگئے

اس صورت میں جائز نہ ہوگی مگر ساتھ کراہت کے:۔

---

[1] شامی، درمختار، کتاب الاضحیۃ، ج ۵، ص ۲۱۳۔

ولو اشتری بقرۃ یرید ان یضحی بہ
ثم اشرک فیہا ستۃ یکرہ و یجزیہم لانہ
بمنزلۃ سبع شیاہ حکما الا ان یرید حین
اشتراہا ان یشرکہم فیہا فلا یکرہ و ان فعل
ذلک کان احسن لہ (عالمگیری)

اور بکری میں شرکت درست نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

حررہ واجابہ خاکپارہ محمد مسعود نقشبندی
یکم ماہ محرم الحرام ۱۳۰۴ھ ہجری

سوال ۱۰۵

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلے میں کہ زید، عمر و بکر اراضیات خراجی کہ جس کا
حاکم وقت جزیہ سالانہ مقرر ہے اور ان کسان مندرجہ صدر میں سے زید اس تحصیل جزیہ کے
لئے سب پر حاکم بہ منصب نمبردار مقرر ہے، خواہ اس نمبردار کو دیگر رعایا جزیہ دار ان سے
یا نہ ہو مگر حاکم وقت نمبردار مذکور سے فصل دار وصول کرتا ہے چنانچہ عمر و بکر نے اپنی اراضیات
کا جزیہ ادا نہ کیا۔ زید نمبردار عرصہ دراز تک اپنا اور عمر و بکر کا ادا کرتا رہا یہاں تک کہ وہ وقت
جس میں سرکار کم و بیش جزیہ اور دین اور تعین زمین کا کرتی ہے، پیش آگیا۔ اس وقت
پر عمر و بکر کو جو جزیہ سرکار ادا نہ کرتے تھے، طلب کیا۔ بعض چند سے عرصے کے
کے نام اس اراضیات کو جس کا جزیہ بموجب اپنے منصب کے زید ادا کرتا رہا، بطور مالک
اور قابض قرار دے دیا۔ بعد اس کے عمر و بکر خود یا ان کی اولاد یا نائب اسی اراضیات
جس پر زید نمبردار بوجہ ادا کرنے جزیہ سرکاری کے من جانب سرکار مالک و قابض تک
قابض قرار دیا گیا ہے۔ زید نمبردار یا ان کے ورثاء قائمقام سے شرعاً دعویدار ہوں کہ ادا
کرکے جس قدر جزیہ ہمارے عوض دیا گیا ہے ہم سے لے لو اور اراضیات کو اپنے
چھوڑ دو تو عند الشرع اراضیات مذکورہ کا چھوڑنا زید پر واجب ہے یا نہیں؟ اور اگر

ے عالمگیری، کتاب الضحایا، باب ۸، ج ۵، ص ۳۰۴۔

...حصہ سے کہ سرکار نے بالعوض اس جزیہ کے جو میں نے ادا کیا ہے مجھ کو مالک کرکے قابض اور
...قرار دیا ہے" نہ چھوڑے تو زید یا قائمقام اس کے روز قیامت ماخوذ و معتوب ہونگے
...یں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بصورت مسؤلہ زید نمبردار کو عندالشرع زمین عمرو بجہ کی چھوڑ دینا واجب ہے اور عمرو
...کو واپس دے دیوے اور اگر نہ دے گا تو عنداللہ مواخذہ دار ہوگا اور حیلہ نمبردار کا حاکم
...نے اس کو قابض اور دخیل کر دیا ہے، مقبول نہیں ہے کیونکہ عندالشرع مجاز اس امر
...نہیں ہیں کہ بجہت عدم وصول خراج کے زمین ملکیت مالک سے نکال کے دوسرے
...کو دے دیویں۔ البتہ اس امر کے مجاز ہیں کہ وہ زمین کسی غیر کو اجارۃ دے دیویں یا
...کے واسطے دیویں، اس میں سے اپنا خراج وصول کر لیں اور مابقی خراج کو مالک کے
...رکھیں اور جب کہ مالک قادر زراعت زمین پر ہوں۔ اس مابقی کو مع زمین کے واپس
...کر دیں جیسا کہ عالمگیری میں لکھا ہے:۔

لو ان قوما من اهل الخراج عجزوا عن
عمارة الاراضی واستغلالها ولم یکن عندهم ما
یؤدون به الخراج لم یکن للامام ان یاخذ الاراضی
منهم ویدفعها الی غیرهم علی سبیل التملیك (کذا
فی الذخیرة) والصحیح من الجواب فی هذه المسئلة
ان یواجر الامام الاراضی اولا ویاخذ الاجر ویرفع منه
قدر الخراج ویمسك الباقی لرب الارض (وهکذا ذکر
محمد فی الزیادات) فان کان لایجد من یستاجرها
یدفعها مزارعة بالثلث او الربع علی قدر ما یوخذ
مثل تلك الارض مزارعة فیاخذ الخراج من نصیب
صاحب الارض ویمسك الباقی علی رب الارض الخ[1] (عالمگیری

---

[1] عالمگیری، کتاب السیر، باب ۷، ج ۲، ص ۲۴۰۔

پس اگر مالک زمین یعنی عمرو بکر یا وارث، اس عرصے تک اس میں زراعت کرتے رہیں تو بعد ادا رخراج چند سال گزشتہ کے اپنی زمین واپس لے لیویں اور اگر اس عرصہ میں اس زمین میں زراعت کرتا رہا ہے یا کرواتا رہا ہے تو بعد منہائی کرنے خراج سرکاری کے جو مالک زمین یعنی عمرو بکر کو واپس دیوے اور زمین بھی واپس دیوے (ھکذا الحکم الشرع)

اور جو کہ سرکار نے بعد نہ آنے عمرو بکر کے بوقت طلب نزد بندوبست کا درج کیا ہے وہ بطریق اجیر یا بطریق مزارع کے عندالشرع سمجھا جائے گا، نمبردار مالک کا متصور نہ ہوگا اور بصورت نہ دینے کے مالک زمین۔ بروز قیامت نمبردار یا وارث ماخوذ ہوں گے۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

حررہ واجابہ خاکپ رہ محمد مسعود نقشبندی

۲۸ رجب المرجب ۱۳۰۰ھ

سوال ۱۰۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ حنا سائیدہ ریت ملی سال سے بہت شہروں میں، خاص کر شہر دہلی میں، کثرت سے ہزاروں من فروخت اور مشتری بھی جانتے ہیں کہ اس میں ریت ملی ہوئی ہے اور بائع بھی کہہ کر فروخت کرتے اس میں ریت ملی ہوئی ہے تم دیکھ لو، خریدار بھی نہیں دریافت کرتے کہ اس میں ریت اور کس قدر حنا ہے بلکہ خریدار خوش ہو کر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس یعنی زیادہ ریت ملوا حنا لاؤ، اس باعث کہ جس قدر ریت زیادہ ملی ہوئی حنا ہوگی میں کم ہوگی اور خالص حنا کو بہت کم خریدتے ہیں روبروئے مخلص کے خالص کی بیع کرتے ہیں بہ سبب زیادہ قیمت ہونے اس کی کے، اگر خالص حنا پانچ من فروخت پانسو من بلکہ ہزار من فروخت ہوتی ہے۔ یہ عرف ورواج بازار روزمرہ ہر فصل ہرگز اس میں دھوکہ اور فریب نہیں ہے۔ اگر اس صورت میں کوئی شخص حنا ریت کرے موافق عرف ورواج اہل تجار، جائز ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب

واضح اور لائح ہو کہ بصورت مرقومہ بیع حنا کی بشرائط مندرجہ سوال عند الشرع جائز ہے کیونکہ ریت کا ملانا حنا میں عیب ہے اور خریدنا مشتری کا بعد علم اس امر کے کہ مبیع میں یہ عیب ہے، رضا بالعیب ہے، پس بعد قبضہ عیب دار کے مبیع پھیر نہیں سکتا اور رد وہ بیع منقطع ہو جاتی ہے :

واللبس والرکوب والمداواۃ له و به رضا بالعیب الذی یداربه فقط مالم ینقصه (برجندی) وکذا کل مفید رضا بعد العلم بالعیب یمنع الرد والارش ومنه العرض علی البیع[1] (درمختار) وفی الشامی ان قبض المبیع بعد العلم بالعیب رضا بالعیب وفی جامع الفصولین قبض بعضه رضا انتہی۔

اور حدیث شریف سے یہ ثابت ہے کہ عیب ظاہر ہوا ور اس عیب کو مشتری دیکھ کے باوجود علم عیب کے خریدے، وہ بیع جائز ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیا ہے اس نے جواب دیا بارش سے ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا تر غلہ کو اوپر تو دے کہ کیوں نہ رکھا مشتری دیکھتا ؟ پس معلوم ہوا اس حدیث سے کہ اگر باوجود علم عیب کے کہ شے خریدی جاوے اس کی جائز ہے :۔

عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مر علی صبرۃ طعام فادخل یده فیھا فنالت اصابعه بللاً فقال ما ھذا یا صاحب الطعام ؟ قال اصابته السماء یا رسول اللہ قال افلاجعلته

---

[1] درمختار، کتاب البیوع، باب خیار العیب، ج ۴، ص ۱۹۔

[2] شامی ، ، ، ، ج ۴، ص ۹۰۔

فوق الطعام حتی یراہ الناس من غش فلیس
منی (رواہ مسلم) [1]

واللہ اعلم بالصواب

حررہ واجابہ خاکپارہ محمد مسعود نقشبندی
۱۰ر جمادی الاولی ۱۳۰۲ھ ہجری

سوال ۱۰۷

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ زید اپنے مال
ایک قسم کے دو نرخ سے یعنی نقد ارزاں اور قرض گراں، مثلاً نقد فی روپیہ دو تار
ایک تار بیچتا ہے، عمرو کہتا ہے کہ یہ نرخ گراں نامشروع ہے، اور بکر کہتا ہے کہ اگر خرید
کے ساتھ دونوں بیع واقع ہو تو بیع مقروضہ ناجائز ہے اور اگر خریدار نقد غیر او خر
غیر ہے تو جائز ہے۔ حکم شرع کا اس میں کیا ہے؟

الجواب

اپنے مال کو نقد ارزاں اور قرض گراں بیع کرنا عند الشرع جائز ہے بکراہت
وفیہا شراء الشیء الیسیر بثمن غال
لحاجة القرض یجوز ویکرہ [2] (درمختار) وهكذ
فی الشامی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

حررہ واجابہ خاکپارہ محمد مسعود نقشبندی
۳۰ر جمادی الاولی ۱۳۰۲ھ ہجری

---

[1] مشکوٰۃ، کتاب البیوع، باب المنہی عنہا من البیوع، حدیث ۲۷، ص
[2] درمختار، کتاب البیوع، باب المرابحة والتولیة، فصل فی القرض، ج ۲، ص

سوال ۱۰۸

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ :-

ملک ہندوستان دارالحرب ہے یا دارالاسلام ؟

اگر اس ملک کا کوئی مشرک اپنی لڑکی بیع یا ہبہ کردے تو وہ لونڈی کے حکم میں ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

برماہران فقہ مخفی نہ رہے کہ یہ ملک دارالحرب نہیں ہے کیونکہ جو ملک کہ اہل اسلام [illegible] اس پر کفار غلبہ کرکے اپنے تحت میں کرلیں وہ دارالاسلام [illegible] دارالحرب [illegible] یعنی جبکہ تینوں شرطیں پائی جائیں تو دارالحرب ہوگا اور اگر ایک بھی معدوم ہوگی اس [illegible] دارالحرب نہیں ہوگا :

انما تصير دار الاسلام دار الحرب عند ابي حنيفة رحمه الله تعالى بشروط ثلاثة احدها اجراء احكام الكفار على سبيل الاشتهار و ان لا يحكم فيها بحكم الاسلام و الثاني ان تكون متصلة بدار الحرب لا يتخلل بينهما بلدة من بلاد الاسلام و الثالث ان لا يبقى فيها مؤمن و لا ذمي آمنا بامانه الاول الذي كان ثابتا قبل استيلاء الكفار للمسلم باسلامه وللذمي بعقد له (فتاوىٰ عالمگیری)

ایک شرط یہ ہے کہ جاری ہونا قانون کفار کا بطریق شہرت اور کوئی حکم شریعت کا جاری نہ ہو اور اگر کوئی بھی حکم شریعت کا جاری رہے گا، دارالحرب نہ ہوگا حالانکہ اس دیار میں حکم

[illegible]ئے عالمگیری : کتاب السیر، باب ۵، ج ۲، ص ۲۳۲ -

شریعت کے جاری ہیں :-

وظاهره انه لو اجریت احکام المسلمین
و احکام اهل الشرك لا تكون دار الحرب . طحطاوی
وعلیه الشامی[1]

۲- اور دوسری شرط یہ ہے کہ اتصال اس کا کسی دار الحرب دوسرے سے
اس ملک میں بہت فاصلہ ہونے ملک کابل کے مفقود ہے۔

۳- اور تیسری شرط یہ ہے کہ کوئی مومن یا ذمی بامان سابق نہ رہے۔ یہ بھی شرط
پس یہ ملک دار الحرب نہ ہوا۔

اگر کوئی ہنود بجالت دار الحرب ہونے کے بھی اپنی لڑکی بطور بیع
وہ بیع ناجائز ہے اور حکم لونڈی میں نہیں ہوتی، اگر اس سے بغیر نکاح کے اولاد ہو
اس شخص واطی کی نہ ہوگی اور نہ وہ لڑکی لونڈی شرعیہ ہوگی :-

اذا باع الحربی هناك ولده من مسلم
عن الامام انه لا یجوز ولا یجبر علی الرد و عن
ابی یوسف انه یجبر اذا خاصم الحربی[2] ا
ما فی الشامی)۔

واللہ اعلم بالصواب
۲۰ رجمادی الثانیہ ۱۳۰۳ھ

سوال ۱۰۹۱

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس میں کہ مسماۃ ہندہ ایک منزل مکان پدری میں
کی حصہ دار تھی، بعد فوت مسماۃ زید اس کا شوہر اور محمود اس کا پسر وارث ہوئے
نے کل آٹھویں حصہ مکان مذکور متروکہ متوفیہ کو اپنی طرف سے اصالۃً اور پسر کی طرف

---

[1] شامی، کتاب الجہاد، باب المستامن، فصل فی استیمان الکافر، ج ۳، ص
[2] ایضاً، " ، باب استیلاء الکفار، ج ۳، ص ۲۴۳۔

...پسر کے بیع کر دیا اور زر قیمت تمام وکمال زید ومحمود دونوں نے وصول پائی اور یہ روپیہ ...توفیہ کے قرض میں ادا کیا گیا اور کچھ محمود کی شادی میں صرف ہوا ۔

وقت بیع حصہ مکان مذکور کے کہ بیع میں اپنے پدر کے ہمراہ تمام معاملات بیع میں شامل ...محمود کی رضامندی سے اس کا حصہ اس کے پدر نے بیع کیا تھا اور اس وقت محمود کی عمر ...برس گیارہ مہینہ کی تھی۔ پس بموجب شرع شریف کے باب بیع محمود کے حصہ کی بابت محمود ...میں صحیح اور نافذ ہوگی یا نہیں اور محمود کو اپنے حصے کی بابت کی بیع منسوخ کرانے کا ...حق ہے یا نہیں؟ فقط بینوا توجروا۔

الجواب

بصورت مرقومہ بیع ہر دو کی صحیح اور نافذ ہے کیونکہ ۱۶ برس کی عمر میں سمجھ اور عقل بیع ...جاتی ہے اور لڑکے بالغ عاقل کی بیع صحیح ہے :-

فیصح بیع الصبی والمعتوہ اللذین یعقلان البیع واثرہ لہ کذا فی فتح القدیر۔

یہ اس تقدیر پر ہے کہ بالفرض محمود نابالغ ہو ورنہ ۱۶ برس کی عمر میں لڑکا بالغ ...ہے۔ پس جب کہ معاملات بیع میں محمود شامل تھا اور رضا بھی محمود کی پائی گئی بلاشبہ ...ہوئی اور بالفرض والتقدیر بیع موقوف بھی محمود قرار دیا جاوے جب بھی بیع باپ کی ...ہے :-

باع الاب ضیعۃ او عقار الابن الصغیر بمثل قیمتہ فان کان الاب محمودا او مستورا عند الناس یجوز وان کان مفسدا لا یجوز وھو الصحیح ؎ (عالمگیری)

باع عقارا وبعض اقاربہ حاضر یعلم

...عالمگیری، کتاب البیوع، ج ۳، ص ۲۔

...ایضاً ، ، باب ۱۷، ج ۳، ص ۱۷۴۔

البیع ثم ادعی لا یسمع[۱]

پس محمود فسخ بیع کا احتمال نہیں رکھتا ہے اب جو کہ قرضہ میت میں زید
ہے وہ بجا ہے۔ اس میں کچھ دعویٰ محمود کا نہیں ہے کیونکہ ادائے قرض میت تقسیم ترکہ
پس مابعد ادائے قرضہ کے جو مال باقی رہا ہے اگر بلا رضامندی محمود کے زید نے شادی میں
ہے۔ اس صورت میں بقدر اپنے حصے کے محمود استحقاق لینے کا باپ سے رکھتا ہے
با رضامندی محمود کے باپ نے شادی میں صرف کیا ہے اس حالت میں محمود اپنا حصہ
اور چونکہ محمود ۱۷ سال کا تھا پس باوجود علم اس امر کے کہ قیمت مکان سے صرف
ہے اور چپ رہا، صرف شادی سے مانع نہ آیا، پس یہ سکوت عدم مانع (ہونا) موجب
ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ واجابہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی
۲۷ محرم الحرام ۱۳۰۴ھ ہجری

سوال ۱۱۰

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس صورت میں کہ
اراضی ہے اور اس اراضی مذکورہ میں دو شخص حقدار ہیں، ایک زید اور دوسر
مذکورہ بالا کا معافی دار ہے اور بکر اس اراضی کا مالک اور بسوہ دار ہے۔ وقت
حکام بندوبست نے مبلغ [illegible] روپیہ جمع سالانہ واسطے تیس سال کے مقرر
ہے کہ مبلغ [illegible] سالانہ ہر سال بکر مالک و بسوہ دار مسمی زید معافی دار کو ادا کر
کے ذمہ حکام بندوبست نے حق ذیلداری اور حق اعلیٰ نمبرداری مبلغ [illegible] ادا کر
زید کو اس اراضی سے بابت حق معافی داری کے مبلغ [illegible] وصول ہوتے ہیں۔
اس آمدنی حق معافی [illegible] کو ایک شخص ثالث کے پاس یعنی مسمی عم
بیع بالوفا بالعوض مبلغ چار سو روپے کے رکھنا چاہتا ہے اور کسی وعدے کے
عمرو کے قرار دیا جاوے اور جب تک میعاد مقررہ کے اندر روپے ادا نہ ہو

۱۔ عالمگیری، کتاب الدعوی، باب ۱، فصل ۳، ج ۴، ص ۱۲۔

ہے حق معافی کے مشتری مسمی عمرو کو شرعاً مباح ہے اور ایسا معاہدہ فریقین کو شرعاً درست اور جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

اور تعریف معافی دار اور مالک کی ذیل میں درج ہے :-

معافی دار : معافی دار وہ شخص ہے جس کو جمع مستحقہ حق سرکار معاف ہے۔

مالک : اور مالک بسوہ دار وہ شخص ہے جس کی اراضی پر حق سرکار مشخص کیا گیا ہے اور معافی دار کو دلایا گیا ہے۔

الجواب

واضح ہو کہ بصورت مسئولہ معاہدہ عندالشرع ناجائز ہے۔ اگر بیع تصور کی جاوے وہ بھی ناجائز ہے کیونکہ شرط مبیع کی یہ ہے کہ وقت بیع کے مبیع موجود ہو اور حق معافی معرض زوال میں ہے :-

ومنها فی المبیع وھو ان یکون موجودا

فلا ینعقد بیع المعدوم وما لہ خطر الغدم

کبیع نتاج النتاج والحمل لہ کذا فی البدائع

دوسرے یہ امر ہے کہ یہ بیع نقدین کی ہے اور نقدین میں میعاد ممنوع ہے اور تیسرے یہ ہے کہ منفعت مبیع کی بعد واپسی کرنے اصل قیمت چار روپے کے مشتری کو بلا عوض کسی کے حاصل رہتے ہیں اور عین ربوا ہے اور اگر اس معاہدہ کو رہن تصور کیا جاوے وہ بھی ناجائز ہے کیونکہ تمامیت رہن کی ساتھ قبضے کے ہوتی ہے کہ شرط صحت رہن کی ہے کما فی قولہ تعالیٰ :

فرھان مقبوضۃ لہ

قال فی الھدایۃ :-

الرھن ینعقد بالایجاب والقبول ویتم بالقبض لہ

لہ عالمگیری، کتاب البیوع، ج ۳، ص ۲۔

لہ سورۃ البقرہ، آیت ۲۸۳۔

لہ ہدایہ، کتاب الرہن، ج ۴، ص ۵۱۶۔

اور اس سوال میں قبضہ مرہون کا معدوم کیونکہ منافع معدوم ہوتے ہیں۔
ماسوا اس کے شرط صحت رہن کی مرہون کا موجود ہونا وقت عقد کے ہے جیسے کہ بیع میں
میں معدوم ہے پس ناجائز ہوا :-

منها ان یکون محلا قابلا للبیع وهو ان
یکون موجودا وقت العقد مالا مطلقا متقوما
مملوکا معلوما مقدور التسلیم فلا یجوز رهن
ما لیس بموجود عند العقد ولا رهن ما یحتمل
الوجود والعدم کما اذا رهن ما یثمر نخیله
ما فلا أغنامه السنة أو ما فی بطن هذه الجاریة ونحو ذلک
انتهی ما فی العالمگیریة له

اس صورت میں کوئی بھی شرائط مرقوم بالا سے نہیں پائی جاتی ، اگر اس
عملدرآمد ہوا وہ ربوا میں داخل ہوگا اور حرام اور درحقیقت منافع کی بیع اور رہن
واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ واجابہ خاکپا محمد مسعود نقشبندی
المرقوم ۲۶ جمادی الثانیہ سنہ ۱۳۰ ہجری

سوال ۱۱۱

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ زید نے
کو بلا شرکت احدے عمرو کے پاس رہن کر کے بعدہ بیع کر دیا اور وہ بائع
آیا کہ زید کے ورثاء کو بموجب شرع شریف اختیار ہے کہ بیع کو فسخ کر سکتے ہیں
بیع کے واسطے کیا شرائط مقرر ہیں؟ بینوا توجروا من عند اللہ۔

الجواب

رکن بیع کے ایجاب اور قبول ہیں اور شرائط بیع کی اہلیت بائع اور مشتری

له عالمگیری، کتاب الرهن، ج ۵، ص ۴۳۲۔

...مال ہے اور حکم اس کا ثبوت ملک کا ہے :-

اما القول فالایجاب و القبول و هما رکنه و شرطه اهلیة المتعاقدین و محل المال وحکمه ثبوت الملك له (در مختار)

جب کہ رکن بیع اور شرائط بیع کے صورت مندرجہ سوال میں پائے جاتے ہیں پس بیع کی ہوگئی اور ملک مشتری میں آگئی، بعد تسلیم بیع کے فسخ بیع کی نہیں ہو سکتی اور نہ قبل از ... برضا طرفین۔ فقط۔

حررہ راجا بہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی دہلوی

سوال ۱۱۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے میں :-

جو اشیاء ولایت سے پکی ہوئی آتی ہیں بسکٹ مچھلی پنیر وغیرہ کا کھانا مکروہ ہے یا حرام یا کیسا ہے ؟

جو ولایتی پانی گورے بناتے ہیں اور مہتران کے کارگزار ہیں اور وہ بوتل وغیرہ دھوتے ہیں اور وہی پانی بھرتے ہیں اور گورہ جو کہ پانی بناتا ہے وہ جھاگ کو منہ میں لے کر بوتل میں نکالتا ہے، اس ... کا پینا کیسا ہے؟ اور وہ برتن جس میں پانی رہتا ہے اس میں کتے بھی پانی پیتے ہیں تو اس صورت میں اس کا پینا کیسا ہے ؟

ایک ذبیحہ کا ذابح مسلمان اور ہے اور اس کا دبانے والا معاون ہندو یا کھٹیک ہے تو اس صورت میں وہ ذبیحہ حلال ہے یا حرام ؟ اور اگر ذابح ذبح کر کے کھٹیک کے سپرد کر کے کہیں چلا گیا اور اس کھٹیک نے اس کو تنہائی میں صاف کیا پھر ذابح آیا اور اس کو پہچان لیا کہ یہ وہی گوشت ہے تو اس گوشت کو اس ذابح کا پہچاننا درست ہے یا نہیں اور اس کو کھانا جائز ہے یا غیر جائز ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بسکٹ وغیرہ پنیر مچھلی شلغم جو کہ ولایت سے آتے ہیں ان کا کھانا درست ہے کیوں کہ

لہ در مختار، کتاب البیوع، ج ۲، ص ۲ -

اصل پاک ہے تا وقتے کہ یقین کامل نجاست کا اس میں نہ ہو، ناپاک نہیں ہوتے جیسے
میں مندرج ہے :-

الاصل بقاء ما کان علی ما کان شک فی
النجس فالاصل بقاء الطہارۃ [1] حموی واشباہ

پس شک سے یہ اشیاء ناپاک نہیں ہوتیں مثل گندم اور گھی کے اور
ہے تا وقتے کہ یقین نجاست کا اس میں نہ ہو ------- اور
ہے اور کتے کو تا وقتے کہ اپنی آنکھ سے پیتا نہ دیکھے، پاک ہے، احتمال سے

۳- ذبح مسلم کا حلال ہے اگرچہ پکڑنے والا کھٹیک یا ہندو ہو کیونکہ اسم اللہ
واسطے شرط ہے اور معاون کے واسطے شرط نہیں ہے اور ذبیحہ مسلم کا کہ کھٹیک
صاف کیا ہو اور پھر ذابح نے اس کو شناخت کیا ہے، حلال اور درست ہے۔

سوال ۱۱۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسئلوں میں کہ :-

۱- اہل تشیع کے ساتھ اہل سنت و جماعت کو مواکلت و مشاربت و مناکحت
چاہیے یا نہیں ؟ اور

۲- اہل سنت و جماعت کی مسجدوں میں ان لوگوں کو نماز پڑھنے کے لئے
یا نہیں ؟ اور

۳- اہل سنت و جماعت کی مسجدوں میں ان لوگوں کا مجتمع ہونا واسطے سوئم و
مذہب اپنے کے اور وعظ کہنا حسب مذہب اپنے کے چاہیے یا نہیں ؟
بینوا توجروا۔

الجواب

اگرچہ بوجہ اہل کتاب ہونے کے مواکلت و مشاربت و مناکحت، سوا دختر دیتے

---

[1] شرح الاشباہ والنظائر :

شیع جائز ہو سکتے ہیں و لیکن چونکہ اہل تشیع قاذف حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا اور سا
ہیں کہ موجب طعن اور انحراف آیات قرآنی کا ہے اور بہ نسبت قرآن الٰہی کے قرآن عثمانی
یں اور اس میں حشو اور عدم ارتباط اور تکرار اور تناقض پیدا کرتے ہیں پس بنظر عمومیت آیت
ے :-

واذا رأیت ایہا المومنون الذین یخوضون
بالطعن والاستہزاء فی آیاتنا المنسوبۃ الی مقام
عظمتنا فحقہا ان تعظم بما ینا سب عظمتنا فاعرض
عنہم بترک مصاحبتہم و مجالستہم لئلا یقع شیئ
من مطاعنہم بقلبک ولا یحضرہ الرد لاحتجاب
ببعض الاھویۃ او لقصورہ علی حضور المنکر اذا
لم یقدر علی دفعہ مشارکۃ لصاحبہ حتی یخوضوا
فی حدیث غیرہ ای غیر الخوض فی آیاتنا و اما
ینسینک الشیطان ای وان ینسینک الشیطان
الامر بالاعراض بان ینتہز وقت الفترۃ التی
لابد من وقوعہا فجلست معہم فلا تواخذ
بہ لکن اذا ذکرت فلا تقعد ای فلا تدم قعودک
بعد الذکری المخرجۃ لقعودک عن حکم النسیان
معہم بظلمہم بالطعن فی الکلام المعجز بما
یتوھمون فیہ من التناقض او اللحن او عدم
الارتباط او الحشو و التکرار مع ان الواجب
عندرؤیتہ عجزھم عن مثلہ لفظا و معنا
فمن قدر علی مثل لفظہ الخ فالقعود معہم
قعود مع القوم الظلمین انتہیٰ ما فی تبصیر الرحمٰن [1]

---

[1] تفسیر تبصیر الرحمٰن، سورۃ الانعام، زیر آیت ، ج ، ص

اہل تشیع سے مجالست اور مواکلت اور مشاربت اور مناکحت نہ چاہیے کیونکہ
تا ز شکوک دل میں پیدا ہوں گے خصوصاً اس وقت کہ بسبب شرم یا بجہت عدم علم جواب
سے عاری ہو اور یہ امر مناکحت میں ضروری ہے۔ اصل علت عدم مجالست و مناکحت
استہزا فی الدین اور طعن اور تشنیع صحابہ ہے کما فی الکبیر:۔

ثم بین فی ھٰذہ الاٰیۃ ان اولٰئک المکذبین
ان ضموا الی کفرھم وتکذیبھم الاستھزاء بالدین
والطعن فی الرسول فانہ یجب الاحتراز عن
مقارنتھم وترک مجالستھم[1] انتہٰی ما فی
التفسیر الکبیر۔

پس بالضرور اہل تشیع سے مجالست اور مناکحت وغیرہما نہ چاہیے اور
بدعتیوں اور وعظ مسجد میں کہنے کی اجازت دینی چاہیے کہ حدیث شریف میں آیا ہے:۔

الوحدۃ خیر من الجلیس السوء[2]

خذ ھٰذا مع دفع الاعتراضات۔ فقط

حررہ واجابہ خاکپ رہ محمد مسعود نقشبندی
یکم ذیقعدہ ۱۳۰۲ھ ہجری

سوال ۱۱۴

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ رفضۂ خفضۂ شیعہ تبرائی سے
مشاربت کرنی اور ان سے خلط ملط رکھنا اہل سنت کو اور ان کا ممد و معاون ہونا کسی کام میں
سے رشتہ کرنا اور جو غلہ شدون پر نیاز وغیرہ کر کے شیرینی وغیرہ تقسیم کرتے ہیں، اس کا کھانا درست ہے
یا نہیں؟ اور اہل سنت کو ان لوگوں سے معاملہ کرنا چاہیے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اہل شیعہ تبرائی سے باہم مشاربت و مواکلت کرنی اور خلط ملط ان سے کرنا اہل سنت

---

[1] تفسیر کبیر، سورۃ الانعام، زیر آیت ۶۸، ج ۴، ص ۶۵۔
[2] الجامع الصغیر، للسیوطی، ج ۲، ص ۱۹۶۔

جائز نہیں ہے کیونکہ شیعہ بسبب قذف حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے مکذب آیات قرآن ہیں جو کہ حضرت رضی اللہ تعالٰی عنہا کی شان برات میں نازل ہوئی ہیں اور یہ امر موجب تکفیر و استہزا فی الدین اور طعن فی الرسول ہے۔ ایسے شخصوں کی نسبت اللہ تعالٰی فرماتا ہے کہ ان کے ساتھ مت بیٹھو اور جس مجلس میں یہ اقوال ہوں اس مجلس سے اٹھ جانا لازم ہے:-

واذا رأیت الذین یخوضون فی اٰیٰتنا فاعرض عنھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ واما ینسینك الشیطان فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظّٰلمین[1] ان اولئك المکذبین ان ضموا الی کفرھم وتکذیبھم الاستھزاء بالدین والطعن فی الرسول فانہ یجب الاحتراز عن مقارنتھم وترك مجالستھم۔

ونقل الواحدی ان المشرکین کانوا اذا جالسوا المؤمنین وقعوا فی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والقرآن فشتموا واستھزؤا فامرھم ان لا یقعدوا معھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ و لفظ الخوض فی اللغۃ عبارۃ عن المفاوضۃ علی وجہ العبث واللعب[2] انتھی ما فی التفسیر الکبیر۔

اور دوسری آیت میں بھی یہی حکم ہے:-

وقد نزل علیکم فی الکتاب ان اذا سمعتم اٰیات اللہ یکفر بھا ویستھزأ بھا فلا تقعدوا معھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ انکم اذا مثلھم[3]

---

[1] سورۃ الانعام، آیت ۶۸۔

[2] تفسیر کبیر، سورۃ الانعام، زیر آیت ۶۸، ج ۴، ص ۶۵۔

[3] سورۃ النساء، آیت ۱۴۰۔

پس ثابت ہوا کہ شیعہ کی محافل محرم میں اہل سنت وجماعت کو شامل ہونا

ہے کیونکہ ان کی مجالس میں سب شیخین اور قذف حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ

فرقہ ظالمین میں بدعتی اور فاسق اور کافر بھی داخل ہیں، ان سب کے ساتھ مواکلت

جلوس منع ہے۔

اہل شیعہ بدعتی تو ظاہر ہیں اور فاسق اور کافر بسبب سب شیخین اور قذف

واجب ہوا اہل سنت وجماعت کو کہ ان کی مجالس اور ہم صحبت سے پرہیز کریں۔

إن القوم الظلمين يعم المبتدع والفاسق والكافر

والقعود مع كلهم ممتنع [1] (تفسیر احمدی)

چنانچہ فقہاء نے جس دعوت میں کہ لہو ولعب ہو اس میں شامل ہونے سے منع

اہل شیعہ تبرائی فاسق اور کافر ثابت ہوئے اس لئے عورت سنیہ کا نکاح مرد شیعہ

کما صرحت مراراً :

فليس فاسق كفو الصالحة او فاسقة [2]

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ شیعہ بسبب انکار صحابیت اور سب حضرت

اور قذف حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کافر ہیں :-

الرافضي ان كان ممن يعتقد الوهية

ان جبريل غلط في الوحي او كان منكر اصحبة

او يقذف السيدة الصديقة فهو كافر لمخالفة

القواطع المعلومة من الدين بالضرورة [3]

(ترجمہ) یعنی جو رافضی کہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خدا جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جبرئیل

السلام وعلی نبینا وحی غلطی سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس

تھے (ورنہ مستحق علی رضی اللہ عنہ تھے) اور انکار صحابی ہونے حضرت ابوبکر

---

[1] تفسیر احمدی، سورۃ الانعام، ص ۳۸۸۔

[2] در مختار، کتاب النکاح، باب الکفاءۃ، ج ۱، ص ۱۹۵۔

[3] شامی ، ، ، ج ۲، ص

رضی اللہ عنہ کا کرتے ہیں اور تہمت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کو لگاتے ہیں، یہ سب کافر ہیں۔

جب کہ کافر ہوئے پس عورت سنیہ مؤمنہ کا نکاح مرد شیعہ کے ساتھ ناجائز ہوا فی کتب الفقہ۔ اور جو حلوہ شیدوں پر شیرینی چڑھاتے ہیں اس کا کھانا جائز ہے۔ اور للہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اس قسم کے مبتدعین کے سلام کا جواب نہ دیا :۔

عن نافع ان رجلا اتی ابن عمر فقال ان فلانا یقرأ علیک السلام فقال انہ بلغنی انہ قد احدث فان کان قد احدث فلا تقرئہ منی السلام۔

رواہ الترمذی ۱ے

نی جو شخص کہ تکذیب کرے اور نئی چیز پیدا کرے اس کو جواب سلام بھی دینا نہ چاہیئے گو کہ ت کسی امر میں :۔

فانہ مبتدع لا یستحق جواب السلام ولو کان من اہل الاسلام ۲ے (مرقات)

۔ اور شیعہ تبرائی اور قاذف مثل قدریہ کے ہیں کیونکہ قدریہ منکر قدر ہیں اور مکذب نصوص قدر ہیں اور شیعہ مکذب نصوص برأۃ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا و منکر صحبت یق رضی اللہ تعالےٰ عنہ، پس تکذیب نصوص مساوی ہیں اور قدریہ کی شان میں احادیث وارد یں ان سے نہ ملو اور بیمار پرسی ان کی نہ کرو اور ان کے جنازہ پر نہ جاؤ۔ اسی طرح اہل شیعہ سے ہیئے کہ ان کے جنازہ پر نہ جانا چاہیئے اور ان سے خلط ملط نہ رکھنا چاہیئے اور شادی غمی ئے اور نہ ان کی مجالس میں شریک ہونا چاہیئے :۔

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم القدریۃ مجوس ہذہ الامۃ ان مرضوا فلا تعودوہم وان ماتوا فلا تشہدوہم

۱ے مشکاۃ، کتاب الایمان، باب الایمان بالقدر، حدیث ۳۸، فصل ۳۔

۲ے مرقاۃ، " " " ج ۱، ص ۱۸۶۔

رواہ احمد و ابوداؤد [1]

وعن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تجالسوا اھل القدر ولا تفاتحوھم رواہ ابوداؤد [2]

واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

حررہ واجابہ خاک رہ محمد مسعود نقشبندی

۵ صفر المظفر ۱۴۰۳ھ ہجری

سوال ۱۱۵

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین رحمہم اللہ تعالیٰ اندریں مسئلہ کہ کو عارضہ برص ہوگیا ہے، اس کی برادری کے لوگ اس کے ساتھ کھانا کھلانے اور ... پرہیز اور اجتناب کرتے ہیں۔ آیا یہ اجتناب شرعاً ضروری ہے یا بلا کراہت جائز ... مسئلے کی مفصل ارشاد فرمائی جائے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

ماہران احادیث پر مخفی نہ ہے کہ درباب پرہیز کرنے اس قسم کی بیماریوں سے ... آئی ہیں:-

ا۔ فر من المجذوم کما تفر من الاسد۔ [3] رواہ البخاری

یعنی جذام والے سے بھاگ جیسا کہ شیر سے بھاگتا ہے۔

اور دوسری حدیث میں آیا ہے کہ ایک شخص جذام والا واسطے بیعت اسلام کے آیا تب ... کہلا بھیجا کہ ہم نے بیعت کرلی تو اپنے مکان کو چلا جا:-

---

[1] مشکوٰۃ، کتاب الایمان، باب الایمان بالقدر، حدیث ۲۹، فصل ۲۔

[2] ایضاً، ،، ،، ،، حدیث ۳۰، ،،

[3] ایضاً، کتاب الطب، باب الفال والطیرۃ، حدیث ۲، فصل ۱

ب۔ عن عمرو بن الشرید عن ابیہ قال کان وفد ثقیف رجل مجذوم فارسل الیہ النبی صلی اللہ علیہ و سلم انا قد بایعناک فارجع رواہ مسلم [1]

ان ہردو احادیث سے معلوم ہوا کہ عارضہ برص والے سے پرہیز کرنا چاہئے۔

اور اس امر میں بھی احادیث آئی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ امراض کچھ تاثیر تجاوز میں نہیں رکھتے ان سے پرہیز کرنا نہ چاہئے:۔

ج۔ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم لا عدوی ولا طیرۃ ولا ھامۃ ولا صفر [2] رواہ البخاری۔

د۔ وعن جابران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخذ بید مجذوم فوضعہا معہ فی القصعۃ وقال کل ثقۃ باللہ و توکلا علیہ رواہ ابن ماجۃ [3]

ان ہردو احادیث سے معلوم ہوا کہ اس قسم کی بیماری والوں سے پرہیز کرنا نہ چاہئے کہ یہ بیماری کچھ تاثیر نہیں رکھتی کہ دوسرے کو چمٹ جاوے۔ پس خلاصہ اور تطابق ان احادیث کا یہ ہے کہ حقیقت میں ان بیماروں کی طبیعت میں یہ تاثیر نہیں ہے کہ دوسرے کو لگ جاوے مگر اللہ تعالیٰ نے ایک سبب واسطے تجاوز کے بنا دیا ہے کہ ملنے جلنے سے دوسرے کو اثر ہو جاتا ہے۔

یعنی ہر چہار احادیث کا مطلب یہ ہے کہ جو جاہل اعتقاد کرتے ہیں کہ یہ بیماریاں بذاتہ لگ جاتی ہیں اس کا اعتقاد کرنا نہ چاہئے مگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے بیماری والوں سے ملنے جلنے سے لگ جاتی ہے دوسرے کو بیماری ہو جاتی ہے اور کبھی نہیں ہوتی۔ یہ تاثیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے گی جیسا کہ کہا ہے ابن صلاح نے۔

---

[1] مشکاۃ، کتاب الطب، باب الفال والطیرۃ، حدیث ۶، فصل ۱۔

[2] ایضاً ، ، ، حدیث ۲، ، ۔

[3] ایضاً ، ، ، حدیث ۱۰، فصل ۲۔

اور دوسری وجہ تطبیق کی یہ ہے کہ دراصل ان بیماریوں میں طاقت

نہیں ہے ولیکن جو شخص کہ اعتقاد رکھتا ہے کہ ان بیماریوں سے بچنا چاہئے اور ان

سے یہ بیماریاں ہو جاتی ہیں ان کو شارع نے جائز رکھا ہے کہ ان سے نہ ملیں تاکہ گناہ

میں مبتلا نہ ہوں کیونکہ ملنے سے اگر یہ بیماری ہوگی تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوگی اور یہ شخص

کہ بسبب ملنے برص والے کے ہوئی اور مؤثر حقیقی یہ ہے تو شرک عائد ہوگا اسی واسطے

حکم کیا کہ ایسی بیماری والوں سے نہ ملیں تاکہ سوء اعتقاد نہ واقع ہو ھذا کلہ فی شرح

نخبۃ الفکر۔

پس خلاصہ مطلب یہ ہے کہ عوام کو برص والوں سے کراہت آتی ہے اور

تجاوز کار رکھتے ہیں، پرہیز کرنا چاہئے اور برص والے کے ساتھ کھانا پینا نہ چاہئے اور خاص

کو کہ اعتماد اور توکل ان کا اللہ تعالیٰ پر کامل ہے، جائز ہے کہ برص والے سے مخالطت

جلنا اور کھانا پینا کریں کہ جو ہے سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، دوسری شے

دخل نہیں، فقط۔

حررہ واجابہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی

سوال ۱۱۶

کیا فرماتے ہیں علماء دین بیچ ان مسئلوں کے :۔

۱۔ نذر غیر اللہ جائز ہے یا نہیں مثل بکرا شیخ سدو وغیرہ کے، اگر کسی شخص نے نذر

کی کی رمضان کے ماہ میں یا اور کسی ماہ میں، پھر ایک دو ماہ یا دس بیس دن کے

تسمیہ سے ذبح کیا بغیر عود نیت سابقہ، اب وہ ذبیحہ تسمیہ سے ذبح ہوا یا نہیں

اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

۲۔ قبر پر اذان دینا بعد دفن میت کے درست ہے یا نہیں؟ مردے کے کان میں

دینا درست ہے یا نہیں؟

۳۔ ایک عورت کو ایک راجہ نے ایام طفولیت میں خریدا پھر اس کو رقص وغیرہ سکھایا

وہ مر گیا، اس نے توبہ کی، انگریزوں نے اس کی تنخواہ بطور پنشن کے کر دی، اس کے

ہاں کا کھانا درست ہے یا نہیں؟ اس کا مال طیب ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

برہان فقہ حنفی مخفی نہ رہے کہ نذر غیر اللہ عند الشرع محمدیہ باطل اور حرام ہے مثل بکرے شیخ سدو وغیرہ کیونکہ نذر خالص اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے :-

والنذر للّٰہ عز وجل[1]

اور یہ نذر مذکور السوال واسطے مخلوق کے ہے اور نذر مخلوق کے واسطے جائز نہیں کیونکہ نذر عبادت ہے اور عبادت کسی مخلوق کی کرنی درست نہیں :-

انہ نذر للمخلوق والنذر للمخلوق لایجوز لانہ عبادۃ والعبادۃ لاتکون لمخلوق[2]

دوسرے یہ کہ جس کے واسطے مانی ہے وہ مردہ ہے اور مردہ لائق قبول وملک کے نہیں ہوتا۔

ان المنذور لہ میت والمیت لایملک لہ کما فی الشامی[3]

اور یہی شامی میں لکھا ہے کہ بالاجماع نذر غیر اللہ حرام ہے۔ اور در مختار میں لکھا ہے بالاجماع باطل اور حرام ہے :-

واعلم ان النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام وما یؤخذ من الدراھم والشمع والزیت ونحوھا الی ضرائح الاولیاء الکرام تقربا الیھم فھو بالاجماع باطل وحرام مالم یقصدوا صرفھا لفقراء الانام وقد ابتلی الناس بذلک ولاسیما فی ھذہ الاعصار[4]

اور علامہ قاسم نے درر البحار میں امام محمد سے نقل کیا ہے کہ فرمایا امام محمد نے :-

" اگر عوام الناس میرے غلام ہوتے ان کو آزاد کر دیتا اور ولاء کو

---

[1] حاشیہ شامی، کتاب الصیام، مطلب فی الکلام علی النذر، ج ۲، ص ۱۲۸ -

[2] در مختار، " ، باب مایفسد الصوم، ج ۱، ص ۱۵۵ -

ساقط کر دیتا کیونکہ اس امر نذر غیر اللہ میں عیب اور عار دلانے والے ہے
(ھذا کلہ فی الدر المختار)
مگر اگر کوئی نذر ماننے والا نذر کو واسطے اللہ کے خالصاً مانے اور کہے کہ
یہ نذر واسطے تیرے ہے اگر فلاں حاجت پوری ہو جاوے گی تو اس کو فلاں درگاہ کے
تو جائز ہے کما فی الشامی اور یہی عالمگیری میں :-

والنذر الذی یقع من اکثر العوام بان یاتی
الی قبر بعض الصلحاء و یرفع سترہ قائلا یا سیدی
فلان ان قضیت حاجتی فلک منی من الذھب
مثلا کذا باطل اجماعا نعم لو قال یا اللہ انی
نذرت لک ان شفیت مریضی او نحوہ ان اطعم
فقراء الذی بباب السیدۃ نفیسۃ او نحوھا او
اشتری حصیر المسجدھا او زیتا لوقودھا
دراھم لمن یقوم بشعائرھا بما یکون نفع نفعہ
والنذر للہ [1]

پس تا وقتیکہ نذر خالصاً للہ نہ ہو اور صرف اس کا واسطے فقراء نذر ولی کے
نہیں اور حرام ہے بالاجماع :-

وذکر الشیخ انما ھو محل صرف النذر لمستحق
یجوز لکن لا یحل صرفہ الا الی الفقراء لا الی
ذی علم لعلمہ ولا لحاضری الشیخ الا ان یکون
واحد من الفقراء واذ عرفت ھذا فما یؤخذ من
الدراھم ونحوھا وینتقل الی ضرائح الاولیاء تقربا الیہ

---

[1] درمختار، کتاب الصیام، باب ما یفسد الصوم، ج ۱، ص ۱۵۵ -
[2] بحر الرائق، کتاب الصوم، فصل ومن نذر صوم الخ، ج ۲، ص ۳۲۰، ۳۲۱

فحرام بالاجماع مالم يقصد بصرفها الفقراء الاحياء قولاً واحداً وقد ابتلى الناس بذلك [1] هكذا فى النهر الفائق والبحر الرائق ۔ عالمگیری،

پس یہ بجا اغیر اللہ بلا عود نیت سابقہ کے اگرچہ تسمیہ کا وقت ذبح کے ذکر کیا ہو حرام ہے ...یا کہ درمختار میں مذکور ہے :-

ولو سمى ولم تحضره النية صح بخلاف ما لو قصد بها التبرك فى ابتداء الفعل او نوى بها امراً آخر فان لا يصح فلا تحل [2]

کیونکہ نیت سابقہ کہ فی الحال موجود ہے وہ بھی موجب حرمت کی ہے کما یفہم ... اور قبر پر اذان دینا بعد دفن میت یا مردے کے کان میں اذان دینا نزدیک حنفیہ کے نادرست ہے کما یفهم من العالمگيرية والدر المختار :-

وليس لغير الصلوات الخمس والجمعة والمنذرة وصلاة الجنازة والاستسقاء والضحى والافزاع [3] (هكذا فى التبيين) ولا يسن لغيرها [4] (درمختار)

...لیکن کتب شافعیہ میں درست لکھا ہے اور ابن حجر نے شرح عباب میں اس کو رد کیا ہے :-

وقيل عند انزال الميت القبر قياساً على اول خروجه للدنيا لكن رده ابن حجر فى شرح العباب

---

[1] ...البحر الرائق، کتاب الصوم، فصل ومن نذر صوم الخ، ج ۲، ص ۳۲۱ -

[...] فتاوی خیریہ، " ، فصل فی النذر، ج ۱، ص ۱۷، ۱۸ -

[2] درمختار، کتاب الذبائح، ج ۲، ص ۲۲۸ -

[3] عالمگیری، کتاب الصلاۃ، باب ۳، ج ۱، ص ۵۳ -

[4] درمختار " " ، باب الاذان، ج ۱، ص ۲۵۶

[...] شامی، کتاب الصلاۃ، باب الاذان، ج ۱، ص ۲۵۸ -

اور جو کہ حدیث شریف صحیح مسلم کی درباب اذان دینے کے وقت دیکھنے غول
آئی ہے اور اس کو شامی میں بھی تمسک بہ نسبت غول بیابانی پکڑا ہے، اس پر قیاس کر
میت پر اذان دینا غیر صحیح ہے کیونکہ علت اس کی دور کرنا شیطان اور خبیثات
ان قال ان الشیطان اذا نودی بالصلوٰۃ
ولی ولہ حصاص[1]
اور وقت داخل ہونے میت کے قبر میں شیطان یا خبیثات نہیں آتے بلکہ دو فر
آتے ہیں اگرچہ عذاب کے ہوں وہ اذان سے بھاگ نہیں سکتے اور جو کہ کتب
جواز لکھا ہے وہ بلفظ 'قیل' ہے کہ ضعیف پر دلالت کرتا ہے[2]

۳۔ عورت مذکور السوال کہ بجہت رقص و سرود کے نوکر تھی، اس وقت کی کمائی
راجہ کی حرام ہے اور کھانا بھی اس کا حرام ہے کیونکہ احادیث میں منع آیا ہے :-

عن ابی ھریرۃ قال نھی رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم عن ثمن الکلب وکسب الزمارۃ رواہ
فی شرح السنۃ[3]

وعن ابی امامۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم لا تبیعوا القینات ولا تشتروھن ولا تعلموھن
وثمنھن حرام (رواہ الترمذی)[4]

اور اسی طرح عالمگیری میں لکھا ہے :-

"مقابل رقص و سرود کے اجرت یعنی حرام ہے۔"

اور بصورت مسئولہ نوکری راجہ کی بالعوض رقص و سرود کے تھی، پس حرام ہوئی البتہ

---

[1]

[2] مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ نے "ایذان الاجر فی الاذان علی القبر" میں قبر
کے جواز پر دلائل قائم کئے ہیں۔ شرف قادری

[3] مشکوٰۃ، کتاب البیوع، باب الکسب، حدیث ۲۱، فصل ۲۔

[4] ایضاً ، ، ، ، حدیث ۲۲، ،

...اہ ہے وہ ایک گونہ جائز ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ واجابہ خاکپائے محمد مسعود نقشبندی دہلوی

یکم جمادی الاولیٰ ۱۲۹۹ھ ہجری

سوال ۱۱۷

زید نے اپنے خادم بت پرست کو بازار سے گوشت مول لانے بھیجا اور بازار کا
...ل یہ ہے کہ گوشت کی دوکانیں شہر میں ہیں اور مسلخ شہر سے دور، مسلخ میں مسلمان ذابح جانور ذ...
ذبح کر کے گوشت بت پرست قصابوں کے حوالے کرتا ہے اور اپنے گھر چلا جاتا
ہے، پس قصابان مذکور وہ گوشت اپنے گھر لاتے ہیں، رات دن خود اس کی حفاظت
کرتے ہیں اور خود بازار میں لا کر اس کو نکالتے ہیں، وہ خادم مذکور گوشت لینے کے
وقت مسلمان ذابح حاضر نہیں رہتا ہے، فقط بت پرست قصاب سے مول لے کر
آتا ہے تو یہ گوشت کھانا زید کو حلال ہے یا حرام ہے؟

الجواب

جواب ہدایہ کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ زید کو وہ گوشت کھانا حرام ہے۔(۱)

ومن ارسل اجيراً له مجوسياً او خادماً
فاشترى لحماً فقال اشتريته من يهودي
او نصراني او مسلم وسعه ان ياكله وان كان
غير ذلك لم يسعه ان ياكل منه معناه اذا كان
ذبيحة غير الكتابي والمسلم (۲)

پس اس کا مفہوم مخالف یعنی جب ذابح کتابی یا مسلم ہے تو وہ گوشت کھانا جائز
ہے۔ فقط۔

---

(۱) ہدایہ، کتاب الکراہیۃ، ج ۴، ص ۴۵۳۔

(۲) عالمگیری، ، باب ۱، ج ۵، ص ۳۰۸۔

جواب الجواب

وہ گوشت اس وقت کھانا جائز ہوگا کہ خادم مذکور مسلمان ذابح کی حضوری میں قصاب سے مسلمان ذابح کے ذبیحہ کا گوشت مول لے گا۔ اگر مسلمان ذابح کی غیر حاضری میں بت پرست کے قول کے بھروسے پر گوشت مول لے گا تو وہ گوشت کھانا جائز نہیں

لا یعتبر قول الکافر فی الدیانات کذا فی العینی

کیونکہ سائل کے بازار کا دستور العمل ظاہر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بت پرست سے خادم گوشت مول لیتے وقت سوائے کافر کے قول کے کہ "مسلمان ذبح کرے" کچھ دلیل نہیں ہے، اس واسطے جواب اس سوال کا بے محل اور بے جا ہے بلکہ یہ جواب سوال کو لائق ہے :-

قال ابن الحسن الشیبانی فان اتی بلحم مجوسی و ذکر ان مسلما ذبحہ لم یصدق ولم یوکل [2]

تفصیل اس اجمال کی "فتاویٰ علماء دہلی اور سہارنپور" میں ہے جس کو صاحب نے کتاب "مالابد منہ" کا ضمیمہ بنا کے مشتہر کیا ہے، چاہیے کہ ملاحظہ فرماویں۔

جواب بر صحتِ جواب الجواب

واضح ہو کہ بصورت ہذا کے خادم بت پرست قصاب بت پرست سے گوشت لایا، بلاشبہ اس گوشت کا کھانا حرام ہے کیونکہ خبر کافر کی معاملات میں مقبول ہوتی ہے دیانات میں غیر مقبول ہے :-

ان خبر الکافر مقبول بالاجماع فی المعاملات

---

[1] عالمگیری، کتاب الکراھیۃ، باب ۱، ج ۵، ص ۳۰۸۔

[2] مؤطا امام محمد، کتاب الضحایا، باب الرجل یشتری اللحم الخ، ص ۲۲۴۔

لا فی الدیانات [1] (درمختار)

اور بصورت ہذا خادم نے خبر خریداری کی دی ہے کہ معاملات سے ہے اور ضمناً حرمت ثابت ہوتی ہے کما قال فی الدر المختار:

ویقبل قول الکافر فی الحل والحرمۃ یعنی الحاصلین فی ضمن المعاملات لا بمطلق الحل والحرمۃ انتہی [2]

چنانچہ تصریح کی ہے اس صورت کی درمختار میں:-

ویقبل قول کافر ولو مجوسیا قال اشتریت اللحم من الکتابی فیحل او قال اشتریتہ من مجوسی فیحرم انتہی [3]

پس قول خادم کا کہ قصاب بت پرست سے خریدا ہے موجب حرمت کو ہے و ھکذا فی العالمگیریۃ [4] والھدایۃ [5] اور معنی عبارت ہدایہ کا:-

وان کان غیر ذلک لم یسعہ ان یاکل منہ ای غیر ما قال اشتریتہ من یہودی او نصرانی بان قال اشتریتہ من مجوسی فلم یسعہ الاکل حینئذ اشار الی ھذا المعنی بقولہ معناہ (عینی) [6]

پس اصل مطلب عبارت ہدایہ کا جس کو مجیب اول نے اپنے مدعے کی سند پکڑی ہے یہ ہے

---

[1] درمختار، کتاب الحظر والاباحۃ، ج ۲، ص ۲۳۷۔

[2] ایضاً ، ، ، ،

[3] ایضاً ، ، ، ،

[4] عالمگیری، کتاب الکراہیۃ، باب ۱، ج ۵، ص ۳۰۸۔

[5] ہدایہ ، ، ج ۴، ص ۴۵۳۔

[6] شرح ہدایہ، عینی

کہ اگر خادم مجوسی خبر دے کہ میں نے بت پرست سے خریدا ہے تو حرام ہے جیسا کہ صو
ظاہر ہے مگر عبارت صاحب ہدایہ کی شبہ میں ڈالتی ہے کہ جس کے شبہ میں مجیب
ہیں کما قال فی فتح القدیر :-

اقول کان الاظہر ان یقال معناہ اذا کان قو
غیر ذلک بان قال اشتریتہ من غیر الکتابی و
المسلم لان المقصود بالبیان ھھنا کون قول کـ
مقبولا فیما ھو من جنس المعاملات سواء تعلق
الحل او الحرمۃ لا کون ذبیحۃ المسلم والکتا
مما یوکل دون ذبیحۃ غیرھما فانہ من مسائل
کتاب الذبائح وقد مر ھناک مشرحا وعبا
المصنف توھم اصالۃ الثانی کما تری انتہی[1]

خلاصہ مرام کا یہ ہے کہ بصورت سوال اکل گوشت کا حرام ہے ۔ فقط
واللہ اعلم بالصو

دیگر تحقیق تقریر یہ ہے کہ مصنف ہدایہ نے :-

معناہ اذا کان ذبیحۃ غیر الکتابی والمسـ
سے معنی ضمنی بیان کئے ہیں ای معناہ الضمنی ۔ تقدیر قول محمد رحمۃ اللہ
جامع الصغیر میں ہے جس کو صاحب ہدایہ نے نقل کیا ہے، یہ ہے :-

ومن ارسل اجیرا لہ مجوسیا او خادما
فاشتری لحما فقال اشتریتہ من یہودی او
نصرانی او مسلم وسعہ اکلہ (ای معناہ الضمنی
اذا کان ذبیحۃ الکتابی والمسلم) وان کان غیر ذ

---

[1] فتح القدیر، کتاب الکراہیۃ ، ج ۸ ، ص ۴۴۴ ۔
[2] ہدایہ ، " ، ج ۴ ، ص ۴۳۷ ۔

لم يسع ان ياكل من معناه الضمنى اذا كان
ذبيحة غير الكتابى و المسلم ؎

پس ذٰلک سے اشارہ وان کان غیر ذٰلک میں طرف معنی ضمنی کے ہے اور
...ستریت من یہودی الخ کی طرف نہیں ہے ورنہ مصنف وان کان غیر ذٰلک
...ینی کان کی جگہ قال کہتا جیسا کہ بلحاظ معنی ضمن کے عبداللہ ملقب حافظ الدین نے کنز میں
...ہے :-

ویقبل قول الکافر فی الحل والحرمۃ ؎

ورنہ قول کافر کا درباب دیانات بالاجماع غیر مقبول ہے ماسوا اس کے خادم بت پرست نے
...یں کہا کہ " اس کو ذبح کتابی نے کیا ہے " جس کا یہ گوشت ہے کہ مجیب اول کا یہ جواب درست
...ور اگر خادم بت پرست یہ بھی کہتا ہے کہ " یہ گوشت ذبیحہ کتابی کا ہے " تو بھی خبر کافر کی دیانات
...مقبول نہیں ہوتی ۔ فقط منہ ۔

محمد مسعود نقشبندی دہلوی

المرقوم ۱۹ ذوالحجہ سنہ ۱۳ ہجری

سوال ۱۱۸

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ :-

اجرت شہادت جیسے آجکل عدالت انگریزی بقدر حیثیت معتبر ہے جائز ہے
...نہیں ؟

اور جائداد کا رہن رکھنا اور شے مرہونہ سے نفع اٹھانا سود ہے یا نہیں ؟ اور جو شخص
...۔۔۔۔ سود کا ہے یعنی سود دے اور رہن کا نفع کہ وہ بھی سود ہے لے ۔ وہ قابل اس کے ہے
...اور مقتدا اہل اسلام مقرر کیا جائے یا نہیں ؟

؎ ہدایہ ، کتاب الکراہیۃ ، ج ۴ ، ص ۴۳۷ ۔ (قوسین کے اندر صاحب فتاویٰ کی عبارت ہے)
؎ کنز ، " ، فصل فی الاکل والشرب ، ص ۳۷۵ ۔

الجواب

واضح ہو کہ اجرت شہادت کی نزدیک امام ابو یوسف کے مطلقاً جائز ہے
امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے مطلقاً ناجائز ہے۔ اور بعض نے تفصیل کی ہے کہ اگر عذر ہو تو
ہے اور اگر عذر نہ ہو تو غیر جائز ہے:

وکذا الکاتب اذا تعین لکن له اخذ الاجرة
لا للشاهد حتی لو ارکبه بلا عذر لم تقبل وبه
تقبل لحدیث اکرموا الشهود وجوز الثانی الاکل
مطلقا وبه یفتی (مجمع) واقره المصنف[1] (در مختار)
وهکذا فی الشامی الا انه یجوز له اخذ الاجرة علی
الکتابة دون الشهادة فیمن تعینت علیه باجماع
الفقهاء وکذا من لم یتعین علیه عندنا وهو
قول الشافعی وفی قول یجوز لعدم تعینه علیه[2]
انتهی۔

پس ان روایات سے اختلاف معلوم ہوتا ہے کہ:

(ا) بعض کے نزدیک اجرت جائز ہے۔ اور

(ب) بعض کے نزدیک غیر جائز،

ولیکن اصل تحقیق یہ ہے کہ عذر کی حالت میں اگر کچھ بقدر ضرورت شاہد کو دیا جاوے
مثلاً کوئی بغیر سواری کے کچہری میں نہیں جا سکتا اور اس کے پاس خرچ سواری کا مو
ہے، اس صورت میں شاہد کو سواری دینی چاہئے اور اگر بغیر سواری کے کچہری میں
ہے، ایسی حالت میں اجرت دینی یا سواری دینی ناجائز ہے اور اس کی گواہی قبول
شرح کنز میں تحریر کیا ہے:۔

---

[1] در مختار، کتاب الشہادات، ج ۲، ص ۹۰۔

[2] شامی، ، ، ج ۴، ص ۳۷۱۔

ثم ان کان شیخا کبیرا لا یقدر علی المشی الی مجلس القاضی ولیس لہ شیئ للرکوب فارکبہ المدعی من عندہ لا بأس بہ وتقبل شہادتہ لانہ من باب الاکرام وان کان یقدر وارکبہ من عندہ لا تقبل[۱] انتہی ما فی الشرح للعینی۔ فقط

اور جائداد کا رہن رکھنا بلا انتفاع جائز ہے لیکن شے مرہونہ سے نفع اٹھانا کسی قسم کا ہو حرام ہے اور سود میں داخل ہے:۔

ولا ینتفع المرتہن بالرھن استخداما وسکنی ولبسا واجارۃ واعارۃ[۲]

کنز و درمختار میں لکھا ہے کہ اگرچہ اذن مالک نے دیا ہو جب بھی نفع مرہون سے حرام ہے کیونکہ ربوا ہے:۔

عن محمد بن الاسلم من انہ لا یحل للمرتہن ذلک ولو بالاذن لانہ ربوا قلت وتحلیلہ یفید انہا تحریمیۃ فتاملہ[۳] (درمختار مختصرا)

اگر یہ تفصیل تمام دیکھنا منظور ہو تو "رسالہ رہن" میں دیکھی جاوے جو کہ اس میں مفصل فقیر نے لکھا ہے، پس ایسے شخص کو کہ جو سود کھاتا ہو، امام اور مقتدا گمردانا نہ چاہئے کہ بیشک اسلام سے کما فی الاحادیث۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

حررہ واجابہ خاکِ رہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی
المرقوم ۲۷ شعبان المبارک ۱۳۰۱ھ ہجری

---

[۱] شرح ہدایہ، عینی،

[۲] درمختار، کتاب الرہن، ج ۲، ص ۲۶۶ -

[۳] درمختار و شامی، " " " "

سوال ۱۱۹

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین بیچ اس مسئلے کے :-

۱- ایک مسجد ہے کہ اس کا کوئی محلہ نہیں ہے اور نمازی بھی قلیل ہیں اور اب اس کی کچھ
مگر اب امداد الٰہی سے اس کی ایسی ترقی ہوگئی کہ اس مسجد کے علاقے سے سو روپے
کی آمد ہوگئی اور وہاں کے نمازیوں میں کچھ استعداد نہیں تو ایسی صورت میں
شریف ماہ رمضان المبارک کو اس آمدنی سے اگر مہتمم ومنصرم کچھ دینا چاہے
درست ہے یا نہیں ؟ کیونکہ خود اللہ کریم نے اس مسجد پر فضل کیا ہے اور قرآن
ختم ہونا موجب برکت ونزول رحمت ہے ۔ بموجب حکم شرع شریف بحوالہ کتب
تحریر فرماویں ۔ بینوا توجروا ۔

۲- نیز اس امر میں کیا حکم ہے کہ ایک تو اجرت مقرر کر کے قرآن شریف کا پڑھنا کہ پہلے
ٹھہرا لیتے ہیں اور ایک یہ کہ حسبۃً للہ جو کچھ نمازیوں سے ہو سکے اس کو قبول کر
کیونکہ ہے اور اس کی کیا صورت ہے ؟ مبین ومشرح وعند الشرع بحوالہ کتب
اس کا اجر اللہ کریم سے پاویں ۔ فقط

۳- اور نیز ایسی مسجد میں کہ جس کا بیان اوپر ہے ، اگر کوئی مسافر آجاوے اور وہاں کے
سے کوئی صورت اس کے کھانے کی نہ ہو اور کم مقدور ہوں تو اس مسجد کی آمد
خوراک اگر کچھ دیا جاوے تو عند الشرع درست ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا

الجواب

اول معلوم کرنا چاہیے کہ اجرت مقرر کر کے قرآن شریف کا پڑھنا عند الشرع
کما فی الحدیث والفقہ :-

(ل) الاصل ان کل طاعۃ یختص بہا المسلم لا یجوز
الاستیجار علیہا عندنا لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام
اقرأوا القرآن ولا تاکلوا بہ ۔ وفی اخر ما عہد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم الی عمرو بن العاص وان اتخذت

مؤذنا فلا تأخذ على الاذان اجرا لان القربة متى حصلت وقعت عن العامل ولهذا يتعين اهليته فلا يجوز له اخذ الاجر من غيره كما فى الصوم والصلوٰة (شامى) [1]

وفى شرح الهداية ان القرآن بالاجرة لا يستحق الثواب لا للميت ولا للقارى [2]

وقال العينى فى شرح الهداية ويمنع القارئ للدنيا والآخذ والمعطى آثمان فالحاصل ان ما شاع فى زماننا من قراءة الاجزاء بالاجرة لا يجوز لان فيه الامر بالقراءة واعطاء الثواب للآمر والقراءة لاجل المال فاذا لم يكن للقارئ ثواب لعدم النية الصحيحة فاين يصل الثواب الى المستاجر ولولا الاجرة ما قرأ احد لاحد فى هذا الزمان بل جعلوا القرآن العظيم مكسبا ووسيلة الى جمع الدنيا انا لله وانا اليه راجعون [3]

اور اس امر میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، اگر ہے تو تعلیم قرآن میں ہے وہ بھی واسطے ضرورت استحساناً جائز رکھا گیا ہے :-

جواز الاخذ استحسانا على تعليم القرآن لا على القراءة المجردة كما فى حاشية البحر فى كتاب الوقف وعن شيخ الاسلام تقى الدين والاستيجار على مجرد التلاوة لم يقل به احد.

---

[1] شامی، باب الاجارة الفاسدة، ج ۵، ص ۳۴ -

[2] ایضاً، ، ، ، ص ۳۵ -

[3] ایضاً، ، ، ، ، -

من الائمة وانما تنازعوا فی الاستیجار عل

التعلیم ¹

پس اجرت پڑھنے قرآن کی باطل ہے اور بدعت ہے، خلفاء اور ص

کسی سے منقول نہیں ہے:-

لان ھذا بمنزلة الاجرة والاجارة فی

ذلك باطلة وھو بدعة ولم یفعلھا احد من

الخلفاء وقد ذکرنا مسئلة تعلیم القرآن عل

استحسان ² (شامی)

پس ثابت اور متحقق ہوا کہ اجرت پڑھنے قرآن کی منع ہے۔ رہا یہ امر ک
پڑھنا اور بعدہ حسبۃً نمازیوں کا سلوک کرنا۔ خیر اگرچہ جواز کی صورت بظاہر ہو سکتی
حقیقت میں نیت دینے والے کی یہی ہوتی ہے کہ حافظ نے پڑھا ہے اور اگر کچھ
سال میں نہ پڑھے گا اور حافظ جی کی بھی نیت ہوتی ہے کہ میں پڑھوں گا تو بعد ختم قرآن کے کچھ
اور یہ تحریر فقیر کی اسی وقت صداقت کو پہنچے (گی) کہ ایک سال نمازیوں سے کچھ وصول
کہ دوسرے سال بھی حافظ صاحب اس مسجد کی شکل رمضان میں دیکھتے ہیں یا یہ کہ بدو
نمازی حافظ صاحب کو دیتے ہیں چنانچہ حدیث شریف ہے:-

عن ابی حمید الساعدی قال استعمل النبی

صلی اللہ علیہ وسلم رجلا من الازد یقال لہ ابن

الاتبیة علی الصدقة فلما قدم قال ھذا لکم

وھذا اھدی لی فخطب النبی صلی اللہ علیہ

فحمد اللہ واثنی علیہ ثم قال اما بعد فا

استعمل رجلا منکم علی امور مما ولانی اللہ فیا

احدھم فیقول ھذا لکم وھذہ ھدیة اھدیت ل

---

¹ شامی، باب الاجارۃ الفاسدہ، ج ۵، ص ۳۵۔ (ملخصاً)

² ایضاً، ، ، ، ۔

فهلا جلس فی بیت ابیہ او بیت امہ فینظر ایہدی لہ ام لا والذی نفسی بیدہ لا یاخذ احد منہ شیئا الاجاء بہ یوم القیمۃ یحملہ علی رقبتہ ان کان بعیرا لہ رغاء او بقرا لہ خوار او شاۃ تیعر ثم رفع یدیہ حتی رأینا عفرۃ ابطیہ ثم قال اللّٰہم ھل بلغت اللّٰہم ھل بلغت متفق علیہ

قال الخطابی وفی قولہ فہلا جلس فی بیت امہ او ابیہ فینظر ایہدی لہ ام لا دلیل علی ان کل امر یتذرع بہ الی محذور فہو محذور وکل دال فی العقود ینظر ھل یکون حکمہ عند الانفراد کحکمہ عند الاقتران ام لا، ھکذا فی شرح السنۃ [1]

اور بالفرض حافظ قرآن کو دینا جائز بھی ہو پھر بھی آمدنی مسجد سے مہتمم کو دینا ممنوع ہے جب کہ سائل کو بفحوائے آیۂ کریمہ و اما السائل فلا تنھر [2] دینا واجب ہے، آمدنی مسجد سے دینا درست نہ ہوا :۔

ولو اشتری القیم بغلۃ المسجد ثوبا ودفع الی المساکین لا یجوز وعلیہ ضمان ما نقد من مال الوقف کذا فی فتاویٰ قاضیخان [3]

پس اجرت قرآن کی بالاولیٰ ناجائز ہوئی۔ علیٰ ہذا القیاس مسافر کو بھی کھانے کیواسطے دینا مسجد سے ناجائز ہوا کیونکہ آمدنی مسجد واسطے ضروریات متعلقات مسجد سے ہے اور یہ اجرت

---

[1] مشکاۃ، کتاب الزکاۃ، حدیث ۸، فصل ۱۔

[2] سورۃ الضحیٰ، آیت ۱۰

[3] عالمگیری، کتاب الوقف، باب ۱۱، فصل ۲، ج ۲، ص ۴۶۲۔

قرآن اور خرچ مسافر مسجد سے متعلق نہیں ہے هکذا فی کتب الفقه۔

واللہ اعلم بالصواب

حررہ واجابہ خاک رہ محمد مسعود نقشبندی

۱۲ ذی قعدہ ۱۳۰۳ ہجری

سوال ۱۲۰

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ :-

۱- ایک شخص نے کسو کو علم حدیث یا فقہ یا اصول وغیرہ میں سے کسی عالم یا حکیم کو ... وطبیب یا تاثیر ادویہ مفرد و مرکب میں سے کسو علم کا عالم جان کر نوکر رکھا اور ... پاس اس علم کے طالب اس کو کامل جان کر مریض واسطے علاج وغیرہ آویں اور ... موافق جاننے آقا و طالب کے نہ ہوں تو یہ نوکری اور تحصیل اس نوکر عالم و حکیم کو ... ہے یا نہیں ؟

۲- کفار کی حکومت میں حاکم سے درخواست دے کر یا آپس کے اتفاق سے ... وغیرہ کسو عالم نیک بخت کو بنانا لوگوں پہ واسطے جمعہ اور احکام دین وغیرہ ... کو ضروری ہے یا نہیں ؟

۳- پھر ایسے قاضی وغیرہ کو کہ جس کو حاکم یا لوگوں نے مقرر کیا ہے اس کا حکم ... پہ شرعاً ضروری ہے یا نہیں ؟

۴- قاضی وغیرہ کے ذمہ نکاح پڑھانا اور جانور ذبح کرنا شرعاً ضروری ہے یا نہ ؟

۵- نکاح اور ذبیحہ کی اجرت لینی بہ سبب ہرج کے درست ہے یا نہ ؟

کتب معتبرہ سے جواب مرحمت ہو۔ فقط

الجواب

۱- نوکری اور تحصیل عالم اور طبیب موصوف السوال کے عند الشرع جائز ہے ... التسب آقا کے نہ ہوں ولیکن علم فقہ و احادیث و تفاسیر جو شخص کہ اپنے مکان میں ... اس کو اجرت لینی درست نہیں ہے اور اگر کوئی ذی مقدور اپنے مکان پر بلا کر ...

کی اجرت درست ہے کیونکہ یہ نوکری اور تسلیم نفس کے سبب ہے۔

لا یجوز الاستیجار علی الطاعات کتعلیم القرآن والفقہ والاذان والتذکیر والتدریس والحج والعمرۃ ولا یجب الاجر کذا فی خلاصۃ [1]

ویجوز الاستیجار علی تعلیم اللغۃ والادب بالاجماع کذا فی السراج الوھاج [2]

ولو استاجر لتعلیم ولدہ الکتابۃ او النجوم اوالطب او التعبیر جاز بالاتفاق۔۔۔ فان بین المدۃ بان استاجر شھرا مثلا لیعلمہ ھذا العمل یصح العقد وینعقد علی المدۃ حتی یستحق المعلم الاجر بتسلیم النفس علم او لم یعلم وان لم یتبین المدۃ ینعقد العقد الفاسد فلو علم یستحق اجر المثل والافلا [3] ھذا فی العالمگیریۃ۔

۔ عملداری کفار میں یا بوساطت حکام یا باتفاق باہمی کسی کو مفتی یا قاضی بنانا ضروری ہے۔

ویجوز تقلد القضاء من السلطان العادل والجائر ولو کافر اذکرہ مسکین وغیرہ الا اذا کان یمنعہ عن القضاء بالحق فیحرم ولو فقد وال لغلبۃ کفار وجب علی المسلمین تعیین وال وامام الجمعۃ [4] (در مختار)

واما بلاد علیہا ولاۃ کفار فیجوز للمسلمین

---

[1] عالمگیری، کتاب الاجارۃ، باب ۱۶، ج ۴، ص ۴۴۸۔

[2] ایضاً ، ، ، ، ، ، ،

[3] ایضاً ، ، ، ، ، ، ،

[4] درمختار مع کتاب القضاء ، ج ۲ ، ص ۷۳۔

اقامة الجمع والاعياد ويصير القاضي قاضيا بتراضي المسلمين فيجب عليهم ان يلتمسوا واليا مسلما[1] (شامی)

۳۔ ایسے قاضی کا حکم کہ مخالف شریعت نہ ہو، بجالانا ضروری ہے کیونکہ جو قاضی بہ... ہو اس کو منصب حکم کرنے کا ہوتا ہے:۔

واذا لم يكن سلطان ولا من يجوز التقلد منه كما هو فى بعض بلاد المسلمين غلب عليهم الكفار كقرطبة الأن يجب على المسلمين ان يتفقوا على واحد منهم يجعلونه واليا فيولى قاضيا ويكون هو الذى يقضى بينهم[2] (شامی)

۴۔ قاضی کے ذمہ ذبح جانور کا ضروری نہیں ہے اور نکاح پڑھانا چاہیے:۔

وكل مصر فيه وال من جهتهم يجوز فيه اقامة الجمع والاعياد واخذ الخراج وتقليد القضاة وتزويج الايامى لاستيلاء المسلم عليه[3]

۵۔ نکاح اور ذبیحہ کا اجر بسبب حرج کے جائز ہے کیونکہ حق قاضی کا بیت المال میں ... والی کی طرف سے ہوتا ہے جبکہ بیت المال نہ ہو پس اہل اسلام مقرر کر... پر صرف قاضی کا لازم ہے خاص کر اس صورت میں کہ مہر نامہ لکھیں:۔

قالوا له اخذ اجرة كتابة الصك بقدر اجر المثل[4] (شامی)

---

[1] شامی، کتاب القضاء، ج ۴، ص ۳۰۸۔

[2] ایضاً ، ، ، ،

[3] ایضاً ، ، ، ،

[4] ایضاً ، ، ، ص ۳۱۰۔

اذا استاجر رجلا یحمل الجیفة او یقتل مرتدا او یذبح شاة او ظبیا یجوز له (عالمگیری)

فقط واللہ اعلم بالصواب

حررہ واجابہ خاک رہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی

۱۳۰۴ھ ہجری

سوال ۱۲۱

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلے میں کہ عرصہ چند سال کا ہوا کہ دہلی میں مدرسہ اسلامیہ
خواجہ ضیاء الدین صاحب ودیگر مسلمانان قائم کیا گیا اور علوم دینیہ کا مدرس مولوی قاری محمد یوسف
کیا مگر ہنوز تقرر تنخواہ میں کلام تھا وہ یہ کہ مولوی صاحب یہ کہتے تھے کہ تیس روپے ماہواری
بسر اوقات میرا نہ ہوگا اور مہتمم نے بیس ماہواری کا تذکرہ چند اشخاص معتبرہ کے روبرو کیا
تھا۔ الغرض بموجب کہنے مہتمم کے بغیر طے کرکے اس امر کے مولوی صاحب سہ ماہ تک
مذکور میں تعلیم کری جب دیکھا کہ مہتمم کی مرضی بیس روپے سے زیادہ دینے کی نہیں ہے
لوی صاحب نے ترک تعلق کیا اور تین مہینے تک بامید تنخواہ قرض دام کرکے اپنا کام چلاتے
اور ایک دفعہ اسی عرصے میں بیس روپیہ مہتمم سے قرض لاعلی الحساب لئے کہ وقت تصفیہ
کے وضع کردئے جائیں گے۔ چند مدت کے بعد مہتمم موصوف کا انتقال ہوا اور اپنی جگہ
ں نے مولوی منصور علی خاں صاحب کو مہتمم و متولی مقرر کیا۔ اب مولوی صاحب موصوف وہ
پیہ مولوی صاحب سے طلب کرتے ہیں اور جو مولوی محمد یوسف صاحب یہ کہتے ہیں کہ
ین مہینے کی تنخواہ چاہیے اس میں وضع کرلو تو مولوی صاحب (منصور علی) فرماتے ہیں کہ تمہاری
زم نہیں کرتی کیونکہ تم نے یہ کہا تھا کہ "میں للہ پڑھاتا ہوں" تو مولوی محمد یوسف ان کے
ب میں یہ کہتے ہیں کہ یہ لفظ بپاس ادب تعلیم دینے کہا تھا کہ ائمہ و موذنین للہ کادعا کرتے ہیں اور درحقیقت
خواہیں مقرر ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ تنخواہ میں کلام ہوا کہ بیس روپیہ ہوں یا تیس روپے صریح
ولوی صاحب کے قول کی ہے۔ آیا اب عند الشرع مولوی صاحب کی تنخواہ لازم آتی ہے یا نہیں

عالمگیری، کتاب الاجارة، باب ۱۶، ج ۴، ص ۴۵۰ ملخص

اس لفظ کے کہنے سے ساقط ہوجاتی ہے یا کہ تقرر تعین نہ ہونے سے ساقط ہوجاتی ہے

الجواب

دراصل اجرت عبادات پر لینا نزد متقدمین منع ہے کما فی الحدیث
متاخرین کے بدو وجہ جائز ہے :

۱- اول بسبب ضرورت ، اور
۲- دوم بجہت حبس اوقات از کسب

پس واسطے جائز رکھنے اجرت کے ضرور ہو کہ نفس تدریس، علم فقہ اور حدیث
مقرر کرنی نہ چاہیے اور نہ مدرس کو نیت اس امر کی کرنی چاہیے کہ میں نفس تدریس پر
اجرت بمقابلہ آمد و رفت اور حرج اوقات اور تعطل از کسب شمار کرنی چاہیے
تدریس پر نیت خلوص للّٰہیت کرنی چاہیے تاکہ اتفاق مابین متقدمین اور متاخرین ہو
پس بصورت ہذا قول مدرس کا کہ "میں للّٰہ پڑھاتا ہوں" بمنظر نفس مدرس
حدیث ہے کہ مانع وجوب اجرت بمقابلہ حرج اوقات وغیرہ نہیں ہے اور گفتگو
مدرس کے درباب تنخواہ کہ رضاء مہتمم کے بیس روپے پر اور رضاء مدرس کی تیس
سوال سے ظاہر ہے کہ یہ اجرت ہے بمقابلہ حرج اوقات اور حبس اوقات از کسب
تکلیف آمد و رفت کے، پس جبکہ مدرس سے عوض اجرت کا کہ حبس نفس اور حاضری
پایا گیا تو بمقابلہ اس کے اجرت بھی واجب ہوئی اگرچہ تعین اجرت میں کلام ہے لیکن نو
ماہواری میں کسی طرح کا کلام نہیں۔

پس حسب تحریر سوال مہتمم کو ساٹھ روپے بابت تنخواہ سہ ماہ مدرس کو
ہے کیونکہ مقصود مدرس سے فقط حاضری مدرسہ ہے خواہ طلبہ ہوں یا نہ ہوں
اور اسی حاضری کے مقابلے میں اجرت ہے کما فی الشامی :-

وفی الحموی سئل المصنف عمن لم یدرس
لعدم وجود الطلبة فهل یستحق المعلوم اجاب
ان فرغ نفسه للتدریس بان حضر المدرسة المعی
لتدریسه استحق المعلوم لامکان التدریس

الطلبة المشروطين قال فی شرح المنظومة المقصود من المدرس يقوم بغير الطلبة بخلاف الطالب فان المقصود لا يقوم بغيره انتهی مافیه[1]

جبکہ حاضری مدرسہ کی ۳ ماہ تک مدرسہ میں پائی گئی کہ موجب وجوب اجرت کو ہے تو قول مدرس کا کہ "میں للہ پڑھاتا ہوں" مانع وجوب اجرت کو نہیں کیونکہ اجرت مقابلہ نفس تدریس کے نہیں ہے کہ مانع ہو۔ واللہ اعلم بالصواب۔

سوال ۱۲۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ اس زمانے کے وکلاء اجرت کر موافق قانون انگریزی کے مقدمات کرتے ہیں، شرعاً حلال ہے یا حرام ہے یا مشتبہ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگرچہ افعال وکلاء فی زماننا کے حرام ہیں ولیکن اجرت ان کی حلال ہے :۔

والاجر طیب وان کان السبب حراما، کمافی المنية قهستانی، شامی[2]

اگرچہ سبب اُجرت کا حرام ہو ولیکن اجرت حلال ہے۔ ایسا ہی روایت عالمگیری سے پایا جاتا ہے :۔

اذا استاجر رجلا يحمل له خمرا فله الاجر فی قول ابی حنيفة خلافا لهما و اذا استاجر الذمی من المسلم بيتا ليبيع فيه الخمر جاز عند ابی حنيفة خلافا لهما۔ كذا فی المضمرات (عالمگیری[3])

---

[1] شامی، کتاب الوقف، ج ۳، ص ۳۷۹، ۳۸۰۔

[2] ایضاً، کتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة، ج ۵، ص ۳۸۔

[3] عالمگیری " ، باب ۱۶، ج ۴، ص ۴۴۹۔

ولیکن احتیاط اس میں ہے کہ اس قسم کے مال میں سے نہ کھائے نہ بیچے۔

واللہ اعلم بالصواب

حررہ واجابہ خاک راہ محمد مسعود نقشبندی د

۱۷ شعبان سنہ ۱۳۰۰ ہجری

سوال ۱۲۳

تجارت کپڑے میں تھوک فروش دہلی کا یہ حال ہے کہ بدوں آڑھتی و دلال ک

کے باشندوں کو کپڑا نہیں بیچتے۔ آڑھتی کا یہ کام ہے کہ ایک دلال کو ہمراہ کر دیتا ہے

اور جو کپڑا کسی دوکان پر پسند کیا، دلال اس کا دام اور قیمت طے کراتا ہے اور کپڑا اس

بائع پر چھوڑ جاتا ہے، بائع شام کو کپڑا آڑھتی کی دوکان پر بھیج دیتا ہے

روانہ کرا دیتا ہے، ۸ فی صد حق آڑھت لیتا ہے اور ۴ دلال کی فی صدی مقرر ہیں

کی نسبت دلال کو ۴م دیا جاتا ہے۔ آیا یہ پیسہ آڑھت اور دلالی جو ایک حق الخدمت

جائز ہے یا نہیں؟

دوم خریدار مال جو نقد روپیہ دے دے تو کچھ اپنی طرف سے

کمی کرے یا کچھ واپس مانگے، حسب دستور مقررہ عصم فی صد واپس خریدار کو بائع

ہے۔ آیا یہ واپس لینا احسان بائع میں ہے یا نہیں اور جائز ہے یا کیا؟ اور یہ امر مجبو

معمولاً ظاہر ہے کہ واپسی ہوتی ہے۔

الجواب

دلال و آڑھتی کو اجر مثل دینا درست ہے اور مقرر کر کے لینا کہ فی ص

حرام ہے قال فی التاتارخانیہ:

وفی الدلال والسمسار یجب اجر المثل وما تواضعوا علیہ

ان فی کل عشرۃ دنانیر کذا فذاک حرام علیہم (شامی)[1]

۱؎ شامی، کتاب الاجارۃ، باب الاجارۃ الفاسدۃ، ج ۵، ص ۳۶۔

ت میں یا واپسی ثمن میں جائز ہے :-

حط بعض الثمن صحیح و یلحق باصل العقد عندنا اذا وھب بعض الثمن عند المشتری قبل القبض او ابرہ عن بعض الثمن فھو حط۔ (عالمگیری) [1]

واللہ اعلم بالصواب فقط

حررہ واجابہ خاک رہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی

۲۶ محرم الحرام ۱۳۰۴ھ ہجری

سوال ۱۲۷

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ زید نے ایک جائداد ے پاس رہن کر کے مفقود الخبر ہوگیا۔ اب عمرو جو وارث زید کا ہے واگزاری شے مرہونہ تا ہے یا نہیں ؛ مفقود الخبر کی جائداد کی واگزاری کے لئے کس قدر مدت شرعی عارض ہے ؟ وا توجروا ۔

الجواب

درصورت مسئولہ واسطے واگزاری جائداد کے میعاد نوے برس کی مفقود کی ہے، اندر کور کے واگزار نہیں ہو سکتی ولیکن اگر حاکم بہ اثبات گواہان حکم واگزاری کا دے دیگا، حکم اس کا جائے گا اور واگزار ہو جاوے گی :-

وان ادعی رجل علی المفقود حقا من دین او ودیعۃ او شرکۃ فی عقار او طلاق او عتاق او نکاح او رد بعیب او مطالبۃ باستحقاق لم یلتفت الی دعواہ ولم یقبل منہ البینۃ

---

[1] عالمگیری، کتاب البیوع، باب ۱۶، ج ۳، ص ۱۷۳۔ (المضاف)

ولم یکن هٰذا الوکیل ولا احد من الورثۃ خصما
له وان رأی القاضی سماع البینۃ وحکم نفذ
حکمہ بالاجماع ¹ (عالمگیری)

مگر حاکم کو چاہیے کہ ایک وکیل مفقود الخبر کی طرف سے مقرر کرے تاکہ وہ
کی طرف سے مخاصمہ کرے۔ ھٰکذا حکم الشرع واللّٰہ اعلم بالصواب

حررہ واجابہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی
المرقوم ۲۲ رجب ۱۳۰۰ ہجری

سوال ۱۲۵

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس امر میں:

ایک قوم میں سے بعض اشخاص یا کل اپنی اولاد کی شادی میں روپیہ سود پر لے کر
کا کھانا کرتے ہیں باوجود اس کے کہ یہ امر ضروری نہیں ہے لیکن بسبب رواج کے یہ امر
ہے اور ہم چند اشخاص تبدیلی اس صورت کی اس طرح چاہتے ہیں کہ ہم رسم نیوتہ کی جاری کر
اس میں برادری کا کھانا کریں اور سود دینے سے بچ جاویں اور بعض اشخاص اس صورت
رکھنا چاہتے ہیں یعنی تبدیلی نہیں چاہتے بینوا توجروا۔

الجواب

اوّل معلوم کرنا چاہیے کہ سود دینے والے اور لینے والے پر اللہ تعالےٰ کی
آئی ہے:۔

عن جابر قال لعن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ
وسلم اٰکل الربٰوا وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال
ھم سواء رواہ مسلم ²

---

¹ فتاویٰ عالمگیری، کتاب المفقود، ج ۲، ص ۳۰۱ -

² مشکوٰۃ: کتاب البیوع، باب الربٰوا، فصل اول

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دینے والا سود کا اور لینے والا دونوں نفس جرم میں
[illegible]یں، کچھ فرق نہیں ہے اور دوسری حدیث میں آیا ہے کہ چھتیس بار زنا کرنے سے زیادہ گناہ
[illegible]ے اور مال ربٰوا میں برکت نہیں ہوتی ہے کما قال اللہ تعالیٰ :-

یمحق اللہ الربٰوا و یربی الصدقات [2]

پس لازم ہے ہر انسان پر کہ سودی روپیہ لینے سے بچے ورنہ آخر کو اس کی نحوست
[illegible]ے بموجب فرمودہ خدا تعالیٰ مفلس ہو جائیں گے اور برکت جاتی رہے گی۔ پس یہ ترکیب کہ
[illegible]ت شادی کے نیوتہ ہو جایا کرے، بہت بہتر ہے کہ گناہ سود سے بھی بچیں گے اور نقصان مال
[illegible]ے کہ سود دینے میں ہوتا ہے یہاں تک کہ اصل سے زیادہ ہو جاتا ہے چھوٹیں گے اور خرچ شادی
[illegible]بھی آسان ہو جائے گا اور یہ امر عند الشرع جائز ہے کیونکہ وقت حاجت شادی کے حاجت روائی
[illegible]ی طریقہ حلال سے موجب حاجت روائی اپنی کا ہے کہ اللہ تعالیٰ وقت مصیبت کے اسکی
[illegible]مصیبت کو دور کرے گا خصوصاً دن قیامت کے اور بصورت ہذا دنیا میں تو ظاہر ہے کہ
[illegible]ت شادی کے اس کو آسانی ہو گی اور سودی روپے سے بچے گا :-

عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم قال من کان فی حاجۃ اخیہ کان اللہ فی حاجتہ
ومن فرج عن مسلم کربۃ فرج اللہ عنہ کربۃ من
کربات یوم القیٰمۃ، متفق علیہ [3]

[illegible]ور ظاہر ہے کہ ہر برادری میں آسودہ بھی ہوتے ہیں اور غریب بھی پس غریبوں کی وقت حاجت مدد
[illegible]ہر بشر مسلمان پر واجب ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

کان حقا علینا نصر المؤمنین [4]

یعنی جو شخص کہ آبرو کسی بھائی مومن کی بچائے گا، دور رکھے گا اللہ تعالیٰ اس کو نار جہنم سے

---

[1] مشکاۃ، کتاب البیوع، باب الربٰو، حدیث ۱۹، فصل ۳۔

[2] سورۃ البقرہ، آیت ۲۷۶۔

[3] مشکاۃ، کتاب الآداب، باب الشفقۃ والرحمۃ الخ، حدیث ۱۲، فصل ۱۔

[4] سورۃ الروم، آیت ۴۷۔

دن قیامت کے جیسا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :-

ما من مسلم یرد عن عرض اخیہ الا کان حقا علی اللہ ان یرد عنہ نار جہنم یوم القیٰمۃ ثم تلا ھٰذہ الاٰیۃ وکان حقا علینا نصر المؤمنین (مشکوٰۃ) [۱]

اور وقتے کہ بایام شادی ایک مسلمان کی عزت جاتی ہو اس وقت یہ مدد کرنی دوزخ سے نجات پاتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے :-

ما من امرئ مسلم ینصر مسلما فی موضع ینتقص من عرضہ وینتھک فیہ من حرمتہ الا نصرہ اللہ فی موطن یحب فیہ نصرتہ رواہ ابوداؤد [۲]

اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

"جس شخص نے مسلمان بھائی کی حاجت پوری کی اس نے مجھ کو خوش کیا اور جس شخص نے مجھ کو خوش کیا اللہ تعالےٰ اس سے راضی ہوا اور اس کو جنت میں داخل کیا"۔ [۳]

اور یہ امر جائز ہے کہ ایک شخص نیوتہ دیوے اس کے وقت میں، نیوتہ دینے والے بلکہ لازم ہے جیسا کہ مفہوم ہوتا ہے حدیث شریف سے :-

عن المقدام بن معدیکرب سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول ایما مسلم ضاف قوما فاصبح الضیف محروما کان حقا علی کل مسلم نصرہ حتی یأخذ لہ بقراہ من مالہ وزرعہ

---

[۱] مشکوٰۃ، کتاب الآداب، باب الشفقۃ والرحمۃ الخ، حدیث ۳۷، فصل ۲-

[۲] ایضاً، " " " حدیث ۳۷، " -

[۳] ایضاً، " " " حدیث ۵۰، فصل ۳-

رواہ ابوداؤد [1]

پس ثابت ہوا کہ نیوتہ کی رسم بہت ہی بہتر ہے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

حررہ واجابہ خاکپائے محمد مسعود نقشبندی دہلوی

۲۶ رجب المرجب ۱۳۰۳ھ ہجری

سوال ۱۲۶

خدمت میں علمائے دین اور مفتیان شرع متین کے یہ التماس ہے کہ :

زید نے عمرو کو اپنا روپیہ کسی قدر دیا اور کہہ دیا کہ میری طرف سے کوئی چیز خواہ [خ]رید کر اس قدر منافع سے فروخت خواہ اپنے واسطے لے لے اور مجھ کو وعدہ چھ مہینے [کا ر]قعہ لکھدے کہ چھ مہینے میں روپیہ ادا کر دینا۔ اس نے سودا موجب کہنے کے زید مذکور [کے حس]ب نفع سے جس قدر اس سے کہا گیا تھا۔ فروخت کر دیا اور رقعہ وعدہ ادائے زرقیمت [کا وع]دی چھ مہینے کا زید کو لکھ دیا۔ اس طرح بیع اور خرید درست ہے یا نہیں؟ فقط

الجواب

بیع اور خرید صورت مسئولہ کی جائز اور درست ہے کیونکہ دینا عمرو کو دو حال [س]ے خالی نہیں :-

[(۱)] یا بطور رعایت کے ہے

[(۲)] یا بطور قرض کے

[ظاہ]را بطور قرض کے معلوم ہوتا ہے۔ پس ہر دو حالت میں کہ عاریت ثمنین کے وقت اطلاق [قرض] ہوتا ہے۔ انتفاع لینا عمرو کو جائز ہے کیونکہ ساتھ مجرد قبض کے قرض ملک قرض لینے والی [ہو جا]تی ہے :-

ویملک المستقرض القرض بنفس القبض

---

[1] [مشک]وۃ : کتاب الاطعمۃ ، باب الضیافۃ ، فصل ثانی

عنہما (در مختار) [1]

پس جبکہ قرض سے ملک آگئی، اب اختیار ہے قرض لینے والے کو اس سے جو شے خریدے اور نفع اٹھائے وھکذا فی العالمگیریۃ۔ فقط

حررہ واجابہ خاکپا رہ محمد مسعود نقشبندی

۲۲ رمضان المبارک سن ۱۳ھ ہجری

اور اگر لحاظ اداء زر قیمت کا کیا جاوے۔ اس صورت میں عمرو وکیل ہوگا اور زید کا ہوگا اور عمرو کو اجر مثل پہنچے گا۔ واللہ اعلم بالصواب

سوال ۱۲۷

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ قوم جنات سے بنی آدم کو تکالیف شدیدہ وایذاء لاحساب پہنچا تا ہو کہ جو اس کے (ملنے) باعث ہلاکت کے عزیز اور اقارب کی اس سے رسوائی خاندان ہو چنانچہ ایک لڑکی کہ خاندان سادات سے اور اپنی عفت اور عصمت میں لاجواب ہے عرصہ تقریباً تین یا چار ماہ کا منقضی ہوا کہ اس کو جنات سے لے گیا، چونکہ اس کے وارثان نے اس کی جستجو میں زر کثیر وسعی بے حد و حساب کی تو اس کے بعد اہل اللہ وفقراء باکمال سے یہ سراغ مل گیا کہ ایک جن کے پاس ہے سرکش وآزار دہندہ بنی آدم ہے لہٰذا بادشاہ جنوں کا علماء بنی آدم سے اس امر میں مستفتی ہے اگر میں ایسے شخص کو قتل کرا دوں تو عنداللہ یوم الحساب مجھ سے کسی قسم کا مواخذہ اور در اور میرے اس انصاف وعدل اور خصوصاً آل رسول کو پنجہ ظالم سے رہائی اور نجات کیا ثواب ورتبہ ملے گا؟ اس واسطے عرض کرتا ہوں کہ ان باتوں کا جواب کلام اللہ سے مع نقل آیت وحدیث کے مرحمت ہو۔

اور دوسرے یہ کہ جوابات واحادیث تعریف جنات میں وارد ہیں وہ بھی کہ باعث ستائش اپنی کے بادشاہ جنات عازم اس امر عظیم کا ہو۔

اور تیسرے یہ کہ جو ولی اللہ اس لڑکی کو بادشاہ جنات سے سفارش کر کے برآمد

---

[1] درمختار، کتاب البیوع، باب المرابحۃ والتولیۃ، فصل فی القرض، ج ۴، ص

عند هما (در مختار) ؎

پس جبکہ قرض سے ملک آگئی، اب اختیار ہے قرض لینے والے کو اس سے جو چا

خریدے اور نفع اٹھائے وھکذا فی العالمگیریۃ۔ فقط

حررہ واجابہ خاک رہ محمد مسعود نقشبندی

۲۲ رمضان المبارک سنہ ۱۳۰ ھجری

اور اگر لحاظ دار زر قیمت کا کیا جاوے، اس صورت میں عمرو وکیل ہوگا اور ثم

زید کا ہوگا اور عمرو کو اجر مثل پہنچے گا۔ واللہ اعلم بالصواب

سوال ۱۲۷

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ قوم جنات سے

بنی آدم کو تکالیف شدیدہ وایذاء لاحساب پہنچتا ہو کہ جو اس کے (لئے) باعث ہلاکت

کے عزیز اور اقارب کی اس سے رسوائی خاندان ہو چنانچہ ایک لڑکی کہ خاندان سادات سے

اور اپنی عفت اور عصمت میں لاجواب ہے عرصہ تقریباً تین یا چار ماہ کا منقضی ہوا کہ اس کو

جنات سے لے گیا، چونکہ اس کے وارثان نے اس کی جستجو میں زر کثیر وسعی بے حد وحساب

کی تو اس کے بعد اہل اللہ وفقراء باکمال سے یہ سراغ مل گیا کہ ایک جن کے پاس اب

سرکش وآزار دہندہ بنی آدم ہے لہٰذا بادشاہ جنوں کا علماء بنی آدم سے اس امر میں مستفتی ہے

اگر میں ایسے شخص کو قتل کرادوں تو عند اللہ یوم الحساب مجھ سے کسی قسم کا مواخذہ اور د

اور میرے اس انصاف وعدل اور خصوصاً آل رسول کو پنجہ ظالم سے رہائی اور نجات

کیا ثواب ورتبہ ملے گا؟ اس واسطے عرض کرتا ہوں کہ ان باتوں کا جواب کلام اللہ

سے مع نقل آیت وحدیث کے مرحمت ہو۔

اور دوسرے یہ کہ جوابات واحادیث تعریف جنات میں وارد ہیں وہ بھی

کہ باعث ستائش اپنی کے بادشاہ جنات عازم اس امر عظیم کا ہو۔

اور تیسرے یہ کہ جو ولی اللہ اس لڑکی کو بادشاہ جنات سے سفارش کر کے

؎ در مختار، کتاب البیوع، باب المرابحۃ والتولیۃ، فصل فی القرض، ج ۴ ص

وہ مستحق ثواب عظیم و اجر جزیل کے ہوں گے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

رب زدنی علما

بصورت ہذا معلوم ہو کہ جنات بھی مکلف بالشرائع ہیں کما یدل علیہ الآیۃ:۔

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون[1]

ترجمہ: نہیں پیدا کیا ہم نے جن اور انس کو مگر واسطے عبادت کے۔

یعنی انسان اور جنات پر فرض عین ہے کہ خدا پر ایمان لاویں اور اس کو ایک وحدہ لاشریک
مانیں اور اس کے رسول محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پر ایمان لاویں چنانچہ ایک گروہ جن کا
حضرت کے وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پر ایمان لایا جیسا کہ اللہ تعالےٰ خبر دیتا
ہے:۔

قل اوحی الی انہ استمع نفر من الجن فقالوا
انا سمعنا قرانا عجبا یھدی الی الرشد فامنا
بہ ولن نشرک بربنا احدا الآیۃ[2]

(ترجمہ) کہہ دے اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہ مجھ پر وحی کی گئی ہے کہ ایک جماعت
جن نے قرآن سنا اور کہا کہ ہم نے عجیب قرآن سنا ہے کہ ہدایت کرتا ہے
طرف نیکی کے، پس ایمان لائے ہم اور شریک نہیں کرتے ساتھ رب اپنے
کے کسی کو۔"

پس جبکہ جنات اللہ تعالےٰ اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور قرآن پر ایمان لائیں تو
ضرور ہوا اور فرض ان پر کہ تمام احکامات قرآن اور احادیث کو کہ کلام رسول اللہ ہیں تسلیم کریں اور
بموجب حکم خدا اور رسول کا نہ کریں اور ہر دو خوشنودی اور رضا مندی کے طالب رہیں اور مخالفت اور
ناخوشی ہر دو سے بچتے رہیں ورنہ بصورت مخالفت امر الٰہی اور رسول کے دعویٰ جنگ کا ہے

---

[1] سورۃ الذاریات، آیت ۵۶۔

[2] سورۃ الجن، آیت ۱، ۲۔

ساتھ اللہ اور رسول کے کما قال اللہ تعالیٰ :-

فان لم تفعلوا فأذنوا بحرب من اللہ ورسولہ[1]

اور پھر ظاہر ہے کہ بجائے جنگ کسی کو جن اور انس سے کسی قسم کی رہائی کی صورت ہے کما قال اللہ تعالیٰ :-

یٰمعشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السمٰوٰت والارض فانفذوا لا تنفذون الا بسلطٰن[2]

(ترجمہ) اے گروہ جن اور انس کے، اگر طاقت رکھتے ہو تو اس امر کی کہ نکل جاؤ تم اطراف آسمان اور زمین سے پس نکلو تم اور نہیں نکل سکتے ہو مگر ساتھ قوت کے۔

پس جبکہ تم میں اتنی قوت نہیں کہ جاؤ تو بیشک اللہ تعالیٰ کی پکڑ میں آؤ گے خدا تعالیٰ تم سے روز قیامت کے سنفرغ لکم ایہا الثقلان[3] کرے گا اور خوب ہی بدلے گا، اس کے قبضے میں بھاگ نہ سکو گے ان بطش ربک لشدید[4] یاد رکھو یعنی خدا کی پکڑ بہت سخت ہے۔

پس اس گروہ جنات کا آیا ایک سیدانی صالحہ کو خاوند اور خویش اور قوم سے جدا کرکے لے جانا ظلم ہے یا نہیں؟ اور حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض کرنا ہے یا نہیں؟ اور مخالف اللہ اور رسول کے ہے یا نہیں؟ اور باوجود افہام اور تفہیم کے بضد اور رسول کے پیش آنا اور قتل مسلم پر مستعد ہونا اور حکم الٰہی کو نہ ماننا، جنگ اللہ تعالیٰ سے اور بغاوت ہے یا نہیں ہے؟ اور مورد اس آیۂ کریمہ کا ہونا ہے یا نہیں؟

فان لم تفعلوا فأذنوا بحرب من اللہ ورسولہ[5]

---

[1] سورۃ البقرہ، آیت ۲۷۹ -

[2] سورۃ الرحمٰن، آیت ۳۳ -

[3] سورۃ الرحمٰن، آیت ۳۱

[4] سورۃ البروج، آیت ۱۲ -

[5] سورۃ البقرہ، آیت ۲۷۹ -

اورنہ البغاوت کی کہ قتل ہے۔ معلوم ہے یا نہیں؟ کما قال اللہ تعالیٰ :-

وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا فاصلحوا
بینہما فان بغت احدٰہما علی الاخریٰ فقاتلوا
التی تبغی حتی تفیئ الی امر اللہ [1]

(ترجمہ) اور دو گروہ مومنین سے آپس میں لڑیں پس کرواؤ دونوں میں صلح
پس اگر بغاوت کرے کوئی ان دونوں میں سے پس قتل کرو اس کو جس نے بغاوت
کی ہے یہاں تک کہ رجوع ہووے وہ حکم اللہ تعالیٰ کی طرف۔

پس صلح اس میں ہے کہ مسماۃ واپس آجاوے ورنہ حکم قتال کا آیت سے ثابت
ہے کما لایخفی علی الماہر بالقرآن اور ماسوا اس کے آیا حکم زانی محصن کا معلوم ہے
قتل بالرجم ہے یا نہیں؟ کما جاء فی الحدیث الصحیح :-

عن عبد اللہ بن مسعود قال قال رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یحل دم امرئ مسلم
یشہد ان لا الہ الا اللہ وانی رسول اللہ الا باحدی
ثلاث النفس بالنفس والثیب الزانی والمارق
لدینہ التارک للجماعۃ متفق علیہ [2]

(خلاصہ) تین اشخاص کو قتل کرنا آیا ہے، ایک بعوض خون کے اور دوسرے زانی
محصن کو اور تیسرے مرتد کو اور باغی تارک جماعت اس میں داخل ہے۔

پس اگر مسماۃ کو لے جا کے اس سے زنا بالجبر کیا ہو تو آیا رجم ہے یا نہیں؟ کیونکہ سنا گیا ہے
اس کی زوجہ موجود ہے اور آیا حکم اسقاط کو معلوم ہے کہ جس نے کسی صدمہ سے کسی کا اسقاط حمل
ہو تو اس پر دیت ہے۔ اگر بعد اسقاط کے حمل زندہ رہ کے مردہ ہو گیا ہو۔ اگر حمل ذکر کا تھا تو ایک
و اونٹ دیت کے لازم ہیں اور اگر حمل انثیٰ کا تھا تو پچاس اونٹ دیت کے آتے ہیں اور مردہ
قط ہوا ہو تو دیت عبد یا لونڈی کی ہے :-

---

[1] سورۃ الحجرات، آیت ۹ -
[2] مشکوٰۃ : کتاب القصاص، فصل اول

عن ابی هریرة قال قضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی جنین امرأة من بنی لحیان سقط میتا بغرة عبد او امة متفق علیہ [1]

تلک احکام اللہ و رسولہ فان تشاؤوا اعملوا علیہا و ان تشاؤوا لا تعملوا علیہا و ما علینا الا البلاغ المبین واللہ عزیز ذو انتقام و کذلک اخذ ربک اذا اخذ القری وھی ظالمة ان اخذہ الیم شدید و ایاک دعوة المظلوم فانما یسأل اللہ تعالی حقہ و ان اللہ لا یمنع ذا حق حقہ اذا ان الظالم فلم یاخذوا علی یدیہ اوشک ان یعمہم اللہ بعقاب۔

یہ احادیث صحیحہ میں۔

اور حدیث شریف میں آیا ہے :-

عن انس قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصر اخاک ظالما او مظلوما فقال رجل یا رسول اللہ انصرہ مظلوما فکیف انصرہ ظالما قال تمنعہ من الظلم فذلک نصرک ایاہ

متفق علیہ [2]

(ترجمہ) یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مدد کرو برادر اپنے کی کہ ظالم ہو یا مظلوم پس کہا کسی شخص نے مدد کروں میں مظلوم کی پس کیونکر مدد کروں ...

---

[1] مشکوٰة : کتاب القصاص ، باب الدیات ، فصل اول ، ص ۳۰۲

[2] مشکوٰة : کتاب الآداب ، باب الشفقة والرحمة ، فصل اول

فرمایا کہ اس کو ظلم کرنے سے منع کر، تو یہ مدد کرنی ہے تیری اس کو۔

اور اسی مضمون کی اور حدیث ہے :۔

عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال المسلم اخو المسلم لا یظلمہ و لا یسلمہ و من کان فی حاجۃ اخیہ کان اللہ فی حاجتہ و من فرج عن مسلم کربۃ فرج اللہ عنہ کربۃ من کربات یوم القیامۃ و من ستر مسلما سترہ اللہ یوم القیٰمۃ متفق علیہ [1]

تحریر ہذا بطور نصیحت کے لکھی گئی ہے جس پر کہ ہم مامور ہیں کما فی الحدیث :۔

عن جریر بن عبد اللہ قال بایعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی اقام الصلوٰۃ و ایتاء الزکوٰۃ و النصح لکل مسلم متفق علیہ [2]

وھکذا فی القراٰن المجید وکان حقا علینا نصر المؤمنین [3]

اور جو کوئی آبرو اپنے بھائی مسلمان کی بچاوے اس کو اللہ تعالےٰ جہنم میں نہ ڈالے گا :۔

عن ابی الدرداء قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما من مسلم یرد عن عرض اخیہ الا کان حقا علی اللہ ان یرد عنہ نار جہنم یوم القیٰمۃ ثم تلا ھٰذہ الاٰیۃ وکان حقا علینا نصر المؤمنین [4] (مشکوٰۃ)

---

[1] مشکوٰۃ : کتاب الآداب ، باب الشفقۃ والرحمۃ ، فصل اول

[2] ایضاً : " " "

[3] سورۃ الروم ، آیت ۴۷ ۔

[4] مشکوٰۃ : کتاب الآداب ، باب الشفقۃ والرحمۃ ، فصل ثانی

کہاکہ سیدانی کو بچاوے ظلم سے ۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع

حررہ واجابہ خاکپ رہ محمد مسعود نقشبندی

۲۹ صفر ۱۳۰۱ ہجری

سوال ۱۲۸

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ زید باتفاق قوم میں سے شخص مجرم کو واسطے متنبہ ہونے کے جرم سے جرمانہ کرتا ہے، عمرو کہتا ہے کہ جرمانہ کرنا بلکہ شخص مجرم کو واسطے تنبیہ اور توبہ کے اپنے سے علیحدہ کر دینا مناسب ہے۔

الجواب

اگرچہ امام صاحب کے نزدیک جرمانہ جائز نہیں ہے ولیکن واسطے تنبیہ کے کرنا نزدیک ابی یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے جائز ہے:۔

وعند ابی یوسف رحمہ اللہ تعالی یجوز التعزیر للسلطان باخذ المال وعندھما وباقی الائمۃ الثلاثۃ لا یجوز (عالمگیری[1]) وھکذا فی الدر المختار والشامی[2] و الفتح القدیر[3]

ولیکن مال جرمانہ کو اپنی ذات میں صرف نہ کرے، اس کو امانت قائم رکھے، جب گناہ سے اس وقت واپس کر دے اور اگر توبہ اس کی سے نا امید ہو جاوے اس صورت کار خیر میں حسبۃ للہ خرچ کر دیوے:۔

معناہ ان یمسک مدۃ لینزجر ثم یعیدہ لہ فان ایس من توبتہ صرفہ الی

---

[1] عالمگیری، کتاب الحدود، باب ۷، فصل فی التعزیر، ج ۲، ص ۱۶۷ –

[2] شامی ، ، باب التعزیر، ج ۳ ، ص ۱۷۸ –

[3] فتح القدیر ، ، فصل فی التعزیر، ج ۵ ، ص ۱۱۲ ، ۱۱۳ –

ما یری (در مختار[1]) وھکذا فی الشامی[2]

ورقت کرنے گناہ کے ہر ایک مسلمان کو تعزیر کرنی جائز ہے :۔

قالوا لکل مسلم اقامة التعزیر حال مباشرة المعصیة واما بعد المباشرة فلیس لغیر الحاکم ۔ (عالمگیری[3])

اور فی زمانناچودھری یا رئیس قصبہ ایسے امورات میں حکم قاضی کا رکھتے ہیں ۔ ھکذا فی کتب الفقہ ۔ واللہ اعلم بالصواب ۔

حررہ واجابہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی دہلوی

۳۰ جمادی الاولی ۱۳۰۲ھ ہجری

سوال ۱۲۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی الہ واصحابہ اجمعین وعلی من اتبع سنۃ النبی (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) وخلفائہ الراشدین اما بعد حمد وصلوۃ کے واضح رائے بیضائے علمائے کرام وفضلائے عظام ہو کہ ہدایہ شریف جو مذہب حنفیہ (رحمہ اللہ تعالی) کی بڑی معتبر کتاب ہے، اس میں لکھا ہے کہ :۔

" اگر کوئی شخص محرمات ابدیہ سے جیسے ماں اور بہن وغیرہ سے نکاح کرے، اس پر حد نہیں واجب آتی "۔

ھذا عبارۃ الھدایۃ :۔

---

[1] در مختار، کتاب الحدود، باب التعزیر، ج ۱، ص ۱۲۸ ۔

[2] شامی، ، ، ، ج ۳، ص ۱۷۹ ۔

[3] عالمگیری، ، باب ۷، فصل فی التعزیر، ج ۲، ص ۱۶۷ ۔

ومن تزوج امرأة لا يحل له نكاحها فوطیها لا یجب علیه الحد عند ابی حنیفة ولکن یوجع عقوبة اذا کان علم بذلک انتہی[1]

یعنی جو شخص اس عورت سے نکاح کرے کہ جس کا اس کو نکاح درست نہیں تھا، پھر اس سے صحبت داری کرے تو ابی حنیفہ کے نزدیک اس پر حد واجب نہیں ہے ولیکن مار پیٹ سے ایذا دیا جاوے اگر یہ عمداً یعنی جان کر کرے۔

حالانکہ امام شافعی کے نزدیک اس پر حد ہے اور امام صاحب کے شاگرد امام ابو یوسف امام محمد اس مسئلے میں ان کے موافق ہیں اور امام ابو حنیفہ کے مخالف ہیں چنانچہ ہدایہ میں اس سے پیچھے لکھا ہے:۔

وقال ابو یوسف ومحمد والشافعی علیه الحد اذا کان عالما بذلک[2] (ہدایہ جلد اول، مطبع مجتبائی، دہلی، ص ۴۹۶)

یعنی امام ابو یوسف اور امام محمد اور امام شافعی نے فرمایا ہے کہ اس پر حد ہے اگر عمداً کرے۔

آیا اس مسئلے میں قرآن اور حدیث (زاداللہ شرفہما) سے بھی استدلال ہے یا لاطائل مقال ہے جس میں ابو حنیفہ کی تقلید کرنے میں اختلال دین ہے، بینوا توجروا۔

سوال نمبر ۲

ایسا ہی ہدایہ اور شرح وقایہ اور کنز الدقائق اور در المختار میں لکھا ہے:۔

وکل شیئ قضی به القاضی فی الظاهر بتحریمه فهو فی الباطن کذلک عند ابی حنیفة وکذا اذا قضی باحلال انتہی[3]

---

[1] ہدایہ، کتاب الحدود، باب الوطئ الذی الخ، ج ۲، ص ۴۹۶۔

[2] ایضاً، " " " " " "۔

[3] ہدایہ، کتاب ادب القاضی، باب کتاب القاضی الی القاضی، فصل آخر، ج ۳، ص

یعنی قاضی کی قضا ظاہر اور باطن میں نافذ ہوتی ہے مثلاً کوئی شخص کسی عورت پر دعویٰ کرے
میری جورو ہے اور قاضی کے سامنے جھوٹے گواہ پیش کرے اور مقدمہ جیت جائے اور وہ
ت اس کو مل جائے تو وہ عورت بحسب ظاہر بھی اس کی بی بی ہے اور اس سے صحبت کرنا بھی
و حلال ہے یعنی خدا کے نزدیک بھی وہ عورت اس پر درست ہو گئی ہے۔

یہ دونوں مسئلے کونسی حدیث اور آیت سے مستنبط ہیں؟ آیا ان مسائل میں تقلید بھی
ت ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الراقم فقیر حقیر نور احمد
مورخہ ذیقعدہ ۱۳۰۱ھ ہجری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب من السوال الاول

ھذہ عبارۃ الھدایۃ التی نسب الیہ الاعتراض الاول :-

ومن تزوج امرأۃ لا یحل لہ نکاحھا فوطیھا لا یجب علیہ الحد عند ابی حنیفۃ ولکن یوجع عقوبۃ اذا کان علم بذلک انتھی لہ

معنی اس کے یہ ہیں کہ جس شخص نے نکاح کیا ایسی عورت سے جس سے اس کا نکاح حلال نہیں تھا اس صحبت داری کی یعنی جماع کیا اس سے، اس پر حد شرع واجب نہیں ہے نزدیک ابی حنیفہ کے ولیکن اگر اس کو علم حرمت کا ہو تو اس کو عقوبت سخت دی جاوے کہ تعزیر سے بڑھ کے ہو۔

ما قال فی فتح القدیر :-

ویعاقب عقوبۃ ھی اشد ما یکون من التعزیر لہ

وجہ ثبوت اس کی یہ ہے کہ احادیثوں سے ثابت ہے کہ حدود ساقط ہو جاتے ہیں
شبہ کے کسی قسم کا شبہ ہو، بسبب مطلق ہونے احادیث کے :

عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھا قالت قال

ایضاً، کتاب الحدود، باب الوطئ الذی الخ، ج ۲، ص ۴۹۶۔
فتح القدیر، کتاب الحدود، باب الوطئ الذی الخ، ج ۵، ص ۴۰۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ادرؤا الحدود عن المسلمین ما استطعتم فان کان لہ مخرج فخلوا سبیلہ فان الامام ان یخطئ فی العفو خیر من ان یخطئ فی العقوبۃ۔ رواہ الترمذی

اور ابوداؤد میں بھی اسی طرح سے حدیث ہے اور جبکہ کسی نے محرم سے نکاح حرام ہے ولیکن شبہ عقد کا ہو گیا کیونکہ رکن نکاح کا ایجاب اور قبول تھا محلیت اصلی میں اصلی عورت کا فراش ہونا اور توالد اور تناسل ہے اگرچہ اس شخص خاص کے حق میں بسبب حرمت محلیت منتفی تھی ورنہ در اصل سوا اس شخص کے دوسروں کے حق میں محلیت موجود ہے اس شبہ عقد کے اس پر حد ساقط ہو گئی جیسا کہ حدیث شریف سے جو بالا مذکور ہوئی ہے ادرؤا ما استطعتم اور فان کان لہ مخرج فخلوا سبیلہ صاف دلالت کرتے اگر امام صاحب نے حسب طاقت اجتہادی مخرج "شبہ عقد" کا نکال کے حد کو ساقط کیا تو تعمیل (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہوئے اور اگر بالفرض والتقدیر اس اجتہاد میں خطا بھی ہوئی تو بھی فان ان یخطئ فی العفو میں داخل ہوئے۔ اور اسی طرح سے ابن ماجہ میں حدیث آئی ہے

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ادفعوا الحدود ما وجد تم لہا مدفعا رواہ ابن ماجۃ [2]

کجا کہ سقوط حد نکاح محارم میں احادیث وارد ہوں جیسا کہ بارے ترمذی میں حدیث آئی ہے

عن البراء قال مر بی خالی ابو بردۃ بن نیار و معہ لواء فقلت لہ این ترید فقال بعثنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم الی رجل تزوج امراۃ ابیہ ان آتیہ براسہ رواہ الترمذی [3]

اور دارمی میں بھی آئی ہے اور ابوداؤد میں بھی۔ اسی طرح سے بارے بھی حدیث آئی ہے قال البراء لقیت عمی معہ رایۃ فقلت

---

[1] مشکاۃ ، ، حدیث ۱۶ ، فصل ۲ -

[2] ابن ماجہ ، ابواب الاحکام ، باب الستر علی المؤمن الخ ، ص

[3] ترمذی ، ابواب الاحکام ، باب ماجاء فی من تزوج الخ ، ص ۱۶۳ -

لہ ابن قرید فقال بعثنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم الی رجل نکح امرأۃ ابیہ فامرنی ان اضرب
عنقہ واخذ مالہ رواہ ابوداؤد [۱]

اور معلوم کرنا چاہیے کہ حد زنا کی دو ہیں، رجم یا جلد، خواہ محارم سے زنا کرے یا غیر محارم سے کما قال الحسن:-

من زنی باخت حدہ حد الزانی (بخاری) [۲]

تیسری حد شارع سے ثابت نہیں ہے کیونکہ حد ثابت ہوتی ہے قطعی الدلالۃ اور قطعی الثبوت سے، وہ کلام الٰہی ہے اور کلام الٰہی سے بھی یہی دو قسم کی حد ثابت ہیں، تیسری قسم کی حد ثابت نہیں اور یہ حدیث متواترات سے بھی نہیں ہے تاکہ قتل حد نکاح محارم کا قرار دیا جاوے۔ پس اگر نکاح محارم پر حد رجم یا جلد ہوتی تو بلاشک حضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) صادر کرتے قتل کا حکم نہ دیتے کیونکہ حضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے خلاف حکم الٰہی کا ہونا محال ہے۔ امام اعظم کی یہ شان نہیں ہے کہ حضرت رسالت پناہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے حکم کو مخالف حکم الٰہی کے جانیں ولیکن ان کے نزدیک جو کہ امام صاحب پر معترض ہیں، اس نکاح محارم میں حکم خدا اور رسول میں تخالف معلوم ہوتا ہے۔

پس اس حدیث سے صاف ثابت ہوا کہ نکاح محارم میں حد نہیں ہے البتہ عقوبت سخت ہے، وہی کہتے ہیں امام اعظم عقد نکاح محارم میں حد نہیں، عقوبت سخت (ہے) جیسے کہ حکم قتل کا اس شخص کی نسبت آیا ہے جو کہ چارپایہ سے صحبت کرے:-

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم من اتی بہیمۃ فاقتلوہ واقتلوھا
معہ رواہ ابوداؤد [۳]

اور اسی طرح سے حکم قتل کا اس شخص کے واسطے آیا ہے جو کہ کاہن کے پاس جاوے، جیسا کہ بخاری میں حدیث شریف آتی ہے۔ پس جیسا کہ ان کا قتل کرنا حد میں داخل نہیں ہے اسی طرح سے قتل کرنا ناکح محارم کا حد میں داخل نہیں ہے اور حکم قتل اس قسم کی احادیث میں واسطے زجر اور تعزیر

---

[۱] ابوداؤد، کتاب الحدود، باب فی الرجل یزنی الخ، ج ۲، ص ۲۶۴ -

[۲] بخاری، کتاب المحاربین، باب رجم المحصن، ج ۲، ص ۱۰۰۶ -

[۳] ابوداؤد، کتاب الحدود، باب فیمن اتی بہیمۃ، ج ۲، ص ۲۶۵ -

سخت کے سبب ہے نہ کہ حقیقت میں قتل کرنا چنانچہ ابوداؤد میں حدیث آئی ہے کہ سوا تین
قتل نہ کیا جاوے۔ ان میں ناکح محارم داخل نہیں ہے پس لامحالہ یہ حدیث تعزیر سخت
ہے :-

عن عائشة قالت قال رسول الله صلی
الله علیه وسلم لا یحل دم امریء مسلم یشهد ان
لا اله الا الله وان محمدا رسول الله الا فی احدی
ثلاث رجل زنی بعد احصان فانه یرجم ورجل
خرج محاربا بالله ورسوله فانه یقتل او یصلب او
ینفی من الارض او یقتل نفسا فیقتل بها۔ رواه
ابوداؤد [1]

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ زانی محصن کو رجم ہے اور حدیث ترمذی میں
میں قتل ہے پس معلوم ہوا کہ ناکح محارم پر حد رجم کی نہیں باقی رہا قتل کرنا یہ لازم آتا ہے
یا ارتداد میں۔ یہ ظاہر ہے کہ ناکح محارم نے کسی کو قتل نہیں کیا تا کہ قصاص آوے اور
تا کہ قتل کیا جاوے۔ پس ثابت ہوا کہ یہ حدیث تعزیر سخت کے واسطے ہے
حضرت امام اعظم کا ہے۔

اگر ہر دو حدیث کی تطبیق میں یہ کہا جاوے کہ بسبب نکاح کرنے محارم کے
ہے۔ اس کے جواب میں یہ کہا جاتا ہے کہ ارتداد جب لازم آتا ہے جب نکاح
جانے اور کلام اس میں ہے کہ وہ شخص حرام جانتا ہے اور اگر تسلیم کیا جاوے کہ بسبب
قتل لازم آیا ہے، اس صورت میں مدعی ہمارا ثابت کہ اس حدیث میں قتل جہت ردۃ کے ہے
حد زنا کے نہیں ہے، پس حدیث ہذا سے حد ناکح محارم پر ثابت نہ ہوئی وهو المدعی۔

اور دلیل دوئم اس امر پر کہ ناکح محارم کا قتل حکم زانی بہیمہ کے ہے اور وہ قتل
شریف ہے جو کہ ابن ماجہ میں آئی ہے :-

عن ابن عباس قال قال رسول الله صلی
الله علیه وسلم من وقع علی ذات محرم فاقتلوه

---

[1] ابوداود کتاب الحدود، باب الحکم فیمن ارتد، ج۲، ص ۲۵۰

من وقع علی بھیمۃ فاقتلوہ واقتلوا البھیمۃ
رواہ ابن ماجۃ ؎۱

اور حدیث سے ثابت ہے کہ جو شخص چارپایہ سے جماع کرے اس پر حد نہیں :-

عن ابن عباس قال من اتی بھیمۃ فلا حد علیہ ؎۲

پس جب کہ زانی بہیمہ پر حد نہ ہوئی تو زانی محارم بالنکاح پر بھی حد نہیں فثبت ان
حد علی ناکح المحارم ولکن یعزر۔

پس ثابت ہوا کہ مذہب امام اعظم کا مطابق احادیث کے ہے خلاف احادیث کے نہیں
اور نہ خلاف آیت کے کیونکہ خلاف آیت کا جب لازم آتا کہ حلت کا حکم دیا جاتا اور خلاف احادیث
وقت ہوتا جب کہ حد کا حکم دیا جاتا۔

اور ثانیاً یہ ہے کہ ان احادیث سے وطی کا ہونا ثابت نہیں ہوتا چنانچہ بعض طرق میں معاو
رہ ت، اس نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے :-

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعث جدہ بالمدینۃ
الی رجل عرس بامرأۃ ابیہ ان یضرب عنقہ ویخمس
مالہ ؎۳

اس حدیث سے بھی جماع نہیں پایا جاتا کیونکہ تعریس کو وطی لازم نہیں ہے اور غیر وطی
حد نہیں آتی کجا کہ قتل! پس ثابت ہوا کہ واسطے زجر اور تہدید بلیغ کے حدیث وارد ہوئی ہے۔

اور ثالثاً یہ امر ہے کہ حد میں سلب مال کا نہیں آتا حالانکہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کح محارم کی نسبت سلب مال کا حکم دیا چنانچہ حدیث دارمی میں آتی ہے :-

عن البراء قال لقیت عمر ومعہ رایۃ فقلت
لہ این ترید فقال بعثنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم الی رجل نکح امرأۃ ابیہ فامرنی ان اضرب

ابن ماجہ ، ابواب الحدود ، باب من اتی ذات محرم ومن اتی بہیمۃ ص ۱۸۷

ترمذی ، ابواب الحدود ، باب فیمن یقع علی البہیمۃ ، ص ، ۱۸۷۔

فتح القدیر ، کتاب الحدود ، باب الوطی الذی یوجب الحد الخ ، ج ۵ ، ص ۴۱ ۔

عتقه واخذ ماله رواه الدارمی [۱]

اور روایت معاویہ میں بھی سلب مال کا مذکور ہے بس ثابت ہوا کہ یہ حد نکاح محارم کے نہیں وارد ہوئی بلکہ تعزیر سخت کے واسطے وارد ہوئی ہے۔ خذ هذا من الامام.

ثم الجواب من السوال الاول و يعلم له الجواب من السوال الثانی۔

الجواب من السوال الثانی

تمام عبارت ہدایہ کی سوال میں درج نہیں ہے ہذہ عبارۃ الهدایۃ وکل شیئ قضی بہ القاضی فی الظاهر بتحریمه فهو فی الباطن کذلک عند ابی حنیفة وکذا اذا قضی باحلال وهذا اذا کان الدعوی بسبب معین هی مسئلة قضاء القاضی فی العقود والفسوخ بشهادة الزور [۲]

خلاصہ عبارت کا یہ ہے کہ جو شخص دعویٰ حلت یا حرمت کا ساتھ سبب معین کے کرے اور اس میں انشاء ممکن ہو مثل نکاح یا طلاق یا بیع یا اعتاق وغیرہ کے اور قاضی صورت ہذا میں بوجہ گواہاں حکم حلت یا حرمت کا دیوے بحالت لاعلمی کذب گواہاں اور واقعی گواہوں نے جھوٹی گواہی دی تھی۔ اس صورت میں حکم قاضی کا ظاہر اور باطن میں نافذ ہوگا۔ اگر مرد نے ایک عورت اجنبیہ پر کہ نکاح میں نہ ہے اور نہ عدت میں ہے، نکاح کا دعویٰ کیا اور قاضی نے حکم نکاح کا دیا اس صورت میں وطی کرنی مرد کو عورت سے حلال ہوگی خواہ وطی نہ کرے اور عند اللہ گناہ نہ ہوگا گویا ابتداء نکاح ہوا یعنی جس وقت قاضی نے حکم دیا اس وقت نکاح ہوا اگرچہ گواہ جھوٹے ہوں اور تقدیراً ثابت ہوگا اور تقدیر کلام کی یہ ہوگی انکحتك ایاه وحکمت بینکما بذلك

اور جبکہ دعویٰ مطلق ہو یعنی سبب ملک کا دعویٰ نہ کرے اور مطلق کہے کہ یہ جاریہ میری ہے بلا بیان شراء اور سبب وغیرہ کے یا یہ کہے کہ یہ عورت میری ہے بلا دعوی نکاح کے۔ اس صورت میں حکم قاضی کا باطن میں نافذ نہ ہوگا اور وطی اس کو حرام ہوگی کیونکہ انشاء عقود کا قاضی کو دعوی

---

[۱] دارمی، کتاب النکاح، باب الرجل یتزوج امرأۃ ابیہ، ج ۲، ص ۱۵۳۔

[۲] ہدایہ، کتاب ادب القاضی، باب کتاب القاضی الی القاضی، فصل آخر، ج ۳، ص

ـتین میں ممکن ہے اور تعیین کرنا سبب کا بحالت عدم سبب بیچ دعوی مطلق کے ممکن نہیں، ـا فترقا۔

دیکھو اس مسئلے کو کہ ایک عورت نے زوج پر دعوی کیا کہ "مجھے تین طلاق خاوند نے ـکی ہیں" اور خاوند انکار کرتا ہے، اور عورت نے گواہ قائم کئے اور فی الواقعی طلاق نہیں دی ـے لیکن قاضی نے بہ حجت گواہاں طلاق ثلاثہ کا حکم دیا، عورت نے دوسرے شخص سے نکاح کیا ـس میں تین قول ہیں :-

(ا) نزدیک ابی حنیفہ کے زوج ثانی (سے) وطی حلال ہے اور اول کو نہیں۔

(ب) اور صاحبین کے نزدیک نہ ثانی کو، نہ اول کو حلال ہے۔

(ج) اور امام شافعی کہتے ہیں کہ خاوند اول کو وطی پوشیدہ کرنی حلال ہے اور دوسرے کو علانیہ وطی حلال ہے۔

پس غور کرنے کا مقام ہے، صاحبین کے نزدیک اس مسئلے میں حکم قاضی کا خاوند اول کی ـبت ظاہر اور باطن میں نافذ کیا گیا اور امام شافعی کے نزدیک بہ نسبت زوج ثانی کے حکم قاضی کا باطن ـافذ ہو گیا ھٰذا شیئ عجیب۔

پس فقط امام صاحب پر اعتراض کرنا کیا معنی؟ فافہم! اس مسئلے کو جامع المحبوبی سے ـے عینی نے نقل کیا ہے[1] اور وجہ نافذ ہونے کی حکم قاضی کے باطن میں، یہ ہے کہ بہ حجت شرعیہ گواہی گواہاں ـقرار یا یمین قاضی مامور ہے کہ قطع منازعت کی طرفین سے کرے اور پس مقصود یہی حکم قاضی سے کہ ـی منازعت کی ہوئی اور جب کہ باطن میں حکم نافذ نہ ہوا، منازعت مابین باقی رہے گی کیونکہ مثلاً بصورت ـنکاح کے مرد طلب وطی کی کرے گا اور عورت انکار کرے گی، پس ضرور ہوا کہ باطناً بھی نافذ ہو تا کہ ـنازعت جاتی رہے اور مقصود اصلی شرعی کا قطع منازعت ہے، حاصل ہو جیسا کہ روایت ہے ـ(رحمۃ اللہ علیہ) سے وھو (ھٰذہ) :-

ان رجلا اقام بینۃ علی امرأۃ انھا زوجتہ بین یدی علی (رضی اللہ عنہ) فقضی علی بذلک فقالت المرأۃ ان لم یکن لی منہ بد یا امیر المؤمنین فزوجنی ایاہ فقال علی شاھداک زوجاک

[1] شرح ہدایہ "للعینی"

پس ظاہر ہوا کہ باطن میں بھی حکم قاضی کا نافذ ہوتا ہے اور یہ مسئلہ اجماعی ہے کہ :-

من اشتری جاریۃ ثم ادعی فسخ بیعہا کذبا و برھن فقضی بہ حلال للبائع وطیہا و استخدامہا [1]

پس دلالت اجماع سے معلوم ہوا کہ حکم قاضی بحالت کذب گواہاں، باطن میں نافذ ہے اور دلیل اس کی یہ ہے کہ بہ منطوق "البینۃ علی المدعی والیمین علی المدعیٰ علیہ" قاضی مامور ہے حکم کے ساتھ گواہاں صادقوں کے اور صدق گواہاں کہ ساتھ تعدیل ظاہر کے ہوتا ہے اور اس کو کہ دل کی بھی تحقیق کر لیا کرے کہ یہ وسعت انسانی سے باہر ہے لا یعلم الغیب الا اللہ اور اللہ تعالٰے فرماتا ہے لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا [2] اور اسی طرح حدیث میں بھی آیا ہے :-

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی لم اومر ان انقب عن قلوب الناس ولا اشق بطونھم رواہ البخاری [3]

پس جبکہ قاضی نے حسب وسعت غور و تعدیل گواہان پر حکم دیا، اس وقت اس کی اطاعت واجب ہے کما قال اللہ تعالیٰ :

یایہا الذین امنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم [4]

کیونکہ اولی الامر میں قاضی بھی داخل ہیں کما قال القاضی فی تفسیرہ :-

یرید بھم امراء المسلمین فی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و بعدہ ویندرج فیہم الخلفاء والقضاۃ و امراء سریۃ امر الناس

---

[1]

[2] سورۃ البقرہ، آیت ۲۸۶ -

[3] بخاری، کتاب المغازی، باب بعث علی و خالد الی الیمن، ج ۲، ص ۱۳۲ -

[4] سورۃ النساء، آیت ۵۹ -

بطاعتهم بعد ما امرهم بالعدل تنبيها على ان
وجوب طاعتهم لازم ما داموا على الحق انتهیٰ [1]

اور عدل اور حق قضاۃ کا یہ ہے کہ گواہوں پر (کہ بظاہر عادل ہوں) حکم کرے اگرچہ در اصل کاذب ہوں اور باوجود علم کذب گواہان کے حکم کرنا ناحق ہے اور غیر عدل ہے، اس صورت میں حکم باطن میں نافذ نہ ہوگا۔

پس اس آیت سے ثابت ہوا کہ اطاعت حکم قاضی کی، ظاہر و باطن میں واجب ہے جیسا کہ اطاعت اللہ اور رسول کی ظاہر اور باطن میں واجب ہے اور یہ معنی ہیں نفاذ حکم قاضی کے باطن میں اور ظاہر میں اور فرق نکالنا مابین اطاعت اللہ اور رسول کے اور اطاعت اولی الامر کے بعید از سیاق و سباق آیت کے ہے یعنی یہ کہنا کہ اطاعت اللہ اور رسول کی ظاہر اور باطن دونوں میں کرنی چاہیے اور قاضی کی فقط ظاہر میں اور باطن میں نہیں لایقوله احد اور یہ امر حدیث شریف میں آیا ہے:۔

من يطع الامير فقد اطاعني ومن يعصى
الامير فقد عصاني متفق عليه [2]

امیر میں قاضی بھی داخل ہیں:۔

اور دوسری حدیث ہے عوف بن مالک کی:۔

عن عوف بن مالك ان النبي صلى الله
عليه وسلم قضى بين رجلين فقال المقضى عليه
لما ادبر حسبي الله ونعم الوكيل، فقال النبي
صلى الله عليه وسلم ان الله تعالى يلوم على العجز
ولكن عليك بالكيس فاذا غلبك امر فقل حسبي
الله ونعم الوكيل رواه ابوداؤد [3]

(ترجمہ) عوف بن مالک سے روایت ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا مابین دو شخصوں کے، پس کہا اس شخص نے جس پر حکم کیا گیا تھا جس وقت پیٹھ

---

[1] تفسیر بیضاوی

[2] مشکاۃ، کتاب الامارۃ والقضاء، حدیث ۱، فصل ۱۔

[3] ابوداود، کتاب القضاء، باب الرجل یحلف علی حقہ، ج ۲، ص ۱۵۵۔

پھیری حسبی اللہ ونعم الوکیل، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ ملامت
کرتا ہے عجز پر (یعنی راضی نہیں ہوتا) اور لیکن لازم پکڑ اس پر ہوشیاری اور دانائی
پس باوجود ہوشیاری کے غالب ہو تجھ پر امر، پس کہو حسبی اللہ ونعم الوکیل
یعنی مدعیٰ علیہ نے حسبی اللہ کہنے سے اشارہ کیا اس امر پر کہ مدعی ناحق اور
میرے کو لے گیا۔ اب دیکھو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد حکم کے باوجود سننے اس
کے ناحق حکم ہوا، حکم کو نافذ رکھا اور فرمایا کہ تیرے عدم اثبات دعوے سے خدا ناراض ہوتا ہے
اپنے اثبات دعویٰ کے واسطے ہوشیاری چاہیے تھی، کیوں نہیں اپنے دعویٰ کو ثابت کیا
ثابت ہوا کہ حکم قاضی کا باطن میں بھی نافذ ہوتا ہے ورنہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدعی کو جلب
سرزنش کرتے اور حکم اول کو بعد تحقیق ثانی رد کرتے۔

اور دوسری حدیث شاہد یہ ہے :-

ان رجلین تداعیا دابۃ فاقام کل واحد
منہما البینۃ انہا دابتہ نتجہا فقضی بہا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للذی فی یدہ رواہ فی
شرح السنۃ [1]

(ترجمہ) یعنی دو شخصوں نے ایک دابہ پر منازع کیا اور ہر ایک نے اپنے اپنے گواہ
قائم کئے کہ یہ میرا ہے، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو دلوایا
جس کے قبضے میں تھا۔

ظاہر ہے کہ اس صورت میں گواہ ایک کے دونوں میں سے جھوٹے ہوں گے
جھوٹے ہونے گواہ ذی الید کے حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کے حق میں نافذ
بدلیل اس کے کہ گواہ ذی الید کے معتبر ہوتے ہیں۔

اور دیکھو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی موطا میں لکھا ہے :-

وکذلک ایضاً الرجل ینکح الامۃ ای یتزوجہا
فتکون امرأتہ فیأتی سید الامۃ الی الرجل الذی
تزوجہا فیقول ابتعت منی جاریتی فلانۃ انت

---

[1] مشکاۃ، کتاب الامارۃ والقضاء، باب الاقضیۃ والشہادات، حدیث ۲۳، فصل

وفلان بكذا وكذا دينارا فينكر ذلك زوج الامة
فيأتي سيد الامة برجل وامرأتين فيشهدون
على ما قال فيثبت بيعه ويحق حقه اي ثمنه
الذي شهدوا به وتحرم الامة على زوجها[۱]
(لملكه نصفها ويكون ذلك فرقا بينهما لان
الملك يفسخ النكاح)

معنی اس کے یہ ہیں :-

"اسی طرح سے ایک رجل نے نکاح کیا لونڈی سے پس ہوگئی جورو اس کی پس آیا سید لونڈی کا طرف اس شخص کے جس نے نکاح کیا تھا لونڈی سے پس کہتا ہے سید لونڈی کا تو نے مجھ سے اس لونڈی کو اور فلاں شخص نے اتنے دام کو خریدا ہے پس انکار کرتا ہے خاوند لونڈی کا خریدنے سے، پس لاتا ہے سید لونڈی کا ایک مرد اور دو عورتیں گواہ، پس وہ گواہی دیتے ہیں حسب مدعی سید کے، پس ثابت ہوتی ہے بیع اس کی اور تحقیق ہوتا ہے ثمن اس کا اور حرام ہوتی ہے لونڈی خاوند پر کیونکہ نصف کا مالک ہو گیا اور ہوتی ہے یہ فرقت مابین زوجین کے کیونکہ ملکیت فسخ کر دیتی ہے نکاح کو۔"

(تمام ہوا ترجمہ)

غور کرو دراصل لونڈی سے نکاح کیا ہے اور سید نے جھوٹے گواہ خریدنے پر قائم کئے کیونکہ مفروض نکاح لونڈی کا ہے اور ان جھوٹے گواہوں سے تین امر ثابت ہوئے :-

(ا) ایک تو بیع کا ہونا

(ب) اور دوسرا خاوند کو ثمن کا دینا

(ج) اور تیسرے طلاق کا ہونا

اس جگہ میں تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ امام اعظم سے فوقیت لے گئے کہ ایک دفعہ کے جھوٹے گواہ قائم کرنے سے تین حکم ثابت کئے۔ امام صاحب پر ایک ہی حکم ثابت کرنے پر طعن ہوتا ہے۔

---

[۱] موطا امام مالک، کتاب الاقضیہ، باب القضاء بالیمین الخ، ص ۵۱۳۔

اور جو کہ حدیث بخاری میں آئی ہے ام سلمہ سے وہ مخالف مذہب امام اعظم کے نہیں
بچند وجہ اور وہ حدیث یہ ہے :-

عن ام سلمۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم
اخبرتہا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ
سمع خصومۃ بباب حجرتہ فخرج الیہم
فقال انما انا بشر وانہ یأتینی الخصم ولعل
بعضکم ان یکون ابلغ من بعض فاحسب انہ
صادق فاقضی لہ بذلک فمن قضیت لہ بحق
مسلم فانما ھی قطعۃ من النار فلیاخذھا او
لیترکہا رواہ البخاری [1]

۱- وجہ اول عدم تمسک اس حدیث کی یہ ہے کہ مضمون حدیث سے ظاہر ہے
دعوی مطلقہ میں بلا تعیین سبب ملک سے آتی ہے اور اس قسم کے دعوی مطلقہ میں
نفاذ حکم کے باطناً قائل ہیں چنانچہ گزرا اور کلام ہمارا دعوائے غیر مطلقہ یعنی سبب

۲- اور دوسری وجہ عدم تمسک کی اس حدیث سے یہ ہے کہ ظاہر حدیث
کرتا ہے اس پر کہ یہ حدیث خاص ہے سننے کلام خصم میں بلا گواہان اور یمین کے جیسے
صلی اللہ علیہ وسلم نے یأتینی الخصم اور شاید بعض تمہارا یعنی مدعی
ہوئے بعض سے، پس میں گمان کروں کہ وہ صادق ہے پس اس کے واسطے حکم
فاقضی لہ صاف دلالت کرتا ہے کہ فقط کلام خصم پر حکم کرتے میں یہ حدیث
کیونکہ اطلاق خصم کا اوپر مدعی اور مدعا علیہ کے ہوتا ہے اور گواہوں پر نہیں ہوتا
آتی ہے اس کی حدیث ابوداؤد میں جو کہ ام سلمہ سے بسند دیگر آئی ہے :

عن ام سلمۃ قالت اتی رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم رجلان یختصمان فی مواریث لہما لم تکن
لہما بینۃ الا دعواہما فقال النبی صلی اللہ علیہ
وسلم فذکر مثلہ رواہ ابوداؤد [2]

---

[1] بخاری، کتاب الاحکام، باب من قضی لہ بحق اخیہ، ج ۲، ص ۱۰۶۵۔

[2] ابوداؤد، کتاب القضاء، باب فی قضاء القاضی اذا اخطا، ج ۲، ص ۱۴۹۔

اور گفت گو ہماری اس حکم میں ہے کہ جو مرتب بینہ پر ہو پس یہ حدیث حنفیوں پر حجت نہ ہوئی۔

۳۔ اور تیسری وجہ یہ ہے کہ یہ حدیث ایسے دعوے میں واقع ہوئی ہے جس میں مدت مدید گزر گئی ہے اور بسبب انقراض زمانہ کے کوئی دلیل ظاہر میں مثل گواہ اور یمین وغیرہ کے نہ تھی صرف رائے کے سوا کسی قسم کی حجت شرعیہ کو دخل نہ تھا اس واسطے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واسطے ڈرانے کے فرمایا تاکہ حق ظاہر ہو جاوے چنانچہ ابوداؤد میں بروایت ام سلمہ بسند دیگر آئی ہے :- عن عبد الله بن رافع قال سمعت ام سلمة عن النبي صلى الله عليه وسلم بهذا الحديث [1]

اس کا اشارہ اسی حدیث بخاری کی طرف ہے جس کو ابوداؤد نے بھی بعد اس حدیث کے بیان کیا ہے :-

قال يختصمان في مواريث واشياء قد درست فقال اني اقضي بينكم برأيي فيما لم ينزل علي فيه. رواه ابوداؤد [2]

اور نزاع ہماری بحالت بینہ کے ہے پس یہ حدیث حجت نہ ہوئی کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اقضي بينكم برأيي ، اور رائے کو دخل اس حکم میں ہوتا ہے کہ جس میں گواہ یا یمین یا اقرار نہ ہو اور اگر گواہ اقرار یا یمین وغیرہ ہوتا لم ينزل علي فيه نہ فرماتے کیونکہ گواہ ينزل علي فيه میں داخل ہیں کما نطق عليه القرآن والحديث۔

۴۔ اور چوتھی وجہ عدم تمسک حدیث ہذا کی یہ ہے کہ حدیث ہذا واسطے بیان تہدید اور زجر کے ہے، واسطے عدم نفوذ حکم کے نہیں بیان کی کیونکہ کلمہ مَن کا شرطیہ ہے، وقوع کو لازم نہیں پکڑتا، غرض اس امر کا ہے کہ نہ واقع ہو اور یہ امر جائز ہے خصوصاً نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مامور تھے حکم کرنے پر ساتھ علم اور باطن اپنے کے :-

واذن له الحكم بالباطن ايضا وان يقتل لعلمه خصوصية انفرد بها على سائر الخلق بالاجماع قال القرطبي اجتمعت الامة على انه ليس لاحد ان

---

[1] ابوداود ، کتاب القضاء ، باب فی قضاء القاضی اذا اخطأ ، ج ۲ ، ص ۱۴۸ -

[2] ایضاً ، ، ، ، ، ص ۱۴۸، ۱۴۹ -

یقتل لعلمہ الا النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقال

السبکی ھذہ قضیۃ شرطیۃ لا تستدعی وجودھا

بل معناھا ان ذلک جائز وقال ولم یثبت لنا

قط انہ صلی اللہ علیہ وسلم حکم بحکم ثم تبین

خلاف لا بسبب تبین حجۃ ولا بغیرھا وقد صان

اللہ احکام نبیہ عن ذلک مع انہ لو وقع لم یکن فیہ

محذور (مرقاۃ الصعود) [1]

اور حکم رسول اللہ کا ظاہر اور باطن میں نافذ تھا کما نطق علیہ القرآن:-

فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر

بینہم ثم لا یجدوا فی انفسہم حرجا مما قضیت ویسلموا

تسلیما [2]

دلالت کرتا ہے کہ جو شخص نہ راضی ہو حکم رسول سے وہ مومن نہیں ہے:

ھذا یدل علی ان من لم یرض بحکم الرسول

لا یکون مؤمنا

اور رضا حکم رسول کی گاہے ہوتی ہے ظاہر میں برخلاف قلب کے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے فر

لا یجدوا فی انفسہم حرجا پس ضرور ہے کہ دل سے بھی راضی ہو، یہ معنی ہیں لا

میں جبکہ یہ امر ثابت ہوا کہ حکم رسول کا ظاہر اور باطن میں نافذ تھا پس ثابت ہوا کہ جملہ شرطیہ کا د

یہ امر تشدیداً حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ماسوا اس کے لفظ 'قضا' کا الزام حکم

ہے پس لازم نہ ہوگا تا وقتیکہ باطن میں نافذ نہ ہو۔

۵- اور پانچویں وجہ عدم تمسک اس حدیث کی یہ ہے کہ:

فمن قضیت لہ بحق مسلم فانما ھی قطعۃ من النار [3]

نہیں ہونے کا تا وقتیکہ استمرار خطا کا نہ ہو کیونکہ جب خطا پر مطلع ہوں گے اسی وقت

---

[1] مرقاۃ الصعود الی سنن ابی داؤد:

[2] سورۃ النساء، آیت ۶۵-

[3] مشکوٰۃ، کتاب الامارۃ والقضاء، باب الاقضیۃ والشہادات، حدیث ۴، فصل

حکم کا بحالت حجت پکڑنے اس حدیث کے لازم آتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ
رہیں اور یہ بہ نسبت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے باطل ہے کیونکہ اہل حق مجتمع ہیں اس امر پر کہ
جتہادی حضرت سے قائم نہیں رہتی پس اللہ تعالیٰ نے اس کی اطلاع کر دیتا تھا اور تدارک اس کا
تھا کما نطق علیہ القرآن۔

اور حکم کرنا گواہی پر خطا نہیں ہے اگرچہ گواہ واقع میں کاذب ہوں کیونکہ اس پر اتفاق ہے
کہ ساتھ گواہوں ہو اس پر عمل واجب ہے پس لازم آیا کہ اس حدیث سے حجت نہ پکڑی جاوے
ستمرار خطا کا لازم آتا ہے اور یہ باطل ہے۔

اور چھٹی وجہ عدم تمسک کی یہ ہے کہ یہ حدیث صریح مال میں آئی ہے کما ثبت من
یث ابی داؤد اور اس میں نزاع نہیں ہے کیونکہ قاضی مالک نہیں ہے کہ ایک کا مال دوسرے
یوے ابتدا انشاء عقود و فسوخ کا مالک ہے جیسے فرقت عنین کا اور نکاح کروانے صغیر وغیرہا کا۔

اور ساتویں وجہ یہ ہے کہ حدیث بخاری کی درباب ارث وارد ہوتی ہے جیسا کہ تصریح کیا
اس کو حدیث ابو داؤد نے جو کہ عبداللہ بن رافع کی روایت سے اوپر گزری ہے اور درباب
کے امام اعظم کے نزدیک بھی حکم قاضی کا باطن میں نافذ نہیں ہوتا کیونکہ اس میں انشاء ممکن نہیں
جیسا کہ ابتدا میں گزرا اور چنانچہ تصریح کی ہے اس کی درمختار میں :۔

بخلاف الاملاک المرسلۃ ای المطلقۃ
عن ذکر سبب الملک وظاہر فقط اجماعا لتزاحم
الاسباب حتی لو ذکر سببا معینا فعلی الخلاف
إن کان سببا یمکن انشائہ و الا لاینفذ اتفاقا
کالارث و کما لو کانت المرأۃ محرمۃ بنحو عدۃ
او ردۃ انتہی ما فی الدر المختار
ذا من الامام الاعظم۔ واللّٰہ اعلم بالصواب والیہ المرجع
المآب۔

حررہما واجابہما من السوالین المذکورین خاک پائے محمد مسعود نقشبندی دہلوی
بقلم بندہ نور محمد المرقوم ۳ صفر المظفر ۱۳۰۱ھ ہجری

درمختار، کتاب القضاء، مطلب فی القضاء بشہادۃ الزور، ج ۲، ص ۳۳۳ (ملخصاً)

سوال ۱۳۰

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس قضیہ رنگین میں کہ زید نے
رشتہ بکر کے لڑکے کے ساتھ کر دیا تھا اور لقب زوجیت اس کی کا دھر دیا تھا۔ اس وقت
برادری فریقین سے ظہور میں آئیں یہاں تک کہ شیرینی تقسیم کی اور گواہ بنائے۔ بعد مدت
لڑکے کو پیک اجل نے کوچ کا پیام دیا۔ عمر نے وفا نہ کی، آخر موت کا جام پیا۔

اب اس موتی کا باپ چاہتا ہے کہ اس دختر کو خود اپنے نکاح میں لائے
کی جورو معروفہ کو اپنی جورو بنائے۔ عمرو کہتا ہے کہ جائز نہیں گناہ ہوتا ہے، کس لئے کہ
ہو لینا ظاہر پایا جاتا ہے چنانچہ ایجاب و قبول وقت رشتہ فریقین کے والدین سے ظاہر ہے
شہادت کے لئے تمام برادری ماہر ہے۔

دوسرے یہ کہ بصورت جواز بھی اب اس کو عقد کرانا اپنے آپ بہتان دہر
عوام الناس بُرا کہیں گے، اب طعن واکر ہے بدوں نہ رہیں گے اور یہ حدیث شریف
آیا ہے کہ بہتان سے بچنا، حضرت نے فرمایا ہے، اس لئے عرض ہے کہ جو حکم خدا و رسول
اس سے مطلع فرماویں تاکہ رفع ملول ہو۔ بینوا توجروا۔

دوئم شوال ۱۳۰۲ھ ہجری

الجواب

بصورت واقع ہونے ایجاب اور قبول کے جانب فریقین سے بہ جلسہ عام یا
نکاح شرعی منعقد ہو گیا۔ اب مسماۃ زوجہ پسر بکر کی ہو گئی۔ اب بکر کو زوجہ پسر سے نکاح کرنا
ہے اگرچہ صحبت یا وطی واقع نہیں ہوئی کما قال اللہ تعالیٰ:

وحلائل ابنائکم الذین من اصلابکم[۵]

یعنی منکوحہ فرزندوں صلبی تمہاروں کی تم پر حرام ہیں۔

اس واسطے آیت عام ہے موطوءہ و غیر موطوءہ کو جیسا کہ تفسیر کبیر میں ہے:۔

---

۵ سورۃ النساء، آیت ۲۳۔

اتفقوا على ان حرمة التزوج بحليلة الابن تحصل بنفس العقد كما ان حرمة التزوج بحليلة الاب يحصل بنفس العقد وذلك لان عموم الآية يتناول حليلة الابن سواء كانت مدخولا بها او لم تكن انتهى ما فيه[1]

اسی طرح سے درمختار اور شامی میں :-

ومن وجتہ اصلہ وفرعہ مطلقا ولو بعیدا دخل بھا اولا انتہی وفی رد المحتار ومن وجتہ اصلہ وفرعہ لقولہ تعالی ولا تنکحوا ما نکح اباؤکم وقولہ تعالی وحلائل ابنائکم الذین من اصلابکم والحلیلۃ الزوجۃ انتہی ما فیہ[2]

ایسا ہی ہے ہدایہ میں :-

ولا بامرأۃ ابنہ وبنی اولادہ لقولہ تعالی وحلائل ابنائکم الذین من اصلابکم[3]

اسی طرح سے ہے جامع الرموز میں :-

ومن وجتہ فرعہ من امرأۃ الابن وابن الولد وان سفل وفی اطلاقہ رمز الی ان کلتیہما محرمتان بنفس العقد وذا بلاخلاف کما فی النظم انتہی[4]

وھکذا فی العالمگیریۃ :-

والثالثۃ حلیلۃ الابن وابن الابن وابن البنت

---

[1] تفسیر کبیر، سورۃ النساء، زیر آیت ۲۳، ج ۳، ص ۱۹۲۔

[2] درمختار و شامی، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، ج ۲، ص ۲۷۹۔

[3] ہدایہ، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، ج ۲، ص ۲۸۸۔

وان سفلوا دخل بها الابن او لا فهولاء محرمات علی التابید نکاحا و وطیا کذا فی الحاوی للقدسی [1]

پس صاف ثابت ہوا کہ منکوحہ پسر کی تا ابدالآباد باپ پر حرام ہے بطور نکاح کے و[illegible] وطی کے ہو خواہ پسر نے وطی اس سے کی ہو یا نہ کی ہو مجرد نکاح سے حرام ہو جاتی ہے صورت سوال سے یقینی نکاح کا ہونا پایا جاتا ہے کیونکہ رکن نکاح کا ایجاب اور قبول ہے طرفین سے وکالۃً پایا گیا اور شرط شاہد کی بھی موجود ہے پس اگر بالفرض والتقدیر نسب[illegible] دی جاوے اس صورت میں بھی دختر زید کی بکر پر حرام ہے کیونکہ دو دلیلیں ایک حرمت دوسری اباحت کی پائی گئیں، دلیل حرمت کو ترجیح ہو گی اور اسی پر عمل ہو گا :-

فمن فروعها ما اذا تعارض دلیلان احدهما یقتضی التحریم والاخر الاباحۃ قدم التحریم (الاشباہ) [2]

ماسوا اس کے اصل فروج میں حرمت ہے :-

الاصل فی النکاح الحظر وابیح للضرورۃ فاذا تقابل فی المرأۃ حل وحرمۃ غلبت الحرمۃ (الاشباہ) [3]

پس ان ہر دو قواعد سے یہی معلوم ہوا کہ دختر زید کی بکر پر حرام ہے۔

واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

حررہ واجابہ خاکپا رہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی

۱۹ر شوال ۱۳۰۲ھ ہجری

---

[1] عالمگیری، کتاب النکاح، باب ۳، قسم ۲، ص ۲۷۴۔

[2] الاشباہ، الفن الاول، النوع الثانی، القاعدۃ الثانیہ، ص ۱۰۹۔

[3] ایضاً، " ، القاعدۃ الثالثہ، ص ۶۷۔

باب ۵

اَوْقَاف

سوال ۱۳۱

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین بیچ اس صورت کے کہ کسی جگہ ایک
مسلمانان نے چاہا کہ ایک مسجد تعمیر کریں اور وقت خریدنے زمین کے پانچ شخصوں کو
سے متولی قرار دیکر ان کے نام بیع نامہ زمین زیر مسجد کا لکھا دیا اور ان کی تجویز یہ کل
مسجد ہوتی رہی اور ان متولیان پانچ شخص ایک شخص خلقت کو بطور وعظ کے تحریک
واسطے صرف کرنے روپیہ کے تعمیر مسجد میں دیتا رہا چنانچہ کچھ روپیہ تحریک واعظ میں
بھی جمع ہوا اور دیگر متولیان و رؤسا بھی فراہمی روپیہ میں کوشش کرتے رہے
خاص بندگان اس قصبہ یا شہر اور دیگر اہل اسلام باشندگان و رؤسا گرد و نواح نے
نیز واسطے تعمیر مسجد کے روپیہ بھیجا اور بمشورہ جملہ متولیان تعمیر مسجد میں وہ روپیہ صرف
اب بفضلہ وہ مسجد تیار ہوگئی اور چند دکانیں واسطے صرف مسجد کے تعمیر کی گئیں
من جملہ متولیان واعظ بھی تھا وہ چاہتا ہے کہ آمدنی متعلقہ دکانیں وغیرہ متعلق
میرے اہتمام میں بامشاورت دیگر متولیان خرچ ہوا کرے اور بعد میرے ورثا
اہتمام سے مصارف مسجد ہوتا رہے اور خرچ مسجد کا آمدنی چندہ سے ہوا کرے
خاص میرا اس آمدنی مسجد میں ہمیشہ کے واسطے مقرر ہو جاوے اور رؤسائے شہر
اس ایک متولی واعظ کی درخواست مذکور پر معترض ہیں اور اتفاق نہیں رکھتے ہیں چاہتے
دکانیں وغیرہ متعلق مسجد بہ مشورہ رؤسا و متولیان کے صرف مسجد میں آتی رہے
کی ضرورت نہیں ہے اور متولی واعظ چاہتا ہے کہ جو مکان صدر دروازہ مسجد پر
مالکانہ مع عیال سکونت پذیر ہو اور دار الخلا بھی اس مکان متعلقہ مسجد میں بنا دے
من جملہ متولیان ایک شخص متولی کے واسطے یا جملہ متولیان کے واسطے بروئے شرع شریف
ہے یا ناجائز ۔ بینوا توجروا۔

الجواب

واضح ہو کہ وقف منقولہ یا غیر منقولہ کسی کی ملکیت اور وراثت میں نہیں آتا، خواہ متولی
چنانچہ ہدایہ وغیرہ میں لکھا ہے کہ :-

ولا یباع ولا یوھب ولا یورث، کذا فی العالمگیریۃ [1]

اور جبکہ گروہ مسلمان نے پانچ اشخاص کو متولی قرار دیدیا تو سب تصرف مال وقف میں شریک ہیں کسی متولی کو امور مجوزہ درباب وقف بلا مشورہ اور اجازت دیگر متولیان کے کسی قسم کا تصرف ناجائز ہے چنانچہ درمختار میں لکھا ہے :-

فلو وجد کتابا وقف فی کل اسم متول و تاریخ الثانی مت آخر اشترکا (درمختار) [2]

واذا جعل الواقف الولایۃ الی اثنین او صارت الولایۃ الی الوصی والمتولی لم یکن لاحدھما بیع غلۃ الوقف (عالمگیری) [3]

اور امورات غیر مجوزہ میں اگر باتفاق جمیع متولیان بھی کوئی امر غیر جائز درباب وقف واقع ہوگا تو وہ کس ہوگا کیونکہ یہ خیانت وقف میں ہے اور جمیع متولیان موقوف کئے جائیں گے :-

وینزع وجوبا (بزازیہ) لو الواقف (درر) فغیرہ بالاولی غیر مامون [4] (درمختار) وکذا لو باع الواقف بعضہ او تصرف تصرفا غیر جائز [5] (عالمگیریہ) اذا کان ناظرا علی اوقاف متعددۃ وظہرت خیانۃ فی بعضھا افتی المفتی (ابو السعود) بانہ یعزل من الکل انتہی ما فی الشامی [6]

اور حاکم وقت اس کو ناجائز قرار دے گا اور سکونت مکان وقف میں مطلقاً اگرچہ بکرایہ ہو

---

[1] عالمگیری، کتاب الوقف، ج ۲، ص ۳۵۰ -

[2] درمختار، " " فصل یراعی شرط الوقف، ج ۱، ص ۳۸۹ -

[3] عالمگیری، " باب ۵، ج ۲، ص ۴۱۰

[4] درمختار، " " ج ۱، ص ۳۸۳ -

[5] عالمگیری۔

[6] شامی " کتاب الوقف، ج ۳، ص ۳۸۴ -

متولی یا مہتمم یا ناظر کو یا چند متولیان کو ناجائز ہے اور اگر سکونت اختیار کریں تو تولیت سے معزول کر کے اور حاکم وقت کو چاہیے کہ اسے معزول کرے:

و لو سکن الناظر دار الوقف و لو بالجر المثل عزل لان نص فی خزانۃ الاکمل انہ لا یجوز لہ السکنیٰ و لو باجر المثل ؎ (شامی)

کجا کہ سکونت بطور ملکیت کے اختیار کرے، واللہ اعلم بالصواب - فقط

۹ جمادی الثانیہ ۱۲۹۷ ہجری

سوال ۱۳۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ زید اپنا ایک مکان عالی شان مسجد کے واسطے وقف کر کر کہیں چلا گیا اور اس کی اجازت سے چند شخصوں اہل محلہ سے جو عملہ مکان مذکور کا کچھ صرف مسجد کے بعادہ مسجد میں لگا لیا باقی عملے کو فروخت کر کے تعمیر مسجد میں صرف کیا و نیز کچھ زمین بھی مکان مذکور سو روپیہ کے فروخت کر کے تعمیر مسجد میں صرف کئے عدم موجودگی زید میں کچھ چندہ دو دو چار روپیہ جمع کر کر تعمیر مسجد میں صرف کئے۔ بعد میں زید نے اپنے زر لاگت سے کنواں بنوا دیا۔ اب بموجب شرع شریف کے متولی اس مسجد کا زید ہو سکتا ہے یا اہل محلے سے کوئی۔ توجروا۔

الجواب

چونکہ زید نے ایک مکان عالی شان واسطے مسجد کے وقف کیا اور عملہ بھی مکان مذکور کا مسجد میں لگایا اور ایک چاہ بھی واسطے مسجد کے اپنے روپے سے بنوایا اور کسی قدر روپیہ بھی زید کا مسجد کی تعمیر میں صرف ہوا، اس لئے اصلی واقف مسجد کا زید ہی ہے گا اگرچہ کچھ روپیہ چندہ سے تعمیر مسجد میں اہل محلہ میں سے تاحیات واقف یا ورثہ واقف کوئی متولی نہیں ہو سکتا تا وقتیکہ واقف کسی کو متولی اور بعد مقرر کرنے متولی کے پھر بھی کرنا متولی زید کو اختیار ہے کما فی البحر:-

---

؎ رد المحتار:

ان الولایۃ للواقف ثابتۃ مدۃ حیاتہ وان
لم یشترطہا وان لہ عزل المتولی انتہی ما فی الشامی[1]۔ فقط

حررہ واجابہ خاکِ رہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی
۱۹ صفر ۱۳۰۲ھ ہجری

سوال ۱۳۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ زید نے ایک مدرسہ تعمیر کر کے
ت کیا اور اس کا متولی اور خدمت گزار جمیع کاروبار تاحین حیات خود رہا، بعد اس کے فوت ہونے
س کی اولاد قائم مقام اس کی متولی ہو کر رہی اور ہر طرح سے خدمت گزار اور خبر گیراں رہی۔ اس صورت
سہ میں وہ وارثان متولی ہیں یا نہیں؟ اور ان کی موجودگی میں وہی مستحق تولیت ہیں یا کوئی غیر شخص؟
ینوا توجروا۔

الجواب

جب تک کہ قرابت سے کوئی شخص خواہ مرد خواہ عورت قابل صلاحیت تولیت کا رکھتا ہے
رے شخص غیر قرابت کو تولیت دینی ناجائز ہے، اقارب واقف کے ہی مستحق متولی ہونے کے ہیں
کہ درمختار میں لکھا ہے:۔

وما دام احد یصلح للتولیۃ من اقارب الواقف
لایجعل المتولی من الاجانب لانہ اشفق[2] انتہی۔

ور اسی طرح سے شامی حاشیہ درمختار میں لکھا ہے اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔
اور اگر کسی سبب سے غیر شخص متولی ہو گیا تو بعد موجود ہونے اقارب صالحین رشتہ دار کو متولی مقرر
یا جاوے اگرچہ اقارب واقف پر وقف نہ ہو جیسا کہ شامی میں ہے۔

شامی، کتاب الوقف، ج ۳، ص ۴۰۹ -
درمختار، ، فصل یراعی شرط الواقف، ج ۱، ص ۳۸۹ -
عالمگیری،

ولا یجعل القیم فیہ من الاجانب ما وجد فی ولد الواقف واھل بیتہ من یصلح لذلک فان لم یجد فیھم من یصلح لذلک فجعل الی اجنبی ثم صار فیھم من یصلح صرف الیہ ومفادہ تقدیم اولاد الواقف وان لم یکن الوقف علیھم انتہی ما فی الشامی [1]

اور معلوم رہے کہ "قیم" اور "ناظر" اور "متولی" ایک ہی معنی میں ہیں۔ فقط

حررہ واجابہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی دہلوی

المرقوم ۱۱ر جمادی الاولیٰ ۱۳۰۱ھ ہجری

سوال ۱۳۷

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ زید نے وقف زمین میں مسجد مقرر کر کے بکرایہ آباد کیا لہٰذا امام کرایہ زمین ادا نہیں کر سکتا ہے، اس صورت میں متولی کو مکان کا ہے یا نہ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بصورت مذکورہ اگر امام کرایہ مکان کا نہ دیتا ہو اس سے انخلاء مکان ضروری ہے ایسا امام معزول کیا جاوے کیونکہ خائن ہے جیسا کہ شامی حاشیہ درمختار میں لکھا ہے۔

ولو سکن الناظر دار الوقف ولو باجر المثل لعزلہ لان نص فی خزانۃ الاکمل انہ لا یجوز لہ السکنی ولو باجر المثل انتہی [2]

جبکہ ناظر بصورت ہذا قابل معزول ہونے کے ہے تو امام بطریق اولیٰ معزول ہوگا۔ واللہ اعلم

حررہ واجابہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی دہلوی

المرقوم ۱۱ر جمادی الاولیٰ ۱۳۰۱ھ ہجری

---

[1] شامی، کتاب الوقف، ج ۳، ص ۴۱۱۔

[2] شامی۔

سوال ۱۳۵

چہ فرمایند علمائے دین اس مسئلے میں کہ ایک مسجد کے زیادہ کرنے کی ضرورت ہوئی، اس مسجد کے قریب میں زمین مشترکہ افتادہ ہے کہ اس میں سب شریک سوا ایک شریک کے جس قدر کہ جائے دینے کو راضی ہیں اور ایک شریک مانع ہے، دوسرے شریک کہتے ہیں کہ اپنا حصہ تمام وکمال دوسری طرف سے کہ جو فاضل ہے، لے لے اور جو مسجد کے قریب زمین ہے وہ ہم کو دے دے تاکہ جس قدر زمین مسجد میں درکار ہے وہ اس حصے میں سے دے دیویں۔ اس صورت میں مسجد میں زمین مشترکہ سے بقدر ضرورت شامل کرنی درست ہے یا نہیں؟ اور وہ شخص مناع الخیر میں سے ہے یا نہیں؟

بینوا توجروا۔

الجواب

بصورت مسؤلہ جو زمین کہ مسجد کے قریب ہے بوقت ضرورت مسجد کے قیمتاً یا بالعوض کسی دوسری زمین کے لے کر مسجد میں کرنی درست اور جائز ہے:۔

ولو ضاق المسجد علی الناس وبجنبہا ارض لرجل یؤخذ ارضہ بالقیمۃ کرہا لہ کذا فی فتاوی قاضی خان۔[1]

جبکہ ملکیت ایک شخص کی قیمت سے زبردستی لے کر مسجد میں ملونی درست ہے تو جاکر زمین مشترکہ سے کہ ملکیت اس شخص کی متعین نہیں ہے، پس اگر حصہ دار حرج اندازی کرے، وہ بلاشک مناع خیر میں سے ہے جس کی شان میں آیہ کریمہ ہے:۔

فلا تطع کل حلاف مہین ہماز مشاء بنمیم مناع للخیر الآیۃ[2]

حررہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی

---

[1] فتاوی قاضی خان، کتاب الوقف، باب الرجل یجعل الخ، ج ۳، ص ۲۹۳۔

[2] سورۃ القلم، آیت ۱۰ تا ۱۲۔

سوال ۱۳۶

ایک شخص نے چالیس روپے زید کو دئے تھے کہ جامع مسجد میں لگا دے۔ اتفاق سے مرگیا اور زید کی نیت معلوم نہیں کہ کون سے شہر کی جامع مسجد کی تھی۔ دریں ولا ایک مسجد ایسی ہے کہ جامع مسجد کے نام سے بنا نہیں ہوئی تھی لیکن ہمیشہ اس میں جمعہ ہوتا چلا آیا ہے، اس میں ضرورت ہے، اگر اس میں وہ چالیس روپے صرف کر دئے جائیں، زید بری الذمہ اس امانت سے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

معلوم ہو کہ مسجد جامع اس کو کہتے ہیں کہ جس میں نماز جمعہ کی ہوتی ہو، اگرچہ جامع مسجد کے اس کی بنا نہ ہو، پس بحالت عدم علم تعین مسجد جامع، مبلغ چالیس روپیہ اسی کے قصبے کی مسجد میں صرف کرنے چاہئیں اور وہ شخص بری الذمہ ہو جائے گا کیونکہ مصرف اس روپیوں کا وہی ہے جو کہ معطی کے قصبے میں ہے، دوسرے شہر کی مستحق نہیں ہے۔ فقط۔

حررہ و اجابہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی دہلوی

۲۲ جمادی الاولی ۱۳۰۲ھ ہجری

سوال ۱۳۷

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ بانی وقف کا اصلی مقصد بنا سے مسلمین کی عبادت کا ادا ہوتا ہے اور عبادت ادا ہونے کے واسطے صحت اور علم دینی کی ضرورت ہے کیونکہ بغیر صحت و علم کے طاعت کے ادا میں نقصان و حرج ہوتا ہے صورت میں صحت و علم مقاصد وقفی کے مبادی ہوئے لہذا آمدنی وقف سے تا بامکان مدرسہ دار الشفا کا قائم کرنا درحقیقت عین منشا واقف کا پورا کرنا ہے کسی واسطے مبادی کا انصرام میں مقاصد کا اہتمام ہے۔ بینوا توجروا۔

جواب مجیب اوّل

درصورت مرقومہ واضح ہو کہ تعریف وقف کی شرعاً نزدیک امام ابو حنیفہ کے اس طرح

ہے :-

حبس العین علی ملک الواقف و التصدق

بالمنفعۃ علی الفقراء او علیٰ وجہ من وجوہ الخیر

بمنزلۃ العواری کذا فی الکافی

وعندھما حبس العین علی حکم ملک اللہ

تعالیٰ علی وجہ یعود منفعتہ الی العباد فیلزم ولایباع

ولایوھب ولایورث کذا فی الہدایۃ

وفی العیون و الیتیمۃ ان الفتوی علی قولھما

کذا فی شرح الشیخ ابی المکارم کذا فی الفتاوی العالمگیری۔[1]

پس بنابر تعریف وقف مذہب امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت (یعنی علیٰ وجہ من وجوہ الخیر) سے مطلب سائل کا نکلتا ہے ونیز حسب تعریف وقف مذہب صاحبین کے اس جملے (یعنی علی وجہ یعود منفعتہ الی العباد) سے مدعا مستفتی کا حاصل ہے کیونکہ تعمیر مکان و مدرسہ و دارالشفاء من جملہ وجوہ خیر و منافع عائدہ الی العباد متصور ہے تاکہ عالم علم سے مزین اور صحت بدنی سے بہرہ ور ہو۔ واللہ اعلم بالصواب۔

الجواب الحق

رب زدنی علما واھدنی صراطا مستقیما

بر ماہران فقہ و احادیث مخفی و محتجب نہ رہے کہ جواب مطابق سوال کے نہیں ہے اور نہ مطلب سائل کا جواب ہذا سے حاصل ہوتا ہے کیونکہ مطلب اور قصد سائل کا یہ ہے کہ آمدنی جائداد وقف شدہ مسجد سے دارالشفاء قائم کیا جاوے کہ درحقیقت عین منشاء واقف کا ہے حالانکہ یہ مطلب مندرجہ جواب سے بپایۂ ثبوت نہیں پہنچتا۔

---

[1] فتاویٰ عالمگیری، کتاب الوقف، ج ۲، ص ۳۵۰۔

اول وجہ یہ کہ سائل خرچ دارالشفا کا آمدنی جائداد مسجد سے طالب ہے اور جواب مطلق وقف سے بحث کی ہے، جائداد مقید بہ مسجد کا کسی عنوان ذکر ہی نہیں۔

دوم یہ کہ سوال سائل کا مصرف جائداد مسجد سے ہے اور مجیب نے مصرف کیا اور تعریف مطلق وقف کی بیان کر کے اپنا قیاس کیا اور کہا کہ اس عبارت یعنی علی وجوہ الخیر اور علی وجہ منفعۃ الی العباد سے مدعا مستفتی کا حاصل ہے قیاس بالکل مخالف فقہ اور احادیث کے ہے زیرا کہ علی وجہ سے باعتبار تنکیر یہ ثابت کہ وجوہ خیر میں سے کسی ایک خاص وجہ پر وقف کیا جائے وہی خاص وجہ مصرف ہوگا عبارت سے وقف بہ جمیع وجوہ ثابت نہیں ہوتا کہ جمیع وجوہ مصرف وقف کی ٹھہری وقف بر جمیع وجوہ خیر ممکن نہیں اور وقف عام بلا تعیین کے مصرف کے غیر جائز ہے کتب فقہ سے ثابت ہے :۔

فلو وقف علی الفقراء او بنی سقایۃ او خان لبنی السبیل او رباطا او جعل ارضہ مقبرۃ لا یزول ملک الواقف عندہ[1] (شرح وقایہ)

کہ لو حرف تردید سے واقع ہوا ہے یعنی اگر وقف کرے فقراء پر یا بنا کرے مسافر خانہ وغیرہم۔ پس تعیین کسی وجہ کی وجوہ خیر سے موقوف اوپر واقف کے ہے یعنی جو واقف کو بہتر واحسن معلوم ہو اس پر وقف کرے وجہ شرعی میں وقف نہ کرے کما فی

الوقف حبس العین علی ملک الواقف والتصدق بالمنفعۃ عندہ وعندھما حبسہا علی ملک اللہ تعالی وصرف منفعتہا علی کل من احب انتہی ما فیہ[2]

من احب سے ثابت ہوا کہ جو وجہ خیر نزدیک واقف کے محبوب ہو اس پر وقف

اور ایسا ہی شامی میں لکھا ہے :۔

فان شرائط الواقف معتبرۃ اذا لم تخالف الشرع وھو مالک فلہ ان یجعل مالہ حیث شاء

---

[1] شرح وقایہ، کتاب الوقف، ج ۲، ص ۳۶۶ -

[2] درمختار ، ، ، ج ۱، ص ۳۷۷ -

ما لم يكن معصية ولو ان يخص صنفا من الفقراء
ولو كان الوضع في كلهم قربة ۔ عن فتح القدير[1]

اور اسی پر بخاری میں باب الشروط في الوقف میں حدیث عمر کی آئی ہے کہ حضرت [عمر] رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی زمین خیبر کو فقراء اور قربیٰ اور آزاد کرنے غلام اور مسافر اور مہمان پر وقف [کیا] کہ ان سے تجاوز نہ کیا جاوے جیسا کہ امام نووی (رحمۃ اللہ علیہ) نے اس حدیث کی شرح میں بیان کیا [ہے] کہ شرط واقف کی صحیح ہے اور واجب العمل :۔

وفيه ان الوقف لا يباع ولا يوهب ولا يورث
انما يتبع فيه شرط الواقف وفيه صحة شروط
الواقف انتهى[2]

پس معلوم ہوا کہ اگرچہ قربت جمیع وجوہ خیر میں ہے ولیکن واقف کو اختیار کرنے ایک وجہ یا کئی [و]جہ جمیع وجوہ خیر سے حاصل ہے اور یہ تخصیص واقف کی کسی وجہ خاص پر عند الشرع معتبر ہوگی اور خلاف [اس] کا نا جائز ہوگا جیسا کہ در مختار میں ہے :

وجاز على ذمي لانه قربة حتى لو قال على ان
من اسلم من ولده او انتقل الى غير النصرانية فلا شيئ
له لزم شرطه على المذهب انتهى[3]

پس ثابت ہوا کہ تعیین کرنا وقف کا وجہ خیر کو وجوہ خیر سے اور شرط کرنی ایک وجہ کی عند الشرع [جا]ئز ہے۔ اس لیے خلاف تعیین اور شرط واقف کا نا جائز ہے خواہ متولی یا مہتمم یا حاکم وقت نہ کرے کہ شرط [وا]قف کی مثل نص شارع کے ہوتی ہے کہ واجب العمل ہے اور خلاف کرنے والا گنہگار ہوتا ہے :۔

قولهم شرط الواقف كنص الشارع اى في
المفهوم والدلالة ووجوب العمل به فيجب عليه
خدمة وظيفته او تركها لمن يعمل والا اثم
لا سيما فيما يلزم بتركها تعطيل الكل من النهر

---

[1] شامی، کتاب الوقف، ج ۳، ص ۳۶۱
[2] شرح مسلم، " ، باب الوقف، ج ۲، ص ۴۲ ۔
[3] در مختار، " ، ج ۱، ص ۳۷۷ ۔

(در مختار) [1]

اور ایسا ہی حدیث میں ہے :-

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احق بالشروط ان توفوا بہ۔ الحدیث [2]

اور اسی طرح سے حکم ایفا کا ہے قرآن شریف میں :-

یاایھا الذین آمنوا اوفوا بالعقود [3] المراد بالعقود ما یعم جمیع ما الزمہ اللہ عبادہ وعقدہ علیہم من التکالیف والاحکام الدینیۃ وما یعقدونہ فیما بینہم من عقود الامانات ونحوھا (جمل) وھکذا فی البیضاوی [4]

اور دوسری آیت ہے :-

اوفوا بالعہد ان العہد کان مسئولا [5]

پس بدوں شرط واقف کے کسی کا وظیفہ مقرر کرنا، حاکم کو بھی جائز نہیں ہے کیا کسی [illegible]

لیس للقاضی ان تقرر وظیفۃ بغیر شرط الواقف (در مختار) [6]

آیا معلوم نہیں کہ اگر کوئی شے اصحاب حدیث پر کسی نے وقف کی پس وہ شے غیر [illegible] حدیث پر صرف کرنی ممنوع ہے :-

وقف علی اصحاب الحدیث لا یدخل فیہ الشافعی اذا لم یکن فی طلب الحدیث (در مختار) [7]

---

[1] در مختار، کتاب الوقف، فصل یراعی شرط الوقف الخ، ج ۱، ص ۳۹۰ -

[2]

[3] سورۃ المائدہ، آیت ۱ -

[4] تفسیر جمل،

[5] سورۃ الاسراء، آیت ۳۴ -

[6] در مختار، کتاب الوقف، فصل یراعی شرط الوقف الخ، ج ۱، ص ۳۹۱ -

[7] در مختار، کتاب الوقف، فصل یراعی شرط الوقف الخ، ج ۱، ص ۳۹۳ -

ایسا ہی ثابت ہوتا ہے احادیث سے :۔

عن هشام عن ابيه ان الزبير جعل دوره صدقة على بنيه لا تباع ولا تورث وان للمردودة من بناته ان تسكن غير مضرة ولا مضار بها فان هي استغنت بزوج فلا حق لها رواه الدارمي [1]

اور جبکہ فراش کو مقرر کرنا ضروریات سے ہے بلا شرط واقف کے غیر جائز ہے کجا کہ تقرری حکیم اور دار الشفاء کی اور اس کو وظیفہ لینا حلال نہ ہوگا :۔

ليس للقاضي ان يقرر فراشا في المسجد بلا شرط الواقف [2] ولا يحل للمقرر الاخذ [3]

اور اسی طرح سے عالمگیری میں :۔

ولو نصب القاضي خادما للمسجد ان كان الواقف شرط ذلك في وقفه جاز وحل له الاخذ وان لم يشترط لا يجوز كذا في السراج ناقلا عن الواقعات [4]

مگر یہ کہ متولی واسطے صفائی اور جھاڑو وغیرہ کے کوئی مزدور بہ مزدوری مثل اس زمانے کے رکھ لے کہ کام مسجد کا کرائے کہ ضروریات اور لوازمات مسجد سے ہے اور اگر اجر مثل سے زیادہ مزدوری دے گا وہ زیادتی اجر کی متولی اپنے ذاتی مال سے دیوے، اگر مال وقف سے دے گا تو ضامن ہوگا :۔

وللمتولي ان يستاجر من يخدم المسجد بكنس ونحو ذلك باجر مثله او زيادة يتغابن فيها فان كان اكثر فالاجارة له وعليه الدفع من مال نفسه ويضمن لو دفع من مال الوقف...

---

[1] دارمی، کتاب الوصایا، باب فی الوقف، ج ۲، ص ۴۲۷۔
[2] شامی، کتاب الوقف، فصل یراعی شرط الوقف، ج ۳، ص ۴۱۷۔
[3] در مختار، ״ ״ ״ ج ۱، ص ۳۹۱۔
[4] عالمگیری، ״ ״ باب ۱۱، فصل ۲، ج ۲، ص ۴۶۳۔

لایحل له کذا فی فتح القدیر [1]

جبکہ خادم مسجد کو کہ ضروریات سے ہے بلا شرط واقف کے مزدوری یعنی حلال نہ ہوئی تو کیونکر

وظیفہ لینا اس مال وقف سے کب حلال ہوگا۔

مزید براں یہ ہے کہ آمدنی وقف مسجد سے بلا شرط واقف کے مساکین کو بھی دینا منع ہے

لگانا کہ آمدنی وقف سے خرچ دار الشفاء کا کیا جاوے کہ فضول ہے کیونکہ رد سائل گناہ ہے

السائل فلا تنہر [2] اور نہ کرنا دوا کا مریض کو گناہ نہیں ہے :-

ولو ترک المریض التداوی لا یأثم [3] شامی

ولو اشتری القیم بغلة المسجد ثوبا و دفع

الی المساکین لا یجوز و علیه ضمان ما نقد من

مال الوقف کذا فی فتاوی قاضیخان [4]

اس جگہ اس امر کا شبہ واقع نہ ہو کہ بعد انقراض زمانے کے شرط واقف کی معلوم نہیں ہے

پس کیونکہ شرط واقف کی معلوم ہو، جواب یہ ہے کہ دستور سابق پر عمل درآمد ہوگا اور یہی دستور

بمنزلہ شرط واقف کے ہوگا، اس کے سوا عمل درست نہ ہوگا جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے

مسجد له مستغلات و اوقاف اراد المتولی

ان یشتری من غلة الوقف للمسجد دهنا و حصیرا

و حشیشا و آجرا و جصا لفرش المسجد او حصی قالوا

ان وسع الواقف ذلك للقیم و قال تفعل ما تری من

مصلحة المسجد کان له ان یشتری للمسجد ما شاء

و ان لم یوسع و لکنه وقف لبناء المسجد و عمارة

المسجد لیس للقیم ان یشتری ما ذکرنا و ان لم

یعرف شرط الواقف فی ذلك ینظر هذا القیم الی من

---

[1] عالمگیری، کتاب الوقف، باب ۱۱، فصل ۲، ج ۲، ص ۴۶۳ -

[2] سورۃ الضحیٰ، آیت ۱۰

[3] شامی،

[4] عالمگیری، کتاب الوقف، باب ۱۱، فصل ۲، ج ۲، ص ۴۶۳ -

كان قبل فان كانوا يشترون من اوقاف المسجد الدهن والحصير والحشيش والأجر وما ذكرنا كان للقيم ان يفعل ذلك والا فلا ۔ كذا في فتاوى قاضی خان ۔[1]

پس اس عبارت سے معلوم ہوا کہ بدوں اذن واقف یا بدستور سابق اور تیل وغیرہ خریدنا بھی ناجائز ہے کیا کہ دارالشفار اور اسی طرح سے ہے شامی حاشیہ درمختار میں :۔

وبه صرح فی الذخیرة حیث قال سئل شیخ الاسلام عن وقف مشهور اشتبهت مصارفه وقدر ما يصرف الى مستحقيه قال ينظر الى المعهود من حاله فيما سبق من الزمان من ان قوامه كيف يعملون فيه والى من يصرفونه فيبنى على ذلك لان الظاهر انهم كانوا يفعلون ذلك على موافقة شرط الواقف وهو المظنون بحال المسلمين فيعمل على ذلك انتهى ما فيه ۔[2]

اور یہ امر ظاہر ہے کہ دستور سابق میں حجرہ ہائے مسجد فتحپوری کی سکونت قاری قرآن کی اور واردین مساکین غریب کے تھی۔ پہلے فقیر کے بوقت مصطفےٰ خاں مرحوم اور قبل ان کے حیدر شاہ خاں اور قبل ان کے اسد خاں اور حافظ عبد الکریم نابینا قاری سے کہ بوقت بادشاہ محمد شاہ تھے، آج تک یہی دستور رہا کہ ان حجروں میں قاری قرآن رہتے آئے، اگرچہ بزمانہ عدم قاری بضرورت اور نہ ہونے حاکم شریعت کے کچھ حجرے شکستہ اور منہدم بکرایہ دئے گئے اور دکاکین حجروں کی قرار دی گئیں اور آمدنی ان کی جمع رہی اور جو دکاکین بیرون احاطہ مسجد قبل از غدر یا بعد از غدر یا دکاکین اندرونی بعد از واگذاشت تیار ہوئیں، وہ سب آمدنی حجروں سے ہوئیں، بلا شرط واقف کسی کا وظیفہ مقرر کرنا ناجائز ہے جیسا کہ فتاوےٰ عالمگیری میں ہے :۔

متولی المسجد اذا اشترى بالغلة التي

---

[1] عالمگیری، کتاب الوقف، باب ۱۱، فصل ۲، ج ۲، ص ۴۶۱۔

[2] شامی ، " ، فصل یراعی شرط الواقف، ج ۳، ص ۴۰۴۔

اجتمعت عنده من الوقف منزلا و دفع المنزل

لیسکن فیہ ان علم المؤذن ذلک کرہ ان یسکن فی

ذلک المنزل لان ھذا المنزل من مستغلات الوقف

ویکرہ للامام والمؤذن ان یسکن فی ذلک المنزل[1]

کذا فی فتاویٰ قاضی خان -

واذا اراد ان یصرف شیئاً من ذلک الی امام

المسجد او الی مؤذن المسجد فلیس لہ ذلک الا ان

کان الواقف شرط ذلک فی الوقف کذا فی الذخیرة[2]

اب معلوم کرنا چاہیے کہ آمدنی دکاکین مسجد سے اول تعمیر عمارت مسجد کی اس ہیئت پر جس ہیئت اور شکل پر واقف نے بنائی تھی کرنی چاہیے حالانکہ یہ امر آج تک ظہور میں نہیں آیا یہ موجب اثم کا ہے :-

ویبدأ من غلتہ بعمارتہ ثم ما ھو اقرب لعمارتہ کامام مسجد و مدرس مدرسۃ

(درمختار)[3]

ای قبل الصرف الی المستحقین بان یصرف الی الموقوف علیہ حتی یبقی علی ما کان علیہ دون الزیادۃ ان لم یشترط ذلک کما فی الزاھدی وغیرہ

(شامی)[4]

اس عبارت سے واضح ہوا کہ عمارت اصل موقوف سے زیادہ بنانی بلا شرط واقف ناجائز ہے خصوصاً اس حالت میں کہ رخ دکاکین کا مسجد کی طرف ہو زیرا کہ اس امر میں حرمت مسجد کی نہیں رہتی چنانچہ ان ایام میں پیسے بدبودار صحن میں پڑے ہیں کہ ان میں سے بدبو آتی ہے اور موجب بیماری کا ہے جیسا کہ عالمگیری سے ظاہر ہے :-

[1][2] عالمگیری، کتاب الوقف، باب ۱۱، فصل ۲، ج ۲، ص ۴۶۲، ۴۶۳ -

[3] درمختار، ، ج ۱، ص ۳۸۱ -

[4] شامی، کتاب الوقف، مطلب یبدأ من غلۃ الوقف، ج ۳، ص ۳۷۶ -

قيم المسجد ليس له ان يبني حوانيت في
حد المسجد او في فنائه لان المسجد اذا جعل
حانوتا و مسكنا يسقط حرمته و هذا لا يجوز و
الفناء تبع المسجد فيكون حكمه حكم المسجد
كذا في محيط السرخسي [1]

اور اسی طرح ہدایہ میں لکھا ہے کہ زیادت عمارت اصل عمارت موقوفہ سے بنائی بلا اجازت [موقوف] علیہ کے نادرست ہے، اسی قدر تعمیر چاہیے جس قدر کہ بحالت اصلی بوقت وقف میں ہوئی [ہو، ک]م و بیش نہ چاہیے :-

وانما يستحق العمارة عليه بقدر ما يبقى
الموقوف على الصفة التي وقفه و ان خرب يبنى
على ذلك الوصف لانها بصفتها صارت غلتها مصروفة
الى الموقوف عليه فاما الزيادة على ذلك فليست
بمستحقة عليه و الغلة مستحقة له فلا يجوز
صرفها الى شيئ اخر الا برضاه ، انتهى ما في الهداية [2]

[اور] اسی طرح سے فتح القدیر میں لکھا ہے اور بعد تعمیر مسجد کے مصالح مسجد میں مثل امام اور مؤذن [اور فر]ش اور قنادیل کے بعدہ مستحقین پر خرچ کیا جاوے کہ وہ قراء قرآن ہیں یا ضمناً طلاب دینیات پر:-

فان كان الوقف معينا على شيئ يصرف اليه
بعد عمارة البناء (شامی) [3]

[او]ر قبل اس کے ثابت کر دیا گیا ہے کہ حجرہ دو کانیں اور پر قراء قرآن کے وقف میں، پس متحقق ہوا کہ [خرچ کر]نا اس آمدنی سے دار الشفاء پر ناجائز ہے کہ شرط واقف سے خلاف ہے اور خلاف دستور کے :-

الفاضل من وقف المسجد هل يصرف الى

---

[1] عالمگیری ، ״ ، باب ۱۱ ، فصل ۲ ، ج ۲ ، ص ۴۶۲ -
[2] ہدایہ ، کتاب الوقف ، ج ۲ ، ص ۶۲۱ -
[3] شامی ، ״ ، مطلب یبدأ بعد العمارة ، ج ۳ ، ص ۳۷۶ -

الفقراء وقيل لا يصرف وانه صحيح ولكن يشترى مستغلا للمسجد، كذا في المحيط [1]

عبارت مذکورہ عالمگیری کو غور سے مطالعہ کرو کہ بس ماندہ آمدنی وقف مسجد اور پر فقراء کے خرچ کرنا، درست اور جائز نہ ہوا کجا کہ دارالشفاء کہ فضول ہے۔

الغرض جس مصرف اور جس خرچ کے واسطے وقف کی گئی ہے اس میں خرچ اور سوائے اس کے خرچ کرنا ممنوع ہے۔ اور سوال میں یہ کہنا کہ عین منشا واقف کا یہ کہ صحت جسمانی ہو، محض غلط ہے بلکہ منشا واقف کا وقف واقف سے جائیداد مسجد کو قیام مسجد کا ہے اور بنائے مسجد سے یہ منشا ہے کہ اس میں نماز ہو اور واقف کا اور یہ منشا عین نمازیوں کے نماز پڑھنے سے پورا ہو جاتا ہے اگرچہ مریض ہوں بلکہ کے نماز پڑھنے سے وہ بھی اول ہی دفع ہمیشگی کی شرط نہیں ہے کیونکہ جب مسجد واقف سے خارج ہوگی اور اللہ تعالیٰ کی ملک میں آگئی، اسی وقت منشا واقف مسجد کا وہ ایک شخص کے نماز پڑھنے سے ساتھ اذان اور اقامت کے حاصل ہو جاتا ہے واقف ہی اذان اور اقامت کے ساتھ نماز پڑھ لے جب بھی منشا واقف کا پورا ہو جاتا کہ آئندہ جامع الرموز سے ثابت ہوگا اور اس میں صحت جسمانی کی شرط نہیں ہے:۔

قال في الهداية اذا بنى مسجدا لم يزل ملكه عنه حتى يفرزه عن ملكه بطريقه ويأذن للناس بالصلوٰة فيه فاذا صلى فيه واحد زال عند ابي حنيفة عن ملكه لان حقيقة القبض لله تعالىٰ فلما تعذر القبض يقام تحقق المقصود وهو الصلوٰة مقامه ثم يكتفى بصلوٰة الواحد فيه في رواية عن ابي حنيفة رحمه الله تعالىٰ وكذا عن محمد رحمه الله تعالىٰ لان فعل الجنس متعذر فيشترط ادناه وعند محمد رحمه الله تعالىٰ يشترط الصلوٰة بالجماعة لان المسجد بنى لذلك في الغالب وقال ابو يوسف

---

[1] عالمگیری، ، باب ۱۱، فصل ۲، ج ۲، ص ۴۶۳۔

(رحمہ اللہ تعالیٰ) یزول ملکہ بقولہ جعلتہ مسجدا

انتہی [1]

اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ دو شخص کا نماز پڑھنا ایک امام ہو اور دوسرا مقتدی جماعت ہے :-

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اثنان

ومافوقہما جماعۃ، رواہ ابن ماجۃ [2]

اور فتح القدیر میں لکھا ہے کہ اگر ایک بھی اذان اور اقامت سے نماز پڑھے گا مقصد اور بانی مسجد کا حاصل ہو جاوے گا اور مسجد ہو جاوے گی :-

(قولہ یشترط الصلوٰۃ بالجماعۃ) لانہا المقصود

بالمسجد لامطلق الصلوٰۃ لانہا متحققۃ فی غیرہ

ایضا فکان تحقق المقصود من بصلوٰۃ الجماعۃ

ولہذا یشترط کونہا باذان واقامۃ عندہما و

لوجعل لہ مؤذنا واماما فاذن واقام وصلی وحدہ

صار مسجدا بالاتفاق لان اداء الصلوٰۃ علی ہذا الوجہ

کالجماعۃ انتہی مافی فتح القدیر [3]

پس ثابت اور محقق ہوا کہ بالاتفاق ایک شخص کے نماز پڑھنے سے ساتھ اذان اور اقامت اگرچہ مسافر یا مریض ہو، علیٰ ہذا اور مقصد بانی کا ہو جاتا ہے بلکہ خود بانی کے نماز پڑھنے سے اذان اور اقامت کے بھی یہ منشا حاصل ہو جاتا ہے کما فی جامع الرموز :-

واذن بالصلوٰۃ فیہ وصلی واحد سواء کان

بانیا او غیرہ فلو صلی بجماعۃ او باذان واقامۃ

صار مسجدا بلا خلاف، کما فی الذخیرۃ انتہی [4]

---

[1] ہدایہ، کتاب الوقف، فصل اختص المسجد باحکام، ج ۲، ص ۶۲۴ -

[2] ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ، باب الاثنان جماعۃ، ص ۶۹ -

[3] فتح القدیر، کتاب الوقف، فصل اختص المسجد باحکام، ج ۵، ص ۴۴۴ -

[4] جامع الرموز،

کجا کہ سالہا سال سے جماعت بکثرت نمازیاں ہوتی چلی آئی ہو اور ان ایام میں
عشا بانی کا صحت جسمانی ہے ھٰذا شیئ عجیب! البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ
کا وصول ثواب سے ہمیشہ تک ہے پس یہ امر حاصل ہوتا ہے ہمیشہ کی تعمیر سے۔

لان الغرض لکل واحد وصول الثواب مؤبد
وذٰلک بصرف الغلۃ مؤبدا ولا یمکن ذٰلک بلا عمارۃ
فکانت العمارۃ مشروطا اقتضاء (فتح القدیر)

پس یہ عشا مسجد فتحپوری کا حاصل ہو چکا ہے اور آئندہ حاصل ہوتا رہے گا جب
کہ جماعت ہوتی رہے گی اور ایک شخص بھی باجماعت نماز پڑھتا رہے گا، اگرچہ تمام شہر
کہ محال عادی ہے کیونکہ بسبب نماز مسافروں کے اور مریضوں کے بھی عشا واقف کا
کچھ صحت جسمانی یا باشندگان شہر پر منحصر نہیں ہے۔ ھٰذا ھو التحقیق
وعلم الصواب عند ربی۔

حررہ واجابہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی
المرقوم ۲۷ جمادی الثانیہ ۱۳۰۳ ہجری

سوال ۱۳۸

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ واسطے تعمیر
کا روپیہ تخمیناً ڈھائی ہزار جمع ہوا تھا اور اس میں سے روپیہ بطور بیع نامہ زمین کردیا گیا مگر
کے باعث تقدیر الٰہی سے تعمیر مسجد کی حکام نے ممانعت کردی، تخمیناً آٹھ سو روپے صرف
جو روپیہ بیع نامہ کا دیا گیا تھا واپس ملا مگر وہ روپیہ اتنا نہیں ہے جو عمارت مسجد کو کافی ہو
سرمایہ انجمن اسلامی قرار پایا اور اس انجمن میں قرار پایا کہ سرمایہ اس قدر نہیں کہ تعمیر مسجد کو کافی ہو
کی ہو سکے اچھا ہے کہ تجارت کرکے روپیہ بڑھایا جاوے۔ جب اللہ تعالےٰ ترقی بخشے تو مرمت
میں لگایا جاوے۔ آیا ایسی نیت سے تجارت کرنا اس روپے کی جائز ہے یا نہیں؟ دوم
میں نہ لگایا جاوے تو مثل اجرا تعلیم علم دینی میں صرف کیا جاوے، جائز ہوگا یا نہیں؟

الجواب

بصورت مسئولہ وقف کرنا مسلمان کا عند الشرع جائز ہے اور تجارت کرنا اس روپے

۱؎ فتح القدیر، کتاب الوقف، ج ۵، ص ۴۳۴۔

جائز ہے اور منفعت اس کی سے اس وقف میں صرف کرنا چاہیے :-

وکما صح ایضاً وقف کل منقول قصد افیہ تعامل للناس کفاس وقدوم بل و دراھم ودنانیر (در مختار) [1]

وکذا یفعل فی وقف الدراھم والدنانیر وما خرج من الربح یتصدق بہ فی جھۃ الوقف [2] (شامی)

جواب سوال دوم: چونکہ چندہ دینے والوں نے چندہ بنام مسجد دیا ہے لہٰذا وہ مال یا منافع اس مسجد ہی میں خواہ وہی مسجد ہو یا غیر، اس کے خرچ کرنا درست ہے اور سوا مساجد کے دوسرے امر خیر میں خرچ کرنا نادرست ہے :-

شرط الواقف کنص الشارع ای فی المفہوم والدلالۃ ووجوب العمل بہ (شامی) [3]

پس حسب منشا چندہ دہندگان کے عمل کرنا واجب ہے۔ واللّٰہ اعلم بالصواب

حررہ واجابہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی دہلوی

۴ صفر ۱۳۰۴ھ ہجری

سوال ۱۳۹

چہ فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ ایک مسجد کہنہ و بوسیدہ ہوگئی ہے اور ایسی جگہ پر واقع ہے کہ کوئی اس میں نماز نہیں پڑھتا ہے اور اس کی تعظیم وتوقیر بھی نہیں کرتا بدیں وجہ کہ اول تو ہر ایک شخص کو معلوم نہیں کہ یہاں مسجد ہے یا نہیں اور دوسرے یہ کہ غیر مذہب لوگ یعنی ہنود کفار جو اس کے قرب وجوار میں رہتے ہیں انہوں نے بفساد دلی کے راستے میں تنگی کر رکھی ہے اور پاخانہ بالاخانہ وہ بھی اسی طرف ہیں کہ ہر وقت خوف وخطر نجس ہوجانے یا رچیہ وغیرہ کا متصور ہے ہنود سے زیادہ تاکید نہیں ہوسکتی۔ اب اگر کوئی شخص ارادہ کرے کہ اس مسجد کے سامان پتھر وغیرہ لے کر مسجد دوسری جدید لیے

---

[1] در مختار، کتاب الوقف، ج ۱، ص ۳۸۰ -

[2] شامی، ۔ ۔ مطلب فی وقف الدراہم الخ، ج ۳، ص ۳۷۵ -

[3] شامی،

مقام پر کہ وسیع ہو اور آمد و رفت مردماں کی ہووے اور اس میں نماز پنجگانہ پڑھیں اور ...
ہو جاوے اور جو کچھ خرچ زیادہ ہووے گا اپنے پاس سے کروں گا، تو اس کو جائز ہے ...
اس کو اپنے طور پر چھوڑے کہ اس میں کتے لوٹیں اور بدکاراں بسبب پوشیدگی اس کی کے ...
کریں یا نہیں؟ جائز ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

بصورت مرقومہ بالا خشت وملبہ وغیرہا ایسی مسجد خراب شدہ کا دوسری مسجد ...
صرف کرنا، خواہ دوسری مسجد جدید تیار ہو یا قدیم کہنہ ہو، درست ہے اور جائز ہے:۔

سئل شیخ الاسلام من اهل قریة افترقوا وتداعی مسجد القریة الی الخراب وبعض المتغلبة یستولون علی خشب المسجد وینقلونه الی دیارهم هل لواحد من اهل القریة ان یبیع الخشب بامر القاضی ویمسک الثمن لیصرفه الی بعض المساجد او الی هذا المسجد قال نعم کذا فی المحیط[1] (عالمگیری)

واللہ اعلم بالصواب

حررہ واجابہ خاک رہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی

۱۹ رمضان المبارک سنہ ۱۳۰۴ ہجری

سوال ۱۴۰

۱۔ کیا قبرستان کی اینٹیں عیدگاہ میں لگائی جاسکتی ہیں؟

۲۔ کیا ایک ڈھئی مسجد کی اینٹیں دوسری مسجد یا عیدگاہ میں لگائی جاسکتی ہیں؟

الجواب

واضح ہو کہ خشت قبرستان کی بلا اذن ولی یا قاضی کے عیدگاہ میں لگانی درست نہیں ...

---

[1] عالمگیری، کتاب الوقف، باب ۱۳، ج ۲، ص ۴۷۸، ۴۷۹ ۔

سئل نجم الدین ان تداعت حیطان المقبرة الی الخراب یصرف الیہا او الی المسجد قال الی ماھی وقف علیہ ان عرف وان لم یکن للمسجد متول ولا للمقبرة فلیس للعامۃ التصرف فیہا بدون اذن القاضی، کذا فی الظهیریۃ [1]

اور اسی طرح خشت ہائے مسجد کہنہ کی کہ خراب ہوگئی اور کوئی نماز اس میں نہ پڑھتا ہو بلا اذن ولی یا قاضی کے درست نہیں ہے :۔

سئل شمس الائمۃ الحلوانی عن مسجد او حوض خرب ولا یحتاج الیہ لتفرق الناس ھل للقاضی ان یصرف اوقافہ الی مسجد آخر او حوض آخر قال نعم (عالمگیری) [2]

واللہ اعلم بالصواب

حررہ واجابہ خاکِ رہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی

سوال ۱۷

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وفضلائے شرع متین اس مسئلے میں کہ کسی شہر یا گاؤں میں ایک مسجد کہنہ اور شکستہ ہے۔ اب ایک شخص تمام خشت اس مسجد کی فروخت کرکے قیمت اس کی دوسری مسجد میں صرف کرنا چاہتا ہے اور پہلی مسجد کی جگہ مکان سکونت کا بنانا چاہتا ہے۔ اس شخص کو صرف کرنا قیمت خشت ہا کا دوسری مسجد میں اور بنانا مکان سکونت کا پہلی مسجد کی جگہ عند الشرع شریف جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بنا کرنا مکان سکونت کا مسجد کی جگہ عند الشرع ناجائز ہے کیونکہ بعد وقف کے ملک مالک کی نہیں آتی کجا کہ غیر مالک کے ملک میں آئے :۔

---

[1] عالمگیری، کتاب الوقف، باب ۱۲، ج ۲، ص ۴۷۶ و ۴۷۷۔

[2] ایضاً ، ، ، باب ۱۳، ج ۲، ص ۴۷۸۔

لو صار احد المسجدین قدیما و تداعی الی الخراب فاراد اھل السکنۃ بیع القدیم وصرفہ فی المسجد الجدید فانہ لایجوز اما علی قول ابی یوسف فلان المسجد وان خرب واستغنی عنہ اھلہ لایعود الی ملک البانی واما علی قول محمد وان عاد بعد الاستغناء ولکن الی ملک البانی و ورثتہ فلا یکون لاھل المسجد علی کلا القولین ولایۃ البیع والفتوی علی قول ابی یوسف انہ لایعود الی ملک مالک ابدا کذا فی المضمرات ناقلا عن فتاوی الحجۃ [1]

اگر یہ مسجد آبادی میں ہے اور اہل اسلام قرب وجوار میں رہتے ہیں ...
بذا میں کسی کو خواہ اہل محلہ سے خواہ بانی ہو، فروخت کرنا خشت وغیرہ کا ناجائز ہے

ولو لم یتفرق الناس ولکن استغنی الحوض عن العمارۃ وھناک مسجد محتاج الی العمارۃ او علی العکس ھل یجوز للقاضی صرف وقف ما استغنی عن العمارۃ الی عمارۃ ماھو محتاج الی العمارۃ قال لا، کذا فی المحیط [2]

اور اگر مسجد ایسی جگہ ہے کہ وہاں آبادی اہل اسلام کی نہیں ہے اور گرد و نواح ... ویران ہوگیا ہے اور کوئی نماز نہیں پڑھتا اور نہ امید آباد ہونے کی ہے اور طاقت اہل ... آباد کرنے کی نہیں اور مسجد کہنہ ہوگئی ہے کہ خشت اس کی لوگ لئے جاتے ہیں، البتہ اس ... بحکم قاضی کوئی اہل دِہ کا خشت اس کی بیچ کے دوسری مسجد میں قیمت اس کی صرف کرے ولیکن بلا حکم قاضی اس صورت میں بھی جائز نہیں اور نہ زمین مسجد کی بیچنا جائز ہے کیونکہ زمین ... نہیں لے جا سکتا چنانچہ قول ابو یوسف سے ثابت ہے کہ اوپر گزرا کما فی فتاوی

سئل شیخ الاسلام عن اھل القریۃ افترقوا

---

[1] عالمگیری، کتاب الوقف، باب ۱۱، ج ۲، ص ۴۵۸ -

[2] ایضاً ، ، باب ۱۳ ، ، ، ص ۴۷۸ -

وقد ادعى مسجد القرية الى الخراب وبعض المتغلبة يستولون على خشب المسجد وينقلونه الى دیارهم هل لواحد من اهل القرية ان يبيع الخشب بامر القاضي ويمسك الثمن ليصرف الى بعض المساجد او الى هذا المسجد قال نعم كذا في المحيط هذا كله في العالمگیری [1]

بہر حال جائے مسجد میں مکان سکونت کا بنانا ناجائز ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

حررہ واجابہ خاکپا رہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی

۹ جمادی الثانیہ ۱۲۹۹ھ ہجری

سوال ۱۴۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع مبتین اس مسئلے میں کہ ایسے قبرستان میں جس میں ۳ برس سے دفن کرنا مردوں کا ترک ہے، اگر زراعت کی جائے یا مسجد بنائی جائے یا کوئی مکان رہنے کے لئے بنایا جائے، بموجب حکم شرع شریف درست ہے یا نادرست؟ جواب مع دلائل اور حوالہ کتب سے مستفتی کو ممتاز فرمادیں، اس کا اجر عظیم آخرت میں پاویں۔ فقط

الجواب

قبرستان میں اگرچہ دفن کرنا ترک ہو گیا ہو زراعت یا کوئی مکان بنانا جائز نہیں ہے:۔

سئل القاضي الامام شمس الائمة محمود الاوزجندي عن المقبرة في القرى اذا اندرست ولم يبق فيها اثر الموتى لا العظم ولا غيره هل يجوز زرعها واستغلالها قال لا ولها حكم المقبرة كذا في المحيط (عالمگیری) [2]

---

[1] عالمگیری، کتاب الوقف، باب ۱۳، ج ۲، ص ۴۷۸ و ۴۷۹۔

[2] ایضاً، " باب ۱۲، " " ص ۴۷۰۔

ولیکن مسجد بناتے وقت ضرورت (کے لئے) جائز ہے جیسا کہ احادیث میں آیا ہے کہ مسجد نبوی
صلی اللہ علیہ وسلم کی مقبرہ مشرکین میں بنی ہوئی تھی اور عالمگیری میں بھی ایسا ہی ہے :-

لان موضع مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کانت مقبرة للمشرکین فنبشت و اتخذها
مسجدا انتہی [1]

اور یہ حکم عام ہے خواہ مقبرہ اہل اسلام ہو یا کفار، زیرا کہ بوقت انتفاء علت کہ ناپاکی ہے
کہ مساوی ہے مابین مقبرہ کفار و اہل اسلام کے مسجد بنانا درست ہے جیسا کہ شرح مسلم امام
سے ظاہر ہے کہ :-

قولہ بقبور المشرکین فنبشت فیہ جواز نبش
القبور الدرسة و انہ اذا ازیل ترابہا المختلط
بصدیدهم ودمائهم جازت الصلوٰة فی تلک
الارض وجواز اتخاذ مواضعها مسجدا اذا طیبت
الارض۔ انتہی [2]

پس معلوم ہوا کہ علت عدم بنا مسجد کی مقبرہ میں غلاظت ہے اور حرمت
نہیں ہے کیونکہ حرمت قبر کی جب تک ہے کہ خراب اور بے معلوم نہ ہوئی ہو اور جب خراب
اور نشان قبر کا باقی نہ رہا، حرمت جاتی رہی جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے، ماسوا اس کے مسجد
بنانی قبر پر حرمت اہل قبر ہے نہ کہ ہتک حرمت۔ واللہ اعلم بالصواب [3]

حررہ واجابہ خاک رہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی
۱۲ شعبان ۱۳۰۳ھ ہجری

---

[1] فتاوائے عالمگیری :

[2] شرح مسلم، کتاب المساجد، ج ۱، ص ۲۰۰ -

[3] مزید تحقیق کے لئے مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ کی تصنیف " اہلاک الوہابیین علی ...
ملاحظہ فرمائیے ۱۲ شرف قادری

سوال ۱۴۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس باب میں کہ ایک عورت ایک کتابی حاکم وقت جب اس کی والدہ فوت ہوئی تو اس نے اس کی قبر بنوا کر اپنے خاوند سے ایک قطعہ اراضی مزروعہ بعوض مسجد مثل جاروب کشی ومرمت وغیرہ ایک فقیر کو معرفت شوہر خود حکام وقت سے صدقۃً دلوا کر سند تحریر کرا دی ہے چنانچہ وہ سند فقیر کے پاس موجود ہے۔ اب اس اراضی کے رہن رکھنے کا فقیر کو حق پہنچتا ہے یا نہیں؟ اور بالفرض رہن، مرتہن کو اس اراضی سے نفع حاصل کرنا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

واضح ہو کہ وقف کرنا کافر کا صحیح ہے کیونکہ وقف میں اسلام کی شرط نہیں ہے:۔

و منها الحرية و اما الاسلام فليس بشرط [1] (عالمگیری)

اور رہن رکھنا وقف کا صحیح نہیں:۔

فاذا تم ولزم لا يملك ولا يرهن فبطل شرط واقف الكتب الرهن [2] (درمختار)

اور مرہون سے نفع لینا مرتہن کو درست نہیں ہے:۔

ولا ينتفع المرتهن بالرهن استخداما وسكنا ولبسا واجارة واعارة [3] (كنز الدقائق)

فقط۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

حررہ واجابہ خاکپائے محمد مسعود نقشبندی دہلوی

---

[1] عالمگیری، کتاب الوقف، باب ۱، ج ۲، ص ۳۵۲۔

[2] درمختار، " " ، ۱۴۰، ص ۳۷۹۔

[3] کنز۔

سوال ۱۴۴

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ زید وعمر وبکر
کے آباؤ اجداد کا بنایا ہوا ایک احاطہ قبرستان کا ہے گا، اگر اشخاص مذکورہ میں سے کوئی
مرقومہ بالا کو کسی کے ہاتھ فروخت کردے یا اس احاطہ کی چہار دیواری توڑ کر بیچ دے
مطابق مذہب اہل سنت والجماعت کے جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بصورت مرقومہ معلوم کرنا چاہیے کہ قبرستان وقف ہوتا ہے اور وقف کی بیع
پس کسی کو بیع احاطہ یا دیوار کی کرنی جائز نہیں ہے ھکذا فی کتب الفقہ۔

حررہ واجابہ خاکپائے محمد مسعود نقشبندی دہلوی
۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۲ہجری

سوال ۱۴۵

علمائے دین ومفتیان شرع متین چہ فرمایند دریں مسئلہ کہ ایک محلے میں مدت
قوم افغاناں کی مسجد قائم ہے اور اس میں لوگ اکثر نماز باجماعت اتفاق کے ساتھ پڑھتے
ہیں اور پڑھتے ہیں لیکن اب عرصہ کئی ماہ سے مومنوں نے ایک مسجد اسی محلے میں نئے سرے
طیار نماز پڑھنے کے واسطے کی ہے چنانچہ اب مسلمان بھائی نماز باجماعت ہر دو مسجد میں
ہیں لیکن پیش امام افغانوں کی مسجد کا کہ وہ حافظ اور مسئلہ دان ہے از روئے معنی
شریف کے جو مندرج ذیل ہے کہ بحذف روف کے دوسرے رکوع میں واقع ہے
دیتا ہے کہ اس مسجد جدید میں مسلمانوں کی نماز مطلق ناجائز اور نادرست ہے۔ اور دو
یہ ہے:-

والذین اتخذوا مسجدا ضرارا وکفرا الخ۔[1]

---

[1] سورۃ التوبہ، آیت ۱۰۷۔

تو اس صورت میں وہ مسلمان کہ نماز مسجد جدید میں پڑھتے ہیں ان کی درست ہے اور جائز ہے یا نہیں؟
براہ عنایت اس کے جواب باکمال سے ہم مسلمانوں کو سرفراز فرمادیں۔ بینوا توجروا۔

المرقوم ۲۰ ذی الحجہ سنہ ۱۳۰۱ھ ہجری یوم الجمعہ

الجواب هو الموفق والمعين للصواب

بصورت مسئلہ معلوم کرنا چاہئے کہ مسجد جدید میں نماز پڑھنی ناجائز ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ ایسی مسجد کی نسبت جو کہ واسطے تفریق کرنے نمازیوں کے اور نفاق اور ضرار اسلام کے بنائی گئی ہو، حکم مسجد ضرار فرماتا ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم کرتا ہے کہ اس میں نماز نہ پڑھیں :-

والذين اتخذوا مسجدا ضرارا وكفرا وتفريقا بين المؤمنين وارصادا لمن حارب الله ورسوله من قبل ۔۔۔ تا ۔۔۔ لا تقم فيه ابدا[1]

اور ایسی مسجد کو حکم منہدم کرنے کا آیا ہے جیسا کہ تفسیر مدارک وغیرہ میں لکھا ہے جبکہ بنو غنم بن عوف میں قریب مسجد قبا کے ایک مسجد بنائی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے واسطے نماز پڑھنے کے عرض کی، اس وقت یہ آیت اتری، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وحشی اور معن بن عدی وغیرہ صحابہ کو حکم فرمایا کہ اس مسجد ظالم کو ڈھادو اور جلادو، انہوں نے ایسا ہی کیا اور حکم دیا کہ اس جگہ کوڑے کی جگہ بنادو :-

فنزلت فقال عليه السلام لوحشى قاتل حمزة ومعن بن عدى وغيرهما انطلقوا الى هذا المسجد الظالم اهله فاهدموه وحرقوه ففعل وامر ان يتخذ مكان كناسة يلقى فيه الجيف والقمامة انتهى ما فى تفسير الاحمدية[2] وهكذا فى التفسير الكبير[3]

---

[1] سورۃ التوبہ، آیت ۱۰۷، ۱۰۸ -

[2] تفسیر احمدی، سورۃ التوبہ، ص ۴۷۷ -

[3] تفسیر کبیر ، ، ، زیر آیت ۱۰۷، ۱۰۸، ج ۴، ص ۵۱۸ -

پس جبکہ ایک مسجد میں قدیم سے جماعت ہوتی ہے اور پھر ایک مسجد جدید قریب
اور نمازی متفرق ہو گئے۔ کچھ قدیم میں نماز پڑھے اور کچھ مسجد جدید میں، یہی تفرقہ ہے کہ سبب
ہوا، اسی واسطے مسجد جدید مسجد ضرار قرار دی گئی ہے جس کا کہ آیہ کریمہ میں ذکر ہے:۔

ومعنی الآیۃ والذین اتخذوا مسجدا ضرارا
ای لاجل الضرر لاخوانہم ہم اصحاب مسجد قبا و کفرا
ای تقویۃ للنفاق وتفریقا بین المؤمنین ای
لاجل ان یتفرق المؤمنون بعد ان کانوا یصلون مجتمعین
فی مسجد قباء (تفسیر احمدی)[1]

پس جس مسجد کے سبب سے کہ نفاق مومنین میں پڑے اور تفرقہ بعد اجتماع کے
واسطے ناموری اور بزرگی اپنی شان کے بنائی گئی ہو، وہ مسجد ضرار ہے۔ اس میں نماز ناجائز ہے
اس کا روا ہے، اسی واسطے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بعد فتح کرنے ملک کے ایک
مسجد کے بنانے کو منع کیا ہے قال صاحب الکشاف[2]:۔

وعن عطاء لما فتح اللہ الامصار علی عمر رضی
اللہ عنہ امر المسلمین ان یبنوا المساجد و ان
لایتخذوا فی مدینۃ مسجدین یضار احدہما صاحبہ
ہذا لفظہ۔ فالعجب من المشائخ المتعصبین فی
زماننا یبنون فی کل ناحیۃ مساجد طلبا للاسم و
الرسم و استعلاء لشانہم و اقتداء بآبائہم و لم
یتأملوا ما فی ہذہ الآیۃ انتہی ما فی تفسیر الاحمدی[3]
واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

---

[1] تفسیر احمدی، سورۃ التوبہ، ص ۷۷۴ -

[2] تفسیر کشاف، سورۃ التوبہ، زیر آیات ۱۰۷ و ۱۰۸، ج ، ص

[3] تفسیر احمدی، ، ، ص ۸۷۴ -

[a] مسجد ضرار وہ قرار دی جائے گی جب نیت فاسدہ کی بناء پر بنائی گئی ہو مثلاً تفریق بین المسلمین یا کفر کی تقویت کے
نیت صحیح سے بجائے عبادت تعمیر ہو (جیسا کہ مسلمانوں کے بارے میں حسن ظن ہے) تو وہ مسجد ضرار نہ کہلائے گی ۱۲ شرف

حررہ واجابہ خاکِ رہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی
المرقوم ۱۳ صفر ۱۳۰۲ھ ہجری
(بقلم نور محمد)

سوال ۱۴۶

۱۔ جو شخص کہ صوفیہ کرام کو اہل سنت وجماعت کا مخالف کہے اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور شیخ اکبر محی الدین بن عربی وعبدالکریم جیلی صاحبِ "انسان کامل" کو بُرا کہے وہ شخص مسلمان ہے یا کافر؟

۲۔ ایک کہنہ مسجد جو قریب دوصد سال کے ویران پڑی تھی اور اب اس میں آبادی کی گئی اور وعظ میں حضرت رسالت پناہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور صوفیہ کرام کی بزرگی بیان ہوتی ہے، اس کی مذکرنے کو جو کفر کہے اس کے واسطے کیا حکم ہے؟

الجواب

واضح ہو کہ شیخ عبدالحق و شیخ اکبر و عبدالکریم تمام صوفیہ مسلمان تھے اور برگزیدہ، اب جو شخص ان کو بُرا کہے گا وہ خود برا ہے اور جو ان کو کافر کہے گا وہ خود کفر میں واقع ہوگا:۔

عن ابی ذر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یرمی رجل رجلا بالفسوق ولا یرمیہ بالکفر الا ارتدت علیہ ان لم یکن صاحبہ کذلک رواہ البخاری [۱]

اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ مُردوں کو نیکیوں کے ساتھ یاد کرو، برائیوں کے ساتھ یاد نہ کرو، فقط۔

اور تعمیر مسجد علامت ایمان کی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

انما یعمر مسٰجد اللہ من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر [۲]

---

[۱] مشکاۃ، کتاب الآداب، باب حفظ اللسان، حدیث ۵، فصل ۱۔

[۲] سورۃ التوبہ، آیت ۱۸۔

جبکہ تعمیر مسجد اور آبادی اس کی موجب ایمان اور خیر کا ہے پس منع کرنے والا اور نسبت کرنیوالا مناع خیر میں سے ہے کہ اخلاق کفار سے ہے چنانچہ اللہ تعالے صفت کفار میں فرماتا

مناع للخیر معتد اثیم عتل بعد ذلک زنیم [1]

اور اللہ تعالے فرماتا ہے :-

وتعاونوا علی البر والتقوی [2]

چونکہ آبادی مسجد ویران کی موجب بڑ اور تقوی کی ہے پس منع کرنے والا مخالف ہے حکم موصوفہ کا پس ایسا شخص مفسد فی الدین ہے، ایسے شخص سے مخالطت نہ چاہئیے اور علیحدہ رہنا کیونکہ دین میں فساد ڈالنے والا ہے۔ واللہ لا یحب الفساد [3]۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

حررہ واجابہ خاکِ رہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی

۲ ربیع الاول ۱۳۰۴ھ ہجری

---

[1] سورۃ القلم، آیت ۱۲، ۱۳ -

[2] سورۃ المائدہ، آیت ۲ -

[3] سورۃ البقرہ، آیت ۲۰۵ -

باب ۶

آدابُ و رُسُوم

سوال ۱۴۷

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ ایک شخص اذان کہتا ہے اور جماعت کے حاضرین اس کی اذان سنتے ہیں، ایک اور شخص آیا اور اس نے سلام علیک کہی تو مردمان حاضرین جو سنتے ہیں ان میں کسی شخص نے جواب سلام کا نہیں دیا بدیں خیال کہ اب ہم کو سننا اذان ضروری ہے جواب سلام علیک کا کیونکہ جس شخص نے سلام کیا خود بے احتیاطی اس نے کی کہ اب وقت سلام کا نہیں تھا تو آیا جواب نہ دینا کچھ گنہ گاری تو لازم نہیں رکھتا ہے کیونکہ اب اول سننا اذان کا یا جواب دینا مقدم ہے، جو کچھ حال ہو موافق شریعت کے اسے بیان کرو، اللہ تعالیٰ اجر دے گا۔

الجواب

وقت اذان کے سلام علیک کہنا مکروہ ہے اور اس وقت کا جواب نہ دینا موجب گناہ کا نہیں ہے کیونکہ حکم ہے کہ اس وقت جواب نہ دیوے اور اذان کو سنے:-

یکرہ السلام عند قراءۃ القرآن جهرا وکذا عند مذاکرۃ العلم وعند الاذان والاقامۃ والصحیح ان لا یرد فی ھذہ المواضع (ایضاً کذا فی الغیاثیۃ) (عالمگیریۃ)[1]

حررہ واجابہ خاکپا محمد مسعود نقشبندی دہلوی

سوال ۱۴۸

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ جو مناجاتیں یا مدائح کہ موافق قرآن شریف اور حدیث شریف کے ہوں بلکہ وہ قرآن شریف اور حدیث شریف کا ترجمہ ہوں جو باتیں کہ خلاف شرع اور خلاف قرآن اور حدیث کی ان میں ہوتی ہے ان کی مخالفت اور مذمت اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ترغیب اس میں ہو اور جو کچھ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی

---

[1] عالمگیری، کتاب الکراھیۃ، باب ۷، ج ۵، ص ۳۲۵۔

نے فرمایا ہے بعینہ وہی ان شعروں میں مضمون بھرا اور قافیہ بندھا ہو اور شرک کا رد اور اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس قسم کا مضمون ہو کہ اس کے سننے سے خلقت کو شرک و بدعت کی برائی اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فوائد معلوم ہوں اور یہ بات معلوم ہو کہ فلاں فعل جائز ہے یا ناجائز، اور عوام کو فرض اور سنت اور مستحب ہے اس سے آگاہی ہو اور جو باتیں کہ فی زمانہ حال رائج ہو گئی ہیں کہ ان کی اصل کچھ قرآن اور حدیث سے ثابت نہیں اور اس میں سراسر بدعت ہوتی ہے اور خلقت اس کو ثواب جان کر اور واجب جان کر کرتی ہے، اس کی ممانعت اور شرک و بدعت کا رد موافق قرآن و حدیث کے، اس اقسام کی جو رائج ہوں، ان کا سننا اور پڑھنا اور پڑھانا اور سننا اور سنانا اور اس کے موافق عمل کرنا ثواب ہے یا خطا، بینوا توجروا۔

الجواب

اس قسم کے اشعار جو مضمون مندرجہ سوال ہوں، سننا اور سنانا اور موزوں کرنا ان کا موجب ثواب کا ہے، اسی قسم کے اشعار کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکمت فرمایا ہے جیسا کہ بخاری میں ابی بن کعب سے حدیث آئی ہے :۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان من الشعر حکمۃ رواہ البخاری [1]

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کے اشعار کو سنا ہے چنانچہ ایک بار ایک سو بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنیں :۔

عن عمرو بن الشرید عن ابیہ قال ردفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوما فقال ھل معک من شعر امیۃ بن ابی الصلت شیئ قلت نعم قال ھیہ فانشدتہ بیتا فقال ھیہ حتی انشدتہ مائۃ بیت رواہ مسلم [2]

---

[1] مشکوٰۃ، کتاب الآداب، باب البیان والشعر، حدیث ۲، فصل ۱۔

[2] ایضاً، حدیث ۵۔

اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض شعر کی تعریف بھی کی ہے :-

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول صلی اللہ علیہ وسلم اصدق کلمۃ قالھا الشاعر کلمۃ لبید "الا کل شیئ ما خلا اللہ باطل" متفق علیہ [1]

اور بعض اشعار حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی پڑھے ہیں چنانچہ یوم خندق میں پڑھے :-

واللہ لولا اللہ ما اھتدینا ولا تصدقنا ولا صلینا

فانزلن سکینۃ علینا وثبت الاقدام ان لاقینا

ان الاولی قد بغوا علینا اذا ارادوا فتنۃ ابینا

متفق علیہ [2]

اور حضرت حسان شاعر کی جس نے کفار کی ہجو کری تھی تعریف فرمائی اور فرمایا کہ جبرئیل ساتھ حسان کے تھا :-

عن عائشۃ قالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لحسان ان روح القدس لایزال یؤیدک ما نافحت عن اللہ و رسولہ رواہ مسلم [3]

اور بہت سی احادیث اس قسم کے اشعار کی صفت میں آئی ہیں، بسبب طوالت کے ترک کی گئیں۔

واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ واجابہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی دہلوی
۸ شعبان المبارک سنہ ۱۳۰۱ ہجری

سوال ۱۴۹

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ یا رسول اللہ وقت ...

---

[1] مشکوٰۃ، کتاب الآداب، باب البیان والشعر، حدیث ۴، فصل ۱۔

[2] ایضاً ، ، ، حدیث ۱۰ ، ، ۔

[3] ایضاً ، ، ، حدیث ۹ ، ، ۔

اور بیٹھتے یا ورد وظائف یا اور کسی طرح سے کہنا جائز ہے یا نہیں اور کہنے والا مثیب یا مسیئ ہوگا۔
اس کو جواب مدلل کتاب شرعی سے مع نشان صفحہ اور سطر اور مطبع اور مع قواعد نحویہ کے تحریر فرماویں
اور جو لوگ اس کلمہ کو بہ نیت حاضر و ناظر جان کر کہتے ہیں، ان لوگوں پر کیا حکم ہے اور جو اس نیت سے
نہیں کہتے ان لوگوں پر کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

واضح ہو کہ یا رسول اللہ، کہنا وقت سوتے اور نشست اور ہر کار وغیرہ کے وقت ممنوع ہے
اور بہ نیت حاضر و ناظر کہنا موجب شرک کا ہے کہ یہ ہر دو صفت بالذات خاص واسطے خدا کے ہیں،
چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:-

نحن اقرب الیہ من حبل الورید [1]

یہ صفت حضوری کی بندے میں نہیں ہے اور اللہ تعالےٰ کی صفات میں دوسرے کو شریک
کرنا شرک ہے کما قال اللہ تعالیٰ:-

لیس کمثلہ شیئ وھو السمیع البصیر [2]

اور اسی آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ صفت سننے اور دیکھنے کی بالذات خاص خدا کو ہے
زیرا کہ حصر کے ساتھ بیان فرماتا ہے اعنی وھو مقدم ہے السمیع اور بصیر سے:-

علی سبیل الحصر بالذات انما سمع الغیر
و بصرہ باعتبار ظھورھما فیہ۔ انتھیٰ ما فی تبصیر الرحمٰن [3]

کصفتہ صفت۔ [4]

ولیکن 'یا رسول اللہ' کہنا درود و وظائف میں جائز اور درست ہے چنانچہ التحیات
میں 'ایہا النبی' واقع ہوا ہے اور اسی حدیث میں:-

---

[1] سورۃ ق: آیت ۱۶۔

[2] سورۃ الشوریٰ، آیت ۱۱۔

[3] تفسیر تبصیر الرحمٰن، سورۃ الشوریٰ، زیر آیت ۱۱، ج ۲، ص ۲۴۴۔

[4] بیضاوی، سورۃ الشوریٰ، زیر آیت ۱۱، ص ۶۴۳۔

عن ابن عباس قال مر النبی صلی اللہ علیہ
وسلم بقبور بالمدینۃ فاقبل علیھم بوجھہ
فقال السلام علیکم یا اھل القبور یغفر اللہ لنا
ولکم انتم سلفنا ونحن بالاثر رواہ الترمذی [1]

اس حدیث میں خطاب ساتھ یا اور کم اور انتم کے واقع ہوا ہے اور لفظ یا کو [illegible] قریب اور بعید دونوں کے آتا ہے چنانچہ علم نحو میں درج ہے اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ [illegible] حیات ہیں جیسا کہ کلام الٰہی سے ثابت ہے :-

ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا
بل احیاء عند ربھم یرزقون الایۃ [2]

پس شہدا زندہ ہیں کما نطق علیہ القرآن اور نبیوں کا درجہ [illegible] کا فرق ہے شہدا پر :-

ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین
انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشہداء
والصالحین وحسن اولئک رفیقا [3]

پس ان ہر دو آیت سے ثابت ہوا کہ انبیاء حیات ہیں خصوصاً حضرت صلی اللہ علیہ [illegible] ادراک تام حاصل ہے اور یہ تعلق روح سے ہوتا ہے اور بعد ممات کے ادراک میں روح کو قرب [illegible] بُعد برابر ہے، حدیث شریف میں ہے :-

صلوا علی فان صلوتکم تبلغنی حیث کنتم رواہ النسائی [4]

خاص اس وقت کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماویں کہ جو شخص درود میرے پر بھیجتا [illegible] اور سلام بھیجتا ہے وہ مجھ کو پہنچتا ہے اور میں اس کو جواب سلام کا دیتا ہوں :-

---

[1] مشکاۃ، کتاب الجنائز، باب زیارۃ القبور، حدیث ۴، فصل ۲ -

[2] سورۃ آل عمران، آیت ۱۶۹ -

[3] سورۃ النساء، آیت ۶۹ -

[4] مشکاۃ، کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ علی النبی، حدیث ۸، فصل ۲ -

عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان للہ ملٰئکۃ سیاحین فی الارض یبلغونی من امتی السلام رواہ النسائی والدارمی [1]

وعن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من احد یسلم علی الا رد اللہ علی روحی حتی ارد علیہ السلام رواہ ابوداؤد و مشکوٰۃ [2]

اور مراد رد روح سے یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کہ مستغرق مشاہدہ رب العزت میں ہے، اس حالت سے افاقہ ہونا اور جواب سلام کا دینا اور یہ مراد نہیں ہے کہ روح حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعد مفارقت بدن کے پھر آتی ہے کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم حیات ہیں کما ثبت من قبل انفا وعلیہ الاجماع۔

پس درست ہوا "یا رسول اللہ" کا کہنا ھٰذا مختصرھا فی رسالۃ السماع اگر زیادہ تفصیل درکار ہو "رسالہ سماع موتیٰ" میں دیکھنا چاہیئے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ واجابہ خاک رہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی

المرقوم ا جمادی الاولیٰ سنہ ثلث وثلثمائۃ بعد الالف

سوال ۱۵۰

بخدمت عالمان دین محمدی مظہر باد کہ ختم قرآن بربان ایستادہ جائز است یا نشستہ؟ ہر طوریکہ در شرع محمدی بموجب مسئلہ فقہ واحادیث ونص ختم گفتن جائز باشد بہ مواہیر خود تحریر فرمایند کہ عمل کردہ آید۔

الجواب

اصل ختم مروج فی زماننا از شارع یافتہ نمی شود الا بعد فراغت طعام دعا کردن بحق صاحب طعام یا خواندن ایں کلمات:-

---

[1] مشکاۃ، کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ علی النبی، حدیث ۲، فصل ۲۔

[2] ایضاً، ، ، ، حدیث ۷، فصل ۲۔

[3] "رسالہ سماع موتیٰ" فتاویٰ ہذا کے ص تا پر ملاحظہ فرمائیں۔

اللّٰھم بارك لنا فیه واطعمنا خیرا منه۔ کما رواہ

الترمذی عن ابن عباس [1]

یا رسیدن ثواب طعام برائے میت از دل یا از زبان ثابت است وایں ...

نشستہ کردہ می شوند ونزد فقیر اصلیت ختم قرآن ہمیں است کہ در حدیث ابن عباس آمدہ و در حد افراط ...

صورت ختم مروج گشتہ کہ فی زماننا مروج است۔ واللہ اعلم بالصواب

حررہ واجابہ خاک پاے محمد مسعود نقشبندی دہلوی

۲۸ رمضان المبارک ۱۳۰۴؁ہجری

یوم سہ شنبہ

سوال ۱۵۱

۱- نجات کیا شے ہے؟

۲- نجات کیونکر حاصل ہوتی ہے؟ اور اس کے حاصل کرنے کو کیا کرنا چاہیئے؟

۳- گناہوں کے دور کرنے کو کیا کرنا چاہیئے؟

۴- مرتے وقت جو تکلیف نہ ہو اس کے لئے کیا کرنا چاہیئے؟

۵- شخص متوفی کے وارثان کو اس کی نجات کے واسطے کیا کرنا چاہیئے؟

الجواب

۱- انقطاع ماسوی اللہ اور وصل الی اللہ کو نجات کہتے ہیں یعنی تعلق ماسوی اللہ کا دل سے دور کرنا اور چسپیدگی دل کی بسوئے ذات احد ہونی، یہی نجات ہے۔

۲- نجات حاصل کرنے کے واسطے ایمان کو کامل کرنا چاہیئے اور کمال ایمان دو امروں سے حاصل ہوتا ہے، ایک یہ کہ محبت ذات بحت اور محبت واسطہ رسالت خاتمیت صلی اللہ علیہ وسلم دل میں قائم کرے اور حب ماسوی ہر دو کو دل سے دور کرے اور تمام افعال ... خالصۃً ہوں اور نمود بشریت کو مکروہ جانے اور یہ امر منحصر ہے اوپر صفائے قلب کے

---

[1] ترمذی، ابواب الدعوات، باب ما یقول اذا اکل طعاما، ص ۴۹۸ -

صفائے قلب منحصر ہے مرشد کی ہدایت پر۔

۳۔ واسطے رفع گناہاں کے توبہ چاہیئے یعنی ندامت گناہاں ماتقدم سے اور پرہیز گناہاں آئندہ سے

۴۔ حب ذات واحد قدیم کی دل میں قائم کرنی چاہیئے اور حب ماسوی اللہ دل سے دور کرنی چاہیئے۔

۵۔ وارثان متوفی کو اللہ تعالےٰ سے دعاء مغفرت کی متوفی کے حق میں کرنی چاہیئے اور نیک عمل یا قول کا ثواب متوفی کی روح کو بخشنا چاہیئے۔ فقط۔

سوال ۱۵۲

چہ فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ، باوجودیکہ موجودگی آیات:

فاذکروا اللہ کذکرکم اٰباءکم او اشد ذکرا [1]

واذکروہ کما ھداکم [2]

احادیث شریفہ:-

لیس منا من لم یتغن بالقراٰن [3]

واذا ذکرنی عبدی فی نفسہ ذکرتہ فی نفسی

واذا ذکرنی فی ملاء ذکرتہ فی ملاء خیر [4]

وغیرہ وغیرہ احادیث صریحہ کے، ایک شخص مطلق جہر کو قرآن شریف یا اذکار کے جیسا کہ مشائخ وصوفیہ کرام بمقام کعبہ شریف یا مدینہ شریف میں کرتے ہیں، مطلق حرام کہتا ہے، قول اس کا مسموع ہے یا مردود؟

الجواب

واضح ہو کہ ذکر جہر کرنا مطلق حرام نہیں جیسا کہ احادیث اور آیات قرآنی سے ثابت ہے اگرچہ

---

[1] سورۃ البقرہ، آیت ۲۰۰۔

[2] ایضاً ، آیت ۱۹۸۔

[3] مشکاۃ ، کتاب فضائل القرآن، باب آداب التلاوۃ، حدیث ۸، فصل ۱۔

[4] ایضاً ، کتاب الدعوات ، باب ذکر اللہ الخ ، حدیث ۴ ، فصل ۱۔

اولیٰ ذکر خفیہ ہے :-

ان ابن عباس اخبرہ ان رفع الصوت بالذکر
حین ینصرف الناس من المکتوبۃ کان علیٰ عہد النبی
صلی اللہ علیہ وسلم، رواہ البخاری [1]

پس ذکر جہر کو حرام کہنا خلاف ہے احادیث اور قرآن کے ولیکن اس صورت میں کہ ذکر [illegible]
حرج نمازیوں اور قاری قرآن کا مقصود نہ ہو یا ایسے مقاموں میں کہ جن مقام میں شارع سے ذکر خفی [illegible]
ہے، اس جائے ذکر جہر ممنوع ہے۔ اور اولویت ذکر خفیہ پر آیت قرآنی دال ہے:

واذکر ربک فی نفسک تضرعا وخیفۃ [2]

پس اصل تحقیق یہ ہے کہ ذکر جہر جائز اور ذکر خفی اولیٰ۔ واللہ اعلم بالصواب

حررہ واجابہ خاکِ رہِ محمد مسعود نقشبندی دہلوی
۲۶ شعبان سنہ ۱۳۰۱ ہجری المقدس

سوال ۱۵۳

چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ زید اقرار بالتوحید والرسالت [illegible]
وجمیع احکام شرعیہ نیز حق می داند و پابند صوم وصلوٰۃ است وحرمت سرود مع مزامیر را ظنی وحرمت [illegible]
وحرمت لغیرہ بجہت تعارض نصوص یعنی احادیث آحاد و جواز نقارہ نمازیاں وضرب دف برائے [illegible]
نکاح می انگارد وکسانیکہ صوفیہ کرام بہ ذوق وشوق بجہت مزید شوق الٰہی بہ سماع مطلق می دانند [illegible]
می داند، کافر نمی گوید وہر کہ اباحت می داشتہ باشد کہ افتقار او بسوئے سماع مثل افتقار مریض است
بجانب دوا در حق او مباح می گوید وہر کہ اہلیت سماع نداشتہ باشد برائے او حرام می داند پس

۱۔ زید موصوف بعقیدہ مذکورہ مسلمان است یا کافر؟
۲۔ در نسبت حضرات صوفیہ کرام اہل سماع چہ اعتقاد باید داشت کفر یا اسلام؟
۳۔ وحرمت سماع ظنی یا قطعی است؟

---

[1] بخاری، کتاب الصلاۃ، باب الذکر بعد الصلاۃ، ج ۱، ص ۱۶۶۔

[2] سورۃ الاعراف، آیت ۲۰۵۔

۴۔ واختلاف علماء درا باحت وحرمت آں محقق است یا نہ ؟

الجواب

بر ماہران فقہ واحادیث وکلام الٰہی مخفی ومحتجب نماند کہ مابین سماع وسرود فرق است سماع بالاتفاق حلال ومباح است کہ در لہو ولعب داخل نیست وتعریف سماع کہ در اہل صوفیہ کرام متقدمین بود این است کہ :۔

اشعار متضمن بہ توحید وتوصیف ومدحت حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم بلا لہجہ وآواز مطربانہ کہ بہ علم موسیقی آموختہ نباشد بہ خوش آواز غنا کنند و در سماع آنہا ذوق وشوق الٰہی وتوجہ الی اللہ پیدا شود ونفس امارہ بالسوء از ماسوی اللہ تنفر پذیرد۔

پس ایں قسم غناء مباح است بلانکیر کما فی الحدیث :۔

عن خالد بن ذکوان قال قالت الربیع بنت معوذ بن عفراء جاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم فدخل حین بنی علی فجلس علی فراشی کمجلسک منی فجعلت جویریات لنا یضربن بالدف ویندبن من قتل من آبائی یوم بدر اذ قالت احداہن ع

وفینا نبی یعلم ما فی غد

فقال دعی ہٰذہ وقولی بالذی کنت تقولین رواہ البخاری[1] وہٰکذا فی الترمذی[2] وقال ابو عیسٰی ہٰذا حدیث صحیح حسن وایضاً رواہ ابوداؤد۔

وازیں حدیث ثابت شد کہ غناء بالدف اعنی سماع جائز است زیرا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فقط مدح بنی وعلم غیب را منع کردند وسماع را اجازت دادند ورنہ ہمچناں کہ علم غیب را منع فرمودند سماع را نیز

---

[1] بخاری، کتاب النکاح، باب ضرب الدف فی النکاح، ج ۲ ص ۷۷۳۔

[2] ترمذی، ابواب النکاح، باب ما جاء فی اعلان النکاح، ص ۱۷۵۔

منع فرمودند ۔

وسرود بایں معنی کہ امرأۃ مغنیہ یا مرد مغنی کہ بہ علم موسیقی آموختہ باشد وپیشہ خود ساختہ برائے حصول مال می گیر ود ودر غنا آنہا نفس امارہ بالسوء متشوق بہ فسق وفجور گردد واز یاد الہی واحکامات غافل گردد حرام است ولیکن حرمت او قطعی نیست بلکہ ظنی است زیرا کہ از دلیل قطعی الدلالۃ ثابت نشدہ است بلکہ مختلف فیہا گردیدہ است کما فی شرح المسلم للنووی :-

واختلف العلماء فی الغناء فاباحہ جماعۃ من اھل الحجاز وھی روایۃ عن مالک رحمہ اللہ تعالی وحرمہ ابوحنیفۃ رحمہ اللہ تعالی واھل العراق ومذھب الشافعی کراھتہ وھو المشھور من مذھب مالک واحتج المجوزون بھذا الحدیث واجاب الاخرون بان ھذا الغناء انما کان فی الشجاعۃ والقتل والحذق فی القتال ونحو ذلک مما لا مفسدۃ فیہ بخلاف الغناء المشتمل علی ما یھیج النفوس علی الشر ویحملھا علی البطالۃ و القبیح قال القاضی انما کان غناؤھما بما ھو من اشعار الحرب والمفاخرۃ بالشجاعۃ والظھور والغلبۃ وھذا لا یھیج الجواری علی الشر ولا انشادھما کذلک من الغناء المختلف فیہ وانما ھو رفع الصوت بالانشاد ولھذا قالت لیستا بمغنیتین ای لیسا ممن تغنی بعادۃ المغنیات من التشویق واللھو والتعریض بالفواحش والتشبیب باھل الجمال وما یحرک النفوس ویبعث الھوی والغزل کما قیل الغناء رقیۃ الزنا ولیستا ایضا ممن اشتھر وعرف باحسان الغناء الذی فیہ تمطیط وتکسیر وعمل یحرک الساکن ویبعث الکامن ولا ممن اتخذ ذلک صنعۃ وکسبا والعرب تسمی الانشاد غناء ولیس ھو من الغناء المختلف فیہ بل ھو مباح و قد استجاز

الصحابة غناء العرب الذی هو بمجرد الانشاد والترنم واجازوا الحداء، وفعلوه بحضرة النبی صلی الله علیه وسلم وفی هذا کله اباحة مثل هذا وما فی معناه وهذه ومثله لیس بحرام ولا یجرح الشاهد۔ ویلحق به ما فی معناه من الاشیاء المعینة علی الجهاد وانواع البر له انتهی ما فیه۔

ازیں جا ثابت گردید کہ مدعی فقیر کہ سماع حلال ومباح است کہ سماع صوفیہ کرام از انواع بر [b]ود وسرود مختلف فیہ است وفرق ہست میان سماع وسرود۔

واستدلال بر حرمت غناء از آیت :۔

ومن الناس من یشتری لهو الحدیث [۲]

[م]منوع است زیرا کہ آیت موصوفہ "لھو الحدیث" را منع می کند و "خیر الحدیث" را منع نمی کند واشعار توحید [و]تصیفیہ کہ صوفیہ کرام شنوند از لھو الحدیث خارج اند۔ دیگر آنکہ آیت موصوفہ بر عمومیت خود باقی نماندہ [ا]ست وحکم بر قطعی آں نماندہ است کہ احادیث مطلق لھو را حرام نمی گویند آں لھو ولعب را کہ باز دارندہ [ا]ز ذکر الٰہی باشد واز کلام وفضول کہ بے اصل باشد وقصص ہائے کہ ساقط الاعتبار باشند ومفضی بسوئے فسق و [ف]جور نہ گردد آں را جائز واند چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وآں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم لھو ولعب [ح]بشہ دیدند کما فی الحدیث۔

وغناء بادف در نکاح از احادیث ثابت است وآں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرام اشعار [ح]سان واشعار امیہ بن الصلت شنیدند وغناء جواری با اشعار جنگ بعاث شنیدند وفقہاء در یوم عید و [عر]وس وولیمہ غناء را جائز داشتہ اند ونوبت برائے تنبیہ وذکر نغمات ثلاثہ علماء مباح داشتہ اند کما فی الدر المختار۔ ولعب با زن خود جائز است چنانچہ فرمود صلی اللہ علیہ وسلم :۔

فهلا بکرا تلاعبها وتلاعبک [۳]

---

[۱] شرح مسلم، کتاب العیدین ج ۱، ص ۲۹۱۔

[۲] سورة لقمان، آیت ۶۔

[۳] مشکاة، کتاب النکاح، حدیث ۹، فصل ۱۔

کبیرۃ کفر اذا ثبت کونہا معصیۃ بدلالۃ قطعیۃ
وذکر فی الفتاوی من ان اذا اعتقد الحرام حلالا فان
کان حرمتہ لعینہ وقد ثبت بدلیل قطعی یکفر و الا
فلا بان یکون حرمتہ لغیرہ او ثبت بدلیل ظنی
انتہی ما فی شرح الفقہ الاکبر [1]

وظاہر ہست کہ حرمت سرود نہ حرمت لعینہ ہست و نہ ثبوت آں از دلیل قطعی پس سامع سرود
کافر نگردیدہ و فاسق و فاجر خواہد شد :

۱۔ پس زید موصوف بعقیدۂ مذکورہ مسلمان است۔

۲۔ وصوفیہ کرام متقدمین مصاب اند کافر نیستند :-
عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم اذکروا محاسن موتاکم وکفوا عن مساویہم
رواہ ابو داؤد [2] والترمذی۔

۳۔ وسماع حلال و مباح است و حرمت سرود مختلف فیہ و ظنی است۔

۴۔ و اختلاف علماء در حرمت و اباحت آں متحقق است۔

ولیکن غنائیکہ فی زماننا کہ در متصوفہ مروج است با ستار و طبلہ و سارنگی حرمت
قال فی جواہر الفتاوی [3] وما یفعلہ متصوفۃ زماننا حرام
لا یجوز القصد والجلوس الیہ ومن قبلہم لم یفعل کذلک انتہی
ہذا مختصر ما فی رسالۃ السماع لی فان شئت تفصیلہ
واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ و اجابہ خاکپائے محمد مسعود نقشبندی دہلوی
۲۸ جمادی الثانیہ ۱۳۰۳ھ ہجری

---

[1] شرح فقہ اکبر، ص ۱۸۶۔ (طبع مجتبائی دہلی)
[2] مشکاۃ، کتاب الجنائز، باب المشی بالجنازۃ، حدیث ۳۳، فصل ۲۔
[3] عالمگیری، کتاب الکراہیۃ، باب ۱۷، ج ۵، ص ۳۵۲۔

سوال ۱۵۷

چہ فرمایند علماء دین و مفتیان شرع متین دریں مسئلہ عمرو می گوید کہ غناء و سماع و سرود بہ اتفاق جمیع علماء اہل سنت بانص قطعی حرام است چنانچہ زنا و خمر بامزامیر باشد یا بغیر آں، پس صوفیہ کہ مرتکب ایں فعل اند فاسق و فاجر گناہ کبیرہ اند و بجواز ایں فعل مجوز اند یا گفتار ضال و کافر اند اگرچہ باشر الظ شنوند و کسے کہ قائل بجواز و اباحت غناء و سماع و مزامیر و آلات برائے اولیاء است و برائے صوفیہ صافیہ کرام و عاشقان خدا وسیلہ خیر و سبب ترقی قرب الہی میدانند آں ہم کافر است بفحوائے حدیث شریف

استماع الملاھی کفر و الجلوس علیہا فسق و

التلذذ بہا کفر و من الناس من یشتری لھو الحدیث الخ

پس مولوی روم شیخ ابن عربی و مولوی جام و شیخ شہاب الدین سہروردی و شاہ رمضان مہمی و قاضی ثناء اللہ پانی پتی و ملاجیون صاحب تفسیر احمدی و محمد غزالی و مولوی عبد العزیز دہلوی و شیخ عبد الحق محدث دہلوی و مولوی بحر العلوم لکھنوی و شیخ احمد مجدد سرہندی و عبد القدوس گنگوہی و شیخ فرید پاکپتنی و ابو القاسم قشیری و محمد امین شامی ایں ہمہ قائل اند کہ غناء بامزامیر و آلات لہو شنیدن اولیاء و عاشقان صادقان خدا را وسیلہ خیر و باعث حسنات است گناہ نیست اگرچہ خلاف شرع است در ظاہر اما در باطن بسبب خلوص نیت و قصد خیر نیک است و بغلبہ حال و عشق معذور اند و بطلب وصال خدا ماجور اند پس ایں ہمہ علماء باباحت ایں غناء ضال شیطانی و کافر اند پس کسیکہ بہ اتباع ایشاں مثل ایشاں قائل است آنہم کافر است و منکر نص قطعی است۔

و زید میگوید کہ صوفی صافیہ کرام علماء فاضلین عظام اکابر دین و پیشوا اہل یقین اند تشنیع و تضلیل و تکفیر ایشاں بزرگان بلا سر جہالت و ضلالت است و ہم قائل ایمان و جانست نعوذ باللہ من ذلک حالانکہ در حرمت و حلت غناء سماع ادلہ آیات و احادیث متعارض اند در علماء اہل سنت و جماعت اختلاف و تباین احوال و تخالف اقوال کثیرہ است، پس آیا عمرو در قول خود برحق است یا زید؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اللّٰہم زدنی علما نافعا و عملا صالحا مقبولا لایکون

فی افراط ولا تفریط ولا یشوب فیہ شائبۃ الریاء و التشنیع

فاقول و باللہ التوفیق :-

ان قول زید سدید و بالسمع والعمل حقیق و ان کان

عمرو یحکم علی فی قولی ذا بالکفر والارتداد فلا ابالی ان

کنت علی الحق والقول السداد واللہ الموفق والمعین

ومنہ الاستقامۃ علی الحبل المتین -

پس اول دلائل اباحت سماع وغنا ورد حرمت آں بیان کردہ می شوند تاکہ ناظرین را بتقابل صحیح

باطل ظاہر گردد وفرق مابین حرمت سماع وحلت آں پیدا شود و ہیچ شبہ وشک درو نماند -

دلائل اباحت ایں ہستند :-

(حدیث ۱) عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت دخل علی النبی

صلی اللہ علیہ وسلم وعندی جاریتان تغنیان بغناء

بعاث فاضطجع علی الفراش وحول وجہہ ودخل ابوبکر

فانتہرنی وقال مزمار الشیطان عند النبی صلی اللہ

علیہ وسلم فاقبل علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم فقال دعہما الحدیث رواہ البخاری[1]

" یعنی فرمود عائشہ کہ داخل شد بر ما نبی صلی اللہ علیہ وسلم در آں حالت کہ

دو صغیر سن کنیزکاں بسرود بعاث سرود میکردند پس دراز شدند حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

بر فرش و پشت بجانب کنیزکاں کردند و داخل شد ابوبکر پس ملامت کرد مارا وگفت

آیا ایں مزمار شیطان نزد نبی صلی اللہ علیہ وسلم پس متوجہ شدند بر و رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم و فرمودند کہ رہا کن آں ہر دو را "

و بعاث قلعہ ایست کہ قبل از اسلام ما بین دو قبیلہ اوس وخزرج بداں جنگ وجدال

شدہ بود، اشعاریکہ متضمن بدلیری و بہادری مقاتلہ او بودند سرود میکردند -

پس ثابت شد ازیں حدیث کہ اشعار بآواز خوش کہ طرب انگیز باشد خواندن و سماع آنہا

---

[1] بخاری ، کتاب العیدین ، باب الحراب والدرق یوم العید ، ج ۱ ، ص ۱۳۰ -

است زیرا که در منتهی الارب نوشته است :-

غنا رکگسا ، آواز خوش که طرب انگیزد و سرود ۱

و در غیاث نوشته است که غنا ء یعنی نغمه و سرود ۲ پس اگر سماع و غنا ء حرام بودی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم چرا شنیدند و ابوبکر را منع چرا میکردند ؟

و اگر کدام اعتراض بمیان آرد که ابوبکر چرا حضرت عائشہ را منع کرد و گفت مزمار الشیطان ؟ بجواب میگویم که ابوبکر ایں فعل مباح بصورت لہو است و عمل رسولاں بر عزیمت و احتیاط میباشد منع کرد و حضرت صلے اللہ علیہ وسلم بایں خیال که شاید ابوبکر را بصورت عدم ممانعت اعتقاد بر حرمت او کرد و منع کرد ، ممانعت ابوبکر دراں وقت حجت بودے که حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم ساکت ماندے چرا که فعل و قول صحابی دراں حالت حجت میگردد روبرو ے صلی اللہ علیہ وسلم بظہور آید یا بر آں اطلاع واقع و حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مانع نگردند کما فی الاصول ۔

دیگر ایں که آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر لحظہ و در ہر نفس بذکر الٰہی میماندند چنانچہ حضرت عائشہ فرمودہ که بیک لحظہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم از ذکر الٰہی غافل نمی ماندند کما فی الحدیث ۔

پس حضرت ابوبکر بایں خیال که شاید ایں خوش آواز و انشاد شعر ہا مانع ذکر الٰہی باشد و قتیکہ کدام شے مانع ذکر الٰہی میگردد اگرچہ مباح باشد بحکم شیطان می شود لہذا نسبت بہ شیطان نمود و منع فرمود حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایں غنا ء مانع ذکر الٰہی نبود بہمیں سبب حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم ابابکر را منع فرمودند خذ ھذا ، معنی دور از بودن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہ جہت متوجہ الی اللہ بودند که بہ سبب دیگر گمان کردہ آید و مزمار درینجا یعنی آواز نیکو و خوش مراد است کما فی منتہی الارب وقال النووی فی شرح المسلم :

قولہ بمزمور الشیطن فی بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیہ ان مواضع الصالحین واھل الفضل متنزہ عن اللھو واللغو ونحوہ وان لم یکن فیہ اثم انتہی مافیہ ۳

---

۱ منتہی الارض

۱ منتہی الارب ، ج ۲ ، ص ۱۳۸۶ -

۲ غیاث اللغات ،

۳ شرح مسلم ، کتاب العیدین ، ج ۱ ، ص ۲۹۱ -

یعنی در خانهٔ صالحین بقسم لهو باید اگرچه دران گناه نباشد. پس ثابت گردید که بالجملہ
گناه نیست، آیا نمیدانی که امام شافعی ضب را بعلت اینکه روبروے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
خوردند ومنع کرده نشدند حلال می داند کجا که آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مانع غنا بر را منع فرمایند
نباشند ودر دیگر حدیث آمده که حضرت صلی اللہ علیہ وسلم هر دو جاریه را فرموده که باشعار دیگر
وایں نگوئید که نبی علم غیب را میدانند چنانچه بخاری از خالد بن ذکوان حدیث آورده

قال قالت الربيع بنت معوذ بن عفراء جاء
النبي صلى الله عليه وسلم فدخل حين بني على
فجلس فراشي لمجلسك مني فجعلت جويريات
لنا يضربن بالدف ويندبن من قتل من آبائي
يوم بدر اذ قالت احدٰهن ع
وفينا نبي يعلم ما في غد
قال دعي هٰذا وقولي كنت تقولين وهٰكذا في الترمذي
وقال ابو عيسى هٰذا حديث حسن صحيح وايضا رواه
ابوداؤد له

برین حدیث نظر باید کرد که ازیں حدیث غنا با دف جائز شد زیرا که حضرت صلی اللہ علیہ
شنیدند وفرمودند که باشعار غنا بکنید ومنع نکردند، اگر حرام بودی ضرور منع فرمودندے چنانچه
علم غیب را باخود منع فرمودند پس چونکه در یک حدیث یک فعل را منع کردند ودیگرے را امر
لامحال آں حرام باشد وایں حلال۔ وازیں حدیث علماء محققین چه محدثین وچه علماء فقهاء غنا با دف
را بوقت نکاح وولیمه واعیاد جائز کرده اند چنانچه صاحب بخاری در جواز ایں عقد باب نموده

باب ضرب الدُّفّ فى النكاح والوليمة

وزیر مثل ایں حدیث خالد بن ذکوان دلیل آورده وآنکه میگویند که لهو ولعب حرام است
تفصیلش که مطلق لهو ولعب ممنوع نیست لهو ولعب آں ممنوع است که باز دارنده یاد الٰهی

له بخاری، کتاب النکاح، باب ضرب الدف فی النکاح، ج ۲، ص ۷۷۳ -

چنانچہ در جواز لهو ولعب احادیث وارد اند منجملہ آں این است کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم در حدیث جابر[1] ارشاد فرمود :-

فهلا بكرا تلاعبها وتلاعبك[1]

وحضرت عائشہ با بنات لعب بازی میکردند کما فی الحدیث -

(حدیث ۲) عن عائشة رضی الله عنها قالت قدم رسول الله صلى الله عليه وسلم من غزوة تبوك او حنين وفى سهوتها ستر فهبت ريح فكشفت ناحية الستر عن بنات لعائشة لعب فقال ماهذا يا عائشة قالت بناتي ورأى بينهن فرسا له جناحان من رقاع فقال ماهذا الذى أرى وسطهن قالت فرس قال وماهذا الذى عليه قالت جناحان قال فرس له جناحان قالت اما سمعت ان لسليمان خيلا لها اجنحة قالت فضحك حتى رأيت نواجذه رواه ابوداؤد[2]

ودیگر در حدیث شریف آمده :-

(حدیث ۳) عن عائشة انها زفت امرأة الى رجل من الانصار فقال النبي صلى الله عليه وسلم يا عائشة ما كان معكم لهو فان الانصار يعجبهم اللهو، رواه البخاری[3]

ازیں حدیث معلوم شد کہ انصار لهو یعنی ضرب دف را پسند میکردند زیرا کہ دریں جا از لهو ضرب الدف مراد است پس ثابت گردید کہ بوقت فرحت ودر ایام خوشی غناء با دف جائز است ولهو ممنوع نیست - وہمیں حدیث آخر را :-

(حدیث ۴) عن عائشة رضی الله عنها قالت رأيت النبي صلى

---

[1] مشکاة ، کتاب النکاح ، حدیث ۹ ، فصل ۱ -

[2] ایضاً ، ، باب عشرة النساء الخ ، حدیث ۲۸ ، فصل ۲ -

[3] ایضاً ، ، باب اعلان النکاح الخ ، حدیث ۲ ، فصل ۱ -

اللہ علیہ وسلم یسترنی بردائہ وانا انظر الی الحبشۃ یلعبون فی المسجد حتی اکون انا التی اسأم فاقدروا قدر الجاریۃ الحدیثۃ السن الحریصۃ علی اللہو رواہ البخاری [1]

ازیں جا ہویدا گردید کہ حضرت عائشہ حریصہ لہو بودند ولعب ولہو را نظر می کردند وحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمراہ عائشہ بودند پس مطلق لہو ولعب منع نشد البتہ بعض لہو کہ بدان نہی شارع وارد شدہ است آنہا ممنوع اند وچشم وا باید کرد کہ تغنی بحسن صوت بالقرآن جائز است :-

عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما اذن اللہ لشیئ ما اذن للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یتغنی بالقرآن رواہ البخاری [2]

وبہ دیگر حدیث آمدہ :

من لم یتغن بالقرآن فلیس منا [3]

در تفسیر ایں حدیث آمدہ زینوا القرآن باصواتکم یعنی قرآن را بآواز خوب زینت بدہید

واخرج الترمذی عن محمد بن حاطب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصل ما بین الحلال والحرام الدف والصوت قال ابو عیسیٰ حدیث حسن [4]

ازیں جا امام مالک در نکاح ضرب بالدف را جائز داشتہ اند وامام بخاری از حضرت ... روایت آوردہ :-

ان ابا بکر دخل علیہا والنبی صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] بخاری،

[2] مشکاۃ، کتاب فضائل القرآن، باب آداب التلاوۃ الخ، حدیث ۴، فصل ۱-

[3] ایضاً ، ، ، ، حدیث ۸ ، ، -

[4] ، ، ، باب اعلان النکاح ، حدیث ۱۴ ، فصل ۲ -

عندها يوم الفطر او اضحی وعندها تغنيان بما تعازفت الانصار يوم بعاث الحديث [1]

دریں حدیث کلمۂ تعازفت آمده و عزف دف ولعب را گویند و ہر آنچہ نواختہ شد۔

المعازف وهی دفوف وغيرها مما يضرب وقيل كل لعب عزف [2]

و در سنن دارمی از ابی ہریرہ آوردہ :-

قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما اذن الله بشیئ كاذنه لنبی يتغنی بالقرآن يجهر به [3]

و از حضرت عائشہ حدیث آمدہ :-

قالت سمع النبی صلى الله عليه وسلم ابا موسىٰ وهو يقرأ فقال اوتی هٰذا من من امیر آل داؤد رواه الدارمی [4]

و مزامیر داؤد علیہ السلام حلال بود کما دل هٰذا الحديث و ہر فعلیکہ برامم ماتقدم جائز بود دریں امت نیز جائز است تاوقتیکہ حرمت او از نص قطعی ثابت نگردد و حرمت غنا از نص قطعی ثابت نشده است تا که حرام گردد چنانچه آئنده درآیه بحث کرده خواهد شد و دارمی از سعد روایت آمده است

ان النبی صلى الله عليه وسلم قال ليس منا من لم يتغن بالقرآن [5]

و در نسائی از محمد بن حاطب حدیث آمدہ :-

قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان فصل ما بين الحلال والحرام الدف والصوت فی النكاح [6]

---

[1] بخاری ،

[2] النہایا ، باب العین مع الزاء ، ج ۳ ، ص ۲۳۰ ۔

[3] مشکاۃ ، کتاب فضائل القرآن ، باب آداب التلاوۃ الخ ، حدیث ، فصل ۱ ۔

[4] دارمی ،

[5] مشکاۃ ، کتاب فضائل القرآن ، باب آداب التلاوۃ الخ ، حدیث ۸ ، فصل ۱ ۔

[6] ایضاً ، کتاب النکاح ، باب اعلان النکاح ، حدیث ۱۴ ، فصل ۲ ۔

ودیگر سند آن مجاہد تابع محمد بن عبد الاعلی وہشام تابع خالد است وایضاً در نسائی از عامر بن سعد

قال دخلت علی قرظة بن کعب وابی مسعود الانصاری

کرده :-

فی عرس واذا جواری یغنین فقلت انتما صاحبا رسول الله

صلی الله علیه وسلم ومن اهل بدر یفعل هٰذا عندکم

فقال اجلس ان شئت فاسمع معنا وان شئت اذهب قد

رخص لنا فی اللهو عند العرس [1]

حدیث ہذا ثابت کرده که غنا ولہو مباح است خواه شنود یا نشود ونیز معلوم شد که عهد

صلی الله علیه وسلم به قرن صحابه در شادی ها غنا مروج بود ـ ودر سنن ابن ماجه از عامر حدیث آورده

قال شهد عیاض الاشعری عیدا بالانبار

فقال مالی اراکم تقلسون کما یقلس عند رسول الله

صلی الله علیه وسلم [2]

واز قیس بن سعد نیز این حدیث آمده است وتقلس دف زدن وسرود کردن را و

ملوک وولاة را باصناف لہو ولعب بوقت قدوم میگویند کما فی منتهی الارب [3] ـ

وقال ابو عبد الله الناس یقولون القلس الطبل

وقال یوسف بن عدی احد رواة الحدیث التقلیس ان

تقف الجواری والصبیان علی افواه الطریق یلعبون

بالطبل وغیر ذلك رواه الخطیب وابن عساکر فی

تاریخها [4] وطبل بفتح اول وسکون بای موحده نقاره کلان را گویند کما فی الغیاث [5]

وفی مسند احمد عن الشعبی قال هو اللعب و

فی تاریخ ابن عساکر فارباد بن ایوب سئل هشیم عن

---

[1] نسائی، کتاب النکاح، باب اللهو والغناء الخ، ج ۲، ص ۹۳ ـ

[2] ابن ماجه، کتاب صلاة العیدین، باب ما جاء فی التقلیس، ص ۹۳ ـ

[3] منتهی الارب، ج ۲، ص ۱۰۵۶ ـ

[4] مصباح الزجاجة، للسیوطی،

[5] غیاث اللغات،

عن التغليس الضرب بالدف قال نعم كما في مصباح الزجاجة [1]

ازیں حدیث ثابت شد کہ لہو طبل جائز است لا یکرہ الا الجاهل لہٰذا فقہاء نوبت نقارہ را جائز داشتہ اند چنانچہ آئندہ دریں باب روایۃ فقہاء خواہد آید وایضاً در سنن ابن ماجہ از سعد بن وقاص :-

سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ان هذا القرآن نزل بحزن فاذا قرأتموه فابكوا فان لم تبكوا فتباكوا وتغنوا به فمن لم يتغن به فليس منا [2]

واز خالد المدنی حدیث آمدہ است :-

قال كنا بالمدينة يوم عاشوراء والجواري يضربن بالدف ويتغنين فدخلنا على الربيع بنت معوذ فذكرنا ذلك لها فقالت دخل رسول الله صلى الله عليه وسلم صبيحة عرس وعندي جاريتان تغنيان وتندبان آبائي الذين قتلوا يوم بدر وتقولان فيما تقولان ع

وفينا نبي يعلم ما في غد

فقال اما هذا فلا تقولوه ما يعلم ما في غد الا الله رواه ابن ماجة [3]

وعن عائشة قالت دخل على ابوبكر وعندي جاريتان من جواري الانصار تغنيان بما تقاولت به الانصار في يوم بعاث قالت وليستا بمغنيتين فقال ابوبكر أبمزمور

---

[1] مصباح الزجاجة ، سیوطی ،

[2] ابن ماجہ ، کتاب اقامۃ الصلاۃ ، باب فی حسن الصوت ، ص ۹۶

[3] ایضاً ، کتاب النکاح ، باب الغناء والدف ، ص ۱۳۸ -

الشیطن فی بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم و ذلک فی
یوم عید الفطر فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا ابا بکر
ان لکل قوم عیدا وھذا عیدنا رواہ ابن ماجۃ[1] وھکذا
فی مسلم

قال الشیخ فی لمعات[2]:-

دل الحدیث علی اباحۃ مقدار یسیر فی یوم العید وغیرہ من مواضع یباح السرور فیھا ویکون من شعائر الاسلام کالاعراس والولائم۔

وعن انس بن مالک ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم مر ببعض المدینۃ فاذا ھو بجوار یضربن بدفھن ویتغنین ویقلن ؎

نحن جوار من بنی النجار

یا حبذا محمد من جار

فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعلم انی لاحبکن۔

وعن ابن عباس قال انکحت عائشۃ ذات قرابۃ لہا من الانصار فجاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال اھدیتم الفتاۃ قالوا نعم قال ارسلتم معہا من یغنی قالت لا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الانصار قوم فیہم غزل فلو بعثتم معہا من یقول اتیناکم اتیناکم فحیانا وحیاکم رواھما ابن ماجۃ[3]

وفیہ دلیل علی جواز الغناء وضرب الدف عند النکاح

---

[1] ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب الغناء والدف، ص ۱۳۸ -

[2] لمعات، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ العیدین، ج ۳، ص ۲۰۶ -

[3] ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب الغناء والدف، ص ۱۳۸ -

[4] ایضاً ، ، ، ، ، -

ولز فاف للاعلان واما ما فیہ جلاجل فینبغی ان یکون مکروھا بالاتفاق مصباح الزجاجۃ۔[1]

ونیز از حضرت عائشہ حدیث آمدہ :

قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعلنوا ھذا النکاح واجعلوا فی المساجد واضربوا علیہ بالدف رواہ الترمذی[2]

وقال ھذا حدیث غریب حسن فثبت من ھذا ان السماع مباح فان قیل ان سماع الغناء المتعارف بین الناس الآن لا یثبت من ھذا اقول اذا ثبت اباحۃ ضرب الدف فکیف لا یباح سماع الغناء وقد ثبت اباحۃ ذلک فی الاعیاد والاعراس (لمعات)[3]

ودر صحیح بخاری ومسلم حدیث آمدہ است :۔

عن عائشۃ قالت ان ابا بکر دخل علیھا وعندھا جاریتان فی ایام منٰی تدففان وتضربان وفی روایۃ تغنیان بما تقاولت الانصار یوم بعاث والنبی صلی اللہ علیہ وسلم متغش بثوبہ فانتھرھما ابوبکر فکشف النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن وجھہ فقال دعھما یا ابا بکر فانھا ایام عید متفق علیہ[4]

ایں حدیث پائے زدن برزمین بوقت غنا روادف جائز شد یعنی رقص چنانچہ شیخ عبدالحق [در ذیل] ایں حدیث میگوید :۔

" وبعض گفتہ اند کہ تضربان بمعنی ترقصان است یعنی رقص میکردند از ضرب ارض ودر زدن وے سہ قول اند بعض مباح دارند مطلقاً وبعض حرام علی الاطلاق

---

[1] مصباح الزجاجۃ ، للسیوطی ،

[2] مشکاۃ ، کتاب النکاح ، باب اعلان النکاح ، حدیث ۳ ، فصل ۲۔

[3] لمعات ،

[4] مشکاۃ ، کتاب الصلاۃ ، باب صلاۃ العیدین ، حدیث ۷ ، فصل ۱ ۔

وصحیح آں است کہ در اعراس و ولائم و آنچہ در حکم آنست مباح است و بازفرق کردہ اند در آنچہ جلاجل دارد و آنکہ ندارد و دریں نیز خلاف است و انصاف آنست کہ نص قطعی برحرمت آں علی الاطلاق چنانچہ برحرمت زنا و شرب خمر آمدہ ثابت نشدہ است و تصریح کردہ اند بعضے از متاخرین محدثین کہ حدیثی در حرمت غنا صحیح نشدہ است و بعض علماء گفتہ اند کہ یافتہ نشدہ است دلیل قطعی نہ برحرمت آں و نہ بر اباحت آں و اصل در اشیاء اباحت است و باوجود آں شک نیست کہ دوام اعیاد بدان و استدامت آں برخلاف طریقہ اتباع است و فقہاء را دریں باب تشدید و تعصب بسیار است مگر مقصود ایشاں مادہ فساد و زیغ است و صحیح آں ست کہ قول امام اعظم کراہت آں ست انتہی [1]

وفقیر در آخر ایں رسالہ در احادیث وارد در باب غنا بحث خواہد کرد و لیکن دریں جا کہ در باب حرمت غنا اختلاف بسیار است و یقیناً کدام نص قطعی در حرمت غنا نیامدہ و نزد فقیر دریں تفصیل است، غنا بر دو قسم است:

۱- یکی غناء امرأۃ مغنیہ یا مرد مغنی کہ بہ علم موسیقی آموختہ باشند و پیشہ خود ساختہ از و اجرت حاصل کنند و در غناء آنہا نفس امارہ بالسوء مشتاق بہ فسق و فجور گردد و از یاد الٰہی احکامات شرع غافل گردد۔

۲- و دیگر اینکہ در اہل اللہ متعارف است کہ بلا لہجہ و آواز مطربانہ کہ بہ علم موسیقی آموختہ باشند آواز غناء و اشعار متضمن بہ توحید و توصیف و مدحت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کنند کہ در سماع آں ذوق و شوق الٰہی و توجہ الی اللہ پیدا شود و نفس از ماسوی اللہ متنفر پذیرد و پس سماع و غناء کہ از مشائخ کرام و اولیاء عظام کردہ اند از قسم ثانی است کہ او را در لمعات و محدثین و بعض فقہاء عظام مباح کردہ اند و احادیث العلیا بر اباحۃ آں دال اند و غناء قسم اول کہ بین العوام متعارف است حرام است چنانچہ روایات حرمت قسم اول و اباحت قسم ثانی اظہر من الشمس است کما فی شرح المسلم للنووی :-

واختلف العلماء فی الغناء فابلحہ جماعۃ من اہل الحجاز وہی روایۃ عن مالک وحرمہ ابوحنیفۃ واہل العراق

---

[1] اشعۃ اللمعات، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ العیدین، ج ۱، ص ۶۴۰۔ ۱۴۱۶ھ۔

ومذهب الشافعی کراهیته وهو المشهور من مذهب مالك
واحتج المجوزون بهذا الحدیث واجاب الآخرون بان
هذا الغناء انما کان فی الشجاعة و القتل و الحذق
فی القتال ونحو ذلك مما لا مفسدة فیه بخلاف الغناء
المشتمل علی ما یهیج النفوس علی الشر ویحملها علی
البطالة و القبیح قال القاضی انما کان غناءهما بما هو
من اشعار الحرب و المفاخرة بالشجاعة و الظهور والغلبة
وهذا لا یهیج الجواری علی الشر ولا انشادهما لذلك
من الغناء المختلف فیه انما هو رفع الصوت بالانشاد
ولهذا قالت ولیستا بمغنیتین ای لیستا ممن یغنی
بعادة المغنیات من التشویق و الهوی و التعریض بالفواحش
و التشبیب باهل الجمال وما یحرك النفوس و یبعث
الهوی و الغزل کما قیل الغناء رقیة الزنا و لیستا ایضا ممن
اشتهر وعرف باحسان الغناء الذی فیه تمطیط وتکسیر
وعمل یحرك الساکن ویبعث الکامن ولا ممن اتخذ
ذلك صنعة وکسبا و العرب تسمی الانشاد و الغناء ولیس
هو من الغناء المختلف فیه بل هو مباح وقد استجازت
الصحابة غناء العرب الذی هو مجرد الانشاد و الترنم و
اجازوا الحداء وفعلوه بحضرة النبی صلی الله علیه وسلم
وفی هذا کله اباحة مثل هذا وما فی معناه وهذا ومثله
لیس بحرام ولا یجرح الشاهد ویلتحق به ما فی معناه من
الاسباب المعینة علی الجهاد وانواع البر انتهی ما فیه[1]
وفی العینی قال القرطبی اما الغناء فلا خلاف فی تحریمه

---

[1] شرح مسلم، کتاب العیدین، ج ١، ص ٢٩١ -

لانه من اللهو واللعب المذموم بالاتفاق فاما ما يسلم
من المحرمات فيجوز القليل منه في الاعراس والاعياد
وشبههما ابو حنيفة تحريمه وبه يقول اهل العراق و
مذهب الشافعي كراهته وهو المشهور من مذهب المالك
واستدل جماعة من الصوفية بحديث الباب على
اباحة الغناء وسماعه بآلة وبغير آلة ويرد عليهم بان
غناء الجاريتين لم يكن الا في وصف الحرب والشجاعة
وما يجري في القتال فلذلك رخص فيه رسول الله صلى
الله عليه وسلم.... وقال بعض مشائخنا مجرد الغناء والاستماع
اليه معصية حتى قالوا استماع القرآن بالحان معصية
والتالي والسامع واستدلوا بقوله تعالى ومن الناس
من يشتري لهو الحديث جاء في التفسير ان المراد به
الغناء انتهى ما في العيني [1]

ازیں ہر دو شرح مسلم وعینی معلوم شد کہ نزد ابی حنیفہ غناء حرام است ونزد شافعی و
امام مالک مکروہ ودر یک روایۃ امام مالک ونزد صوفیہ کرام مباح وکسیکہ برا واباحۃ دلیل آورده
کہ غناء جاریتین در وصف جنگ وشجاعۃ وقتال بود وازیں جہت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم رخصت
فقیر بشروط تسلیم دلیل جواباً میگوید ہرگاہ کہ غناء در وصف قتال واشعار جنگ وفخر شجاعۃ جائز
گردید پس غناء بہ اشعار محتویہ بتوحید وباوصاف جمال لم یزل ولایزال وبر نعت احمد مجتبی
وبر فخر قرب الی اللہ کہ سماع ایں چنیں اشعار ذوق وشوق الہی وعروج بسوئے وحدت وتفرد
پیدا می شود چگونہ مباح نباشد انصاف باید پس ثابت گردید کہ غناء بہ اشعار توحیدیہ ونعتیہ
است وآنکہ بعض مشائخ گفتہ کہ مجرد غناء وسماع معصیت است حتی کہ الحان بر قراءۃ قرآن را
شمرده اند وخواننده وسامع را آثم گفتہ اند ممنوع است زیرا کہ احادیث مرقومۃ الصدر تغنی بالقرآن
غناء را جائز وثابت می کنند کما رخص صلی اللہ علیہ وسلم۔

---

[1] شرح بخاری عینی، کتاب العیدین، باب الحراب والدرق الخ، ج ۶، ص ۲۷۱ ۔

ورخص عمر فی غناء العرب وهو صوت کالحداء

قال فی المجمع[1]۔

واستدلال برحرمت سماع از آیہ ومن الناس (الآیۃ) ہم ممنوع است زیرا کہ آیہ موصوفہ بر عمومیۃ خود باقی نماندہ است وحکم بر قطعی او بر نماندہ کہ احادیث مندرجہ بالا مطلق لہو را حرام یا معصیۃ نمی گویند البتہ بعض لہو ولعب حرام است کہ باز دارندہ یاد الٰہی باشد واز کلام فضول کہ بے اصل باشد وقصص ہائے کہ ساقط الاعتبار باشند ومقتضی بسو رفسق وفجور گردد ونہ آں لہو کہ ذکر الٰہی را مانع نباشد ومقتضی بسو رفسق و فجور نگردد وکما سمع حضرۃ عائشۃ وحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم وکما دل علیہ نزول الآیۃ۔

وقول بعض مشائخ کہ دریں آیۃ مراد از لہو غناء است نزد محققین ساقط الاعتبار است زیرا کہ دلیلے براں واقع نگردیدہ کہ مراد از لہو غناء است نہ از احادیث ونہ از آیات بلکہ عام است بر مفہوم لغوی خود کہ در منتہی الارب آمدہ[2] :-

"لہو بالفتح زن کہ بداں بازی کنند یا فرزند چنانچہ میگویند سجل لہو علی فحول مردہ باز ندہ بالبسیار غفلت کنندہ واعراض کنندہ"

ودر بیضاوی نوشتہ :-

لهو الحديث ما يلهي عما يعني كالاحاديث التي لا اصل لها والاساطير التي لا اعتبار فيها والمضاحك وفضول الكلام انتهى ما فيه[3]۔

پس بلحاظ معنی لغوی کہ غفلت دہندہ واعراض نمایندہ است و باعتبار لفظ حدیث کہ مضاف الیہ لہو است مفہوم آیۃ ایں شد کہ کلام فضول وسخناں لا یعنی غافل کنندہ از خدا واستماع اشعار ساقط الاعتبار کہ اعراض نمایندہ از الٰہ اند حرام است نہ کہ بالخصوص غناء حرام است ۔ وبر ہمیں تقریر فقیر مؤید است شان نزول آیۃ اگرچہ براں اختلاف کردہ اند بعض می گویند کہ در حرمت جواری مغنیہ کہ باز دارندہ از اسلام بودند آمدہ است وبعض می گویند کہ در حرمت قصص اسفندیار ورستم واکاسرہ آمدہ است کما فی بیضاوی وغیرہ تفاسیر :-

---

[1] المجمع، باب الغین مع النون ، ج ۳ ، ص ۳۹۲ -

[2] منتہی الارب ، ج ۲ ، ص ۱۴۲۲ -

[3] تفسیر بیضاوی ، سورۃ لقمان ، زیر آیت ۶ ، ص ۵۴۶ -

قیل نزلت فی النضر بن الحارث اشتری کتب الاعاجم وکان یحدث بها قریشا ویقول ان کان محمد یحدثکم بحدیث عاد وثمود فانا احدثکم بحدیث رستم واسفندیار والاکاسرة وقیل کان یشترین القینات ویحملن علی معاشرة من اراد الاسلام ومنعه عنه انتهی ما فیه[1]

وهذا یقول الأخر موافق بحدیث الذی رواہ الترمذی وابن ماجة واحمد عن ابی امامة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تبیعوا القینات ولا تشتروهن ولا تعلموهن وثمنهن حرام وفی مثل هذا انزلت ومن الناس من یشتری لهو الحدیث رواہ احمد والترمذی وابن ماجة[2]

دریں حدیث سماع داخل نیست بہرکیف از ہر دو شان نزول آیۃ فرق مابین غنا حرام و مباح متحقق گردیدہ کما تقدم و ثابت گشتہ کہ لہو کہ مخل ارکان دین و باز دارندہ از احکام شریعت و غافل کنندہ از و تعالیٰ باشد حرام است و لہو کہ این چنین نباشد مباح باشد کما تقدم من مطلق اللهو لیس بحرام زیرا کہ غنا جواری بہ اشعار جنگ بعاث حضرت صلی اللہ علیہ وسلم شنیدہ و نیز یکصد بیت از اشعار امیہ بن الصلت استماع نمودند :-

عن عمرو بن الشرید عن ابیہ قال ردفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوما فقال هل معك من شعر امیة بن الصلت شیئ قلت نعم قال هیه فانشدته بیتا فقال هیه حتی انشدته مائة بیت رواہ مسلم[3]

وبعض اشعار را تعریف نمودہ کما فی الحدیث :-

---

[1] تفسیر بیضاوی، سورۃ لقمان، زیر آیت ۶، ص ۵۴۶ -

[2] ترمذی، ابواب التفسیر، باب فی تفسیر سورۃ لقمان، ص ۳۶۰ -

[3] مشکاۃ، کتاب الآداب، باب البیان والشعر، حدیث ۵، فصل ۱-

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم اصدق کلمۃ قالہا شاعر کلمۃ لبید ع

الا کل شیئ ما خلا اللہ باطل[1]

وکاد ابن ابی الصلت ان یسلم رواہ مسلم[2]

پس ازیں حدیث ثابت گردید کہ غنا بہ اشعار جائز است ولیکن دراں فحش وغیرہ نباشد

بہ توغل دراں باکہ مغلوب الاشعار باشد مذموم است کما قال الامام النووی فی شرح المسلم:۔

ففیہ جواز انشاد الشعر الذی لا فحش فیہ وسماعہ

سواء شعر الجاھلیۃ وغیرھم وان المذموم من الشعر الذی

لا فحش فیہ انما الاکثار منہ وکونہ غالبا علی الانسان

فاما یسیرہ فلا باس بانشادہ وسماعہ وحفظہ انتہی[3]

وبعض اشعار را آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنفس خود خواندہ:۔

عن البراء قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم ینقل التراب یوم الخندق اغبر بطنہ یقول ؎

واللہ لولا اللہ ما اھتدینا

ولا تصدقنا ولا صلینا

فانزلن سکینۃ علینا

وثبت الاقدام ان لاقینا

ان الاولی قد بغوا علینا

اذا ارادوا فتنۃ ابینا

یرفع بہا صوتہ ابینا ابینا متفق علیہ[4]

ازیں حدیث ثابت گردید کہ وقت محنت و یا انتشار طبیعت برائے انبساط قلب و انشراح صدر

---

[1] مشکاۃ، کتاب الآداب، باب البیان والشعر، حدیث ۴، فصل ۱۔

[2] مسلم، کتاب الشعر، ج ۲، ص ۲۳۹۔

[3] شرح مسلم، " " " "

[4] مشکاۃ، کتاب الآداب، باب البیان والشعر، حدیث ۱۰، فصل ۱۔

غنا باشعار مباح است وبرائے حسان شاعر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم منبر نہادہ داد براں
اشعاریکہ در ہجو کفار قریش بودند میخواندند وحضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سماع نمودہ
تعریف کردہ وفرمودہ کہ حسان را جبرئیل تائید میکند :-

عن عائشة قالت سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لحسان ان روح القدس لايزال يؤيدك ما نافحت عن الله ورسوله رواه مسلم [1]

واشعاریکہ دراں فحش ومضمون لایعنی کہ منجر بہ عشق مجازی گردد وکلام لغو وباطل باشد
غنا آں مذموم حرام است کما فی الحدیث :-

عن سعد عن النبي صلى الله عليه وسلم قال لان يمتلى جوف احدكم قيحا يريه خير من ان يمتلى شعرا رواه مسلم [2]

ودر دیگر روایت شاعر را نسبت بہ شیطان نمودہ است پس اشعاریکہ بازدارندہ از قرآن
باشد واز علوم شریعت واز یاد الٰہی مانع باشند حرام اند واشعاریکہ دراں توحید وتوصیف
مشروع باشند خواندن آں وسماع آں مباح است بلکہ موجب ثواب چنانچہ حضرت صلی اللہ علیہ
وخلفاء راشدین وائمہ صحابہ وفضلاء وعلماء متقدمین استماع کردہ وانکار نہ نمودہ :-

قال اهل الصواب ان المراد ان يكون الشعر غالبا عليه مستوليا عليه بحيث يشغله عن القران وغيره من العلوم الشرعية وذكر الله تعالى وهذا مذموم من اى شعر كان فاما اذا كان القران والحديث وغيرهما من العلوم الشرعية هو الغالب عليه فلا يضر حفظ اليسير من الشعر مع هذا لان جوفه ليس ممتليا شعرا وقال العلماء كافة هو مباح ما لم يكن فيه فحش

---

[1] مشکاة، کتاب الآداب، باب البیان والشعر، حدیث ۹، فصل ۱ -
[2] ایضاً 〃 〃 〃 حدیث ۱۲ 〃 〃

ونحوه قالوا وهو كلام حسنه حسن وقبيحه قبيح و
هٰذا هو الصواب فقد سمع النبي صلى الله عليه وسلم
الشعر واستنشده وامر بحسان في هجاء المشركين
وانشده اصحابه بحضرته في الاسفار وغيرها وانشده
الخلفاء وائمة الصحابة وفضلاء السلف ولم ينكره
احد منهم على اطلاقه وانما انكروا المذموم منه وهو
الفحش ونحوه انتهى ما في شرح المسلم للنووي [1]

وآنکه بعض علماء از "خذوا الشيطان" استدلال بر حرمت مطلق انشاد شعر آورده اند صحیح نیست
زیرا که در کلمہ "خذوا الشيطان" که در قصه خاص آمده است احتمالات کثیره پیدا می شود شاید که
او کافر باشد و یا هجو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کرده باشد و یا در شعر او کلام فحش ولغو وا باطیل باشد با وجود
این احتمالات کثیره حکم به حرمت شعر مطلقاً دادن ممنوع است :-

واما تسمية هٰذا الرجل الذي سمعه ينشد
شيطانا فلعله كان كافرا او كان الشعر هو الغالب عليه
او كان شعره هٰذا من المذموم وبالجملة فتسميته
شيطانا انما هو في قضية عين تتطرق اليها الاحتمالات
المذكورة وغيرها ولا عموم لها فلا يحتج والله اعلم
بالصواب انتهى ما في شرح المسلم [2]

و "ال" در کلمہ "الشيطان" برائے عهد خارجی است همون شاعر مراد است که از وا آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم شنیده بود جمیع شاعر مراد نیست که حکم مرعام کرده باشد فافهم پس غنائیکه دران فحش و
باطیل باشد وبسوئے فسق وفجور وتشبیب جمال کشد والحان او بطریق علم موسیقی باشد حرام ومذموم آمده است
چنانچه در حدیث شریف این را نفی کرده وفرموده :-

ليستا بمغنيتين يعني ليس الغناء عادة لهما

---

[1] [2] شرح مسلم ، کتاب الشعر ، ج ۲ ، ص ۲۴۰ -

ای لیستا ممن یغنی بعادة المغنیات من التشویق والتعریض بالفواحش و لتشبیب بالجمال کما قبیل الغناء رقیة الزنا ولا ممن یغنی بغناء فیہ تمطیط وتکسیر وعمل یحرك الساکن و یبعث الکامن ولا ممن اتخذہ کسبا (مجمع البحار) [1]

وایضاً فیہ :-

واما الالحان فعبارة بطریق علم الموسیقا بالنغم والاوزان المرتبة فی صفة الغناء حرام -

در ہمیں غناء بعلم موسیقی با آلات مجمول است قول طیبی کہ در مجمع البحار آمدہ :-

وفی مجمع البحار قال الطیبی وما احدثه المتصوفة من السماع بالآلات فلاخلاف فی تحریمہ حتی ظہرت علی کثیر منہم افعال المجانین فیرقصون بحرکات مطابقة و تقطیعات متلاحقة ویزعمون ان تلك الاحوال من المرتشیرسنیات الاحوال وھذا زندقة انتہی [2]

وہمچنیں است در شامی حاشیہ در مختار :-

رسم مغنیة ومغن انما ھو فی العرف لمن کان الغناء حرفته التی یکتسب بہا المال وھو حرام ونصوا علی ان التغنی للھواء لجمع المال حرام بلاخلاف انتہی [3]

و پر ظاہر است کہ ایں چنیں غناء در اولیاء کرام جاری نبود کما جری الآن و در دیگر کتب نوشتہ کہ :-

" ایں چنیں رقص و سرود کہ بحرکات علم موسیقی و با آلات ملہی وغیرہ باشد حرام است

---

[1] مجمع البحار، حرف الغین، باب مع النون، ج ۳، ص ۴۲ -

[2] ایضاً، " " " " " " " " -

[3] ایضاً، " " " " " " " " -

وستحل او کافر است کما فعل بعض المتصوفۃ فی زماننا فلا اعتبار لہ و کلامنا فی شان المتقدمین الذین محوا فی التوحید و آنانکہ بضبط احوال و اوضاع و اوقات و تحسین احوال و افعال و اقوال و اجتناب فواحش و قبائح احوال و بشوق وصال الٰہی و ترقی احوالات سرمدی سرود می کنند مباح است ۔

ومن یستحل الرقص قالوا بکفرہ
ولا سیما بالدف بلھو و یزمر (درمختار)[1]

(قولہ ومن یستحل الرقص قالوا بکفرہ) المراد بہ التمائل او الخفض و الرفع بحرکات موزونۃ کما یفعلہ بعض من ینتسب الی التصوف وقد نقل فی البزازیۃ عن القرطبی اجماع الائمۃ علی حرمۃ ھذا الغناء وضرب القضیب و الرقص قال رأیت فتوی شیخ الاسلام الشیخ جلال الملۃ و الدین الکرمانی ان مستحل ھذا الرقص کافر و تمامہ فی شرح الوھبانیۃ ونقل فی نور العین عن التمھید انہ فاسق لا کافر انتہی ما فی الشامی[2]

ہمیں غنا راست کہ در عوام الناس متعارف است و ممنوع و اما غنا ر متعارف اہل اللہ ایں است کہ ایں کمال پاشا تحریر نمودہ :-

وھو الرخصۃ فیما ذکر من الاوضاع عند الذکر و السماع للعارفین الصادقین او قاتہم الی حسن الاعمال السالکین المالکین بضبط انفسہم عن قبائح الاحوال فہم لا یستمعون الا من الالہ ولا یشتاقون الا لہ ان ذکروہ ناحوا وان شکروا ماحوا وان وجدوہ صاحوا وان شہدوا استراحوا

---

[1] درمختار، کتاب الجہاد، باب المرتد، ج ۱، ص ۳۶۱ ۔
[2] شامی، ، ، ، ج ۳، ص ۳۰۷ ۔

وان سرحوا فی حضرۃ قربہ سماحوا ذاغدب علیہم بوجدہا
وشربوا من موارد اس ادتہ فمنہم من طرقتہ طوارق الہیبۃ
فخرّ وذاب ومنہم من برقت لہ بوارق اللطف فتحرک
وطاب ومنہم طلع علیہ الحب من مطلع القرب فسکر و
غاب ھذا ما ظہر لی فی الجواب انتہی ما فی الشامی لہ

پس ایں حالات کہ در غنا صوفیہ بصدق نیت صدر شوند موجب حمد و شکر اند چنانچہ ایں فوج
صوفیہ را در رسالہ وجدیہ بر بسط تمام اثبات نمودہ است ان نسبت فطالعہا، و ہمیں قسم غنا
عوام الناس را در درمختار حرام گفتہ کما قال

المسئلۃ ان الملاھی کلہا حرام ویدخل علیہم بلا اذن
لانکار المنکر قال ابن مسعود صوت اللہو والغناء ینبت
النفاق فی القلب کما ینبت الماء النبات قلت وفی
البزازیۃ استماع صوت الملاھی کضرب قضیب ونحوہ
حرام لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام استماع الملاھی معصیۃ
والجلوس علیہا فسق والتلذذ بہا کفر ای بالنعمۃ
فصرف الجوارح الی غیر ما خلق لاجلہ کفر بالنعمۃ لا شکر
فالواجب کل الواجب ان یجتنب کی لا یسمع لما روی
انہ علیہ الصلاۃ والسلام ادخل اصبعہ فی اذنہ عند سماعہ
واشعار العرب لو فیہا ذکر الفسق تکرہ انتہی او لتغلیظ
الذنب کما فی الاختیار او استحلال کما فی النہایۃ انتہی[۲]

آنکہ گفتہ ان الملاھی کلہا حرام لیس بصحیح زیرا کہ قبل ازیں از احادیث
گردیدہ کہ کل ملاہی حرام نیست ملاہی آں حرام است کہ بفحش و فسق و فجور باشد و ذکر الہی را مانع گردد

لہ شامی، کتاب الجہاد، باب المرتد، ج ۳، ص ۳۰۷ -

[۲] در مختار، کتاب الحظر والاباحۃ، ج ۲، ص ۲۳۸ -

ودر بزازیہ نوشتہ[1] کہ استماع ملاہی کہ با نَے وستار وغیرہما باشد حرام است و آنکہ غنار بنظم قوافی با فصاحت لسان برائے دفع وحشت باشد مباح است کما فی الشامی :-

وقیل ان تغنی لیفید نظم القوافی ویصیر فصیح اللسان لا بأس به وقیل ان تغنی وحدہ لنفسه لدفع الوحشة لا بأس به وبه اخذ السرخسی وذکر شیخ الاسلام ان کل ذلک مکروہ عند علمائنا واحتج بقوله تعالیٰ ومن الناس من یشتری لهو الحدیث الأیة جاء فی التفسیر ان المراد الغناء وحمل ما وقع من بعض الصحابة علی انشاد الشعر المباح الذی فیه الحکم والمواعظ فان لفظ الغناء کما یطلق علی المعروف یطلق علی غیرہ کما فی الحدیث من لم یتغن بالقرآن فلیس منا انتهیٰ ما فی الشامی[1]

ازیں عبارت نیز ثابت گردید کہ غنار معروف بین الناس حرام وغنار معروف بین اہل اللہ مباح ودر فتح القدیر نیز فرق کردہ است مابین غنار حرام وحلال فی شہادات فتح القدیر بعد کلام :-

عرفنا من هذا ان التغنی المحرم ما کان فی اللفظ ما لا یحل کصفة الذکور والمرأة المعینة ووصف الخمر المهیج الیها والحانات والهجاء او ذمی اذا اراد المتکلم هجاء لا اذا اراد انشادہ للاستشهاد او لیعلم فصاحته وبلاغته وکان فیه وصف امرأة لیست کذلک او الزهریات المتضمنة وصف الریاحین والانهار والمیاہ فلا وجه لمنعه علیٰ هذا[2]

ودریں زمانیکہ غنار در صوفیہ مروج است البتہ دراں غنار بعض مشائخ کلام کردند ولیکن غنار متقدمین بریں غنار قیاس نباید کرد :-

---

[1] شامی، کتاب الحظر والاباحۃ، ج ۵، ص ۲۲۲ -

[2] فتح القدیر، کتاب الشہادات، باب من تقبل شہادتہ الخ، ج ۶، ص ۴۸۲ (ملخصا)

[3] شامی، کتاب الحظر والاباحۃ، ج ۵، ص ۲۲۲ -

قال فی الجوھرۃ وما یفعلہ متصوفۃ زماننا حرام لا یجوز القصد والجلوس الیہ ومن قبلھم لم یفعل کذلک وما نقل انہ علیہ السلام سمع الشعر لم یدل علی اباحۃ الغناء ویجوز حمله علی الشعر المباح المشتمل علی الحکمۃ والوعظ وحدیث تواجدہ علیہ السلام لم یصح وکان النصر آبادی یسمع فعوتب فقال انہ خیر من الغیبۃ فقیل لہ ھیھات بل زلۃ السماع شر من کذا وکذا سنۃ یغتاب الناس وقال السری شرط الواجد فی ان یبلغ الی حد لو ضرب وجھہ بالسیف لا یشعر فیہ بوجع انتہی[1]

وفی التاتارخانیۃ عن العیون ان کان السماع سماع القرآن والمواعظۃ یجوز وان کان سماع غناء فھو حرام باجماع العلماء ومن اباحہ من الصوفیۃ فلمن تخلی عن اللھو وتحلی بالتقوی واحتاج الی ذلک احتیاج المریض الی الدواء ولہ شرائط الاول ان لا یکون فیھم امرد وان تکون جماعتھم من جنسھم وان تکون نیۃ القوال الاخلاص لا اخذ الاجر والطعام وان لا یجتمعوا لاجل طعام او فتوح وان لا یقوموا الا مغلوبین وان لا یظھروا وجدا الا صادقین والحاصل انہ لا رخصۃ فی السماع فی زماننا لان الجنید تاب عن السماع فی زمانہ انتہی ما فیہ[2]

از یں عبارۃ نیز ثابت شد کہ ممنوع سماع سماع ایں زمانہ است نہ کہ سماع متقدمین و فی التاتارخانیۃ فرق نمودہ است غناء مباح و غناء حرام را و ہمچنیں است در تبیین المحارم :-

قال فی التاتارخانیۃ قراءۃ الاشعار ان لم یکن فیھا

---

[1] شامی، کتاب الحظر والاباحۃ، ج ۵، ص ۲۲۲۔

[2] ایضاً، " " " " " "۔

ذکر الفسق و الغلام و نحوه لا تکره و فی الظهیریة قیل
معنی الکراهة فی الشعر ان یشغل الانسان عن الذکر
و القراءة و الا فلا بأس به وقال فی تبیین المحارم
واعلم ان ما کان حراما من الشعر ما فیه فحش او
هجو مسلم او کذب علی الله تعالیٰ او رسوله صلی الله علیه
وسلم او علی الصحابة او تزکیة النفس او الکذب
او التفاخر بمذموم او القدح فی الانساب وکذا فیه
وصف امرد او امرأة بعینها اذا کانا حیین فانه لا یجوز
وصف امرأة معینة حیة ولا وصف امرد معین حی
حسن الوجه بین یدی الرجال ولا فی نفسه واما وصف
المیتة او غیر المعینة فلا بأس به وکذا الحکم فی الامرد
ولا وصف الخمر المهیج الیها والدیریات والحانات و
الهجاء و لو لذمی کذا فی ابن الهمام و الزیلعی واما وصف
الخدود و الاصداغ وحسن القد و القامة و سائر
اوصاف النساء والمرد وقال بعضهم فیه نظر و قال
فی المعارف لا یلیق باهل الدیانات و ینبغی ان
لا یجوز انشاده عند من غلب علیه الهویٰ و الشهوة لانه
یهیجه علی اجالة فکره فیمن لا یحل و ما کان سببا
لمحظور فهو محظور انتهی [1]

وباید دانست کہ اباحت وغیرہ اباحت منحصر بر نیت است کسی را کہ در سماع نیت خیر است
حلال است وکسے را کہ در سماع نیت بد است حرام است چرا کہ الامور بمقاصدھا باشد
بہمیں جہت لہو در بعض اوقات مباح می باشد و در بعض اوقات و محل حرام۔ آیا نمی دانی کہ نواخت نوبة
برائے تفاخر حرام ست و برائے تنبیہ و ذکر غفلت مباح کما فی الدر المختار :۔

---

[1] شامی، کتاب الحظر والاباحة، ج ۵، ص ۲۲۳۔

ومن ذلك ضرب النوبة للتفاخر فلو للتنبيه فلا باس به كما اذا ضرب فی ثلاثة اوقات لتذكير ثلاث نفخات الصور لمناسبة بينهما فبعد العصر للاشارة الى نفخة الفزع وبعد العشاء الى نفخة الموت وبعد نصف الليل الى نفخة البعث انتهى [١]

وقال فی الشامی :-

اقول وهذا يفيد ان آلة اللهو ليست محرمة لعينها بل لقصد اللهو منها اما من سامعها او من المشتغل بها وبه تشعر الاضافة الا ترى ان ضرب تلك الآلة لعينها حل تارة وحرم اخرى باختلاف النية والامور بمقاصدها وفيه دليل لسادتنا الصوفية الذين يقصدون بسماعها امورا هم اعلم بها فلا يبادر المعترض بالانكار كی لايحرم بركتهم فانهم السادة الاخيار امدنا الله تعالى بامداداتهم واعاد علينا من صالح دعواتهم وبركاتهم انتهى ما فيه [٢]

پس معلوم شد که بنیت خیر صوفیه کرام را سماع مباح است اعتراض نباید کرد :

وفی الملتقى :-

وينبغی ان يكون بوق حمام يجوز كضرب النوبة وعن الحسن لاباس بالدف فی العرس ليشتهر وفی السراجية اذا لم يكن له جلاجل ولم يضرب على هيئة التطرب هذا كله فی الشامی [٣]

---

[١] درمختار ، کتاب الحظر والاباحة ، ج ٢ ، ص ٩٦ -

[٢] شامی ، " " ، ج ٥ ، ص ٢٢٣ -

[٣] ايضاً ، " " " " "

ودرکتاب شہادۃ درمختار آمدہ :-

واما المغنی لنفسہ لدفع وحشتہ فلا بأس بہ عند العامۃ عنایۃ وصححہ العینی وغیرہ وقال ولو فیہ وعظ و حکمۃ فجائز اتفاقا ومنہم من اجازہ فی العرس کما جاز ضرب الدف فیہ ومنہم من اباحہ مطلقا ومنہم من کرہہ مطلقا وفی البحر والمذہب حرمتہ مطلقا فانقطع الاختلاف بل ظاہر الہدایۃ انہ کبیرۃ ولو لنفسہ واقرہ المصنف قال ولا تقبل شہادۃ من یسمع الغناء او یجلس مجلس الغناء (درمختار) [1]

پس آنکہ غناء صوفیہ کرام است کہ دراں توحید و توصیف و نعت می باشد مباح است وآنکہ غناء عوام است کہ دراں کلام فحش و کذب آمیزی باشد و لبوئے عشق مجازی کشد حرام است و در عینی شرح کنز نوشتہ :-

وان انشد شعرا فیہ وعظ وحکمۃ فہو جائز بالاتفاق وان کان فیہ ذکر امرأۃ معینۃ فان کانت میتۃ او کان فیہ ذکر امرأۃ غیر معینۃ فلا باس بہ و ان کانت معینۃ وہی حیۃ یکرہ ومن المشائخ ومن اجاز الغناء فی العرس الا تری انہ لا بأس بضرب الدف فیہ اعلاما للنکاح ومنہم من قال اذا کان یتغنی لیستفید فیہ نظم القوائد ویصیر بہ فصیح اللسان لا بأس بہ وفیہم کرہ مطلقا ومنہم من اباحہ مطلقا انتہی ما فی العینی [2]

البتہ سماعیکہ لبوئے فسق و فجور کشد و از احکام شرعیہ باز دارد حرام است کما فی العینی

[1] درمختار، کتاب الشہادات، باب القبول وعدمہ، ج ۲ ، ص

[2] شرح کنز، للعینی،

شرح الکنز:-

وھذا نص صریح فی تحریم الرقص الذی تمید متصوف الوقت وسماع الطیب فانما ھو سماع فیہ انواع الفسق وانواع العذاب فی الاٰخرۃ انتہی[۱]

ایں چنیں سماع در متقدمین رائج نبود چراکہ او شان صوفی بودند ایں حال متکلف بصوفی است کہ خود را برنگ در لباس صوفی کردہ اند و از حقیقت صوفیہ بے خبر اند کما یشعر بہ المتصوف وہمچنیں ابن الہمام کمال الدین محمد در فتح القدیر[۲] فرق کردہ است مابین سماع حرام و سماع مباح فانی ترکتہ لتطویل وہمچنیں در احیاء العلوم[۳] نوشتہ است۔

خلاصہ آں ایں است کہ غناء صوفیہ کرام مباح است وغناء فساق حرام وہکذا فرق کردہ است مابین غناء صوفیہ وغناء فساق در عینی شرح ہدایہ[۴]:-

لان التغنی للناس مکروہ باتفاق المشائخ والتغنی سماع الغیر مکروہ عند عامۃ المشائخ ومن الناس من اباح ذلک فی العرس والولیمۃ کما ابیح ضرب الدف فیھما وان کان فیہ نوع لھو ومنھم من قال اذا تغنی لیستفید بہ نظم القوافی ویصیر بہ فصیح اللسان لا باس بہ واما التغنی لنفسہ فقیل لا یکرہ وبہ اخذ السرخسی لما روی عن انس انہ دخل علی ابیہ براء بن مالک وھو من زھاد الصحابۃ رضی اللہ عنھم وکان یغنی وقیل جمیع ذلک مکروہ وبہ اخذ شیخ الاسلام خواھر زادہ ویحمل حدیث براء علی انہ کان ینشد الاشعار السباحۃ التی

۱۔ شرح کنز، کتاب الکراہیۃ، فصل فی البیع الخ، ص ۳۵۲۔

۲۔ تکملہ، فتح القدیر، کتاب الکراہیۃ، فصل فی الاکل والشرب، ج ۸، ص ۵۱ م۲۔

۳۔ احیاء العلوم، کتاب آداب السماع، ج ۲۔

۴۔ شرح ہدایہ، العینی۔

فيها ذكر الوعظ و الحكمة و انشاد الشعر لاباس به انتهى

ما فيه۔

بہرحال غنا، بہ اشعار کہ دراں نصیحت وحکمت باشد جائز است کجا کہ منجر بشوق الہی و معرفت وحدانیت اوتعالےٰ شود کما کان غناء المتقدمين من الصوفية وقاضی ابوالطیب الطبری از شافعی ومالک وابی حنیفہ وسفیان واز جماعۃ علماء نقل کردہ کہ غناء حرام است کما فی الاحیاء۔

فقد حكى القاضى ابو الطيب الطبرى عن

الشافعى ومالك وابى حنيفة وسفيان وجماعة من

العلماء الفاظا يستدل بها على انهم ارادوا تحريمه

وقال الشافعى فى كتاب اداب القضاء ان الغناء لهو مكروه

يشبه الباطل ومن استكثر منه فهو سفيه ترد شهادته

وقال القاضى ابو الطيب استماعه من المرأة التى ليست

بمحرم له لايجوز عند اصحاب الشافعى بحال سواء كانت

مكشوفة او من وراء حجاب وسواء كانت حرة او مملوكة

وقال قال الشافعى صاحب الجارية اذا جمع الناس

لسماعها فهو سفيه ترد شهادته وقال وحكى عن الشافعى

انه كان يكره الطقطقة بالقضيب ويقول وضعته الزنادقة

ليشتغلوا به عن القرآن وقال الشافعى ويكره من جهة

الخبر اللعب بالنرد اكثر مما يكره ولا احب بشيء من الملاهى

ولا احب اللعب بالشطرنج واكره كل ما يلعب به الناس

لان اللعب ليس من صنعة اهل الدين ولا المروءة و اما

مالك فقد نهى عن الغناء وقال اذا اشترى جارية

فوجدها مغنية كان له ردها وهو مذهب سائر اهل المدينة

الا ابراهيم بن سعد وحده و اما ابو حنيفة فانه كان يكره ذلك

ويجعل سماع الغناء من الذنوب وكذلك سائر اهل الكوفة

سفيان الثورى وحماد و ابراهيم والشعبى وغيرهم فهذا كله

نقلہ القاضی ابو الطیب الطبری انتہیٰ [1]

پس ایں غناہم مرغنا رعوام الناس است کہ از احکام شرعیہ بازدارد و مائل بگناہ می سازد و از صوم و صلوٰۃ مانع گردد و بفسق و فجور می کشد و اما آنکہ بمعرفت الٰہی و شناخت وحدانیت باری تعالیٰ و ذوق و شوق بسوئے او تعالیٰ می کشد و از صوم و صلوٰۃ مانع نگردد مباح است و ایں غناء خواص اہل اللہ است چنانچہ از صحابہ عبد اللہ بن جعفر و ابن الزبیر و مغیرہ بن شعبہ و معاویہ وغیرہم و از تابعین و سلف صالحین شنیدہ از مثل اہل مکہ و اہل مدینہ و ابا مروان قاضی و عطار و ابو الحسن و جنید و سری سقطی و ذو النون وغیرہم کما قال فی الاحیاء [2]:۔

ونقل ابو طالب المکی اباحۃ السماع عن جماعۃ فقال سمع من الصحابۃ عبد اللہ بن جعفر وابن الزبیر والمغیرۃ بن شعبۃ ومعاویۃ وغیرھم وقال قد فعل ذٰلک کثیر من السلف الصالح صحابی وتابعی باحسان وقال لم یزل الحجازیون عندنا بمکۃ یسمعون السماع فی افضل ایام السنۃ وھی الایام المعدودات التی امر اللہ عبادہ فیھا بذکرہ کایام التشریق ولم یزل اھل المدینۃ مواظبین کاھل مکۃ علی السماع الی زماننا ھٰذا فادرکنا ابا مروان القاضی ولہ جوار یسمعن الناس التلحین قد اعدھن للصوفیۃ قال وکان لعطاء جاریتان یلحنان فکان اخوانہ یستمعون الیھما قال وقیل لابی الحسن بن سالم کیف تنکر السماع وقد کان الجنید والسری السقطی وذوالنون یستمعون فقال وکیف انکر السماع وقد اجازہ وسمعہ من ھو خیر منی فقد کان عبد اللہ بن جعفر الطیار یسمع وانما انکر اللھو واللعب فی السماع وروی عن یحیی بن معاذ انہ قال فقدنا ثلاثۃ اشیاء فما نراھا و

---

[1] احیاء العلوم، کتاب آداب السماع، ج ۲، ص ۲۶۶، ۲۶۷ –
[2] ایضاً ، ، ، ، ص ۲۶۷ –

لا يزدادو الا قلة حسن الوجه مع الصيانة وحسن القول مع الديانة وحسن الاخاء مع الوفاء ورأيت في بعض الكتب هذا محكيا بعينه عن الحارث المحاسبي وفيه ما يدل على تجويزه السماع وكان ابن مجاهد لا يجيب دعوة الا يكون فيها سماع۔

دریں جا کدام معترض اعتراض بسیان نیارد کہ در ہدایہ[1] مذکور است قبول دعوتیکہ دراں غنا رباشد نباید کرد و فرمود ابوحنیفہ ابتلیت کہ بحرمت غنا ر دلالت می کند زیرا کہ آں غنا ر عوام الناس بود کہ دراں سوار لہو ولعب وفسق وفجور دیگرے نبود و غنار صوفیہ کرام کہ مباح است در حق آں امام ابتلیت نہ فرمودہ :-

وكان ابو الحسن العسقلاني الاسود من الاولياء يسمع ويوله عند السماع وصنف فيه كتابا ورد فيه على منكريه وكذلك جماعة منهم صنفوا في الرد على منكريه وحكي عن بعض الشيوخ انه قال رأيت ابا العباس الخضر عليه السلام فقلت له ما تقول في هذا السماع الذي اختلف فيه اصحابنا فقال هو الصفو الزلال الذي لا يثبت عليه اقدام العلماء وحكي عن ممشاد الدينوري انه قال رأيت النبي صلى الله عليه وسلم في النوم فقلت يا رسول الله صلى الله عليه وسلم هل تنكر من هذا السماع شيئا فقال ما انكر منه شيئا ولكن قل لهم يفتتحون قبله بالقرآن و يختمون بعده بالقرآن۔

وحكي عن طاهر بن بلال الهمداني الوراق وكان من اهل العلم انه قال كنت معتكفا في جامع جدة على البحر فرأيت يوما طائفة يقولون في جانب منه قولا ويستمعون

---

[1] ہدایہ، کتاب الکراہیۃ، فصل فی الاکل والشرب، ج ۴، ص ۴۲۹۔

فانکرت ذلک بقلبی وقلت فی بیت من بیوت اللہ یعمل الشعر قال فرأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم تلک اللیلۃ وھو جالس فی تلک الناحیۃ والی جنبہ ابوبکر رضی اللہ عنہ واذا ابوبکر یقول شیئاً من القول والنبی صلی اللہ علیہ وسلم یستمع الیہ ویضع یدہ علی صدرہ کالواجد بذلک فقلت فی نفسی ما کان ینبغی لی ان انکر علی اولٰئک الذین کانوا یستمعون وھذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یستمع وابوبکر یقول فالتفت الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال ھذا حق بحق او قال حق من حق انا اشک فیہ۔

وقال الجنید تنزل الرحمۃ علی ھذہ الطائفۃ فی ثلاث مواضع عند الاکل لانھم لا یاکلون الا عن فاقۃ وعند المذاکرۃ لانھم لا یتجاوزون الا فی مقامات الصدیقین وعند السماع لانھم یسمعون بوجد ویشھدون حقا۔

وعن ابن جریج انہ کان یرخص فی السماع فقیل لہ ایؤتی بہ یوم القیامۃ فی جملۃ حسناتک او سیئاتک فقال لا فی الحسنات ولا فی السیئات لانہ شبیہ باللغو وقال اللہ تعالیٰ لا یؤاخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم۔ انتھی ما فی احیاء العلوم [1]

پس از اقوال مذکورہ معلوم گردید کہ سماع صوفیہ کرام متقدمین مباح است لا ینبغی علی السلامۃ۔

ودر عوارف المعارف [2] شیخ شہاب الدین سہروردی نوشتہ کہ جنید بغدادی و سری و ذوالنون مصری و امام جعفر طیار سماع می کردند و ہم چنین حسن بن سالم لہو ولعب را انکار می کرد

[1] احیاء العلوم، کتاب آداب السماع، ج ۲، ص ۲۶۸۔

[2] عوارف المعارف، باب ۲۲، ص ۲۲۳-۲۲۴۔

کو خالی از لہو و لعب مے بود مباح می دانستہ :-

قیل لابی الحسن بن سالم کیف تنکر السماع وقد کان الجنید و السری السقطی وذوالنون یستمعون فقال کیف انکر السماع وقد اجازہ و سمعہ من ھو خیر منی فقد کان جعفر الطیار یسمع و انما المنکر اللھو و اللعب فی السماع و ھذا القول الصحیح۔

ازینجا صاف ظاہر گردید کہ مابین سماع صوفیہ کرام و غناء عوام الناس فرق بعید است آں مباح و ایں حرام و شاہ ولی اللہ دہلوی در ازالۃ الخفاء می نویسد کہ :-

" حضرت عمر بہ موجودگی ابوعبیدہ بن الجراح و عبدالرحمٰن بن عوف وغیرہم صحابہ از اباعبداللہ غناء و سماع اشعار کردند ابو عمر عن خوات بن جبیر خرجنا حجاجا مع عمر بن الخطاب فسرنا فی رکب فیھم ابو عبیدۃ بن الجراح و عبد الرحمٰن بن عوف فقال القوم غنینا من شعر ضرار فقال عمر دعوا اباعبداللہ فلیغن من ھنیات فوادہ یعنی من شعرہ قال فمازلت اغنیھم حتی کان السحر فقال عمر ارفع لسانک فقد اسحرنا انتہی [1]

و در ہمیں ازالۃ الخفاء نقلاً از روضۃ الاحباب نوشتہ است بروایت جابر بن عبداللہ در حال حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اشعار شنیدن و گریہ کردن و رقت نمودن حضرت عمر کہ :-

" امیر المومنین عمر شبی گذر کرد   از انجا صدائے حزیں می آمد، اشعار

علی محمد صلوٰۃ الابرار

صلی علیہ المصطفون الاخیار

قد کنت قواما ابکار الاسحار

یالیت شعری و المنایا اطوار

---

[1] ازالۃ الخفاء، رسالہ تصوف، فصل ۵، ج ۲، ص ۱۷۷ -

هل يجمعني وحبي الدار

گریہ بر امیر المومنین غلبہ کرد بآواز بلند بگریست و مکرر از گویندہ آن را طلب کرد و
مکرر رقت نمود باز گفت عمر دریں ابیات نعم غاو عمر فاغفر له یا غفار[1]

پس خلاصہ مرام آنکہ فی زماننا کہ متصوفہ غنا بامزامیر و رقص و سرود میکنند
و سماع متقدمین جائز است لا ریب فیہ کما فی العالمگیریۃ[2]

سئل الحلوانی عن السماع والقول والرقص
الذی یفعله المتصوفة فی زماننا حرام
لا یجوز القصد الیه والجلوس علیه وهو الغناء و
المزامیر سواء وجوزه المتصوفة واحتجوا بفعل المشائخ
من قبلهم قال وعندی ان ما یفعلونه غیر ما یفعله هؤلاء
فان فی زمانهم ربما ینشد واحد شعرا فیه معنی
یوافق احوالهم فیوافقه ومن کان له قلب رقیق اذا سمع
کلمة توافقه علی امر هو فیه ربما یغشی علی عقله فیقوم
من غیر اختیار وتخرج حرکات منه من غیر اختیاره وذلك
مما لا یستبعد ان یکون جائزا مما لا یؤخذ به ولا یظن
فی المشائخ انهم فعلوا مثل ما یفعل اهل زماننا من اهل
الفسق والمباحین والذین لا علم لهم باحکام الشرع و
انما یتمسك بافعال اهل الدین کذا فی جواهر الفتاوی۔

هذا مما علمنی ربی وعلم الصواب عند ربی وصلی
علی خیر خلقه محمد وآله وسلم۔

تمت بالخیر

بتاریخ ہشتم ربیع الثانی سنہ ۱۳۱۱ھ یوم پنجشنبہ مطابق ۱۹ اکتوبر ۱۸۹۳ء بمقام ہردوئی اختتام یافت
کتبہ: اضعف الرحیم محمد مسعود دہلوی عفی عنہ

---

[1] ازالۃ الخفاء، رسالہ تصوف، فصل ۵، ج ۲، ص ۱۸۷۔

[2] عالمگیری، کتاب الکراہیۃ، باب ۱۷، ج ۵، ص ۳۵۲۔

سوال ۱۵۵

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ موتٰی کے ہاتھ کو بعد مرگ کے باندھنا چاہیئے یا سیدھا رکھنا چاہیئے؟ جو کچھ موافق شرع کے ہو تحریر فرماویں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

ہاتھ موتٰی کے بعد مرگ کے باندھنے نہ چاہیئے بلکہ سیدھے دونوں جانب رکھنے چاہیئیں۔

ویوضع یداہ من جانبیہ لا علی صدرہ لانہ من عمل الکفار (شامی) فقط

حررہ واجابہ خاک رہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی
۲۷ رمضان ۱۳۰۰ھ ہجری

باب ۷

سیاسیات

سوال ۱۵٦

۱۔ ایک قصبے میں ہنود نے چاہا کہ ایک میلہ کریں اور کٹرہ چوبی بنا کر بت رکھیں
موقع ایسا ہے جو قریب ہے مسجد اور ایک خانقاہ شاہ ولایت کے اس
سے مسلمانوں نے درخواست گذاری کہ ایسے موقع پر بت نہ رکھے جاویں۔ ہنود
اور چاہا کہ ایسے راستہ سے بت لے جاویں کہ جس طرف اہل اسلام کی
ہے۔ اس کے روک کے واسطے اہل اسلام نے گرم جوشی کری اور حکام سے
چاہی۔ آیا ایسا کرنا اہل اسلام پر لازم تھا یا نہیں کہ بت قریب مسجد و خانقاہ کے
جاویں اور بت کو چہائے اہل اسلام میں نہ پھرائے جاویں۔

۲۔ دوم بباعث اس کے کہ ہنود کی خواہش کے موافق ان کو بتوں کے لے جانے
نہ ملا تھا، وہ موقع عید الضحی پر مستعد دنگہ و فساد ہوئے مگر اہل اسلام نے
کا راستہ اختیار کیا اس سے کوئی دنگہ و فساد نہیں ہوا بفضل اللہ تعالیٰ کا شامل
مگر ولولہ و شورش ہنود کی کم نہ ہوئی اندیشہ تھا کہ محرم کے موقع پر ضرور ہنود فساد کریں
اس لئے زیادتی اتفاق و ارتباط باہم فرقہ شیعہ و سنت و جماعت کی زیادہ ضرورت
بسبب اتفاق شوکت اسلام فریق ثانی پر ظاہر ہووے۔ فرقہ سنی سے بعض اکابر محفل
میں بوجہ اس کے کہ شیعوں نے عہد کر لیا تھا کہ تبرا وغیرہ جو دل دکھانے والی بات
منہ پر نہ لاویں گے، دو ایک بار گئے کوئی ماتم وغیرہ میں شامل نہیں ہوا۔
آیا جانا اہل سنت و جماعت کا باوجود اس کے کہ نیت میں کوئی فساد نہیں
نہ بدعات شیعہ کو دل سے اچھا جانا جو گنہ گاری کی صورت پیدا کرتا ہے؟
ظاہر ہے کہ مسلمین ہر جگہ کے بسبب کمی دولت و زر و لیاقت کے
کی نہیں کر سکتے۔ اکابرین نے چاہا کہ جان و مال و آبروئے اہل اسلام امن و امان سے
اور حاکم بحال نے بھی بلا کر ایسا ہی کیا ہے کہ ایسی ایسی تدبیریں کرنی چاہئیں کہ
اکابرین نے اہل اسلام کی راہ سے وقت مقررہ پر تعزیہ شہر کے باہر ہو جانے کے
ہمراہ جا کر کے تعزیہ کو باہر آبادی سے کرا دیا۔
آیا یہ فعل اہل سنت و جماعت باعث ان لوگوں کا جو کہ ایسے ایسے

شامل نہ ہوئے تھے اور نہ شامل ہونے کو دل سے اچھا جانتے تھے، باعث ان کی معصیت کا ایسے احوال کے باعث ہوتا ہے اور کفر اور شرک؟

الجواب

جواب سوال اول کا واضح ہو کہ اہل اسلام کو ایسا ہی چاہیے تھا کہ قریب مسجد کے بت نہ رکھا جاوے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ابراہیم اور اسمٰعیل علیہما السلام سے عہد کیا کہ مسجد کو پاک کریں ہر امر بد سے :-

وعهدنا الى ابراهيم واسمعيل ان طهرا بيتى للطائفين والعاكفين والركع السجود [1]

اس آیت میں تطہیر سے مراد پاکی ہر امر و فعل سے ہے کہ لائق مسجد کے ہو :-

اما قوله ان طهرا بيتى فيجب ان يراد به التطهير من كل امر يليق بالبيت فاذا كان موضع البيت وحواليه مصلى وجب تطهيره من الشرك وعبادة غير الله (تفسير كبير) [2]

اسی واسطے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واسطے خارج کرنے یہود کے جزیرہ عرب سے حکم فرمایا تھا جیسا کہ حدیث شریف میں ہے چنانچہ حسب حکم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہود کو نکالا کیا کہ گرد مسجد کے بت پرستی کی جاوے اور بت رکھا جاوے۔ ایسا ہی لکھا ہے تفسیر احمدی میں :-

وقوله ان طهرا بيتى للطائفين معناه ان طهرا بيتى عن الانجاس والاوثان والخبائث والمعاصى انتهى ما فيه [3]

---

[1] سورۃ البقرہ، آیت ۱۲۵ -

[2] تفسیر کبیر، سورۃ البقرہ، زیر آیت ۱۲۵، ج ۱، ص ۵۰۰ -

[3] تفسیر احمدی، ، ص ۳۶ -

(ترجمہ) یعنی مسجد کو بتوں اور گناہوں اور پلید اشیاء سے پاک کرو۔

اور دوسری جائے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :-

انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام [1]

یعنی مشرک لوگ مسجد کے قریب بھی نہ جاویں۔

ماسوائے اس کے کہ بت رکھنا قریب مسجد کے موجب فساد عظیم کا ہے کیونکہ جس وقت ... نے وقت پوجا کے سنکھ بجایا، یہ امر موجب ناراضگی اہل اسلام کا ہوا اور اذان بوقت نماز موجب ... اہل ہنود سے خاص کر بوقت صبح و شام کہ ہر دو آوازیں جمع ہوتی ہیں، یہ امر باعث سخت فساد ... ہر دو فریق کا ہے، ایسے فساد کا دور کرنا موجب اجر عظیم اور اتفاق ہر دو فریق اور آسائش ... کیونکہ فساد کو بعد امن و امان کے اللہ تعالےٰ منع فرماتا ہے :-

ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحہا [2]

قبل اس کے کہ بت قریب مسجد کے ہو امن اور اتفاق تھا، بعد رکھنے بت کے قرب مسجد کے ... اشد فساد اور نا اتفاقی کا تھا پس دور کرنا ایسے فساد کا باعث خوشنودی خدا اور رسول ... اللہ تعالےٰ فساد کو دوست نہیں رکھتا ہے :-

واللہ لا یحب الفساد [3]

پس فساد کا کرنے والا بغض کا رکھنے والا خدا کا اور دوستی خدا کو ... والا ہوگا :-

فیصیر فاعلہ مبغضا مسقطا عن حبہ۔

(تفسیر حقانی) [4]

اور جو شخص کہ فساد کرنے سے باز نہ رہے یا بباعث طمع نفس اور عزت کے مرتکب فساد کا ہو ...

---

[1] سورۃ البراءۃ، آیت ۲۸۔

[2] سورۃ الاعراف، آیت ۵۶۔

[3] سورۃ البقرۃ، آیت ۲۰۵۔

[4] تفسیر حقانی،

واذا قيل له اتق الله فى الافساد والاهلاك

اخذته العزة اى غلبته عزته فمنعته عن قبول

قول الناصح وامرته بالاثم له

پس ایسے شخص کے واسطے جہنم ہے فحسبہ جہنم۔

جواب سوال دوم اول معلوم ہو کہ بوقت غلبہ و ایذا مشرکین موافقت اور معاونت اہل کتاب سے عند الشرع جائز ہے جیسا کہ بسبب غلبہ و ایذا مشرکین مکہ معظمہ صحابہ کرام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واسطے ہجرت کرنے کے بسوئے حبش کہ رئیس اس جگہ کا اہل کتاب تھا حکم دیا اور اکثر صحابہ وہاں گئے اور اس رئیس سے موافقت کر کے اپنی عبادت میں بلا دہشت اور ایذا کے مشغول رہے اور رئیس ان کا معاون اور موافق رہا بعدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحکم خدا تعالیٰ بسبب ایذا مشرکین مکہ مع حضرت ابابکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے کہ اس جگہ بھی اہل کتاب تھے پس چونکہ یہود و نصاریٰ نے فقط وحدانیت میں شامل اہل اسلام کے تھے اور ہیں اور اہل شیعہ وحدانیت اور رسالت کے اقرار میں شامل اہل اسلام کے ہیں فقط ہر سہ خلیفہ کے منکر ہیں اس لئے مقابل اہل شرک کے بحالت غلبہ و شورش اہل ہنود موافقت اور شراکت اہل شیعہ درست اور جائز ہوئی اور موجب کسی گناہ کا نہ ہوا اور ایسے ہی حدیث شریف سے ثابت ہوتا ہے:۔

عن ابن عباس قال كان النبى صلى الله

عليه وسلم يحب موافقة اهل الكتاب فيما لم يؤمر

فيه متفق عليه [2]

اور جب کہ اہل شیعہ نے عہد کر لیا کہ خلاف عقائد اہل سنت وجماعت تبرا وغیرہ نہ کریں گے اور ان کی مجلس میں نہ ہوا پس شریک ہونا ایسی مجلس میں بوقت ضرورت اور مقابل اہل شرک، موجب گناہ کا نہیں جیسا کہ آیہ کریمہ سے ثابت ہوتا ہے:۔

واذا رأيت الذين يخوضون فى آيتنا فاعرض

---

[1] تفسیر

[2] مشکاۃ، کتاب اللباس، باب الترجل، حدیث ۰، فصل ۱۔

عنہم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ و اما ینسینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین ۔[1]

اور اسی طرح دوسری آیہ کریمہ ہے :-

وقد نزل علیکم فی الکتاب ان اذا سمعتم ایات اللہ یکفر بہا ویستہزأ بہا فلا تقعدوا معہم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ [2]

پہلی آیت میں بظاہر خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اور ضمناً تمام مؤمنین میں شامل ہیں اور دوسری آیت میں خطاب اور حکم تمام مؤمنین کو ہے ،

اور انتہار عدم مجالست اور مخالطت با اہل عناد و فساق تا تکلم کلمات خلاف اہل اسلام ہے جب کہ کسی مجلس میں اس قسم کے کلمات مثل تبرا وغیرہ کے نہ ہوں ، مجالست مجلس میں جائز ہوئی جیسا کہ مفہوم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ کا ہے جیسا کہ کیا ہے اس کا تبصیر الرحمٰن میں :-

وکیف یصح صحبۃ الطاعنین ولا تصح صحبۃ من لا یطعن انتہی [3]

چنانچہ آیت مابعد اس کی دال ہے اس امر پر کہ جب طعن اور تشنیع سے ملحدین باز رہیں اس وقت مجالست ممنوع نہیں ہے :-

وما علی الذین یتقون اللہ من حسابہم ای الخائضین من نائشۃ شیئ اذا جالسوھم ولکن علیہم ذکری تذکرۃ لہم و موعظۃ لعلہم یتقون الخوض (تفسیر جلالین) [4]

---

[1] سورۃ الانعام ، آیت ۶۸ -

[2] سورۃ النساء ، آیت ۱۴۰ -

[3] تبصیر الرحمٰن ،

[4] تفسیر جلالین ، سورۃ الانعام ، زیر آیت ۶۹ -

پس جب کہ اہل شیعہ نے غرض یعنی طعن صحابہ کا چھوڑ دیا پھر مجالست ممنوع نہ ہوئی کیونکہ مصداق یتقون کے ہو گئے۔ پس واسطے شوکت اسلام کے بمقابل اہل شرک شمول تعزیہ بحالت تنفر قلبی موجب کفر و شرک کا نہیں جیسا کہ مفاد یتقون اللہ من حسابہم من شیئ کا ہے چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ بصورت عدم قوت امر بالمعروف اور نہی منکر کے' ہاتھ اور زبان سے انکار اور دل سے بُرا جاننا موجب ایمان کا ہے :-

عن ابی سعید قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من رأی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہٖ فان لم یستطع فبلسانہ وان لم یستطع فبقلبہ وذٰلک اضعف الایمان رواہ مسلم [1]

پس بحالت عدم قوت اور مفسدہ عظیمہ کے انکار قلبی اور دل سے بُرا جاننا بدعات کا، موجب ایمان کا ہے :-

من ترکہا بلا قدرۃ او یری المفسدۃ اکثر ویکون منکرا بقلبہ فہو من المؤمنین (مرقاۃ) [2]

اور جب کہ نہی بہ لسان ہو چکی تا ایں کہ تبرا وغیرہ موقوف ہو گیا اور انکار قلبی بھی پائے گئے پس بفحوائے آیہ کریمہ :-

علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اہتدیتم [3]

کسی قسم کا ضرر مومنین کو نہیں ہے اور کفر شرک بتانا موجب گناہ عظیم کا ہے۔ فقط

واللہ اعلم بالصواب

حررہ واجابہ خاکپائے محمد مسعود نقشبندی دہلوی

۲۱ ربیع الاول ۱۳۴۲ھ ہجری

---

[1] مشکاۃ، کتاب الآداب، باب الامر بالمعروف، حدیث ۱، فصل ۱۔

[2] مرقاۃ، شرح مشکاۃ، کتاب الآداب، باب الامر بالمعروف، ج ۹، ص ۳۲۸۔

باب ۸

متفرقات

سوال ۱۵۷

چہ فرمایند علماء دین اس میں کہ زید کہتا ہے مٹی کا کھانا حرام ہے مطلقاً خواہ مدینہ منورہ کی جس کو لوگ خاک شفاء قرار دے کر کھاتے ہیں، یا اور کسی جا کی مثلاً کربلا و مزار بعض اولیاء چنانچہ بعض جہلاء اس زمانے میں مروج ہے اور عمرو کہتا ہے کہ مدینہ منورہ کی مٹی کھانا جائز ہے اور زید کہتا ہے کہ جب تک یہ ثبوت شارع سے نہ ہوگا میں نہیں تسلیم کروں گا۔ قول زید کا معتبر ہے یا عمرو کا؟ بینوا توجروا۔

الجواب

واضح ہو کہ مٹی کھانا مطلقاً حرام نہیں ہے کیونکہ مٹی پاک ہے جیسا کہ فرمایا اللہ نے

فتیمموا صعیدا طیبا [1]

چنانچہ کہا ہے محمد فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر میں:۔

والصعید الطیب ھو الارض التی لا سبخ فیہا [2]

اور اسی طرح سے ہے حدیث شریف میں کہ مٹی پاک ہے:۔

وجعلت تربتہا لنا طہورا اذا لم یجد الماء (رواہ مسلم) [3]

اور امام نووی شارح صحیح مسلم لکھتے ہیں کہ مٹی پاک اور حلال ہے:۔

واما الطیب فالاکثرون علی انہ الطاہر وقیل حلال [4]

اور دوسری حدیث شریف میں آیا ہے:۔

---

[1] سورۃ النساء، آیت ۴۳۔

[2] تفسیر کبیر، سورۃ النساء، زیر آیت ۴۳، ج ۳، ص ۴۳۳۔

[3] مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلوٰۃ، ج ۱، ص ۱۹۹۔

[4] شرح مسلم، کتاب الحیض، باب التیمم، ج ۱، ص ۱۶۰۔

وجعلت لی الارض طیبۃ طھورا و مسجدا

(رواہ مسلم) [1]

جب کہ آیت اور حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ مٹی پاک اور حلال ہے تو کھانا بھی مطلقاً جائز ہوا خواہ مدینہ منورہ کی خواہ غیر اس کے، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

کلوا من الطیبات ما رزقنٰکم [2]

البتہ عادۃً نہ پکڑے اور کثرت سے نہ کھائے کہ موجب بیماری کا ہے اس لئے فقہا مٹی کھانے پر عادۃ پکڑنے کو مکروہ تنزیہ لکھتے ہیں بجہت بیماری اور نقصان جسم و جمال کے نہ کہ بجہت حرمت اور ناپاکی کے، اور اگر گاہے گاہے کھائے یا قلیل ہو تو درست اور جائز ہے چنانچہ مٹی مدینہ منورہ کی گاہے قلیل کھاتے ہیں، درست ہے :۔

ذکر شمس الائمۃ الحلوانی فی شرح صومہ اذا کان یخاف علی نفسہ انہ لو اکلہ اورثہ ذلک علۃ او آفۃ لا یباح لہ التناول وکذلک ھذا فی کل شیٔ سوی الطین وان کان یتناول منہ قلیلا او کان یفعل کذالک احیانا لا باس بہ (ھکذا فی المحیط)

وسئل عن بعض الفقہاء عن اکل الطین البخاری ونحوہ قال لا باس بذلک مالم یضر وکراھۃ اکلہ لا للحرمۃ بل لتہیج الداء والمرأۃ اذا اعتادت اکل الطین تمنع من ذلک اذا کان یوجب نقصانا فی جمالہا (کذا فی المحیط ھکذا فی العالمگیریۃ) [3]

---

[1] مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ، ج ۱، ص ۱۹۹ -

[2] سورۃ البقرہ، آیت ۱۷۲ -

[3] عالمگیری، کتاب الکراہیۃ، باب ۱۱، ج ۵، ص ۳۴۱ -

پس قول زید کا کہ مچھلی کھانا حرام ہے، غیر صحیح اور غیر معتبر ہے اور قول عمرو کا معتبر اور صحیح ہے۔

حررہ واجابہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی دہلوی

۲۲ ربیع الثانی ۱۲۹۶ھ ہجری

سوال ۱۵۸

بعد از حمد و صلوٰۃ مسکین شیخ رحیم بخش ملقب بہ محمد مسعود نقشبندی بجواب شخصے کہ حقہ نوشیدن را کفر می داند و حرام می گوید و نماز جنازہ اش خواندن روا ندارد۔

بر ماہران آیات قرآنی و احادیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام و فقہ حنفی محتجب نماند شیئے کہ برآں دلیل حلت یا حرمت یافتہ نہ شود آں اشیاء مباح اند کما یثبت من الحدیث الذی رواہ ابوداؤد :-

عن ابن عباس قال كان اهل الجاهلية يأكلون شيئا ويتركون اشياء تقذرا فبعث الله نبيه وانزل كتابه واحل حلاله وحرم حرامه فما احل فهو حلال وما حرم فهو حرام وما سكت عنه فهو عفو وتلا قل لا اجد فيما اوحى الى محرما على طاعم يطعمه الا ان يكون ميتة الآية[1] رواه ابوداؤد[2] وهكذا رواه الترمذي[3] وابن ماجة[4] بترك الآية۔

ازیں حدیث معلوم گردید اشیائے کہ اللہ تعالیٰ آنہا را حلال کردہ آنہا حلال اند و اشیائے

---

[1] سورۃ الانعام، آیت ۱۴۵۔

[2] ابوداؤد، کتاب الاطعمۃ، باب مالم یذکر تحریمہ، ج ۲، ص ۱۸۳۔

[3] ترمذی،

[4] ابن ماجہ،

کہ حرام کردہ حرام اند و از آیت ثابت شد کہ حلت و حرمت از وحی یا از علت منصوصہ یعنی از قطعی الثبوت
قطعی الدلالۃ ثابت می شوند نہ از قیاس موضوع، پس دراں اشیائے کہ آیت قرآنی واحادیث نبوی ساکت
اند عفو اند یعنی مباح ۔

وہم چنیں مفہوم می شود از حدیث ثانی :۔

سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الحمر فقال ما انزل علی فیہا الا ہذہ الآیۃ الفاذۃ الجامعۃ فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ رواہ البخاری [1]

چونکہ در حق حمر کدام آیت در باب حلت یا حرمت نازل نہ شدہ بود لہذا آنحضرت برآنہا
حکم حلت یا حرمت نداده ۔

وہم چنیں در حدیث دیگر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ کہ اکثر ذی روح اند آنہا را
نمی خورم و نہ حرام می گردانم :۔

عن سلمان قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الجراد فقال اکثر جنود اللہ لا اکلہ ولا احرمہ رواہ ابوداود [2]

دریں جا کدام برآیت واحادیث اعتراض نہ نماید کہ ماسوا چہار اشیاء مذکورہ در آیت دیگر
اشیاء نیز حرام اند و جراد حلال پس قطعی الدلالۃ نماند بجواب آں گوئیم کہ اصل مطلوب از آیۃ
ثبوت ایں امر است کہ حلت و حرمت از وحی ثابت می شود نہ کہ انحصار اشیاء محرمہ خواہ وحی جلی باشد
خواہ خفی، دراں وقت حرمت ہمیں چہار اشیاء بود بعد ازاں حرمت دیگر اشیاء از وحی ثابت گردیدہ
ہم چنیں حلت جراد، پس فیما نحن فیہ آیت قطعی الدلالۃ است و چونکہ بعد از نبوت وحی منقطع شد حکم
حلت و حرمت ماسوا اشیاء محرمہ منصوصہ نیز منقطع گردید ۔

وہم چنیں است در عینی شرح الکنز :۔

---

[1] بخاری، کتاب المساقات، باب شرب الناس والدواب، ج ۱، ص ۳۱۹ ۔

[2] ابوداود، کتاب الاطعمۃ، باب فی اکل الجراد، ج ۲، ص ۱۷۸ ۔

لانه لما لم يجد فيه نصا لم يطلق عليه
الحرمة الا انه اذا وجد نصا يثبت القول في المنصوص
بالتحريم او التحليل انتهى ما فيه [1]

وہم چنیں در شامی نوشتہ است کہ نزد جمہور حنفیہ و شافعیہ و علامہ قاسم و شیخ اکمل الدین اصل
اشیاء مباح است کما في التحرير والهداية والخانية :-

وصرح في التحرير بان المختار ان الاصل الاباحة
عند الجمهور من الحنفية والشافعية وتبعه
تلميذه العلامة القاسم وجرى عليه في الهداية
من فصل الحداد وفي الخانية من اوائل الحظر و
الاباحة..... واليه اشار محمد فجعل الاباحة اصلا
والحرمة بعارض النهي ونقل ايضا انه قول اكثر
الفقهاء اصحابنا واصحاب الشافعي قال الشيخ
اكمل الدين في شرح اصول البزدوي انتهى [2]

پس ہرگاہ در حق تماکو کدام نص از شارع یافتہ نہ شد چرا بہ آں حکم حرمت یافتہ
شود و بر ہمیں اصل در حموی تصریح واقع شد کہ حقہ نوشیدن مباح است :-

وفي الهداية من فصل الحداد ان الاباحة
اصل انتهى [3]

ويظهر اثر هذا الاختلاف في المسكوت عنه

---

[1] شرح کنز، عینی،

[2] شامی، کتاب الطہارۃ ج ۱، ص ۷۱، ۷۲ -

[3] الاشباہ، الفن الاول، القاعدۃ الثالثۃ، ص ۶۶ -

وتخرج علیہا ما اشکل حالہ فمنہا الحیوان المشکل امرہ والنبات المجہول سمیتہ (اشباہ)[1]

وقولہ والنبات المجہول الخ یعلم من حل شرب الدخان (حموی)[2]

ہر گہ کہ ایں امر ثابت گردید کہ حلت وحرمت بلا وحی ثابت نمی شود :-

لما بین اللہ تعالیٰ ان التحریم والتحلیل لا یثبت الا بوحی قال قل لا اجد الخ (تفسیر کبیر)[3]

و بر تحریم تباکو کدام وحی واقع نشدہ پس نوشیدن حقہ حرام نگردید۔

و قتیکہ بر حقہ حرمت منصوصہ بہ ثبوت نرسیدہ شارب آں کافر نگردید زیرا کہ مستحل و معتقد حلت آں شے کافر می گردد کہ حرمت آں بہ دلیل قطعی ثابت شدہ باشد نہ جائیکہ شارب آں :-

ذکر فی الفتاوی من انہ اذا اعتقد الحرام حلالاً فان کان حرمتہ لعینہ وقد ثبت بدلیل قطعی یکفر والا فلا بان یکون حرمتہ لغیرہ او ثبت بدلیل ظنی (شرح فقہ اکبر[4]) وھکذا قال فی رد المحتار[5]

اذ الکفر بانکار القطعیات وھو لیس کذلک انتہی۔

ثابت گردید کہ بر حرمت تباکو کدام نص از شارع یافتہ نشد و در اصل اباحت آں ثابت شد، پس باقی ماند علل حرمت کہ نجس و فسق و سمیت و مضار اند۔

---

[1] الاشباہ، الفن الاول، القاعدۃ الثالثہ، ص ۶۶ -

[2] شرح الاشباہ، حموی،

[3] تفسیر کبیر، سورۃ الانعام، زیر آیت ۱۴۵، ج ۴، ص ۱۶۷ -

[4] شرح فقہ اکبر، ص ۱۸۶ -

[5] شامی، کتاب الجہاد، باب المرتد، ج ۳، ص ۲۸۴ -

از تتبع جزئیات فقہیہ ایں امر معلوم گشتہ کہ اکثر جزئیات بر پاکی دخان دلالت می کند

منجملہ آں این است کہ نوشادر کہ از دخان نجس حاصل شود، پاک است، پس لامحالہ دخان نیکو

است :-

اما النوشادر المستجمع من دخان النجاسة

فهو طاهر (شامی) [1]

پس دخان نجس نگردید بلکہ طاہر و در حکم ایں آیت داخل گردید :-

کلوا مما رزقکم اللہ [2] و

کلوا من طیبات ما رزقنکم [3]

و بجہت عدم ورود نص در حرمت حقہ و عدم ثبوت آں علت فسق ہم نماند زیرا کہ مرتکب گناہ کبیرہ

حرام فاسق می شود، آں یافتہ نشد۔

و سمیّۃ مضرہ نیز در تمباکو و دخان مفقود، پس باقی ماند علت مضارہ، و آں در تمباکو کم است

منافع زیرا کہ بسبب طبیعت تمباکو و دخان کہ گرم خشک است امر جہ مبرد و مرطوبین را بسیار نفع است

چنانچہ در مخزن منافع آں بیان نمودہ :-

"معطش و مجفف و دود آں مصلح فساد ہوائے وبائی و تعفن آں و منقی

رطوبات دماغ و محرک آں و جہت درد دندان رطوبی و دربو بلغمی و سرفہ رطوبی

و ضیق النفس بلغمی کشیدن و خائیدن و خوردن آں نافع و بدستور خوردن کہ تاکو

(یعنی خمیرہ تمباکو) بمقدار دانہ نخودے ناشتا حب بستہ و سعوط سائیدہ برگ آں

مانند غبار جہت دفع نزلات دماغی بارد از کثرت کشیدن جہت استسقاء و مار گزیدہ

نافع دانستہ اند بادرار بول و عرق مفرط و چیکیکہ در آب نے غلیان خصوصاً نزدیک

بسر غلیان کہ زرد شدہ باشد چوں از آں فتیلہ سازند یا فتیلہ را بداں آلودہ کردہ در ناسور

مزمن گزارند و در سہ چہار مرتبہ نہایت شش ہفت مرتبہ التیام می یابد و چوں در چشم

---

[1] شامی، کتاب الطہارۃ، باب الانجاس، ج ۱، ص ۲۱۶ -

[2] سورۃ المائدہ، آیت ۸۸ -

[3] سورۃ البقرہ، آیت ۱۷۲ -

کشند شب کوری را زائل می گرداند خواہ آں چرک تازہ باشد خواہ خشک بطریق اکتحال و کشیدن تمباکو بر غلیان با برگ سنبھالو جہت دفع ضیق النفس و سرفہ مزمن و ظلمت بصر عارض از رطوبت و برودت نافع و گویند معیار صحت مزاج بدن است زیرا کہ مریض را خصوص صاحب حمٰی را خوش نمی آید کشیدن آں ۔ انتہٰی[1]

پس بہ نظر منافع و مصالح کثیرہ استعمال تمباکو و کشیدن آں حلال گردید چنانچہ او تعالےٰ مے فرماید :-

هو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا[2]

زیرا کہ در محل امتنان او تعالےٰ فرمودہ پس ہر شے کہ او تعالےٰ برائے مصالح و منافع عباد پیدا کردہ است استعمال آں حلال است چرا کہ لام در لکم برائے انتفاع است کما فی التفاسیر :-

ای لاجلکم انتفاعکم فی دنیاکم باستنفاعکم بها فی مصالح ابدانکم بوسط کالادویة المرکبة او غیر وسط کالثمرة والادویة المفردة (تفسیر منیر)[3] هکذا فی التفسیر الکبیر[4]

و در دیگر آیت او تعالےٰ فرمودہ :-

قل من حرم زینة الله التی اخرج لعبادہ والطیبات من الرزق[5]

ازیں آیت نیز ثابت گردید کہ اصل در منافع و لذات اباحت و حل ہست کما فی التفسیر الکبیر :-

---

[1] مخزن الادویہ، باب سوم، فصل التاسع النون، ص ۲۳۳-

[2] سورۃ البقرۃ، آیت ۲۹-

[3] تفسیر سراج منیر، سورۃ البقرۃ، زیر آیت ۲۹، ج ۱، ص ۳۹-

[4] تفسیر کبیر، سورۃ البقرہ " " " ص ۲۵۷-

[5] سورۃ الاعراف، آیت ۳۲-

ان هذه الآية تدل على ان الاصل فی المنافع

واللذات الاباحة والحل انتہیٰ [1]

وایں نیز ازیں آیت معلوم شد کہ مباح یا حلال ما حرام کردن موجب وزر عظیم ست

کما قال اللہ تعالیٰ :-

فمن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذبا لیضل

الناس بغیر علم ان اللہ لایہدی القوم الظلمین [2]

دریں آیت او تعالیٰ بر تحریم حلال ومباح ذم نمود ودیگر جا فرمودہ در ذم کفار :-

وحرموا ما رزقہم اللہ افتراء علی اللہ قد

ضلوا وما کانوا مہتدین [3]

در دنیا بجہت ضائع کردن منافع نفس کہ برائے او پیدا کردہ اللہ تعالیٰ مذمت

در زید ودر آخرت بجہت افتراء کما قال فی تفسیر المنان :-

کیف یہتدون مع افترائہم علی المنعم

بانواع النعم بالتحریم الذی یبطل انعامہ وحکمتہ

فیہ انتہیٰ [4]

ودر سبب حرام کردن شہد مباح ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم را او تعالیٰ نہی کردہ

فرمود کہ :-

یا ایہا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک تبتغی

مرضات ازواجک [5]

---

[1] تفسیر کبیر، سورۃ الاعراف، زیر آیت ۵۷، ج ۴، ص ۲۴۵ -

[2] سورۃ الانعام، آیت ۱۴۴ -

[3] ایضاً ، آیت ۱۴۰ -

[4] تفسیر المنان، سورۃ الانعام، زیر آیت ۱۴۰، ج ، ص

[5] سورۃ التحریم، آیت ۱،

پس دیگراں را تحریم مباح چگونہ جائز باشد؟

واما ضرر تنباکو کہ مضر دل و دماغ، حار یابس و محرور المزاج و سوداوی و مورث سدہ و خفقان و تکدر حواس اند پس بنظر بہ علت ضرر نوشیدن حقہ حرام لغیرہ اعنی مکروہ تحریمی است [1]

ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحہا [2] ہٰذہ الاٰیۃ تدل علی ان الاصل فی المضار الحرمۃ والمنع علی الاطلاق (تفسیر کبیر) [3]

اگرچہ بحیثیت غلبہ منافع بر ضرر حکم بر مباح دادہ می شود چنانچہ در تفسیر کبیر بیان کردہ:

فہٰذہ الاٰیۃ تقتضی حل کل المنافع وہٰذا اصل معتبر فی کل الشریعۃ لان کل واقعۃ تقع فاما ان یکون النفع فیہا خالصا او راجحا او الضرر یکون خالصا او راجحا او یتساوی الضرر والنفع او مرتفعا اما القسمان الاخیران وہو ان یتعادل الضرر والنفع او لم یوجد اقط ففی ہاتین الصورتین وجب الحکم ببقاء ما کان علی ما کان وان کان النفع خالصا وجب الاطلاق بمقتضی ہٰذہ الاٰیۃ وان کان النفع راجحا والضرر مرجوحا یقابل المثل بالمثل ویبقی قدر الزائد نفعا خالصا فیلتحق بالقسم الذی یکون النفع فیہ خالصا وان کان الضرر خالصا کان ترکہ خالص النفع فیلتحق بالقسم المتقدم وان کان الضرر راجحا بقی القدر الزائد ضررا خالصا فکان ترکہ نفعا خالصا انتہی ما فیہ [4]

---

[1] ...امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ برایاحت قلیان کشیدن رسالہ مبارکہ "حقۃ المرجان لمہم حکم الدخان" تحریر نمودہ باید دید ۱۲ شرف قادری

[2] سورۃ الاعراف، آیت ۵۶۔

[3] تفسیر کبیر، سورۃ الاعراف، زیر آیت ۵۶، ج ۴، ص ۲۲۵۔

[4] ایضاً،

ولیکن لوقت ضرر مکروہ تحریمی خواہد شد واما علت کراہت تنزیہہ کہ بدبوئے دہن است

احادیث ثابت است :-

عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

من اکل ثوما او بصلا فلیعتزلنا او لیعتزل مسجدنا

ولیقعد فی بیتہ رواہ البخاری [1]

چنانچہ بصل وثوم در اصل مباح اند وبحیث بوئے بد دخول مسجد ومجالس عامہ و

بابزرگاں منع است بکراہت تنزیہ ہم چناں حقہ بہ سبب بدبوئے آں دخول مسجد ومجالس

بابزرگان منع است بکراہت تنزیہہ کما تدل علیہ فلیعتزلنا ولیعتزل مسجدنا

ولیقعد فی بیتہ۔ چنانچہ امام نووی تصریح کردہ است ودر حدیث نیز تصریح باباحت

آوردہ آں آمدہ :-

عن ابی ایوب قال کان النبی صلی اللہ علیہ و

سلم اذا اتی بطعام اکل منہ وبعث بفضلہ الی وانہ

بعث الی یوما بقصعۃ لم یاکل منہا لان فیہا ثوما فسألتہ

احرام ہو؟ قال لا ولکن اکرہہ من اجل ریحہ قال

فانی اکرہ ما کرہت رواہ مسلم [2]

وفی شرح المسلم :-

قال لا ولکنی اکرہہ من اجل ریحہ ہذا تصریح

باباحۃ الثوم وہو مجمع علیہ لکن یکرہ لمن اراد

حضور المسجد او حضور جمع فی غیر المسجد او

مخاطبۃ الکبار ویلحق بالثوم کل ما لہ رائحۃ

کریہۃ انتہی [3]

---

[1] بخاری، کتاب الاذان، باب ما جاء فی الثوم الخ، ج ۱، ص ۱۱۸۔

[2] مسلم، کتاب الاطعمۃ باب اباحۃ اکل الثوم الخ، ج ۲، ص ۱۸۳۔

[3] شرح مسلم، " " " " " ۔

پس ثابت گردید کہ حقہ بہ علت ریح بد مکروہ تنزیہ است برائے آنکس کہ بہ مسجد رود یا مجالس عامہ یا مخاطب بہ اشراف گردد ورنہ لا باس فیہ، اور کلمہ من اجل سے یہی ثابت شدہ کہ علت کراہت ریح بد است ورنہ اصل مباح است باجماع امت فیہ :-

ثم ان هذا النهی انما هو عن حضور المسجد لا عن اکل الثوم والبصل ونحوهما فهذه البقول حلال باجماع من یعتد به (شرح مسلم) [1]

پس ثابت گردید از "نحوہما" کہ اصل تما کو علت است و خصوصیت کراہت بہ ریح بد در حقہ منحصر بلکہ اگر گندہ دہن وغیرہ باشد ازیں حکم شامل است :-

قال العلماء ویلحق بالثوم والبصل والکراث وکل ما له رائحة کریهة من الماکولات وغیرها قال القاضی ویلحق به من اکل فجلا وکان یجشی قال وقال ابن المرابطة ویلحق به من به بخر فی فیه او به جرح له رائحة (شرح مسلم) [2]

واگر بہ کسے طریق بورا زائل گرداند مثل پختن ازیں حالت خوردن آں بلا کراہت جائز است چنانچہ صحابہ کرام خوردہ است و آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نیز برائے جواز دراں وقت خوردہ است چنانچہ در حدیث مسلم :-

فمن اکلهما فلیمتهما طبخا [3]

پس ثابت شد کہ مطبوخ مکروہ نیست چنانچہ حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) فرمودہ آخر طعام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بصل بودہ :-

فقالت عائشة ان اخر طعام اکله رسول الله صلی الله علیه وسلم طعام فیه بصل رواه ابوداود [4]

---

[1] شرح مسلم، کتاب المساجد، باب نہی من اکل الثوم الخ، ج ۱، ص ۲۰۹ -

[2] ایضاً " " " " " " -

[3] مسلم " " " " " ص ۲۱۰ -

[4] ابوداود، کتاب الاطعمۃ، باب فی اکل الثوم، ج ۲، ص ۱۸۰ -

وتفصیل مقام آنکہ در حدیث آمدہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اینہا را نخوردہ، نہ تنہا و نہ در طعام مگر حدیث عائشہ (رضی اللہ تعالےٰ عنہا) کہ در طعام خوردہ است و امت را نیز از آں نہی کردہ پس می گویند کہ نہی از خوردن خام است نہ پختہ و اصح آں است کہ آں نیز تنزیہ است نہ تحریمی وحرام نیست برائے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم و نہ برامت ۔

وطحاوی در شرح آثار احادیث آوردہ بر اباحت اکل بصل وکراث و ثوم و مانند آں کہ مطبوخ باشد یا غیر مطبوخ مگر کسے کہ بخوردو در خانہ خود نشیند تا بوئے آں باقی است در مسجد در آید کہ آں مکروہ است ۔ ہمیں قول مختار امام طحاوی و قول ابی حنیفہ و محمد رحمۃ اللہ علیہم ہمیں است وگفتہ اند کہ خوردن آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم در آخر عمر طعامے را کہ در وے پیاز بود از برائے تعلیم جواز او وبیان آنکہ کراہت تنزیہی است نہ تحریمی ۔ انتہی ما فی ترجمۃ الشیخ ۔[1]

پس ثابت گردید کہ حقہ بعلت ریح بد مکروہ تنزیہی است و اگر بکسے سبب ریح بد را زائل گرداند از مثل الطیب وغیرہ دراں وقت بلا کراہت حقہ کشیدن مباح خواہد شد ۔

و اگر کدام کس بر حرمت حقہ کشی علت تعذیب دخان و نار آرد کہ دوزخیاں را از نار و دخان عذاب خواہد شد آں کس معذور است زیرا کہ برودت نیز معذب است کما فی الزمہریر قال اللہ تعالیٰ :-

لا یرون فیہا شمسا و لا زمہریرا ۔[2]

کہ در شان بہشتیاں آمدہ است ، ازیں آیت ثابت گردید کہ برودت وحرارت در حکم مساوات اند اگر بدرجہ اعتدال اند موجب راحت وصحت می باشند بحالت افراط و تفریط موجب رنج و تکالیف وعذاب می گردند ، پس بر قول معترض لازم می آید کہ استعمال ما بارد وغیر مضرہ حرام باشد حالانکہ نہی براں کدام دلیل وارد نگردیدہ و بر ظاہر است کہ از تبدل و تغیر صفت و نوعیت حکم شئے واحد متغیر می شود، نبیذ تمر وانگور حلال است وبحالت سکر حرام :-

نبیذ التمر والزبیب فہو حلال لشرب ما دون السکر لاستمراء الطعام والتداوی وللتقوی

---

[1] اشعۃ اللمعات ، کتاب الاطعمہ ، الفصل الثانی ، ج ۳ ، ص ۵۰۷ ۔

[2] سورۃ الدہر ، آیت ۱۳ ۔

علی طاعۃ اللہ لا للتلہی والمسکر من حرام وھو

القدر الذی یسکر (عالمگیری) [1]

وآبے کہ از آسمان نازل می شود و شیریں و خوشگوار می باشد ہمیں آب را او تعالیٰ می فرماید اگر خواہیم آں را گرم لہو زندہ می گردانم :-

افرأیتم الماء الذی تشربون أأنتم انزلتموہ

من المزن ام نحن المنزلون لونشاء جعلناہ اجاجا [2]

ای موق الغمر -

وکما قال اللہ تعالیٰ فی شان المعذبین :

فشاربون علیہ من الحمیم (الواقعۃ) [3]

پس موافق قول معترض لازم آید کہ استعمال آب حرام باشد کہ معذب یا علامت عذاب است چنانکہ دخان وہوا ، گاہے باعث فرحت وخوشی باشد کما فی الآیۃ :-

ھو الذی یرسل الریح بشرا بین یدی

رحمتہ [4]

وگاہے باعث ہلاکت وعذاب شدید می گردد :-

ریح فیھا عذاب الیم تدمر کل شیٔ بامر

ربھا فاصبحوا لا یری الا مساکنھم کذلک نجزی

القوم المجرمین [5]

پس لازم می آید این امر کہ اشیائے کہ در آخرت حرام یا در آخرت و در دنیا باعث عذاب باشند استعمال آنہا بخوردن وغیرہ حرام باشد :-

---

[1] عالمگیری ، کتاب الاشربۃ ، باب ۱ ، ج ۵ ، ص ۵۱۲ -

[2] سورۃ الواقعہ ، آیت ۶۸ تا ۷۰ -

[3] ایضاً ، آیت ۵۴ -

[4] سورۃ الاعراف

[5] سورۃ الاعراف ، آیت ۵۷ -

[6] سورۃ الاحقاف ، آیت ۲۴ ، ۲۵ -

ونادی اصحاب النار اصحاب الجنۃ ان افیضوا

علینا من الماء او مما رزقکم اللہ قالوا ان اللہ

حرمہما علی الکافرین [1]

ہمچنیں نار دنیا برائے حاجت روائی و مصالح انسانی پیدا کردہ :-

افرأیتم النار التی تورون [2]

و در دوزخ برائے عذاب پس اعتراض صحیح نشدہ۔

خلاصہ مرام آنکہ حکم حقہ کشی برچہار نوع است :

(۱) یکے آنکہ حلال برائے آنکس کہ او را نفع دہد،

(۲) دوم مکروہ تحریمی، کسے را کہ ضرر رساند،

(۳) سوم مکروہ تنزیہی، برائے ماسوائے ہر قسم مذکورین بعلت بوئے بد،

(۴) چہارم مباح، بحالت ارتفاع علت کراہت کہ بوئے بد است باستعمال تمباکو بآمیزش اشیائے خوشبودار مثل سنبل الطیب وغیرہ،

پس بر حقہ کشندہ کفر عائد نمی شود و نماز جنازہ او روا است بلا ریب و ارتیاب

ھذا ھو ما ثبت من الادلۃ الشرعیۃ بلا افراط و تفریط

ولکن عندی وعند الصوفیۃ الکرام البررۃ ممنوع باشد لانہم

لانہم یذکرون اللہ علی کل حین قیاما وقعودا وعلی جنوبہم ویناجون

اللہ کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل فانی اناجی من

لا تناجی ولانہم یلاقونہم الملائکۃ والملائکۃ تتاذی مما یتاذی

منہ بنو ادم - خذ ھذا فانہ احری للقبول لدی ذوی العلم والعقول - واللہ اعلم

بالصواب والیہ المرجع والمآب -

حررہ واجابہ خاکپائے محمد مسعود نقشبندی دہلوی

۲۶ ر ذی قعدہ ۱۳۰۲ ہجری

---

[1] سورۃ الاعراف، آیت ۵۰ -

[2] سورۃ الواقعہ، آیت ۷۱ -

سوال ۱۵۹

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ اسپ مادہ پہ خرِ نر کو
واسطے افادہ خود یا تجارت ڈال کر نخچہ لینا جائز ہے یا ناجائز ہے بینوا توجروا۔

الجواب

اسپ مادہ پہ خرِ نر کو ڈالنا جائز ہے :-

وجاز خصاء البهائم وانزاء الحمير على
الخيل كعكسه (درمختار) [1]

ن اجرت لینی حدیث شریف میں منع ہے۔ فقط

حررہ واجابہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی دہلوی
۲۰ ذلیقعدہ ۱۳۰۲ھ ہجری

سوال ۱۶۰

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ پڑھنا علم انگریزی کا
اور پیشہ تصور کرکے بہ نیت روزگار جیسا کہ علم فارسی وار دو پڑھتے ہیں واسطے روزگار کے
ہے ہی پڑھنا انگریزی کا بھی شرع شریف میں جائز ہے یا نہیں؟ اور یہ بات جو عوام الناس
مشہور کر رکھی ہے کہ اس کا پڑھنا حرام ہے اور جو ایک حرف بھی مرتے وقت زبان پہ آگیا
بخشش نہیں، آیا یہ کہنا ان کا صحیح ہے یا غلط؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بصورت مذکورہ علم انگریزی کا پڑھنا واسطے پیشہ اور نوکری کے جائز ہے، حرام
ہیں ہے البتہ مرتے وقت زبان پر کوئی لفظ انگریزی کا آگیا اس صورت میں خوف (عدم)

---

[1] درمختار، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی البیع، ج ۲، ص ۲۴۶۔

مغفرت کا ہے گا کیونکہ آیات قرآنی اور احادیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہے
کہ اخیر وقت میں زبان اور دل میں کلمہ ہونا چاہیے تاکہ مغفرت ہو اور جبکہ زبان پر آخری وقت میں
بجائے کلمہ کے انگریزی عبارت جاری ہوئی بلا ریب خوف زوال ایمان کا ہے اور جو کہ عادت کسی
شے کی باعث اجراء کے بوقت مرگ کے ہوتی ہے پس کیا تعجب ہے کہ بسبب ملکہ زبان انگریزی
کے بوقت مرگ انگریزی الفاظ جاری ہوں کہ موجب نقصان ایمان کا ہو۔

واللہ اعلم بالصواب

حررہ واجابہ خاکسار محمد مسعود نقشبندی دہلوی

۸ ذیقعدہ ۱۳۰۳ھ ہجری

ماخذ و مراجع

مرتبین :-

۱- مولٰنا عبدالقدوس ہاشمی - کراچی
۲- پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد - سکرنڈ
۳- مولانا ابوالخیر محمد زبیر - حیدرآباد سندھ
۴- مولانا محمد اشرف مجددی - سیالکوٹ

مؤلف	تصنیف	مطبوعہ	سنِ وفات
ابن حجر عسقلانی	فتح الباری شرح صحیح البخاری	مطبوعہ بیروت	۸۵۲ھ
〃 〃 〃	نزہۃ النظر شرح نخبۃ الفکر	مطبوعہ ملتان پاکستان	〃
〃 〃 〃	تہذیب التہذیب		〃
〃 〃 〃	تقریب		〃
ابن حجر مکی	قلائد		۹۷۴ھ
〃 〃	الخیرات الحسان	مطبوعہ بیروت	〃
ابن سید الناس اندلسی	عیون الاثر فی فنون المغازی والسیر	〃 〃	۷۳۴ھ
ابن صلاح (ابو عمرو)	مقدمہ ابن صلاح		۶۴۳ھ
ابن عباس	تفسیر تنویر المقیاس	مطبوعہ بیروت	۶۸ھ
	(مرتبہ مجد الدین فیروز آبادی)		۸۱۷ھ
ابن نجیم، زین الدین الحنفی	البحر الرائق شرح کنز الدقائق	مطبوعہ مصر	۹۷۰ھ
محمد بن حسین بن علی الطوری الحنفی القادری	تکملہ 〃 〃 〃		
ابن نجیم، زین الدین الحنفی القادری	الاشباہ والنظائر	مطبوعہ بیروت	
ابن ہمام، کمال الدین محمد بن عبد الاحد	فتح القدیر شرح الہدایہ	مطبوعہ لاہور پاکستان ۱۳۹۹ھ	۸۶۱ھ
(احمد بن قودی المعروف بقاضی زادہ آفندی)	تکملہ 〃 〃	مطبوعہ سکھر پاکستان	
〃 〃 〃	تحریر (فی اصول الفقہ)		〃
ابو بکر بن مسعود الکاسانی الحنفی	بدائع الصنائع		۵۸۷ھ
ابو السعود ابن محمد عمادی الحنفی	تفسیر ابو السعود	مطبوعہ مصر	۹۸۲ھ
ابو طاہر محمد بن عبد الرشید السجاوندی	سراجی (فی علم الفرائض)		
احمد بن حنبل، امام	مسند	مطبوعہ مصر	۲۴۱ھ
احمد المیٹھی الشیخ المعروف ملا جیون	تفسیر احمدی	مطبوعہ ہند	۱۱۳۰ھ
〃 〃 〃	نور الانوار فی شرح المنار	مطبوعہ لاہور	〃
احمد بن الحسن فخر الدین جاربردی	شرح شافیہ (جاربردی)		

مؤلف	تصنیف	مطبوعہ	سنہ وفات
احمد رومی، شیخ	مجالس الابرار	مطبوعہ لکھنؤ	۱۳۲۱ھ
احمد بن عبدالاحد المعروف بہ مجدد الف ثانی	مکتوبات شریف	مطبوعہ ترکی	〃 ۱۰۳۴
احمد بن عبدالرحیم المعروف بہ شاہ ولی اللہ	المسوّی شرح الموطا	مطبوعہ کراچی	〃 ۱۱۷۶
〃 〃 〃	حجۃ اللہ البالغہ	مطبوعہ لاہور	〃
〃 〃 〃	القول الجمیل		〃
〃 〃 〃	ازالۃ الخفاء	مطبوعہ لاہور	〃
احمد بن علی النسائی، الحافظ	سنن نسائی (مجتبیٰ)	مطبوعہ اصح المطابع کراچی	〃 ۳۰۳
احمد بن محمد القسطلانی، شہاب الدین	ارشاد الساری شرح البخاری	مطبوعہ بیروت	〃 ۹۲۳
احمد بن محمد طحاوی، ابوجعفر	شرح معانی الآثار	مطبوعہ بیروت ۱۳۹۹ھ	〃 ۳۲۱
احمد بن محمد الحموی، علامہ	حموی (شرح الاشباہ والنظائر)		
احمد بن محمد طحطاوی	حاشیۃ الدر المختار	مطبوعہ	۱۲۳۱ھ
اسماعیل دہلوی، مولوی	صراط مستقیم	مطبوعہ میرٹھ ۱۲۸۵ھ	〃 ۱۲۴۶
ثناء اللہ پانی پتی، قاضی	مالا بد منہ	مطبوعہ	〃 ۱۲۲۵
〃 〃	تفسیر مظہری 〃	مطبوعہ ہند	〃
〃 〃 〃	السیف المسلول	مطبوعہ	〃
جلال الدین بن شمس الدین الخوارزمی	الکفایہ فی شرح الہدایہ	مطبوعہ لاہور	〃 ۷۰۰
جلال الدین عبدالرحمن ابوبکر السیوطی	الجامع الصغیر	〃	〃 ۹۱۱
〃 〃 〃	شرح الصدور	مطبوعہ مصر	〃
〃 〃 〃	انباء الاذکیاء	مطبوعہ حیدرآباد دکن ہند	〃
〃 〃 〃	مرقاۃ الصعود الی سنن ابی داؤد		〃
〃 〃 〃	تفسیر الاتقان	مطبوعہ	〃
جلال الدین السیوطی و جلال الدین المحلی	تفسیر جلالین	مطبوعہ بیروت	〃 ۸۶۴
حافظ الدین ابوالبرکات عبداللہ نسفی	تفسیر مدارک	مطبوعہ	〃 ۷۱۰
〃 〃 〃	کافی شرح وافی		〃

مؤلف	تصنیف	مطبوعہ	سن وفات
حافظ الدین ابوالبرکات عبداللہ النسفی	کنز الدقائق	مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱۳۳۲ء	[illegible]
〃	المنار معہ نور الانوار	مطبوعہ لاہور	〃
حسن بن منصور اوزجندی الفرغانی	فتاویٰ قاضی خاں علی ہامش عالمگیری		[illegible]
حسین بن مسعود الفراء ابو محمد بغوی	تفسیر معالم التنزیل مع الخازن	مطبوعہ مصر	[illegible]
سعد الدین تفتازانی، مسعود بن عمر، علامہ	شرح عقائد نسفی	مطبوعہ لکھنؤ	[illegible]
〃	تلویح حاشیہ توضیح	مطبوعہ	〃
سلیمان بن اشعث سجستانی، ابوداؤد	سنن ابوداؤد	مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱۳۲۶ھ	[illegible]
سلیمان جمل، شیخ	تفسیر جمل	مطبوعہ مصر	
شریف علی بن محمد جرجانی، سید	رسالہ (فی اصول الحدیث)	مطبوعہ	[illegible]
شمس الدین محمد بن یوسف کرمانی	شرح البخاری		[illegible]
شمس الدین محمد قہستانی الحنفی	جامع الرموز حاشیہ شرح وقایہ		[illegible]
عبدالرحیم صفی پوری	منتہی الارب	مطبوعہ لاہور پاکستان ۱۳۱۵ھ	
عبداللہ بن عبدالرحمن السمرقندی الدارمی	کتاب السنن الدارمی	مطبوعہ بیروت	[illegible]
عبداللہ بن یوسف الزیلعی	نصب الرایہ فی تخریج الہدایہ		[illegible]
عبداللہ بن عمر البیضاوی	تفسیر البیضاوی	مطبوعہ القاہرہ مصر	[illegible]
عبدالحق محدث دہلوی شیخ	لمعات شرح مشکوٰۃ (عربی)	مطبوعہ لاہور	[illegible]
〃	اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ (فارسی)	مطبوعہ لکھنؤ ہند	〃
عبدالرشید حسینی، مولانا	منتخب اللغات	مطبوعہ	
عبدالعزیز البخاری	کشف الاسرار (شرح اصول بزدوی)		
عبدالعزیز محدث دہلوی شاہ	تحفہ اثنا عشریہ	مطبوعہ لاہور	[illegible]
〃	تفسیر عزیزی	مطبوعہ دہلی	〃
عبدالغفور، مولانا	حاشیہ شرح ملا جامی		
عبدالوہاب الشعرانی	میزان الکبریٰ		
عبداللہ بن مسعود، صدر الشریعہ	توضیح شرح التنقیح	مطبوعہ	[illegible]

مصنف	تصنیف	مطبوعہ	سنہ وفات
بداللہ بن مسعود، صدر الشریعہ	شرح الوقایہ	مطبوعہ	۷۴۷ھ
ثمان بن عمر المعروف بہ ابن حاجب	شافیہ	مطبوعہ	
لی بن ابوبکر بن عبدالجلیل الفرغانی برہان الدین۔	الہدایہ شرح البدایہ	مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی	۵۹۳ھ
لی بن احمد بن ابراہیم الشہیر مخدوم لی مہائمی، علامہ گجراتی۔	تفسیر تبصیر الرحمٰن (تفسیر رحمانی)۔		۸۳۵ھ
لی بن عمر الدارقطنی، الامام	سنن الدارقطنی	مطبوعہ بیروت	۳۸۵ھ
لی بن محمد الخازن، علاؤ الدین	تفسیر الخازن مع البغوی	مطبوعہ مصر	۷۴۱ھ
ی بن سلطان نور الدین الشہیر علی قاری۔	مرقاۃ شرح مشکاۃ	مطبوعہ ملتان پاکستان	۱۰۱۴ھ
ی بن سلطان نور الدین الشہیر علی قاری۔	شرح شرح نخبۃ الفکر		"
ی بن سلطان نور الدین الشہیر علی قاری۔	شرح فقہ اکبر	مطبوعہ مجتبائی دہلی	"
ن محمد السہروردی، شہاب الدین	عوارف المعارف مع الاحیاء	مطبوعہ مصر	۶۳۲ھ
ث الدین رام پوری	غیاث اللغات		
لمائے دہلی و سہارنپور	فتاوی		
ب الدین خان، نواب	مظاہر حق	مطبوعہ لکھنؤ	
"	توفیر الحق	مطبوعہ لاہور ۱۳۲۵ھ	
بن انس ابو عبداللہ، امام	موطا امام مالک	مطبوعہ مصر ۱۳۷۰ھ	۱۷۹ھ
د الدین المبارک ابن الاثیر زری۔	النہایہ فی غریب الحدیث والاثر	مطبوعہ بیروت	۶۰۶ھ
بن اسماعیل البخاری بداللہ، امام۔	بخاری شریف	مطبوعہ کراچی ۱۳۵۷ھ	۲۵۶ھ

مصنف	تصنیف	مطبوعہ	سنہ وفات
محمد بن محمد بن محمد الجزری	کتاب النشر فی قراءات العشر	مطبوعہ	۸۳۳ھ
″	رسالۃ الجزریہ منظومہ	مطبوعہ	″
محمد بن تمرتاشی الغزی، الشیخ	تنویر الابصار	مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱۳۳۱ھ	۱۰۰۴ ″
محمد بن الشیبانی، امام	مؤطا امام محمد	مطبوعہ کراچی پاکستان۔	۱۸۹ ″
″	الجامع الصغیر	مطبوعہ لکھنؤ ہند	″
محمد بن حسین البزدوی، فخر الاسلام	اصول البزدوی	مطبوعہ کراچی پاکستان	
محمد نووی الجاوی، الشیخ	تفسیر منیر	مطبوعہ	
محمد الخطیب الشربینی	تفسیر السراج المنیر	مطبوعہ لکھنؤ نول کشور	۹۷۷ ″
محمد بن حسن استرآبادی، الشیخ	شرح کافیہ (رضی)		
محمد بن عبد الباقی الزرقانی	شرح مؤطا امام مالک	مطبوعہ	۱۱۲۲ ″
محمد بن عزیز سجستانی	تفسیر نزہۃ القلوب		۳۳۰ ″
محمد بن علی ابو عبد اللہ الحکیم الترمذی	نوادر الاصول فی معرفۃ اخبار الرسول	مطبوعہ بیروت	۲۵۵ ″
محمد بن عمر الخوارزمی الزمخشری	تفسیر کشاف	″	۵۳۸ ″
محمد بن عمر بن الحسین، ابو محمد الرازی الشافعی۔	تفسیر کبیر	مطبوعہ مصر ۱۳۰۸ھ	۶۰۶ ″
محمد بن عمر بن خالد المعروف جمال القرشی۔	صراح	مطبوعہ	
محمد بن عیسٰی الترمذی، ابو عیسٰی	سنن الترمذی	مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱۳۵۹ھ	۲۷۹ ″
محمد بن محمد غزالی، امام	احیاء العلوم الدین	مطبوعہ مصر	۵۰۵ ″
محمد بن محمد بن عمر الاخسیکتی	حسامی	مطبوعہ	۶۴۴ ″
محمد بن محمد بن شہاب المعروف بابن البزاز۔	فتاوٰی بزازیہ مع عالمگیری	مطبوعہ پاکستان	۸۲۷ ″
محمد بن محمود البابرتی	شرح العنایہ علی الہدایہ	مطبوعہ پاکستان	۷۸۶ ″
محمد بن یزید ربعی ابن ماجہ قزوینی	سنن ابن ماجہ	مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی	۲۷۳ ″

مصنف	تصنیف	مطبوعہ	سنہ وفات
محمد امین بن عمر المعروف بابن عابدین شامی	ردالمحتار علی الدرالمختار	مطبوعہ بیروت	۱۲۵۲ھ
" "	منحۃ الخالق حاشیہ بحرالرائق	" "	"
محمد حسین علوی عقیلی دہلوی، حکیم	مخزن الادویہ (طب)	مطبوعہ لکھنؤ	
محمد طاہر بن علی الفتنی	مجمع البحار	مطبوعہ لکھنؤ ۱۲۸۰ھ	۹۸۶ "
محمد علاؤ الدین بن علی الحنفی الحصکفی۔	درالمختار فی شرح تنویر الابصار	مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱۳۲۱ھ	۱۰۸۸ "
محمد مسعود محدث دہلوی، فقیہ الہند	رسالہ سماع و غنا (قلمی)		۱۳۰۹ "
" " "	رسالہ سماع صوتی (قلمی)		"
" " "	درۃ الیتیم فی القرآن العظیم	مطبوعہ دہلی ۱۲۹۹ھ	"
" " "	درر ثمانیہ	مطبوعہ دہلی	"
" " "	نور الہادین فی تحقیق آمین		"
" " "	رسالہ جمعہ		"
محمود بن احمد بدرالدین العینی	شرح الہدایہ	مطبوعہ	۸۵۵ "
" " "			"
" " "			"
مسلم بن الحجاج ابوالحسین القشیری	مسلم شریف	مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱۳۱۹	۲۶۱ "
نذیر حسین دہلوی، مولوی	فتاوی نذیریہ، دہلی ۱۳۳۳ھ		
نظام برہان پوری وغیرہ	فتاوی عالمگیری	مطبوعہ پاکستان	
نعمان بن ثابت ابوحنیفہ امام اعظم	فقہ اکبر	مطبوعہ مجتبائی دہلی	۱۵۰ "
" " "	مسند امام اعظم	مطبوعہ اصح المطابع کراچی	"
" " "	مسانید الامام الاعظم	مطبوعہ حیدرآباد دکن	"
ولی الدین الخطیب	مشکاۃ المصابیح	مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۲۲	۷۴۰ "
یحییٰ بن شرف النووی، حافظ ابوزکریا	شرح مسلم	" مجتبائی دہلی	۶۷۶ "
یوسف بن عبدالرحمن، ابوالحجاج المزی الدمشقی	تہذیب الکمال		۷۴۲ "

مرتّب کی دوسری نگارشات

مصنّفات

۱۔	شاہ محمد غوث گوالیاری	میرپور خاص
۲۔	تذکرۂ مظہر مسعود	کراچی
۳۔	اردو میں قرآنی تراجم و تفاسیر (غیر مطبوعہ)	حیدرآباد سندھ
۴۔	فاضل بریلوی اور ترکِ موالات	لاہور
۵۔	فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں	لاہور
۶۔	حیاتِ مظہری	کراچی
۷۔	عاشقِ رسول	لاہور
۸۔	سیرتِ مجددِ الفِ ثانی	کراچی
۹۔	موجِ خیال	کراچی
۱۰۔	NEGLECTED GENIUS OF THE EAST.	لاہور
۱۱۔	عاشق الرسول مولانا محمد عبد القدیر بدایونی	لاہور
۱۲۔	حیاتِ فاضل بریلوی	لاہور
۱۳۔	تحریکِ آزادیٔ ہند اور ماہنامہ السواد الاعظم	لاہور
۱۴۔	تقسیم ہند کی پہلی مفصل تجویز	کراچی
۱۵۔	حضرت مجددِ الفِ ثانی اور علامہ اقبال	سیالکوٹ
۱۶۔	محبت کی نشانی	کراچی
۱۷۔	حیاتِ امام احمد رضا خاں بریلوی	لاہور
۱۸۔	شاعرِ محبت شاہ عبد اللطیف بھٹائی	لاہور
۱۹۔	امام احمد رضا اور عالمِ اسلام	کراچی
۲۰۔	گناہِ بے گناہی	کراچی

۲۱-	اُجالا	کراچی	۱۹۸۱ء
۲۲-	دائرۂ معارف امام احمد رضا	کراچی	۱۹۸۱ء
۲۳-	رہبر و رہنما	کراچی	۱۹۸۵ء
۲۴-	سوجھرو (ترجمہ مولانا عبدالرسول نگمی قادری)	کراچی	۱۹۸۵ء

مؤلفات

۱-	دائمی تقویم	کوئٹہ	۱۹۶۷ء
۲-	مظہر الاخلاق	کراچی	۱۹۶۸ء
۳-	ارکانِ دین	کراچی	۱۹۶۹ء
۴-	مکاتیبِ مظہری	〃	۱۹۶۹ء
۵-	فتاویٰ مظہری	〃	۱۹۶۹ء
۶-	مواعظِ مظہری	〃	۱۹۶۹ء
۷-	مظہر العقائد	سیالکوٹ	۱۹۷۶ء
۸-	امام احمد رضا اور عالم اسلام۔	کراچی	۱۹۸۱ء

تراجم

۱-	حیدرآباد کی معاشی تاریخ	حیدرآباد سندھ	۱۹۵۸ء
۲-	تمدنِ ہند پر اسلامی اثرات	لاہور	۱۹۶۴ء
۳-	ویرزا کے دو شریف زادے	لاہور	

مرقعِ مسعودی

آخری پیغام

از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

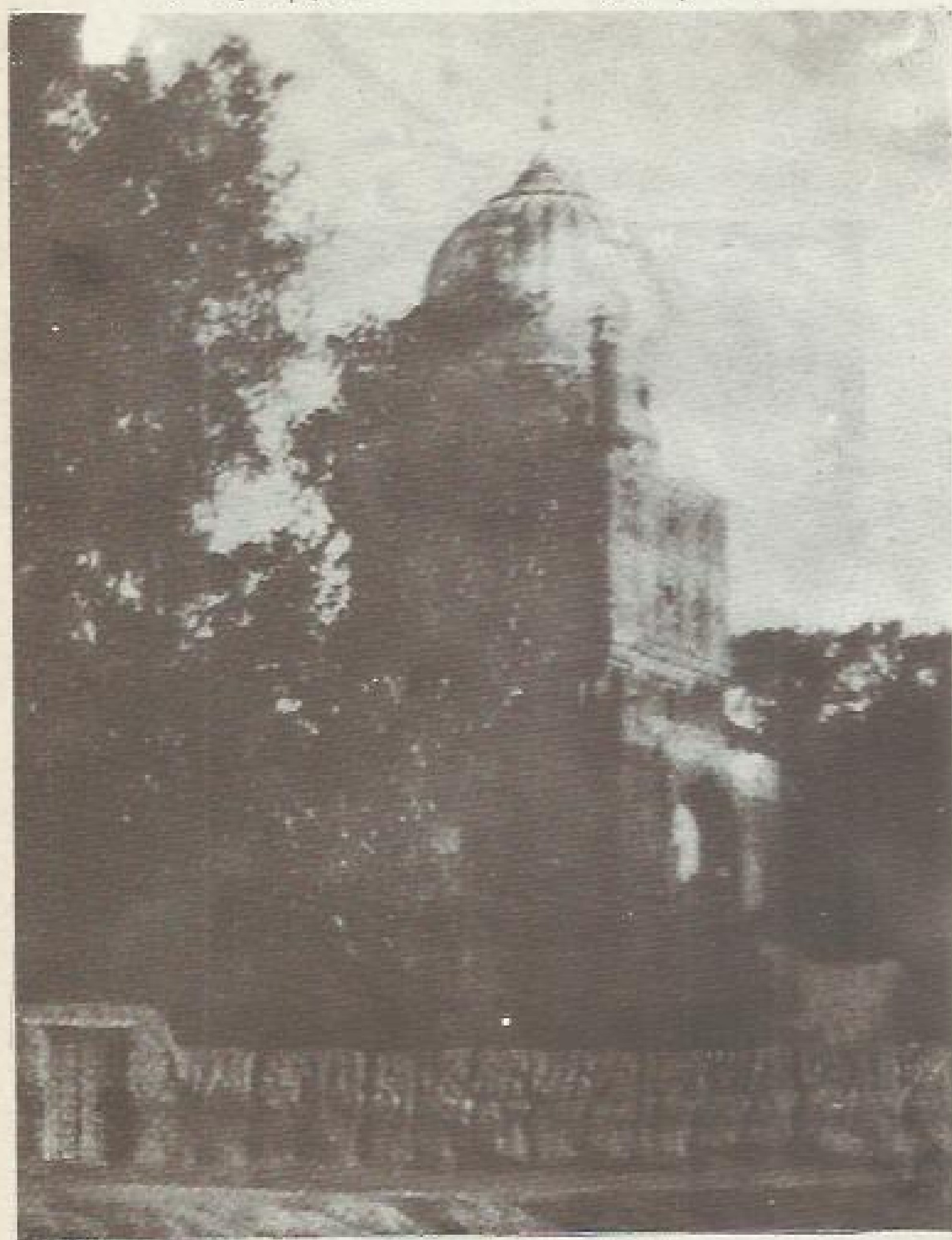
تاریخ قرآن پر ایک اہم تاریخی اور تحقیقی کتاب جو خواجہ محمد عبداللہ جان نقشبندی، مجددی، قادری (پشاور) کی تحریک پر لکھی گئی۔ اس کتاب میں ــــ آئینۂ قرآن میں صاحبِ قرآن کی ایک جھلک دکھائی ہے ــــ قرآن کی روشنی میں قرآن کا تعارف کرایا ہے ــــ نزولِ قرآن، کتابتِ قرآن، جمع و تدوین قرآن پر سیر حاصل بحث کی ہے ــــ قرآن کی اشیاءِ کتابت بالخصوص کاغذ پر تاریخ کی روشنی میں تحقیق کی ہے اور دلائل و شواہد سے یہ ثابت کیا ہے کہ قرآن حکیم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں مدون مرتب ہو چکا تھا اور اس کے کئی مکمل نسخے موجود تھے ــــ منازلِ قرآن، نقاط و اعراب قرآن اوقاف اور اجزاء قرآن پر محققانہ بحث کی ہے ــــ قرآن کے ابتدائی رسم الخط اور عربی رسم الخط پر تحقیق کی ہے۔ مختلف رسم الخطوں اور خطاطوں کا تفصیلی جائزہ لیا ہے ــــ علوم قرآن، عجائباتِ قرآن قرآن کی ایک جھلک دکھائی ہے ــــ دنیا کی بہت سی زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم کا مختصر جائزہ قرآن کے قدیم قلمی نسخوں کی نشاندہی کی ہے اور قرآن کی اولین طباعت پر تاریخی حیثیت سے ڈالی ہے ــــ اس محققانہ کتاب کی تدوین میں بیسیوں عربی، فارسی، اردو اور انگریزی کتابوں سے کیا گیا ہے ــــ اسلوب تحریر نہایت دلکش اور دل پذیر ــــ پاکستان کے مشہور خطاط خورشید گوہر رقم کے عظیم شاہکار تین سو رسم الخطوں پر مشتمل ایک من وزنی عجائب القرآن کے صفحات اور آ گھر پاکستان کے نادر قرآنی قلمی نسخوں کے صفحات کے عکس بھی شامل کیے گئے ہیں ــــ کتابت، کاغذ اور جلد بندی ایک سے ایک اعلیٰ اور نفیس ــــ المختصر قرآن کریم کی تاریخ پر اب تک لکھی جانے کتابوں میں یہ کتاب ایک امتیازی شان رکھتی ہے ــــ قیمت ۵۰ روپے ــــ تاجروں، لائبریریوں علماء، طلبہ اور اساتذہ کے لیے خصوصی رعایت ــــ

ملنے کے پتے

۱۔ سرہند پبلی کیشنز، مکان نمبر ۸۸ بلاک نمبر ۷/د، دہلی مرکنٹائل کوآپریٹیو ہاؤسنگ سوسائٹی، کراچی نمبر ۶-۸۰۔

۲۔ دربار عالیہ مرشد آباد شریف، بالمقابل آڈٹ کالونی، کوہاٹ روڈ، پشاور

اے کہ تو کہ از نام تو می بارد عشق — از نامہ و پیغام تو می بارد عشق
عاشق شود آنکہ بکویت گزرد — آرے، از در و بام تو می بارد عشق



مقبرہ شریف

حضرت سید امام علی شاہ (م ۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۵ء) و حضرت سید صادق علیشاہ (م ۱۳۱۷ھ / ۱۸۹۹ء) قدس اللہ تعالیٰ سرہما العزیز۔ (مکان شریف، ضلع گورداسپور، مشرقی پنجاب، بھارت)

تو مری رات کو مہتاب سے محروم نہ رکھ
ترے پیمانے میں ہے ماہِ تمام اے ساقی



مرقد انور

حضرت فقیہ الہند شاہ محمد مسعود محدث دہلوی قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز م ۱۳۰۹ھ / ۱۸۹۲ء
(درگاہ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ ——— دہلی)

دریا متلاطم ہوں تری موج گہر سے
شرمندہ ہو فطرت ترے اعجاز ہنر سے

عکس تحریر

حضرت شاہ رحیم اللہ دہلوی خلیفۂ اجل حضرت فقیہ الہند قدس سرہما العزیز

مکتوبہ ۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۵ء

روشن اس سے خرد کی آنکھیں
بے سرمۂ بوعلی و رازی

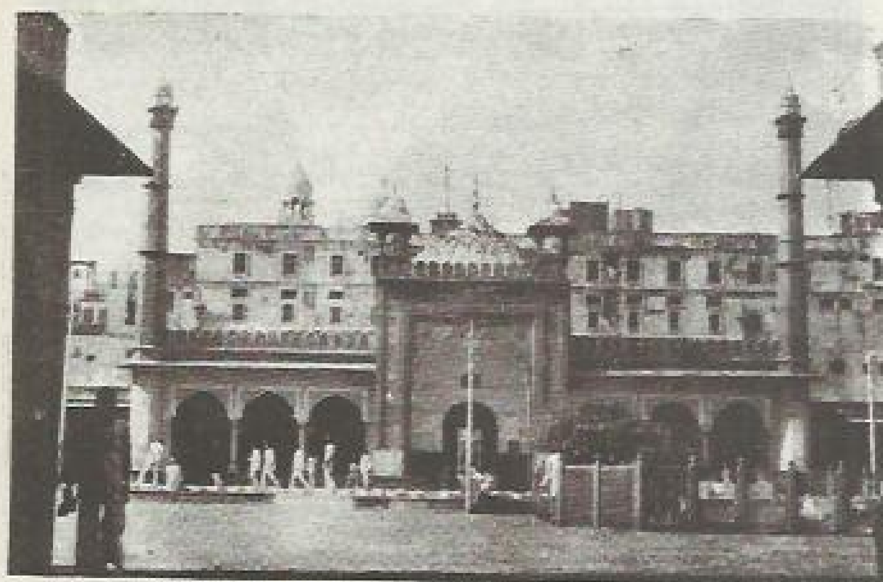
بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد و افضل سلام بر سید الطائفۃ الصوفیۃ الصافیۃ و کرام البررۃ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین
اما بعد پس میگوید فقیر شیخ رحیم بخش ملقب بہ محمد مسعود نقشبندی دہلوی [illegible]
ایں فقیر مسمی شیخ رکن الدین [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

سند خلافت

حضرت شاہ رکن الدین الوری (م ۱۳۵۵ھ ر ۱۹۳۶ء)
خلیفہ حضرت فقیہ الہند قدس سرھما العزیز
مکتوبہ ۱۳۰۹ھ ر ۱۸۹۱ء

ہے تری شان کے شایاں اسی مومن کی نماز
جس کی تکبیر میں ہو معرکۂ بود و نبود

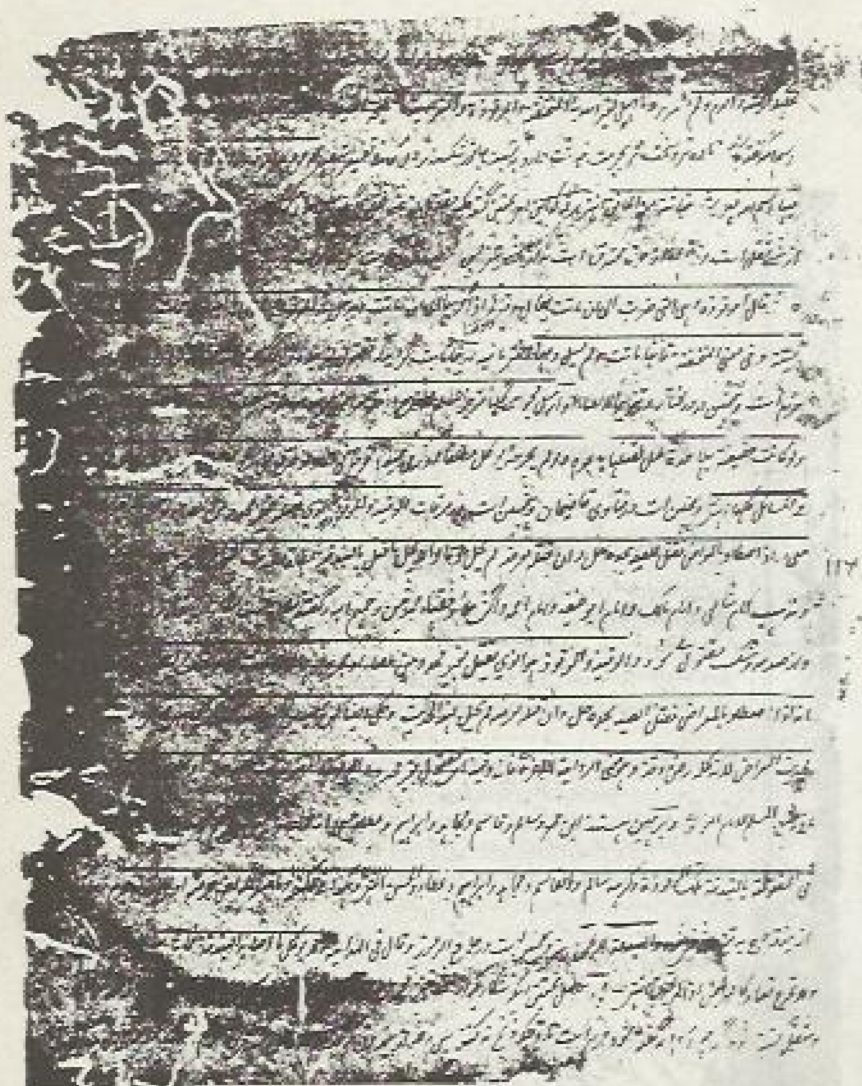


مسجد جامع فتحپوری ـــــ دھلی

تعمیر ۱۰۶۰ھ / ۱۶۵۰ء



عکس فتاوی مسعودی صفحہ ۹۹ مکتوبہ سنہ ۱۲۹۰ھ، سنہ ۱۸۷۳ء



عکس فتاویٰ مسعودی صفحہ ۱۱۶ مکتوبہ ۱۳۰۳ھ / ۱۸۸۵ء

عکس فتوی نبیرہ فقیہ الہند، مفتی اعظم ہند شاہ محمد مظہر اللہ رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استفسار

[illegible]

الحواشی حواشی التقریب

قوله وظاهر مجازا ایک شراب ہے کہا جاتا ہے کہ [illegible] شراب کا نام [illegible] ہے [illegible]

[illegible] حرام [illegible] ہے۔ [illegible]

اور اسکی نجاست غلیظہ ہے۔ [illegible]

ومع انّہ من [illegible] اذا [illegible] حرام [illegible]

[illegible] لا یجوز بیعہا ولا یجوز [illegible] الّا [illegible] مطلقًا [illegible]

[illegible]

[illegible] حرام [illegible] شراب [illegible]

[illegible] شراب [illegible] حرام ہے [illegible]

[illegible]

[illegible] حرام [illegible] حرام ہے [illegible]

[illegible]

[illegible] اما [illegible]

[illegible] والمسکر [illegible] شرب [illegible]

[illegible] الخمر [illegible] والزبیب [illegible]

[illegible] حرام [illegible]

[illegible]

[illegible] العسل والتین والبر والشعیر والذرۃ [illegible]

[illegible]

[illegible] حرام ہے [illegible]

[illegible]

[illegible] العسل والتین [illegible] المسکر [illegible]

[illegible]

[illegible] في البيع والشراء لكن الفتوى على قوله في البيع [illegible]

[illegible]

[illegible]

لقوله عليه السلام اذا كان احدكم في الصلوة فوجد حركة في دبره احدث او لم يحدث فاشكل عليه فلا ينصرف [illegible]

او يجد ريحا [illegible] وقال الفقهاء ان اليقين لا يزول بالشك [illegible] الاصل في الاشياء الاباحة [illegible]

(۲) جن صورتوں میں اسکی بیع جائز ہے انہی صورتوں میں اسکی خریداری بھی جائز ہے فقط

(۳) اگر [illegible]

[illegible] لقوله [illegible] فقط

(۴) [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

عکس فتویٰ فرزند اکبر مفتی اعظم ہند، حضرت علامہ مفتی محمد مظفر احمد رحمۃ اللہ علیہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ فجر کی اذان دینے کے بعد مؤذن یا کوئی دوسرا شخص محلہ والوں کو نماز کے لئے سارے محلے میں گھوم گھوم کر بیدار کر سکتا ہے یا نہیں۔ اگر کر سکتا ہے تو کیونکر۔ اور نہیں کر سکتا تو اوسکی توضیح فرمائیں۔

[illegible]

الجواب

ہاں اس عمل میں کچھ مضائقہ نہیں بلکہ موجب ثواب ہے کہ یہ تثویب کے معنی میں ہے والتثویب حسن عند المتأخرین فی [illegible] میں ہے ویثوب [illegible] ثم یقعد قدر ما یقرأ عشرین آیۃ ثم یثوب ثم یقعد مثل ذلک ثم یقیم [illegible] واللہ اعلم

محمد مظفر احمد غفرلہ

یہ عمل اول تو تثویب ہی نہیں بلکہ اس سے زیادہ حیثیت رکھتا ہے دوسرے تثویب ہی ایک امر محدث اور [illegible] ہے۔ اذان سے پہلے بہ نیت امر بالمعروف اس عمل کی گنجائش ہے۔ اذان کے بعد یہ عمل کراہت سے خالی نہیں ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

الجواب [illegible]

ھو المسدد

التثویب ھو الاعلام بعد الاعلام تثویب اوس اعلان کو کہتے ہیں جو بعد اذان نماز کیلئے کیا جائے یا بعد ہو جائے [illegible]

اسکو علمائے متأخرین نے جائز فرمایا ہے۔

تثویب کو امر مستحدث اور [illegible] کتب متأخرین کو [illegible] قرار دیا ہے دوسرے فتاوے عالمگیری کو نا قابل [illegible] سمجھتے علمائے متأخرین اور عالمگیری پر اپنا تفوق دکھا کر ایک غیر صحیح حکم صادر فرماتا ہے۔ جو یقینا بدعت غلط و مردود ہے [illegible] کتب وغیرہ کی تدوین [illegible] اسکے امر مستحدث

ہیں اور علم دین کی تعلیم پر اجرت لینا مستحدث نہیں جب
ان امور حسنہ کا ارتکاب پر متاخرین کو امام بنایا جاتا ہے اور
انکے اقوال کو حجت قرار دیا جاتا ہے۔ تو تثویب کا حکم
جو متاخرین نے حکم کو کیوں نہیں تسلیم کیا جاتا۔
اور کیا اذان سے پہلے یہ امر مستحدث بھلا ہوگا۔ اور کیا
بعد اذان امر بالمعروف میں یہ فعل داخل نہیں۔

حقیقت کی نگاہ سے دیکھا جائے۔ تو تثویب سنت صحابہ
رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین (جنکے لئے نبی معظم رسول اعظم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں علیکم بسنتی
وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین) دلیل اول

جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تاریخ الخلفاء میں
امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تثویب میں
زہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں نقل فرماتے ہیں
خرج عمر یوقظ الناس للصلوٰۃ یعنی سیدنا عمر رضی اللہ
تعالیٰ عنہ اپنے زمانے میں لوگوں کو نماز کیلئے
جگاتے ہوئے نکلتے الخ دلیل دوم جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ
علیہ اپنی اسی تاریخ میں بحوالہ حضرت ابن سعد رضی اللہ تعالیٰ
عنہما امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی شہادت
کا حال درج کرتے ہوئے فرماتے ہیں ودخل ابن النباح
المؤذن علی ذالک فقال الصلوٰۃ فخرج علی من الباب
ینادی ایھا الناس الصلوٰۃ الصلوٰۃ یعنی مولیٰ علی کرم اللہ
تعالیٰ وجہہ الکریم اپنے صاحبزادے امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
اپنا خواب بیان فرما رہے تھے کہ مؤذن (ابن نباح) نے گھر میں آکر
الصلوٰۃ یعنی نماز کیلئے تشریف لے چلئے وقت ہو گیا۔ حضرت اپنے گھر سے
لوگوں کو نماز کیلئے جگاتے ہوئے تشریف لے چلے الخ

دلیل سوم جب نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
گھر سے تشریف نہ لاتے اور وقت تنگ ہو گیا تو سیدنا حضرت بلال
رضی اللہ تعالیٰ عنہ دولت کدہ پر حاضر ہو کر یوں عرض کرتے تھے
الصلوٰۃ یا رسول اللہ۔

ومن تثویب جائز مستحسن ہے کما فی الدر المختار (والتثویب)

بین الاذان والاقامة وفی رد المحتار التثویب

العود الی الاعلام بعد الاعلام [illegible]

(فی الشکل) ای قل الصلاة [illegible] القرآنی فی الاکثر

الحدیثیة انتہی [illegible] واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم

[illegible]

تصدیقاتِ علمائے پاک و ہند

یہ تثویب بے عمل مستحسن اور باعث

ثواب ہے۔ محمد نسیم اللہ غفرلہ

امام [illegible]

متفق [illegible] جواب صحیح ہے [illegible]

[illegible]

الجواب [illegible] یہ فعل [illegible] ہے اور

یہ فعل تثویب کا حکم میں جو اکثر ہندوستان [illegible]

داخل ہے۔ تثویب یعنی الصلوٰۃ جس [illegible]

بعد الصلوٰۃ جائز [illegible]

[illegible] کتب معتبرہ میں مراد اور

استحسان مسطور ہے۔ [illegible] حضرت [illegible]

مستحسن اور مقبول [illegible]

الزام ہے۔ در مختار میں ہے

[illegible] بین الاذان والاقامۃ [illegible]

فی الکل [illegible] الا فی المغرب

حاشیہ شرح [illegible] احدث المتاخرون [illegible]

التثویب بین الاذان والاقامۃ [illegible]

علی حسب ما تعارفوہ فی جمیع الصلوٰۃ

سوی المغرب مع ابقاء الاول یعنی

الاصل وہو تثویب الفجر۔

حضرت مفتی محمد مظہر اللہ صاحب کا حوالہ

[illegible] فقط واللہ اعلم

[illegible] محمود [illegible] اللہ [illegible]

حضرت قبلہ علامہ مفتی
اعظم جناب مولانا مولوی
شاہ محمد مظہر اللہ صاحب پیش
امام فتح پوری [illegible]
[illegible]

تثویب فعل محمود
[illegible]
[illegible] محمد [illegible]
[illegible]

الجواب صحیح
[illegible]
[illegible]

حضرت بابرکت مولانا مفتی محمد مظہر اللہ شاہ صاحب قبلہ امام مسجد فتح پوری مدظلہ العالی کے جواب باصواب
کی مخالفت مولوی کفایت اللہ صاحب سے کوئی امر مشتبہ نہیں اور نہ ایک امر مستحسن کو
مستحسن و مستبدع کہہ دینے پر مجھ کو حیرت ہے اور نہ اس کی شکایت ہے کہ امر مستحب
قبل از اذان جائز ہو اور بعد اذان مکروہ ہو جائے کیونکہ مجھ کو تجربہ ہے کہ مولوی صاحب
کے قلم کی روش یہ ہی خوش ہوتی۔ ہاں مجھ کو اس بات پر البتہ مولوی صاحب کی روش سے شاکی
حیران ہوں کہ اس فتویٰ میں تثویب کو بدعت مذمومہ لکھ دیا۔ اور مستحسن و مستبدع
لکھ دیا اور بعد اذان بلا اظہار اختلاف مکروہ فرما دیا یعنی حیرت یہ ہے کہ
مولوی صاحب ہی کا ایک فتویٰ ہے جس میں مستفتی نے عمل رسول اللہ کو مولوی اسماعیل کا
عمل بتایا جو مولوی صاحب کے ہم عقیدہ ہیں تو جواب میں لکھا کہ یہ عمل فتویٰ کے بموجب
ناجائز نہیں۔ یعنی فقط یہ تو وہی بات ہوئی کہ اگر کوئی صحیح العقیدہ سنی الصلاۃ والسلام
علیک یا ایہا النبی کہے تو مشرک ہو جائے اور مولوی صاحب [illegible] ماتم کا
مشرکانہ ترانہ گائیں اور موحد ہی رہ جائیں ولا حول ولا قوۃ الا باللہ
العلی العظیم فقط فقیر ابو المحامد سید محمد اشرفی جیلانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی حبیبہ الکریم

حضرت مولانا مفتی سید مظہر اللہ صاحب دامت برکاتہم کا جواب
حق و صواب۔ اور کفایت اللہ صاحب کی تحریر [illegible] ناہموار
حکم کراہت کے لیے کسی دلیل کی حاجت ہے جیسا کہ فقہا فرماتے ہیں
لا بد للکراهة من دلیل خاص مولانا مظہر اللہ صاحب سلمہ
نے اس کا نہایت نفیس و بلیغ رد فرمایا جزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء

محمد عبد العلیم [illegible]

عکس فتویٰ فرزند اصغر مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد مشرف احمد رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ ایک کنویں میں ایک چھپکلی گر کر مر گئی اور اس میں پھٹ کر گل گئی اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اب اس کنویں کی صفائی کس طرح کرائی جانی چاہیے۔ نمازیوں میں اختلاف ہے کوئی کہتا ہے کہ کچھ ڈول نکلوائے جائیں اور بعض کہتے ہیں کہ تمام کنویں کا پانی صاف کرایا جاوے۔ مفصل حکم شرع سے مطلع فرما کر داخل حسنات و برکات ہوں۔ فقط

الجواب

اصل اس باب میں یہ ہے کہ جس جانور میں بہنے والا خون ہے وہ اگر کنویں میں مر کر پھول پھٹ جائے تو کنویں کے تمام پانی نکالنے کا حکم ہے۔ روایات فقہیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ چھپکلی میں خون بہنے والا ہوتا ہے اسلئے صورت مذکورہ میں تمام پانی نکالا جائیگا۔ عالمگیری میں ہے [illegible] سام ابرص میں روایات [illegible] بنزح [illegible] عشرين دلوا في ظاهر الرواية [illegible] الخ [illegible] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد مظہر [illegible]
جامع [illegible]

لیکن اگر چھپکلی چھوٹی ہو تو اس صورت میں کچھ [illegible] جوہرہ نیرہ میں ہے سام ابرص [illegible] الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد [illegible]

(۱) چھپکلی اگر کسی [illegible] اور مر جائے تو کنواں ناپاک نہیں ہوتا کیونکہ اس میں خون بہنے والا نہیں ہوتا
اور حنفیہ کے بعض علماء تو کہتے ہیں ناپاک ہو جاتا معلوم ہوتا ہے جیسا کہ امام قاضی خاں نے لکھا ہے تو اس صورت میں ناپاک ہوگا
(۲) چھپکلی نجس ہے کیونکہ سام ابرص کا عربی زبان میں ترجمہ الوزغ آتا ہے
اور جوہرہ نیرہ میں جو لکھا ہے کہ [illegible] اس سے یہی ہے کہ [illegible] فرق ہے نہیں معلوم ہوتا جیسا کہ [illegible]
مابہ الفرق [illegible] مسائل ہے مستفتی [illegible] مدرسہ فتحپوری دہلی

صورت مذکورہ میں [illegible] پاک ہے پانی نکالنے کی حاجت نہیں ہے اسلئے کہ چھپکلی [illegible] نہیں ہوتا
خادم [illegible]
مدرسہ فتحپوری دہلی

الجواب

چھپکلی کے مرنے اور گرنے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا واللہ اعلم
ابو الحسنات محمد [illegible]
خادم [illegible]

مولانا محمد [illegible] صاحب کا جواب صحیح اور درست ہے
عبد [illegible]

ھو الموفق

للتأييد والتسهيل

مفتی اہل سنت امام الفقہاء والاتقیاء حضرت [illegible] صاحب کا جواب بالکل صحیح اور مدلل ہے اور اس کے رد میں کوئی دلیل نہیں لکھی گئی اسلئے [illegible] ضرورت نہیں تاہم اس مسئلہ کی کچھ تحقیق لکھی جاتی ہے تاکہ [illegible] خواہ مخواہ شبہ پیدا ہو جاتا ہے وہ اس تحقیق کو دیکھے [illegible] جوہرہ نیرہ کی عبارت کا مطلب جو امام [illegible] نے تحریر فرمایا [illegible] چھپکلی کو کہتے ہیں (۱) چنانچہ منتخب النفائس میں ہے چھپکلی [illegible] وزغ کہتے ہیں (۲) اور خزانۃ اللغات میں ہے چھپکلی [illegible] وزغ [illegible] کہتے ہیں (۳) اور برہان قاطع میں ہے کرپاسہ [illegible] سام ابرص [illegible] (۴) اور منتہی الارب میں ہے وزغ [illegible] سام ابرص [illegible] کرپسہ یعنی وزغ چھپکلی [illegible]

کے معنی چھپکلی اور الکبیر کے معنی بڑی کے ہیں تو ان دونوں لفظوں کو ملا کر دیکھیے یہ معنی
ہوتے ہیں (الوزغ - الکبیر) چھپکلی - بڑی ان دونوں لفظوں میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں جس کے معنی
گرگٹ کے لیے جا سکیں اور دوسری بات دیکھیے اگر کوئی بچہ کسی کمرہ میں ایک بڑی
چھپکلی دیکھ لے تو کیا کوئی یہ سمجھ سکتا ہے کہ گرگٹ نظر آیا ہوگا - اس بڑی کی صفت کو
جس شے کے لیے استعمال کیا جائیگا اسی شے کی بڑائی مراد ہو سکتی ہے نہ دوسری
شے کی اگر کوئی کہے کہ میں بڑی مسجد میں گیا تھا تو کیا مسجد [illegible] بڑی مسجد
مراد ہوگی کوئی دوسری شے مراد نہیں لی جا سکتی اسی طرح الوزغ الکبیر سے چھپکلی
بڑی چھپکلی مراد ہو سکتی ہے کوئی اور شے مراد نہیں لی جا سکتی - لیکن چونکہ
یہ خیال ہو کہ عربی زبان میں شاید گرگٹ کا کوئی نام نہ ہو اس لیے گرگٹ کو [illegible]
بڑی چھپکلی کہہ دیا گیا ہو تو یہ بات بھی نہیں ہے کیونکہ عربی زبان بڑی وسیع زبان
ہے اس میں گرگٹ کے لیے ایک بھی نہیں کئی نام موجود ہیں [illegible]
[illegible]
[illegible] والحرباء [illegible] والشقیق [illegible]
گئی ہے ان تمام میں الوزغ الکبیر کا لفظ نہیں ہے [illegible] الوزغ الکبیر سے
گرگٹ مراد [illegible]
[illegible]
الوزغ الکبیر [illegible] بڑی چھپکلی [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] بڑی چھپکلی [illegible]
[illegible] گرگٹ [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

(۵) السنة هو الصحیح - اور اگر یہ کہا جائے کہ یہ اگر گرگٹ وغیرہ ہے تو یہ بھی غلط
ہے کیونکہ جب الوزغ الکبیر کے معنے گرگٹ وغیرہ کے لیے گئے تو اب اس لفظ کا کیا مطلب رہ گیا جس کے
معنے بڑے گرگٹ کے کئے جائیں (قوله اذا یلزم ان یقول صاحب الجوہرۃ النیرۃ الکبیر
من الوزغ الکبیر - رہا یہ کہنا کہ چھپکلی میں بہتا ہوا خون نہیں ہوتا تو یہ اس وقت صحیح ہو سکتا
جبکہ ناپاکی کا استواء تمام حالات پر ہو کیونکہ کسی مستند کتاب سے یہ بات ثابت نہیں کیا جا سکتی کہ
چھپکلی میں بہتا ہوا خون نہیں ہوتا اب رہ گیا حکم بالاستواء تو وہ بھی ممکن نہیں کیونکہ فقہائے
فقہائے کرام کا استواء وجود ہے علی وجہ الحتم السائل فی الوزغ عند اخروج نے یہ تصریح
لکھ دیا ہے کہ چھپکلی میں بہتا ہوا خون ہوتا ہے تبیین (۵) میں ہے وکذا الوزغ اذا کان
کبیرۃ ای بحیث یکون لها دم سائل فانها تفسد الماء دیکھئے کیسا صاف لکھا ہوا ہے کہ
اس طرح چھپکلی کو سمجھنا چاہیے جب اتنی بڑی ہو کہ اس میں خون بہنے والا ہو تو وہ بھی پانی
کو ناپاک کر دیتی ہے (۶) البحر الرائق میں ہے سئل عن دم الوزغ هل هو نجس
ام لا فاجاب نجس اس سوال جواب میں ذرا تامل کرنے سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ الوزغ
سے مراد چھپکلی ہے [illegible] کا خون ہوتا ہے [illegible] کے متعلق سوال [illegible]
اور چھپکلی میں بہتا ہوا خون ہوتا ہے [illegible]
[illegible] سمجھے ہیں کہ اس میں بہتا ہوا خون نہیں ہوتا اسلئے اسکے متعلق سوال کیا گیا جواب ملا چھپکلی کا
خون بھی نجس ہوتا ہے (۷) اور رد المحتار میں ہے خرء کل سواکن البیوت مما له دم سائل
کالفارۃ والوزغ عند (۸) فتاوی قاضی خان میں ہے دم الحلمۃ والوزغ نجس اذا کان
سائلا وکذا فی الظهیریۃ والمحیط (۱۱) اور فتح القدیر میں ہے دم الحلمۃ والوزغ نجس
(۱۲) مراقی الفلاح میں ہے سؤر سواکن البیوت مما له دم سائل کالحیۃ والوزغ مکروہ
لانه لم طوفها وحرمة لحمها النجس (۱۳) درر میں ہے سؤر الوزغ مکروہ لان حرمة
لحمها اوجبت نجاسة سؤرها لکنها سقطت لعلة الطواف فبقيت الكراهة -
ان تمام عبارتوں سے صاف ظاہر ہے کہ چھپکلی میں بہتا ہوا خون ہوتا ہے اور اسکے گرنے سے
کنواں ناپاک ہو جاتا ہے کیونکہ ان عبارتوں میں کہیں الکبیر کی قید نہیں لگی ہوئی اسلئے گرگٹ
کسی طرح مراد نہیں لیا جا سکتا دوسرے سواکن بیوت کا لفظ بھی [illegible] موجود ہے کہ
چھپکلی کا انکار کسی طرح بھی نہیں کیا جا سکتا یعنی ان تمام عبارتوں میں یہ بتایا گیا ہے کہ [illegible]

گھروں میں رہنے والے جانوروں میں سے ایک جانور ہے اور اس کا خون ناپاک ہے۔ اب زمانے
کے گھروں میں چھپکلیاں رہا کرتی ہیں یا گرگٹ ۔ دنیا جانتی ہے کہ چھپکلی گھروں میں رہا کرتی ہے
اور گرگٹ جنگلوں میں اور درختوں پر رہتا ہے پس جب فقہائے کرام نے بالاتفاق و بلا دیا کہ
چھپکلی میں بہتا ہوا خون [illegible] ہے تو کوئی کیسے کہہ سکتا ہے کہ اس میں بہتا ہوا خون نہیں
ہو اس میں بھی [illegible] جیسا کہ فقہائے کرام نے جن جانوروں میں خون نہیں ان میں سے بچھو بھی
جو چھپکلی جیسا [illegible] [illegible] کا [illegible] [illegible] [illegible] ایک [illegible]
رہا مگر نہ دکھلائی دی تو ایک چھپکلی نہ دکھلائی دی حالانکہ اس کا ذکر تھی اور اس کا ذکر
کثیر الوقوع تھا جیسا کہ فقہ کی کتابوں میں [illegible] اور ان کا ذکر خاص طور پر کیا گیا ہے

(۱۳) وفی الکنز والبحر وموت ما لا دم له فیه کالبق والذباب والزنبور والعقرب
والسمک والضفدع والسرطان وفی [illegible] والبق والبرغوث [illegible] والخنفساء [illegible]
والنمل والقرص والجعلان وبنات وردان والبرغوث والقمل ونحوها انتهی

ان میں دوسرے جانوروں کی طرح چھپکلی کا ذکر کہیں نہیں کیا گیا جس سے [illegible] کہ ہم یہی کہیں
فقہائے کرام کے نزدیک چھپکلی میں بہتا ہوا خون ہے جو نا تحقیق شدہ بات ہے اس لئے
انہوں نے چھپکلی کا ذکر دوسرے جانوروں کے ساتھ نہیں کیا جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا۔

اور اگر یہ خیال ہو کہ سام ابرص تو گرگٹ ہی ہے تو یہ خیال بھی غلط ہے (۱۵) تاج
[illegible] (۱۶) [illegible] [illegible] الوزغ [illegible] بالجمع [illegible] (۱۷) [illegible]
[illegible] اور [illegible] ایک ہی جانور کے نام ہیں (۱۸) اور غیاث اللغات میں ہے
گرگٹ کو [illegible] [illegible] معلوم ہو چکا کہ گرگٹ اور [illegible] چھپکلی کو کہتے ہیں۔
(۱۷) [illegible] میں ہے سام ابرص [illegible] بھی چھپکلی کا نام ہے نہ کہ گرگٹ کا۔
(۱۸) صراح اللغات میں ہے سام ابرص [illegible] (۱۹) قاموس میں ہے الوزغة سام ابرص
(۲۰) منتخب اللغات میں ہے سام ابرص جانوریست زہردار [illegible] گرگٹ (۲۱) اور
مصباح المنیر میں ہے وقال الازہری الوزغ سام ابرص (۲۲) برہان قاطع میں ہے کرپس
[illegible] بعنی سام ابرص (۲۳) اور [illegible] اردو میں بھی سام ابرص کے معنی چھپکلی کے
لکھے ہیں (۲۴) اور [illegible] میں ہے [illegible] سام ابرص یا [illegible] چھپکلی ان دونوں کتابوں میں
الوزغ الکبیر ہے نہ کہ [illegible] چھپکلی لکھا ہوا ہے [illegible] ایک [illegible]

(۲۵) اور المنجد نے تو صاف صاف حکم لگا دیا کہ الوزغ اور سام ابرص دونوں ایک ہی ہیں [illegible] ساتھ ہی
چھپکلی کی تصویر بھی لگا دی ہے اور گرگٹ کا نام لکھ کر اس کی تصویر الگ لکھ کر لگا دی تاکہ کسی قسم کا
شبہ باقی نہ رہے عربی کتب فقہ و کتب لغت کے مطالعہ کرنے والوں پر روز روشن کی طرح
ظاہر ہو جاتا ہے کہ چھپکلی اگر گر جائے تو کنواں ناپاک ہو جاتا ہے اور اسی مسئلہ میں
فقہائے احناف کا اتفاق ہے کسی فقیہ کا بھی اس مسئلہ میں اختلاف نہیں [illegible] دنیا میں حنفی فقہ کی
جتنی کتابیں موجود ہیں کسی ایک کتاب میں نہ دکھایا جائے کہ چھپکلی اگر گر جائے تو کنواں ناپاک
نہیں ہوتا۔ اگر [illegible] متعلق [illegible] بہشتی زیور کو
ملاحظہ فرما لیتے تو [illegible] بہشتی زیور [illegible]
چھپکلی جس میں بہتا ہوا خون ہوتا ہے اس کا حکم بھی یہی ہے کہ اگر کنویں میں گر جائے اور پھولے پھٹے
نہیں تو بیس ڈول نکالنا چاہئے اور تیس ڈول نکالنا بہتر ہے۔ اور پھر آگے لکھا ہے [illegible]

[illegible] کہ اگر [illegible] کا سارا پانی نکالا جائیگا پھر اسی سے آگے لکھا ہے [illegible]
[illegible] جیسے سانپ بچھو چھپکلی وغیرہ [illegible]
[illegible]
[illegible] چھپکلی کا مسئلہ [illegible]
[illegible]
[illegible] چھپکلی [illegible] گرگٹ [illegible] الوزغ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] چھپکلی [illegible]

[illegible]

[illegible] چھپکلی [illegible]

[illegible]

چھپکلی مراد ہے جو عام طور پر گھروں میں ہوا کرتی ہے یہ خیال نہ کرے کہ اس میں سم اور شاید
کرتی اور چھپکلی ہو جو گرگٹ کی برابر یا اس سے بڑی ہوتی ہو یہ مطلب نہیں ہے اور اگر
اسمیں کچھ تردد ہو تو ایسے گھروں میں متوسط درجہ کی چھپکلی کسی دھار دار چیز سے
مار کر دیکھ لے اسمیں سے خود خون نکلیگا البتہ چھپکلی کے بچہ میں سے خون اتنا کم نکلتا
تو اسکے ذبیحہ کرنے ان مار کا بھی نہیں ہوتا ۔ الحق نے یہ جو کچھ تحریر کیا اسمیں اندازہ کا
کچھ خیال نہیں کیا در حقیقت مسئلہ تو استفتا کچھ اور تھا بلکہ نفس مسئلہ کی یہ تحقیق لکھدی تاکہ
عام خواص و عوام کیلئے مفید ثابت ہو فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب [illegible]

الجواب صحیح [illegible]
[illegible] مفتی [illegible]

مذکورہ بالا فتویٰ صحیح ہے [illegible] سوال و مسئلہ کا جواب [illegible]
[illegible] اور [illegible] مسئلہ [illegible]
[illegible] فقط [illegible]

حضرت مولانا صاحب امام جامع مسجد فتحپوری دامت برکاتہم العالیہ
کا جواب بالکل درست و صحیح اور اوسکی مخالفت درست نہیں
بالکل صحیح اور مولانا مد ظلہ العالی کی تحقیق دقیق نہایت عمدہ
و صحیح ہے جو لوگ چھپکلی کو گرگٹ میں تمیز نہ کر سکیں
وہ اگر فتوی نویسی سے دست بردار ہو جائیں تو مسلمانوں
کا اسمیں بھلا ہوگا بالجملہ جواب صحیح ہے واللہ تعالیٰ اعلم
وعلمہ اتم و احکم [illegible]
فقیر ابو المحامد [illegible]

عکس فتویٰ نبیرہ مفتی اعظم، حضرت علامہ مفتی محمد مکرم احمد سلمہ اللہ تعالےٰ

[illegible]

الجواب ھو الموفق للصواب

۱۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی قسم کھانے کیلئے یہ ضروری نہیں ہے کہ قسم کھانے والا قرآن پاک پر ہاتھ رکھکر قسم کھائے۔ بلکہ بغیر قرآن پاک پر ہاتھ رکھے بھی قسم منعقد ہو جاتی ہے۔

۲۔ قرآن پاک کی قسم معتبر ہے یا نہیں۔ یہ مسئلہ متقدمین اور متاخرین فقہاء کی نظر میں مختلف فیہ رہا ہے۔ ہدایہ اولین ج۲ کتاب الایمان صفحہ۴۵۹ پر لکھا ہے۔ ومن حلف بغیر اللہ لم یکن حالفا کالنبی والکعبۃ لقولہ علیہ السلام من کان منکم حالفا فلیحلف باللہ اولیذر۔ وکذا اذا حلف بالقرآن لانہ غیر متعارف الخ یعنی صاحب ہدایہ کے زمانہ میں قرآن کریم کی قسم کھانا عرف میں نہیں تھا اس لئے انہوں نے قرآن کی قسم کو منعقد نہیں مانا۔ لیکن اب مفتی بہ قول یہی ہے کہ قرآن کریم کی قسم کھانا جائز ہے اور شریعت مطہرہ کے مطابق منعقد ہو جاتی ہے۔ درمختار میں ہے۔ قال الکمال ولا یخفی ان الحلف بالقرآن متعارف فیکون یمینا۔ اس کے علاوہ اسی مسئلہ پر ردالمحتار میں بہت مفید اور مفصل بحث ہے۔ لکھتے ہیں۔ (قولہ قال الکمال الخ) مبنی علی ان القرآن بمعنی کلام اللہ فیکون من صفاتہ تعالیٰ کما یفیدہ کلام الہدایۃ حیث قال ومن حلف بصفۃ من صفات الذات الخ ... وقال محمد بن مقاتل الرازی انہ یمین وبہ اخذ جمہور مشائخنا اھ فہذا مؤید لکونہ صفۃ تعورف الحلف بہا کعزۃ اللہ وجلالہ (ردالمحتار ج۳ ص۵۶)

مندرجہ بالا عبارت سے مسئلہ صاف ہو جاتا ہے کہ قرآن کریم کی قسم کھانا جائز ہے۔

۳۔ فریق اول کو یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی قسم بغیر قرآن کریم پر ہاتھ رکھے بھی منعقد ہو جاتی ہے۔ اور اس کے پورا نہ کرنے پر گناہ بھی وہی ہے جو قرآن کریم ہاتھ میں رکھ کر قسم کھانے میں ہوتا ہے۔ لہٰذا ان کا یہ اصرار بے جا ہے۔

۴۔ لیکن اگر فریق اول پھر بھی مصر رہے تو فریق ثانی کے گواہ کو اس کی بات مان لینے میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔ لیکن مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ گواہ کو اختیار ہے کہ وہ ایسا کرے یا نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم

محمد مکرم احمد غفرلہ نقشبندی مجددی
شاہی امام مسجد جامع فتحپوری دہلی
۴ محرم الحرام ۱۴۱۳ھ [illegible]

مفتی محمد مکرم احمد نقشبندی مجددی
شاہی امام مسجد جامع فتحپوری دہلی

[illegible]

[illegible]

الجواب

[illegible]

[illegible] الكوسج [illegible] عن ابي حنيفة رحمه الله [illegible]

[illegible] وروى الخصاف عن ابي يوسف رحمه الله

[illegible]

[illegible]

[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

[illegible]

[illegible]

مطبوعات سرہند پبلی کیشنز، کراچی

۱۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی — سراج منیر — بلا قیمت

۲۔ پروفیسر محمد عبد الباری صدیقی — ایمانیات — ۱۵ روپے

(مکتوبات امام ربانی کی روشنی میں ایمانیات کا تحقیقی جائزہ)

۳۔ صاحبزادہ جمیل احمد شرقپوری — تذکرۂ امام اعظم ابو حنیفہ — ۴۵ روپے

۴۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد — آخری پیغام — ۵۰ روپے

(تاریخ قرآن پر ایک مستند دستاویز)

۵۔ فقیہ الہند شاہ محمد مسعود محدث دہلوی — فتاویٰ مسعودی — ۱۰۰ روپے

۶۔ مفتی محمد مظہر اللہ شاہ دہلوی — ترجمہ سورۂ یٰسین — (زیر طباعت)

۷۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد — جس کا انتظار تھا — (زیر تدوین)

(سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک نادر کتاب)

